سلسلہ تردیدِ الحاد:۵۔

ہندوستان کی مذہبی ، تاریخی، ،سماجی و فکری حیات کا مطالعہ:گستاخِ رسول نوپورشرما کے بیانیہ کی روشنی میں۔

از

ڈاکٹر محمد علی جنید

KURF

جامعہ کراچی دارُالتحقیق برائے علم و دانش

جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش:۲۰۲۳۔
عنوان: ہندوستان کی مذہبی ، تاریخی، ،سماجی و فکری حیات کا مطالعہ:گستاخِ رسول نوپورشرما کے بیانیہ کی روشنی میں۔
مصنف و محقق:ڈاکٹر محمد علی جنید۔
برقی مطبع:جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش۔
کلید:ہندومت،ہندوستان،اسلام،مسلمان،پاکستان،نبی اکرمﷺ،عایشہؓ،کثیر ازواجی نظام،جمہوریت،کم عمری کی شادی،وحدت الوجود،ویدانیت،ڈاکٹر محمد علی جنید،نوپورشرما،فلسفہ،سیاست،تاریخ،رام،سیتا،شیو،برہما،وشنو۔
نوع:تنقید،تقابلی ادیان۔

www.facebook.com/kurf.ku
www.facebook.com/groups/kurf.ku
www.kurfku.blogspot.com

کرف

جامعہ کراچی دارُالتحقیق برائے علم و دانش

شذرہ

یہ اندازاً جون دو ہزار بایس کے دوران کی بات ہے ،جب گستاخہ رسول اکرمﷺ نوپورشرما نےجو ایک ہندو سابقہ طالب علم رہنما، جامعاتی طلبا یونین کی صدر، اور ایک وکیل رہی تھی جو بعد ازاں ہندو سنگھ پریوار سے ترقی کرکے مرکزی سیاسی جماعت بھارتی جنتا پارٹی کی مرکزی ابلاغی ناظم و ترجمان کے طور پر فرایض سرانجام دے رہی تھی کے اسلام مخالف بیانیہ کا علمی و معرضی جایزہ لیا گیا ہے۔

اس ملعونہ نے شیو مندر کی ایک مسجد کی جگہ تعمیر کے دفاع میں ایک بھارتی چینل پر آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر سے بحث میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی جس پر عالمی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا، اور صورتحال جب عرب دنیا پر عیاں ہوئی تو قطر سمیت کئی عرب ممالک نے بھارت سے اس بابت جواب طلبی کی تھی،جس پر مابعد بھارتی جنتا پارٹی نے نوپور شرما اور اسکے دھلی کے جنتا پارٹی کے سربراہ نوین کمار جندل کے گستاخانہ ٹویٹ پر ان دونوں کو بھارتی جنتا پارٹی سے ظاہراً فارغ کرکے یہ بیان دیا تھا کہ یہ ان دونوں کا انفرادی و ذاتی موقف ہے، لہذا بھارتی جنتا پارٹی کا ان دونون کی گستاخی اور بیانیہ سے کچھ لیا دینا نہیں ہے۔

چناچہ اس تحقیق و تنقید میں ناچیز،حقیر و فقیر نے ہندوستان کی تاریخ ،مذہب،سیاست،معشیت،فلسفہ و سیاست کا جایزہ تاریخی و تحقیقی تناظر میں لیا ہے اور ساتھ ساتھ علمی طور پر بھارتیوں اوربھارتی جنتا پارٹی کے مختلیف بیانیوں کا تاریخی پس منظر میں رد کیا گیا ہے ساتھ ساتھ اس تحریر میں ہندو مذہب و اسلام میں موجود بہت سی ایسی مشابہتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن پر نوپور شرما جیسے افراد اسلام پر معترض رہے ہیں۔ مگر یہی امور زمانہ قدیم سے ہندوستان و ہندو مذہب میں بھی مشترک چلے آرہے ہیں۔آخر میں تقابلی طور پر کم عمری کی شادی ،کثیرازواجی نظام اور عمر عایشہؓ پر مختصر و جامع بحث کی گئی ہے۔ لہذا کل تفصیل کے اندازہ کے ضمن میں فہرست پر نظر ڈال کر موضوعات کی بابت اندازہ قایم کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ

فہرست مضامین

تمہید

یہ خاکسار و ناچیز عرصہ دراز سے ہندوستان کی تاریخ کا طالب علم اور استاد کسی نا کسی شکل میں رہا ہے، چناچہ انٹر سے گریجویشن تک تاریخ عمومی(جنرل ہسٹری)،اور تاریخ اسلام ،تعلیم اور علم مدنیت میرے انتخابی مضامین میں شامل رہے ہیں اور ،تاریخ اسلام کے مضمون کا ساتھ میری ذات سے بچپن سے ہی وابستہ رہا ہے،اس کے علاوہ میں بچپن سے جن کتب کے مطالعہ پر توجہ دلچسپی کے ساتھ مرکوز کرتا رہا ہوں ان میں مذاہبِ عالم اور فلسفہ مذاہب بھی شامل رہے ہیں۔

حد یہ کہ میں مطالعہ پاکستان اور تاریخ پاکستان کے جن طلبہ و طالبات کو پڑھا چکا ہوں انکے سامنے بھی ناچیز مضمون کے پس منظر کو واضح کرنے کے لئے قبل از تاریخ کے ہندوستان کے خد و خال بھی ،مختلیف موقعوں پر مختلیف تناظر میں واضح کرچکا ہے،بلکہ ہندو مذہبی ماخذات اور تواریخ کی بحث بھی ہمارے پیش نظر دو قومی نظریہ کے پس منظر و محرکات کے پیشِ نظر شامل حال رہی ہے،مجھے یاد ہے کہ ۲۰۱۸ کے سال میں جب شعبہ بین الاقوامی تعلقات۔جامعہ کراچی کے سال اول کے طلبہ و طالبات کو مطالعہ پاکستان کا لازمی مضمون پڑھا رہا تھا تو اس میں کچھ طلبہ کچھ ہٹ کر پڑھنا اور سیکھنا چاہتے تھے ،چناچہ اسی تناظر میں اس فقیر طالب علم نے انھیں سیاسی فلسفہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے قدیم ہندوستان کا بھی خاکہ پیش کیا تھا۔

میری ایک خوش قسمتی اس ضمن میں یہ بھی رہی کے ان طلبہ میں سے کچھ طلبہ نے بھی بطور انتخابی مضمون تاریخ عمومی کو رکھا ہوا تھا،یوں وہ نفس مضمون کی بہت سی مبادیات سمجھنے میں بقیہ طلبہ و طالبات کے طرح کورے ثابت نہیں ہوئے،میں نے ان طلبہ و طالبات کے سامنے اساطیر قدیمیہ کے ضمن میں راماین و مہابھارت کا بھی تعارف وخاکہ پیش کیا تھا،ارجن و وشنو کے اوتار نراین کرشن کے مابین مکالمے،کوروشیتر میں جنگ و رزم کے قصے،جادو اور تیروں و تلواروں کے استعمال پرمبالغہ آمیز قصہ جات بھی طلبا و طالبات کو مختصراً سنائے تھے،جو سمجھیں بہت حد تک اس ضمن میں داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا کے قدیم پیش رو قرار دئے جاسکتے ہیں اور یہ دونوں داستانیں ہیری پوٹر ،لارڈ آف رنگز،گیمز آف تھرونز یا ابلیکا جیسی جدید فکشنز کے پیش رو سمجھے جاسکتے ہیں۔

ہندو مذہب ٹھیٹھ مذہب کی جگہ دیومالائی اساطیر کا ملغوبہ ہے:

یہاں میں یہ بات قبول کرتا ہوں کہ ہندو ادب،دیومالائی داستانوں میں میری دلچسپی شروع سے کافی گہری رہی ہے،کیونکہ ان میں مجھے ہمیشہ سے ایک عجیب و غریب سحر اور پر سراب مناظر نظر آئے ہیں، جن میں جابجا داستان کے روپ میں مشرقی فلسفہ حیات بکھرا نظر آتا ہے،مگر ساتھ میں اس امر کا شروع سےقایل رہا ہوں کہ ہندوستان میں ہندو مذہب نامی درحقیقت کوئی شہ موجود ہی نہیں رہی ہے،کیونکہ یہ نیم مذہب اس برصغیر میں آنے والے مختلیف قوموں اور مقامی قوموں کے ملاپ،تصادم ،رشتہ ازواج ،ثقافتی اتصال کے نتیجہ میں رونما ہونے والے صدیوں کے ارتقا کا ایک ایسا ملغوبہ نمونہ رہا ہے جس میں رسم و روج،اور داستانوں نے مذہب سازی کا فریضہ کچھ ایسے رنگ میں پیش کیا ہےکہ جزوں کے جمع،انجماد و اتصال سے جو وحدت بنی وہی ہندوستانی ،ہندو مذہب کہلائی گئی ۔

لفظ ہندو بذاتِ خود لفظ سندھو کی بگڑی ہوئی شکل ہے،جبکہ ماضی میں اس خطہ کو ہندوستان نہیں سناتن دھرم کہا جاتا تھا جیسا کہ آگے بھی اس پر کہیں نا کہیں تبصرہ ملے گا، چناچہ اسکو دھرتی ماں ماننا ہی دراصل انکا یک دھرمی رخ تھا، لہٰذا ہندو مذہب ایک ایسا مذہب ہے جو کسی متفقہ عقایدی اصول دین سے سرے سے نا آشنا ہے ہاں بہت حد تک آواگون نما تصور نے اسکو اور اسکے ذیلی مذاہب نے سب کچھ حد تک کہیں نا کہیں جوڑے رکھا،اس میں کون اصل و افضل خدا یا ایشور ہے،اور غیر خدا ہے یہ امر واضح نہیں ہوپاتا ہے ، بلکہ مختلیف و متنوع پوارنی نسخہ جات اور انکی کہانیوں میں لپٹا اور پھنسا ہوا نظر آتا ہے ۔یہاں وحت سے تثلیث تک وہاں سے کثیر کثرت تک سب کچھ ڈھونڈھنے سے مل جائے گا۔

آپ ایک خدا کو مان کر بھی ہندو سمجھے جاسکتے ہیں،جیسا کہا آریا سماجیوں کا دعوی تھا اور تین کو بھی تسلیم کرکے ہندو بن سکتے تھے اور چاہیں تو سب کو بیک وقت خدا مان سکتے ہیں ، ایسا ہی موقف تعریف کے ضمن میں گاندہی جی کا بھی رہا ہے،اگر کوئی باعلم فلسفی،مفکر رشی و منی ہو تو وہ اوشو

کی طرح خدا کے وجود کے بھی منکر ہوسکتے ہیں،یا سدھ گرو کی طرح ماڈرن ملغوبہ نما رشی بن کر بھی کثیر سننے والوں کو جمع کرسکتے ہیں۔

<u>برہما خالق کائنات ہوکر بھی تری مورتی میں سب سے کزور تصور کیا جاتا ہے:</u>

ہم جانچتے ہیں کہ یہاں ہر طرف صرف جبر ہی جبر جابجا نظر آتا ہے،کرم کے چکر زماں و مکان کے چکر کے ساتھ گھوم پھر کر آواگون کی چرخی میں گومتے دکھتے ہیں،جو خالق کائینات ہے وہ برہما ہے مگر وہ تری مورتی کا سب سے کمزور دیوتا سمجھا جاتا ہے،یہ ڈی ازم کے خدا کی قدیم مشرقی شکل سمجھا جاسکتا ہے ،اور تری مورتی میں سب سے کمزور طاقت کا مالک تصور کیا جاتا ہے،جو سب سے طاقتور شہ اس سے کوئی مانگ کر سب کو ہلا سکتا ہے وہ دیومالائی ایٹم بم بھرم استر ہے مگر جسے نا استعمال کرنے کی رشی منی اپنے چیلوں کو ہدایت کرتے نظر آتے ہیں ،ہندوستان میں سب سے کم مندر اور سب سے کم عبادت کرنے والے اسی کے ملتے ہیں، بلکہ اس بوڑھے بچے نما خدا کو ایک دیوتا یعنی شیو نے کئی دفعہ سزا دھی ہے بلکہ ایک دفعہ تو اسکا ایک سر ایک جسارت پر سبق سکھانے کے لئے کاٹ دیا تھا اور ایک دفعہ جھوٹ پر سزا دی تھی،بقیہ جنکو جنگ ،تباہی،ہنگامہ آرائی پسند ہے وہ تباہی کے خدا شیو کو مہا دیو قرار دیتے ہیں اور اور اسکی بیوی درگا،یا کالی انہیں تباہی و عذاب کی دیوی دکھائی دیتی ہے، چناچہ بنگال اور دکن والے لوگ ان دنوں میاں بیوی کے سب سے زیادہ اسیر دکھائی دیتے ہیں۔

مابعد دور کا کا مغل باغی لٹیرا شیوا جی مہاراج کو اس شیو کی اسکی عصری تقلیب قرار دیا جاسکتا ہے۔جنکو ذرا محبت ،عشق اور نرمی مطلوب ہوتی ہے تو وہ وشنو کو یعنی کائینات کے سنبھالنے والے یا پالن ہار کی پوجا کرتے دکھتے ہیں،نراین،رام،کرشنا پرشو رام،سب اسی کے روپ سمجھے جاتے ہیں ، ہندوستان میں سب سے زیادہ اسی کے اوتار آئے ہیں۔ہندو داستانوں،پورانوں میں ان دونوں کے لئے اتنے قصے جمع کردئے گئے ہیں اور اتنے الگ الگ رخ سے لکھے گئے ہیں کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کون بڑا ہے اور کون افصل ہے، اور کون دوسرے سے کس لحاظ سے کمتر ہے ،لہذا ہر فریق ہر فلمی ہدایت کار،کہانی نویس اصل پورانوں میں نئی ڈرامہ سیریز کے ساتھ نیا،رخ ،نیا روپ،نئے دلایل کے ساتھ آموجود ہوتا ہے۔

<u>عربوں کی آمد کے بعد رونما ہونے والی تاریخی فکری تبدیلی اور بی۔جے۔پی کی ففتھ جنریشن وار:</u>

عربوں کی آمد سے قبل اہل ہندوستان قصہ کہانیوں ،دیومالائی داستانوں اور تاریخ میں فرق کرنے سے قاصر نظر آتے تھے۔بلکہ مستشرقین میں یہ مزاح آمیز کلمات مشہور تھے،کہ جہاں دودھ و شہد کی نہروں کی بات ہو سونے و چاندی اینٹوں،مشک و کیسری کی مٹی،دیوی ،دیوتاوں کی بھر مار ہو،پریاں اور اپسرائیں جہاں کثرت سے ملیں تو اسے ہی ہندوستان کہتے ہیں،عربوں کی آمد نے ہی ہندوستنایوں کو بیرونی دنیا کی حقیقت اور مقصدیت پر مبنی ،اساطیر سے خارج تاریخ نگاری سے واقف کروایا۔

وادی سندھ کی تہذیب یہاں کی قدیم مقامی اقوام کی تہذیب سمجھی جاتی ہے،جسے انگریزی دور کے اکتشافات نے نیا جدید رخ عطا کیا، جن پر آریائی حملہ آوروں نے غلبہ پاکر انکو یا تو نسیت و نابود کردیا تھا یا انھیں اپنا محکوم بنالیا تھا،یہ ایک الگ بات ہے کہ بی۔جے ۔پی کے دور میں انھونے خود کی قدامت و عظمت قایم کرنے کے لئے نئے خودساختہ مفروضات کی روشنی میں خود کی عظمت قدامت قایم کرنے کی سرکاری کوشش شروع کردی گئی ہیں، چناچہ انکی جانب سے تعصب کے سبب تاریخ کی مسلم و انگریزی شکلیں سرے سے مسترد کی جانے لگی ہیں محمود غزنوی سے غوری،مغلوں سے انگریز تک سب کو اب ہندو قوم پرستانہ کوششوں کے نتیجے میں بیرونی حملہ آور قرار دیا جارہا ہے۔

یا پھر گھما پھرا کر جارح و لٹیرا کہا جارہا ہے،مگر ،آریاوں کو اپنا ہیرو سمجھا جارہا ہے بلکہ ڈھٹائی سے کہا جارہا ہے کہ وہ کوئی بیرونی لوگ نہیں تھے بلکہ مقامی افراد تھے،اور یہ یورپی اور انگریز تھے جنھونے انکو بیرونی حملہ آور قرار دیا تھا ،جبھی ہم نہیں مانتے ہیں ،ان سے کہا جائے کہ برائے مہربانی اپنی جامعات سے تمام سماجی علوم اور تاریخ کے شعبہ جات و مضامین ختم کردیں،سائنس و ٹیکنالوجی کے مضامین بھی خود ساختہ تاریخی غیرت میں آکر ختم کردیں تو کیا خوب ہوگا،انکو شاید یاد نہیں ہےکہ آریاوں کی بیرونی آمد،ہجرت اور ہندوستان میں رہایش اختیار کرنے کی بابت کتب و دلایل میں تمام یورپی اقوام اور کئی ہندوستانی یک زبان نظر آتے ہیں ،جن میں جواہر لال نہرو بھی شامل ہیں جنھونے تاریخ عالم پر ایک نظر نامی کتاب جو انکے تاریخی خطوط پر مشتمل ہیں میں اس بینایہ کو مانا و تسلیم کیا ہے،یہ الگ بات ہے کہ بی،جے پی‌کی غیرت کی رو سے ہندوستان آزاد کرانے والی

کانگریس اور اسکے رہنما لادینی عقاید کے حامل بے غیرت افراد تھے،انکے ہاں نہرو،آزاد،گاندہی کا وہ عزت و مقام نہیں ہے جو انکی رو سے گاندہی کے قاتل اور سردار پٹیل کا پایا جاتا ہے۔

اکبر و ٹیپو سلطان پر بی،جے۔پی کے تعصبانہ حملے:

حد یہ ہے کہ اکبر بھی اب انکی نگاہ میں کھٹکنے لگا ہے،ہندو قوم اور بی،جے۔پی اور انکے مقلدین اس جنون میں اتنے پاگل سودائی ہوگئے ہیں کہ انھونے اب اکبر کی بابت کہنا شروع کیا ہے،کہ دیکھو مسلمان ایک اللہ کی عبادت کے دعوے دار ہیں مگر یہ لوگ اس کافر اکبر کو سجدہ کیا کرتے تھے،ان کو اتنی تاریخ بھی معلوم نہیں ہے کہ گنتی کے سترہ افراد کے علاوہ کسی نے دین الہی پر ایمان لانا پسند نہیں کیا تھا،اور ناہی کبھی کسی ایک بھی راسخ العقیدہ مسلمان نے اسکو کبھی ایک لمحہ کے لئے سجدہ کرنا پسند کیا تھا ،حلانکہ اس دوران ہندو مسلم تعلقات سے مسلمانوں میں ہندوانہ رسم و رواج،ان سے شادیوں کا چلن،پیری فقیری کے سبب بدعات کا ظہور رونما ہونا شروع ہوچکا تھا،مگر اس قسم سے تعلق رکھتے گروہ کے بھی کسی ایک بھی مسلمان نے اکبر کو سجدہ کرنا پسند نہیں کیا تھا ،بلکہ کہا جاتا ہے کہ اکبر اپنی موت سے قبل دین اسلام پر ہی مرا تھا،جھانگیر کا توزک میں یہی موقف تھا۔

اسی طرح ٹیپو سلطان کی بابت جب چار مئی کو انکی شھادت پر فیس بک پر پوسٹیں لگنا شروع ہوئیں تو میں نے سوچا کہ دیکھوں کہ ہندوستانی عوام کا انکی بابت کیا موقف پایا جاتا ہے،یقین کریں وہاں مجھے گنتی کے چند مسلمانوں کے علاوہ قریباً ہر دوسرا ہندو فرد اس مجاہدِ جھاد کو متعصب،ظالم ،جابر مرٹھوں سے شکست کھانے والا قرار دینا والا نظر آیا، چناچہ اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بی،جے۔پی حکومت جب ۲۰۱۴ میں برسراقتدار آئی تو ہندوستان میں تمام قدیم تاریخی کتب ،و ماخذات جو بھی انکو اپنے مذہب،ثقافت اور ہیرو یا موقف کے خلاف دکھیں انکو بی،جے۔پی مقلدین کی جانب سے مسترد کردیا گیا،چناچہ کرناٹک میں جب کانگریس نے ٹیپو کا یوم پیدائیش منانے کی کوشش کی تو ہنگامے پھوٹ پڑے۔

ایک مسلم تنظیم اور وشوا ہندو پریشد کے کارکنوں میں پر تشدد جھڑپیں پھوٹ پڑیں،بتایا جاتا ہے کہ اس دوران ایس۔پی۔کٹپیا نامی شدت پسند مقامی رہنما ہلاک ہوگیا،ہندو تشدد پسندوں نے الزام لگایا کہ یہ مسلم پتھراو سے ہلاک ہوا ہے ،مگر مابعد معلوم ہوا کہ ،وہ صاحب کئی فٹ اونچی دیوار سے گر کر ہلاک ہوئے تھےچناچہ موصوف کی اچھل کود انکو ہی لے ڈوبی چناچہ اسکی موت کو فرقہ وارانہ روپ دیکر تنازعہ کو بڑھاوا دیا گیا،چونکہ یہ واقعہ کرناٹک ریاست میں وقوع پذیر ہوا تھا جہاں کی حکومت یہ دن

منارہی تھی،چناچہ باہر سے لوگ لاکر یہاں کشیدگی پیدا کی گئی اور احتجاج کیا گیا،اور ان سب امور کے پیچھے بی،جے،پی کی حمایت موجود تھی ،واضح رہے کہ حالیہ زمانہ قریب کے حجاب کے معاملہ کی بدامنی کا تعلق بھی ریاست کرناٹک سے رہا ہے۔[1]

بھارتیہ جنتا پارٹی اور سنگھ پریوار کی نئی حکمت عملی:

درحقیقت بھارت جنتا جماعت اور اسکے ،دہشت گرد،ہندو لسانی،و فرقہ وارانہ گروہوں کی عرصہ دراز سے یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں دسویں درجہ کا ایسا اقلیتی گروہ بنادیں جن کے لئے تیسرا درجہ حاصل کرنا بھی ایک اعزاز تصور ہو،یعنی انکی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ اچھوت و شودروں سے بھی گئے گزرے ہوجائیں،انکا درجہ سب سے بڑی اقلیت سے سب سے چھوٹی اقلیت میں بدل کر رہ جائے،جسکا کام بس ہندووں کی خواہش پر اپنا سر تھالی میں سجا کر پیش کرنا رہ جائے،اسکے لئے کئی طریقہ جات بھارت میں مسلمانوں کو دباو میں لانے کے استعمال کئے گئے ہیں،انکی املاک،کاروبار،نقل و حمل کو اتنا محدود کردیا گیا ہے کہ اکثر جگہوں پر وہ اپنے لئے مخصوص کچی آبادیوں اور نیم کچی آبادیوں تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں ،جہاں انھیں ہر دوسرے ماہ حملہ کرکے ،دنگا کرکے،مارپیٹ کرکے ،جلاو گھیرو کرکے ختم کیا جارہا ہے،یعنی انکی ذہنی و جسدی نسل کشی کی جاری ہے۔انکی ایک کوشش یہ بھی رہی ہے کہ آریا سماجیوں سے تعلق رکھتے آزادی قبل کے شاتم رسول سوامی شردھا نند کے طریقہ کار پر چل کر مسلم عقاید،شخصیات،رسم و رواج پر حملہ کئے جائیں، چناچہ انکی شدھی کی جائے یعنی انکو ہندووں کی سابقہ اولاد قرار دیکر انکو واپس ہندو مذہب میں لایا جایے،نو سنگھٹن یعنی ہندو کم عمر لڑکوں اور جوانوں میں ہندو مذہب کے لئے مر مٹنے کی شکتی پیدا کی جائے چناچہ ان کم عمر شدت پسدن قاتل لونڈے لپاڑوں کو ،لاٹھی ،ڈنڈہ،اسلحہ دیکر مسلم علاقوں اور اپنے علاقوں میں مسلمانوں کی نسل کشی کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہے۔

مسلم تاریخی عمارتوں کو مندروں اور دیوی دیوتاوں کی جنم بھومی قرار دیکر ان مساجد کو قبضہ میں لیکر مندر بنایا جائے،یہ سلسلہ بابری مسجد سے جو راستہ پکڑ چکا ہے وہ اب گیان واپی مسجد تک

[1] https://indianexpress.com/article/india/india-news-india/tipu-sultan-jayanti-row-madikeri-tense-as-locals-blame-outsiders-for-clash/

جاپہنچا ہے،اور حالیہ نوپور شرما اور نوین کمار جندال کی پری پلان،منصوبہ بندیاں اور رسول اکرمﷺ کی شان میں گستاخی اسی مسلہ پر ہونے والی بحث کا نتیجہ ہے۔

کیا پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ بھارت جیسا رویہ روا رکھا جارہا ہے؟

ہندوستان میں بی جے پی کا شور شرابا رہا ہے کہ پاکستان ہمیں آنکھیں نا دکھائے کیونکہ وہ بھی اپنی اقلیتوں سے وہی سلوک روا رکھ رہا ہے جسکا وہ ہمیں الزام دے رہا ہے،اول تو یہ معلوم ہو کہ پاکستان میں کوئی اتنی بڑی اقلیت سرے سے موجود ہی نہیں ہے ،جتنی بڑی تعداد میں ہندوستان میں مسلمان موجود ہیں،دوسری بات پڑھے لکھے شہری علاقوں میں یہ اقلیتیں بڑے آرام سے رہ رہی ہیں،اور کوئی مسلمان ،کٹر مولوی انکی طرف اس وقت تک آنکھ اٹھا کر دیکھتا تک نہیں ہے جب تک اس پر رسول اللہ کی شان میں گستاخی اور شعایر اسلام پر بدزبانی محقق نا ہوجائے،تیسرا ایسے زیادہ تر واقعات دیہی علاقوں میں ہوتے ہیں ،جہاں مذہب سے دوری اور جہالت عام ہے،اس قسم کے امور میں ملوث لوگ خود کوئی عام زندگی میں مذہبی نہیں ہوتے ہیں ،اندرون سندھ کے ایسے اکثر معاملات میں مال ،دولت،زمین کی ہوس کچھ شیطانوں سے ایسے کام سرانجام کروادیتی ہے،چوتھی بات بہ حیثیت مجموعی یہ کل واقعات اتنے کم ہیں کہ انکوانگلیوں پر گنا جاسکتا ہے،بہ حیثیت مجموعی پاکستانی باعلم مسلمانوں کی نناوے فیصد تعداد اس قسم کی حرکات وسکنات کے خلاف نظر آتی ہے۔

باقی اسلام کا نظام ذمہ ذمیوں سے عمدہ سلوک کا حکم دیتا ہے،جاہلوں کے اعمال ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ذاتی خواہش و ہوس پر مبنی ہوتے ہیں۔دین سے انکا کچھ لینا دینا نہیں ہوتا ہے۔ نوپور شرما اور نوین کمار کے بیانات کوئی نئے بیانات نہیں ہیں ،آر۔ایس۔ایس،راشٹریہ سیوک پرشاد،بی۔جے۔پی۔نما گروہ سوامی دیا نند کی راہ پر چل کر ایسے نازیبا ،گستاخانہ گفتگو سو ڈیڑح سو سال سے کرتے چلے آئے ہیں،چونکہ عرب ممالک تک یہ معاملات اوردو یا ہندی سے عدم واقفیت کے سبب کم ہی پہنچ پاتے ہیں ،جبھی وہ یہاں ان معاملات پر بھارت سے تجارتی روابط رکھتے رہتے ہیں بلکہ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ،خود کے ہاں موجود ریاستی سختیوں و حدود قیود کے سبب وہ ان امور پر کم ہی توجہ دیتے ہیں انکی زیادہ توجہ تجارت،اسلحہ اور مشرق وسطی پر مرکوز رہتی ہے،مگر اس دفعہ انگریزی چینلز

پر شور شرابہ،پاکستانی سوشل میڈیا ،اور الیکٹرانک میڈیا کے شور و غوغا نے ان کی توجہ اس گستاخی کی طرف مبذول کروادی ہے۔

نوپور شرما کی گستاخی پر عرب ممالک کا رد عمل:

پہلی دفعہ بھارت کے خلاف عرب ممالک نبی اکرمؐ کی شان میں گستاخی کے سبب ایک مقاطعہ ،نفرت و کراہت کی فضا قایم ہوچکی ہے،بھارت میں اس ضمن میں موافق و مخالف بحث کا آغاز ہوچکا ہے،ایک طبقہ کہتا ہے کہ ہماری اسی لاکھ سے ڈیڑھ کروڑ افراد کی تعداد عرب ممالک میں بہ سلسلہ روزگار رہایش پذیر ہے اور وہ زر مبادلہ کا پچاس فیصد حصہ وطن بھیجتے ہیں ان ممالک سے مودی نے تعلقات و تجارت کے ضمن میں بڑی محنت کی ہے،جبھی اس سانحہ کے سبب دیس کی بڑی جگ ہنسائی ہوئی ہے،ایک طبقہ جو مسلمان مخالف ہے وہ کہتا ہے یہ گنتی کے چھوٹے چھوٹے ممالک کیسے بھارت جیسی عظیم قوت کو آنکھیں دکھا سکتے ہیں؟ ،تیزرو لبرل طبقہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا اگر چہ غلط ہوا مگر یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے ، اسد الدین اویسی سے آن لاین مکالمہ میں نے کچھ ایسا ہی کہتا سنا ہے،ان سے کہا جارہا ہےآپ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارا ذاتی داخلی معاملہ ہے آپ ممالک بیچ میں نا بولیں،شاید انکو معلوم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا مقام اور انبیا کرامؑ کا مقام اور ان سے عقیدت مسلمانوں کے نزدیک اس سے کئی گنا زیادہ ہے ،جتنی کسی ہندو کو تری دیو یا کسی درمیانہ و نچلے درجہ کے دیوی دیوتا سے ہوتی ہے،اسلامی رسالتی قوانین کی رو سے کسی نبیؑ کے خلاف ہلکی سی تنقیض ،کراہت آمیز کلام،تضحیک و تذلیل کسی بھی فرد کو موت کا حقدار بنادیتی ہے[2]،اس کے مقابل ہندو لوگ ہم دیکھتے ہیں کہ جا بجا رور ہر جگہ خود اپنے دیوی دیوتا کی تضحیک و توہین کرنے میں جری ملتے ہیں۔

[2] دیکھیں اس بحث کے لئے امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول اور قاضی عیاض مالکی کی کتاب الشفا فی الحقوق المصطفیٰ۔

ہندو لوگوں کی تری مورتی کی شان میں عام گستاخیاں:

ہندو لوگ تری مورتی کی بحث میں افضلیت سے فکشن تک اور وہاں سے ٹی۔وی چینلز سے بالی ووڈ تک ہم دیکھتے ہیں کہ واسو دیو کرشنا کو دھوکہ باز ،چالباز ،عیار قرار دیتے نظر آتے ہیں،اسے مذاق و غصہ میں چھلیا تک کہتے ملتے ہیں ،یعنی یہ تصویر کشی کے نام پر اپنے دیوی دیوتوں کی کچھ لمحے کے لئے گستاخی کرنا انکے نزدیک کوئی جرم نہیں جانا جاتا ہے،چناچہ مہا بھارت کے مختلیف نسخوں اور اس موضوع میں موجود مختلیف ڈرامہ سیریز میں یہ امر واضح ملتا ہے،پھر تری مورتی میں سے کون افضل ہے اس بحث میں بھارت میں خطہ کے لحاظ سے تفاوت واقع ہوا ہے،برہما کو خود ان لوگوں نے بس برہمنوں،سادھو سنتوں کو شکسا اور ودوان دینے،آشیرواد دینے ،اور کچھ جاپ و تپسیا کے بعد طاقت دیکر بھول جانے تک محدود کردیا ہے۔تباہ کن طاقت،دشمن کو شکست دینے کی خواہش میں کی جانے والی عبادت ویوگ میں مہا دیو،توجہ کا مرکز بنتے دکھائی دیتے ہیں،انکی تباہی کی دیوی زوجہ کالی یا درگا بنگال والوں میں اس کارمنصبی کے لئے موضوع تصور کی جاتی ہے،مندر اس کے نام پر خوب کماتے پھرتے ہیں۔واسو دیو زندگی دینے،کرپا کرنے،خوشحالی دینے،دنیا کو بچانے کے کام آتے ہیں۔

برہما ہندو پورانوں میں ایک بوڑھا ننھا بچہ دکھتا ہے،جو کنول کے پھول پر براجمان تین سروں اور ہاتھوں کے ساتھ تھکے تھکے بیٹھے دکھتے ہیں انکے اور وایکنڈھ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ نظر آتا ہے، چناچہ ایک دفعہ انکے کرودھ اور غصے کو دیکھ کر برہما کو سبق سکھانے کے لئے مہا دیونے ترشول سے انکا چوتھا سر کاٹ کر انکو انکی اصل اہمیت و مقام دکھادیا تھا،اصل مقابلہ ڈراموں سے نرتکیوں اور ناٹکوں تک وشنو اور شیو کے بھگتوں اور ماننے والے کے درمیان دکھتا ملتا ہے ،جس میں کیا کیا سخت کلامی ان ڈراموں میں ڈرامہ نویسوں اور ہدایت کاروں کے ذاتی میلانات و رجحانات کے سبب اپنی اپنی عقیدتوں کے لحاظ سے دیکھنے کو ملتی ہے۔اندر جو ان تینوں کے نیچے دیوتاوں کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے اپنی سورگ یا جنت میں اپسراوں کی سنگت میں بیٹھا نظر آتا ہے اسکو پورانوں میں چالاک عیار،عورتوں کا اپھارن کرتا دکھایا گیا ہے، چناچہ جیسے زیوس عورتوں کو بھلا پسھلا کر حاملہ کردیتا تھا ویسے ہی یہ صاحب بھی کرتے رہتے ہیں۔

پورانوں کا ہندو دیو ملائی داستانوں اور شخصیت سازی میں کردار:

ہمیں ہندو مذہب میں ساری کہانیاں اور داستانیں پورانوں میں نظر آتی ہیں جن کے مختلیف نسخوں میں اتنا تضاد دیکھنے کو ملتا ہے کہ سچ اور جھوٹ صحیح اور غلط کا اندازہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔پوران کے معنی پرانے کے ہیں،ہندو درحقیقت قدیم دیو مالئیت کو جتنا بھی تاریخی ثابت کرنے کے لئے خود ساختہ کلام و تحریر کرتے ہیں ،وہ سب زیادہ تر پورانوں سے ہی اخذ شدہ ہوتا ہے۔ان پورانوں کی تعداد ان کے یہاں اٹھارہ کے قریب بتائی جاتی ہے۔

پورانوں کے مصنف جو رشی ویاس بتائے جاتے ہیں ،اسکو واحد مصنف ماننے کے تصور کو خود محقق ہندو مورخین کی ایک بڑی تعداد مسترد کرچکی ہے، بلکہ حقیقیت میں یہ پوران بذاتِ خود ویدوں کے بعد کے دور کی پیداوار ہیں اور ان کے ذریعہ ویدوں میں موجود غیر واضح امور و قصص کو واضح کرنے کی ارتقائی کوشش کی گئی ہے،انکا بنیادی مقصد یہ تھا کہ رشیوں ،منیوں نے جن دیوی دیوتاوں کی از سرنو فہرست بندی اور درجہ سازی کی تھی ،انکی ذات و کردار کو ہندو ماہرین دین کے ذریعہ عوام تک پہنچایا جاسکے،جیسے شیو پوران میں شیو ،اسکی آل اولاد،تری مورتی میں اسکے کردار کے ساتھ اسکی شخصیت سازی کی گئی ہے ،ہم دیکھتے ہیں کہ جب آریائی یہاں آئے وہ وشنو اور شیو سے زیادہ واقف نہیں تھے مقامی طور پر انہونے جن دیوتاوں کو اخذ کیا تھا ان میں اندر،اگنی ،سوم سمیت ردر یعنی بجلی و کڑک کا دیوتا شامل تھے،چناچہ تری مورتی کے مہادیو کو ردر کی جگہ دے دی گئی اور ردرکو اسکا ایک تباہ کن روپ قرار دے دیا گیا،اسی طرح کا معاملہ وشنو پوران کا بھی ،معلوم پڑتا ہے کہ شروع شروع کی صدیوں میں برہما کے ساتھ وشنو ایک بڑا دیوتا مانا جاتا تھا چناچہ اب برہما کو خالق کائنات تو مان لیا گیا مگر ساتھ ساتھ اسکا درجہ وشنو سے گرادیا گیا، بلکہ مابعد پورانی فکری کے ارتقا نے لفظی طور پر برہما کو الٹا وشنو کی ناف سے پیدا ہوتا دکھادیا گیا ہے،کچھ قصص میں شیو کو برہما سے پیدا کروادیا گیا،اب بتدریج رحم و عذاب کے دیوتا وشنو اور شیو بڑے ہوتے گئے اور برہما ایک کمزور طاقت سے دور دیوتا بنتا گیا۔

اسی طرح گروڈا پوران بھی وشنو کی آسمانی سواری کے ذریعہ گدھ راج کے ذریعہ دیوتاوں اور راکشسوں کے ایک ہی ہی باپ سے جنم لینے کا حال بھی بیان کرتا ہے،جسکی بیک وقت چار عظیم

بیویاں ،اسکی سترہ پتنیوں میں موجود تھیں،یہاں راکشسوں کو جانوروں کو خوراک بناتا دکھایا گیا ہے تو دیوتاوں کو سبزی کھاتا ،پھل اڑاتے دکھایا گیا ہے،مگر یگ کی قربانی کو کھانے میں وہ بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے،چناچہ ویدوں میں موجود دیوی دیوتاوں کے وجود انکی مابعد الطبیعات کے فلسفہ کو حکایات و قصص کے ذریعہ پورانوں میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سمجھں یہ ماضی کی کلیلہ و دمنہ کی قسم کی داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا ہے،سحر،نصیحت،بھگتی ،طاقت،ریاست و تپسیا کے بندھن مہا بھگوت پوران میں دیکھنے کو ملتے ہیں،یہ سب پوران مسیح کی پیدایش سے چھو سو سال قبل سے موجودہ دور تک مسلسل ہندو ثقافت،تہذیب و تمدن کے تصادم کی کشمکش کی عکاسی کرتے ارتقا کا حصہ ہیں۔

<u>ویدوں کا معاملہ،اہمیت و حقیقت:</u>

یہ وید ہم تحقیق سے جانچتے ہیں کہ خود آریائی دور کی پیداوار ہیں،اور انکی تخلیق و تحریر میں جو ارتقا صرف ہوا وہ کئی سو سال تک پھیلا ہوا ملتا ہے،جس میں کئی صاحب تحریر شامل حال تھے اور آریائی دور کو پندرہ سو قبل مسیح سے تیرہ سو قبل مسیح کا دور گردانا جاتا ہے،مگر اصل میں آریائی ہزار قبل مسیح اور مابعد ورود ہوئے تھے،انکی آمد کے بعد جب سناتن دھرمی ارتقا ہوا تو غیر اقوام سے اختلاط سے سے جو انکے اندر بت پرستی عود آئی اسکے نتیجہ میں ویدوں کا ورود ارتقائی طور پر ہوا،جن میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا،معلوم پڑتا ہے کہ آریائی اول اول بت پرستی سے ناواقف تھے انکا کوئی مخصوص دیوی دیوتا نہیں ہو کرتا تھا،وہ مذہب کے معاملہ میں وسیع المشرب ہوا کرتے تھے،ایک خدا سے مظاہرپرستی تک سب قسم کے فکری مواد انکے مذہبی اذہان میں راسخ چلے آرہے تھے، معلوم پڑتا ہے کہ اول یہ لوگ پدر سری نظام پر عامل تھے، جبکہ ،مقامی لوگوں میں مادر سری نظام قایم تھا۔

انکے ہاں جب اول وید نمودار ہوئےجو خود مختلیف لوگوں اور مفکروں کا ارتقائی اثاثہ ہیں تو ان میں رگ وید کو قدامت حاصل ہوگئی،مابعد ان کتب اربعہ میں سام وید،اتھر وید اور یجر وید کا بھی اضافہ ہوتا گیا مگر یہ تینوں وید مقابلتاً رگ وید کے آگے اپنی اہمیت نہیں بنا سکے ہیں ، بلکہ اسی رگ وید میں ایک خدا کے تصور کا بھی حال کہیں کہیں ڈھونڈھنے سے مل جاتا ہے جو مسلم یا سامی مذاہب خداوند قدوس کے وجود سے ملتا جلتا ہے۔

جیسا کہ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ:

جوگی خدائے واحد کو کئی ناموں سے پکارتے ہیں[3]

،مگر ہندو خدائے واحد کو ویدوں میں مختلیف ناموں سے واحد پاکر بھی ان سنا کردیتے ہیں، وہ واضح شک سے پرے بات کرنے کی جگہ تری مورتی،ویدانت ،وحدت الوجود کی مایا بازی میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔اسی طرح محقق موحد قلیل التعداد ہندو عالموں کے نزدیک وید میں برہما بمعنی خالق،وشنو بمعنی پالن ہار،اور شیو بمعنی دیوتا عذاب و تباہی ایشور کے ہی تین نام سمجھے جاتے ہیں، اور اوم نما،تری مورتی ایک ہی حقیقت کے تین رخ قرار دئے جاتے ہیں یعنی انکی وحدت وجودی فلسفہ فکر کی رو سے ایشور کے سوا کل یگ مایا ہی مایا ہے،سب کچھ عین ایشور ہے اور ایشور ہی سب کچھ ہے، یعنی خارج و داخل ظاہر و باطن میں اچھائی برائی نیکی بدی ،بس امتحانی لیلا و تماشہ ہے۔چناچہ برہما [4]بمعنی خالق کائینات اللہ بمعنی الخالق و باری والمصور کی طرح رگ وید میں دکھائی دیتا ہے ،مگر یاد رکھیں کہ کوئی مسلمان اللہ کو ایک بوڑھا ،کنول پر بیٹھا ساوتری کے ساتھ نکاح کرتا دیوتا مان کر کبھی قبول نہیں کریگا،جسکا ایک سر شیو کاٹ ڈالتا ہے۔

ہندو کہتے ہیں کہ ہمارے دیوتا دکھائی دیتے ہیں جبھی ہم انکے مثل بت بناتے ہیں وہ ماضی کے رشیو منیوں کو نظر آئے یادکھأی دئے تو ہم نے ان کی شبیہوں کو مثل بت بنادیا،یہ عین وہی معاملہ ہے کہ جیسا کہ مسلمانوں کے کچھ بدعتی فرقوں نے پنجتن پاک یا من پسند قرار کردہ ولی اللہ کی قیاسی شبیہ بنا ڈالی ہیں اور اسے شرک تصور نہیں کرتے ہیں ،ان سے پوچھا جائے کہ قدیم کتب میں اندر ،سوم،اگنی کا تو ذکر پایا جاتا ہے مگر خالصتاً شیو کا ذکر نہیں ملتا ہے ، تو تم نے رودر کو جو سابقہ مقامی اقوام میں کڑک و تباہی کا دیوتا تھا کو شیو قرار دے دیا،اب ان سے کوئی پوچھے کہ بھائی قصے کہانیوں سے ہٹ کر آپ نے کہاں سے ان سب لاکھوں و کروڑوں دیوی دیوتاوں کو دیکھ لیاہے،تو کچھ لوگ یا تو خاموش ہوجائنگے،کچھ ویدوں کو الہامی گردان کر یا پورانوں سے حلیہ نکال کر انکی ہدایت میں بت

---

[3] رگ وید:کتاب عدد :۱۔باب عدد:۱٦۴۔کلمہ عدد:۴٦۔

[4] رگ وید:۱:۲۔

تراشنے کا دعوی کرنےلگیں گے،کچھ افراد بت و شبیہ کی تواتر تشکیلی سے حجت پکڑ سکتے ہیں ،برہما و وشنو کے چلو استھان آکاش سے پرےہیں مگر مہا دیو تو اسی ارض پر استھان رکھتے ہیں،درگا کا بھی استھان اسی زمیں میں بتایا جاتا ہے،آپ تو انکا استھان کلاش پربت بتاتے ہیں،جو تبت میں موجود ہے ،تو ذرا استھان پر جاکر انکو ڈھونڈھ لیں تو عمدہ ہوگا ،کیا گوگل میپ سے لیکر تبت کے مقامی لوگوں میں سے کسی کو شیو ملا ہے؟۔

اگر دعووں پر غور کرکے اعتراض کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خدا ایک نور ہے،یہ امر ویسے صرف اسلام کا کہنا ماننا نہیں ہے، بلکہ اسکے اریب ،قریب تصور آپ کے ہاں ایشور کی صورت میں،قدیم فارسیوں کے ہاں اہور مژدا کی صورت میں اور یہودیوں و عیسائیوں کے ہاں بھی موجود پایا جاتا ہے،کچھ لوگوں نے تو ناموں کے اختلاف سے قطع نظر حقیقیت اولی کو ایک ہی قرار دیا ہے،پھر صرف اسلام کے اللہ کے ان دیکھے ہونے پر تنقید کا کیا مقام ہےَ؟۔

ہندووں کا اصل خدا اور اسکی جوہریت و ابتدا کیا ہے یہ سب پورانوں کے من گھڑت انواع و اقسام کی قصص بازاری کے سبب گورکھ دھندا بن چکا ہے،کون کس مقام،مکان،حیز اور استھان پر کھڑا ہے،کس کو کہاں ہونا چاہئے کس کو کس نے بدعا دی،یہ بدعا کس جنم میں دی تھی، کتنے دیوی دیوتا ن بدعاوں کے سبب دیوتا پت کے اختیارات سے وقتی طور پر محروم ہوچکے ہیں ایسا ہندو اصنام سازی کا دعوٰی جات کثرت سے ملتے ہیں،اس جنم میں کونسا بھگوان،کون سے روپ میں آیا تھا،وشنو،شیو کے کون کون سے اوتار جنم کے سلسلے میں کہاں کھڑے ہیں،بحث کتنی حقیقت سے دور ہے،سب مافوق الفطرت دیومالائی قصے کہانیوں کے گورکھ دھندے نظر آتے ہیں،جن میں حقیقت،تاریخ،دیومالائیت،شخصیت پرستی،داستان نویسی سب حکیم جالینیوس کے معجون جیسے دکھتے ہیں۔

<u>ہندووں کی مقدس کتب میں توحید کے تذکرہ جات:</u>

اوپر ایک خدا کی بابت بحث گزر چکی ہے،کہنے کو بطور خالق برہما ہی اصل رب دکھائی دیتا ہے،مگر تری مورتی کی تخلیق و وسعت گری سارا معاملہ درھم برھم کرکے رکھ دیتی ہے چناچہ ،برہما کے سروں اور جسمانی وجود کی کتھائیں پورانوں بشمول بھگوت پوران میں موجود پائی جاتی ہیں۔

اب یحجر(یجر) وید کو ذرا دیکھیں،جو مسلمانوں کا مذاق اڑانے والوں کے منہ پر کرارا طمانچہ رسید کرتی محسوس ہوتی ہے اس میں بیان ملتا ہے کہ:

اسکی کوئی شکل نہیں ہے[5]

ہم مسلمان اللہ کو رب بمعنی پالنے والا،نوازنے والا داتا ،غوث اعظم لیتے ہیں اسکی ربوبیت کو الحمد للہ رب العالمین کے ذریعہ دن رات نماز میں یاد کرتے ہیں ،انہی معنوں میں ویدوں میں وشنو کا ذکر ملتا ہے ،مگر ہم اسکو چار ہاتھ والا جیسا کہ وہ ہندو عقیدہ کی رو سے وایو کنڈھ میں تخت پر براجمان ملتا ہے ،جسکے تخت کے ارد گرد شییش ناگ کا گھیرا بتایا جاتا ہے اور جس کے چھ سر سے چھ ہزار تک سر قصوں میں بیان کئے جاتے ہیں ،ہمارا بطور مسلمان ایسا کوےئ تصور موجود نہیں ہے چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ،ہندو کا وشنو دیو اکثر سویا ہوا ملتا ہے،یاپھر دھیان لگا کر آنکھیں موندا ملتا ہے، مگر ہم اپنے خدا اللہ رب العالمین کو ان تری مورتی کی طرح کا سست ،خود میں مست لکشمی کے بازیاب ہونے تک آنسو بھاتا ہوا روتا ہوا رب نہیں مانتے ہیں۔تم ہندو وشنو کو پالنے والا جانتے ہو[6]

تمہارے اشلوک میں اگر چہ کچھ حد تک ڈھونڈھنے سے توحید ملتی ہے،بکل ویسے جیسے کچھ کفار مکہ کے افکار میں پائی جاتی تھی،مگر اسکے دوسرے طرف انکی زبان ،اعمال اور رسم و رواج میں کھلم کھلا طور پر فخریہ پیرائے میں شرم و حیا سے پیدل شرک پایا جاتا ہے ، مگر حیران کن طور پر اس تضادِ علمی و متنی کو ہندو قوم ڈاکر کر ہضم کرجاتی ہے - ان لوگوں کو مسلم کتب میں نبی اکرمﷺ کی معراج،فرشتہ اور براق حقیقت سے دور محسوس ہوتے ہیں،مگر انکو اپنی دیوملائی داستانوں میں اڑتا گھوڑا اور چھ سال کی بچی سےرام کا شادی کرنا پریشان کرتا معلوم نہیں ہوتا ہے،یہاں انکی ذاتی داخلی مذہبی اساطیر سے تحریک یافتہ مقامی عقیدت انکے کامن سینس کوتھپکیاں دے کر سلا دیتی ہے،انکو راماین میں راجہ جنک کے ذمین جوتنے سے دھرتی ماں کی کوکھ سے سیتا کو پیدا ہوتا دکھانے پر کوئی حیرت و اعتراض نہیں ہوتا ہے،بلکہ یہ الٹا اسے قدیم ٹیسٹ بے بی ٹیوب کا کرشمہ قرار دیتے ہیں-

---

[5] یحجر وید:باب۳۲؛کلمہ(ایت:اشلوک)عدد:۳-
[6] رگ وید:کتاب:۲:باب:۱:کلمہ:۳-

سیتا ماتا کی بعض روایتوں کی رو سے چھ سال کی عمر میں وواہ ہونے پر کوئی تکلیف و حیرانی لاحق نہیں ہوتی ہے،وہ مہا دیو کی وہ کمان بچپن میں اٹھا لیتی ہے جسے کل سبھا مل کر اٹھا نہیں پاتی تھی،دوسری طرف چچا راون جو شیو کی ارادھنا میں کیلاش پربت تک کو اٹھالیتا ہے ،مگر اس کمان کو اٹھا نہیں سکتا ہے ،مگر وہی چھوٹی بچی جسے یہ مابعد اغوا کرتا ہے اسے پیدا ہوتے ہی اٹھا لیتی ہے اور راون بھی کمان اٹھائے نا اٹھائے مگر سیتا کو آسانی سے اغوا کرکے بھاگ جاتا ہے،،مطلب سیتا ہندو دیومالائی داستان کے مطالب و مقصدیت کی رو سے اپنی عمر کے مقابلے جلدی سے کئی گناہ بڑی سے ہوجاتی ہے،کچھ مسلم دعوے داروں کے امام صاحب بھی ماں کی ران سے پیدا ہوکر ،اتنی ہی تیزی بڑے ہوجاتے ہیں مگر انھیں یہاں کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے۔

راون سیتا جی کو اڑن کھٹولے میں لیکر جو اڑتا ہے، وہاں بھگوان رام اور انکے بھائی لکشمن جی دیکھتے رہ جاتے ہیں اور انھیں کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے،ہنومان کے اڑنے پر نوپور ،نوین کمار اور آر۔ایس۔ایس والوں کو کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے،راون کے اسکی پوچھ میں آگ لگادینے سے ہنومان جی محفوظ رہتے ہیں ،مگر لنکا جل جاتی ہے،جبکہ قصہ ابراہیمی کی نار انکی آنکھوں میں کھٹکنے لگتی ہے۔ ہم بھی کہنے کو کہہ سکتے ہیں کہ بھائی معراج ایک سیدھا سادھا عقل میں آنے والا واقعہ ہے،ایک خالق و مالک ،اپنی مخلوق،عبد ،رسول کو طلب کرتا ہے ،وہ براق پر سوار ہوتا ہے ،اس پر تم کو ناراضگی ہے ،مگر راون کے کھٹولے اور ہنومان کی پرواز کو تم جدید سائینس کی ماں قرار دیتے ہو،اس پورے محقق قصے میں ولاسٹی کا معاملہ درپیش ہے،یعنی سرعت رفتار سے سفر کا علم ہوتا ہے،اس میں گھوڑے کےپر ہونے کا تصور و ذکر کسی صحیح روایت میں نہیں ملتا ہے،جبکہ گروڑ جس پر وشنو سواری کرتا ہے کا اڑنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں سمجھی جاتی ہے،سوریا دیو کی بھگی کا روز کا سفر بھی انکی کہانیوں میں کوئی غیر عقلی بات نہیں سمجھی جاتی ہے۔

یہ اعتراضات کرنا کیا بذات خود اپنے مذہب میں ان امور کے جواز اورنفس مضمون کا انکار نہیں ہے۔جس وقت کوئی ہندو فرد و کنیا ہے پربھو، ہےایشور کا جاپ کرتا ہے تو وہ خود کنفیوز ہوتا ہے اور دیگر دیکھنے والے بھی تعجب کی حالت میں ہوتے ہیں کہ بھائی کس کو ایشور کہہ رہا ہے،یہاں سرے سے معاملہ داخلی موضوعیت و نیت کے دایرہ کار میں آکر داخلی و انفرادی معاملہ اختیار کرلیتا ہے۔

چناچہ وہ یہ بات واضح اس وقت تک نہیں کر پاتا ہے جب تک متعلقہ دیوتا کے مندر یا استھان پر وہ موجود نا ہو یا خود ضمیر کے مرجع کی طرف وہ نام و واضاحت سے اشارہ نا کردے چناچہ یہ سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے کہ اسکا مطلوب نظر کون ہے ؟کنول پر براجمان برہما ؟،وشنو ؟ یا پھر شیو ؟وشنو جب

گدھ دیوتا گروڑ پر سواری کرکے آسمانوں میں اڑتا ہے ،اسکے لئے فاصلے سمٹ جاتے ہیں،شیو جب نندی یعنی بیل پر سوار ہوکر ہر جگہ بجلی کی سرعت سے آموجود ہوتا ہے تو سرعت زمان و مکاں سفر و حضر کے معاملات کسی تنقید کی نوک پر نہیں ٹھرائے جاتے ہیں، چناچہ تینوں خداووں کروڑوں سادھوں ،سنوں کی تپسیا،عبادت پر انکو آسمان میں درشن کراکراکر تھک کر اپنے استھانوں پر جاکر سوجاتے ہیں تو کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے۔

وشنو شیو کے کاٹے گئے پاربتی پتر گنیش کے سر پر جب اندر کے نئے جنم کے ہاتھی کا سر کاٹ کر گنپتی کو اپنی بھن پاربتی کی دوہائی پر زندہ کرتے ہیں تو کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے،بھاری بھرکم اندر کا ہاتھی جس پر وہ ہوا میں اڑتا پھرتا ہے یعنی اراوت کا ذکر و قصہ بیان ہو تو کوئی حیرت نہیں ہوتی ہے،درگا جب شیر پر سواری کرتی ہے تو بت بنادیتے ہو، مگر تم کو نبی اکرم ﷺ کا کل حیات میں ایک دفعہ براق پر سوار ہونا قابل اعتراض محسوس ہورہا ہے،نقد و تنقید کے بھی کچھ اصول و ضوابط ،کچھ مخصوص لفظ و جملے ہوتے ہیں ،مگر جب ہندو ذکر و تنقید پر متعصبانہ طور پر اترتا ہے تو وہ ذکر کسی احترامانہ پیرائے میں علمی بحث و تنقید سے کام نہیں لیتا ہے بلکہ سیدھا سیدھا بدتمیزی و تمسخر کے انداز میں تنقید سے کام لیتا دکھائی دیتا ہے،اسکی جامعاتی یا گورکل کی سند اس وقت ہوا میں اڑجاتی ہے،ہندو عورتیں خاص طور پر سنگھ پریوار کی مقلدائیں تو کسی حزم و احتیاط کو بھی خاطر میں نہیں لاتی ہیں اور اگر وہ اس دوران خود منسخ چھرے کے ساتھ آئینہ میں دیکھیں تو معلوم ہوا کہ وہ ایسی باتیں کرکے یقینا کالی مائی کی عصری تمثیل دکھتی ہے۔

اس میں کسی شک کی کم ہی گنجایش ہونی چاہئے کہ آریائی لوگوں نے کامل شرک و کفر سناتن دھرم میں ہی آکر سیکھا تھا،ورنا وہاں کون خدا اور کون غیر خدا ہے ،لکھنے والے کو اسکا معلوم تھا یا نہیں یہ امر خود تحقیق کا محتاج معلوم پڑتا ہے،اب ذیل کے کچھ حوالے دیکھیں اور محسوس کریں کہ کیا یہ تین خداووں ،تینتیس خداووں اور تینتیس کروڑ خداوں کو ماننے والے کے موافق دکھ رہے ہیں یا ہم ایک خدا کو ماننے والے کے موافق و مخالف دکھ رہے ہیں،جیسا کہ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ :

<u>اسکے سوا کسی کی عبادت نا کرو ،تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں</u>[7]

---

[7] رگ وید:کتاب:۸:کلمہ:۱۔

کوئی مہاشہ،پرش،انتر یامی،کنیا،سادھو سنت بتائے گا کہ اس سے مراد کون ہے؟ یعنی برہما کے سوا وشنو اور شیو یا اندر کی عبادت نا کرو مراد ہے یا پھر ،شیو کے سوا ،برہما اور وشنو کی عبادت نا کرو مراد ہے یا ان سب کو ایشور کی جگہ خدا نا سمجھو مراد ہے؟

چناچہ ایک جگہ خالق کی تعریف کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ:

وہ عظیم ہے اور بڑی شان والا دنیا کا خالق ہے[8]

یہی بات انھی معنی میں سورہ فاتحہ آیت ایک میں ہم الحمد للہ رب العالمیں کے ضمن میں بھی محسوس کرتے ہیں ،اب چلو جناب آپ نے خالق تو برہما کو مان لیا ہے ،پھر یہ بتائیں کہ آیا ایشور کیا اسکا نام ہے یا کسی اور دیوتا کا نام ہے،پھر ساتھ ساتھ یہ بتائیں کہ یہ موہے وشنو ،شیو ،اندر اور انکی بیویاں کس جگہ فٹ ہونگیں؟قوی قیاس یہی ہے کہ جو جس دیوتا کو داتا،بھگوان،غوث اعظم پرمیشور مانتا ہے وہی اسکا ایشور ہوگا۔

ہم غور کرکے معلوم کرتے ہیں کہ وشنو کا بھگت جب ایشور کا نام لیگا مگر اسکے ذہن میں ایشور کے تصور کی جگہ وشنو جما ہوا ہوگا تو اسکا ایشور وشنو ہی تصور ہوگا،شیو کا بھگت جب ایشور کہے گا تو اسکی ذہنی موضوعیت کے نہاں خانہ میں شیو راسخ ہوگا تو وہی اسکا اشیور مراد لیا جائیگا رہا برہما تو جناب سچ یہی ہے کہ اب ،برہما جس کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے اسکو کیسے کوئی بھی ایشور مان سکتا ہے،جسکا مندر ہی ہندوستان میں بس سات عدد تک گنوائے جاتے ہیں،کسی بالی ووڈ ڈایریکٹر سے بھگت تک کا ہم تذکرہ نہیں دیکھتے سنتے کہ وہ برہما کے بت کو پوج رہا ہو یا اسکو یاد کرہا ہے،کل ناگن سیریز میں وشنو تک کو بس کبھی کبار خانہ پری کے لئے یاد کرلیا جاتا ہے وہاں ناگنیں ہر موڑ پر شیو کو ہی سب سے بڑا قرار دیتی نظر آتی ہیں، اور وشنو بھی وہاں بس وواہ میں اشلوکوں میں پکارا یا جاپا جاتا ہے؟۔

---

[8] ایضاً:کتاب:۵:باب:۸۱:کلمہ:۱۔

یا پھر خالص وحدت الوجودی ہندوی دلایل کی رو سے تتری مورتی میں شامل تین تخصیص کار پر مبنی دیوتا ایک ہی ایشور کی تین مختلیف جہتیں ہیں؟ مگر اصل میں یہ تینوں معلوم پڑتا ہے کہ ایک ہی وحدت کا تری مورتی رخ ہیں،تینوں ایشور ہیں،یہ باتیں تو سب نہیں جانتے کہ وہ کرڑوں دیوی دیوتا میں سے کس کو پکار رہا ہے یہ تو صرف ہندو ہی جان سکتا ہے وہ بھی انفرادئ تجربہ کے دعوی سے اسکا تعین کرسکتا ہے ،مگر ایک غیر ہندو جب کسی ہندو کے منہ سے ایشور کا لفظ سنے گا تو وہ سیدھا سیدھا غلط فہمی کا شکار ہوسکتا ہے کیونکہ اسکے ذہن میں آسمانی الوحی خدا یا گاڈ کا جو قبل تجربی تصور موجود ہوگا اسکے نتیجہ میں وہ واحد اشیور مراد لیگا ،یعنی وہ کسی ہندو کے منہ سے بھگوان،ایشور ،پرمیشور کے الفاظ سن کر سیدھا سادھا،ابلاغی و مفہومی غلط فہمی کا شکار ہوجایگا ، اور کیوں نا ہوگا، کیونکہ ہندو کسی ایک متفقہ اور واحد خدا کے تصور اور اختیار اعلی کے تجربی و عملی طور پر منکر ہیں چناچہ، ہندو دیوی دیوتا صدیوں کی دیو مالائی پورانی داستانوں کی ارتقائی پیداوار ہیں ،ان پوران اور آنند ساگر میں جو تفصیلات ان ہندوی دیوی دیوتاوں کی بابت ملتی ہیں وہ اتنی ،متنوع مختلف اور منتضاد ہیں کہ یونین یا وحدت کی حالت حاصل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

<u>ہندو مذہب کی بابت مستند بلسند قدیم ماخذات کی قلت و عدم موجودگی:</u>

میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ہندوستان کی تاریخ زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے ،انسانی تاریخ میں اس تاریخ کا ایک اپنا خاص مقام ہے،مگر جب زمانہ قدیم ے ہندوستان اور مذہب کی تحقیق میں ہم گھستے ہیں تو مواد و اسناد معدوم ملتی ہیں،چناچہ سچ یہی ہے کہ زمانہ قبل از تاریخ کے لئے محقق،مستند مواد نا ہونے کے برابر معلوم ہوتا ہے ،اور جسے آج کل قدیم کہا جارہا ہے وہ خود چند صدی قبل اس ہیت و کیفیت میں نمودار ہوئے جس کمیت و کفیت میں آج ملتے ہیں کیونکہ سکندر اعظم کی فتوحات سے ہی یہاں کسی نا کسی شکل میں تاریخ نگاری کی داغ بیل پڑتی نظر آتی ہے۔ مگر جو خود بلذات یا تع نا ہونے کے برابر ہے یا پھر انہی یونانی و خارجی مواد کے سبب معلوم پڑتی ہے،چناچہ بہت سے محقق مورخین نے راماین اور مہابھارت کی تاریخی حیثیت ماننے سے انکار کیا ہے ،کچھ کا ماننا ہے کہ رام کی تاریخی حیثیت کی جستجو کسی معین جانب استقرار پکڑ نہیں پاتی ہے،ایسی شخصیت ایک فکشن زیادہ معلوم پڑتی ہے اور حقیقت میں اسکا کردار ڈرمائی تمثیل نگاری کے ماسوا ڈھونڈھنا مشکل ہوجاتا

ہے کچھ ایسے بھی ہیں جو وہ ان دونوں یعنی مہابھارت و رماین کو نصیحت آمیز ادبی رزمیہ شاہکار قرار دیتے ہیں ۔

یہ الگ بات ہے کہ ہندو جدید مورخین نے پورانوں وغیرہ سے جو کہ بیک وقت الوحی اور انسانی طبع زاد تصور کئے جاتے ہیں،سے انکے اندر موجود مواد کی تاریخی جڑیں ڈھونڈھنے کی کوشش کی ہیں اور قیاس آرائیوں سے کافی کام لیکر تاریخ سازی کرنے کی جستجو و تحقیق سے کام لیا ہے چناچہ ،کورٹ اور حکومتی انکویری جو ہندو دتا کے حق میں کی گئی ہیں کی جانب سے ہندو داستان پرست نام نہاد مورخین کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے،کہ کورٹ میں ہندو دلایل کے لئے تاریخی آثار قدیمہ کو دھندلا کر دلایل ڈھونڈیں،چناچہ متفقہ تاریخ کو جستجو و تعصب کے ذریعہ دھندھلا کر سیاست سازی کی جارہی ہے،قدیم ہندوستان اور تاریخی آثار کے لئے درون خانہ اصول مان لیا گیا ہے کہ انھیں مسلم تاریخی عمارتوں کے نیچےسے ہی باآسانی دریافت کیا جاسکتا ہے۔

چناچہ جو ہندوستان اتنا قدیم اور وسیع و عریض تھا اس تعصبی سوچ نے محدود کردیا ہے ،اب مختلیف مسجدوں کے نیچے سے آثار قدیمہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے جارہے ہیں،ظاہر کیا جارہا ہے کہ،مسلمان حکمرانوں نے اپنے تعصب و ظلم سے پاگل ہوکر اتنی وسیع و عریض خالی ذمین چھوڑ کر صرف ہندو مندروں پر ظالمانہ قبضہ کرکے وہاں مسجدیں تعمیر کردیں،حلانکہ مسلمانوں کی محقق ،شرعی و قانونی آرا کی رو سے ذمیوں کی پہلے سے تعمیر شہ مذہبی عمارتیں انہی کے پاس چھوڑی جائینگی اور وہ ذمی وہاں آزادی و سکون سے عبادت کرنے میں کامل آزاد ہیں، لہٰذا صرف اُنھی مندروں کے خلاف کاروئی ممکن ہے،جو ریاست و حکومت کے خلاف سازشوں اور بداعمالی کا گڑھ بن چکے ہوں۔

جدید ہندو تاریخ میں سے سنگھ پریوار کا مقلد فرقہ وارانہ گروہ آج جس تاریخ سازی میں مشغول ہے اس نے آریائی آمد کو ایک یورپی مفروضہ قرار دیکر مسترد کردیا ہے، اور مسلمان مورخین جن سے متاثر ہوکر ہندووں نے ماقبل آمد یورپ تاریخ نگاری کی طرف توجہ دی انکی کتب کو بھی انھونے بیرونی حملہ آور قوم کی تاریخ قرار دیکر مسترد کردیا ہے، چناچہ آج کا جدید ہندو علمی رجحان یہی ہے کہ ہر وہ علم جو ہندو قوم پرستی اور عقاید کے خلاف ہوگا مسترد ہوگا یہی انکا نیا نعرہ ہے۔

پورانوں سے ہندو مذہب و دیوتا سازی کی عمارت کا تعمیر ہونا:

چناچہ اس نئے پیدا شدہ فکری ارتقا نے خود دیومالائی دیوتاوں کےقد و قامت میں تغیر پیدا کردیا ہے، چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے دماغ میں شروع روز سے کسی نا کسی شکل میں ایک قیاسی ایمان موجود تھا کہ اس کائینات کا کوئی خالق و مالک موجود ہے،جو لازم الوجود ہے چناچہ اسے انھونے بھگوان یعنی دینے والے کے نام سے موسوم کیا، مابعد بہت حد تک اس سے مراد برہما جی لئے گئے،کیونکہ وہ خالق کایانت تھے ،مگر معلوم ہوا کہ ایک خدا کا تصور ارتقا کے ساتھ چل نہیں پایا ،یونین میں ایک نئی شمولیت طاقت ور طریقہ سے ناگزیر ہوچکی تھی چناچہ اب منتظم کاینات کی تخصیص کاری سے دیوتا سازی کی نئی تجسیم منعقد ہوئی ،چناچہ پھر وشنو نے اوتاری ارتقا کے ساتھ اتنا مقام حاصل کرلیا کہ برہما کو نیچے لاکر خود اپنی ناف سے سے برہما کو پیدا کروالیا،چناچہ خود رشی نارد کے سامنے برہما جی سے اسکا اعتراف کروایا گیا، اور پھر ایک تباہ کن یعنی موت و تباہی کے خدا کی ضرورت محسوس ہوئی تو شیو کو تباہ کن خدا دکھانے کے لئے برہما کی بھنووں سے پیدا کردیا گیا۔

پھربھگوانوں کی معرکہ آرائی شروع ہوئی چناچہ مابعد اسی شیو کے ترشول سے خالق کائینات کا دھڑ کٹوادیا گیا،ایسے کھیل تماشہ مسلم تصوف کے قصے کہانیوں میں بھی ڈھونڈھنے سے وافر مقدار میں مل جاتے ہیں جو خود ہندو یوگ و ویدانت سے بہت حد تک متاثر شدہ معلوم ہوتا ہے۔

ہندووں کے مطابق جسکی تصدیق مذہبی علوم کی تقابلی ہیت کے علما نے بھی کی ہے کہ تمام مشہور و موجود ہندو دیوی دیوتا جو پائے جاتے ہیں انکی دیومالائیت کے لئے ہم پوران کے محتاج ہیں،جو خود صدیوں کے ارتقا کی پیداوار معلوم پڑتے ہیں،ان پر متنی،داخلی و خارجی تنقید نگاری سے بہت کچھ معلوم ہوجاتا ہے،چناچہ کچھ کا اسے فرد واحد رشی ویاس کا کارنامہ قرار دینا ایک سنگین علمی غلطی تصور کی جاسکتی ہے،ہو سکتا ہے وہ کسی ایک پوران کے مصنف رہے ہوں مگر اٹھارہ پورانوں کے پیچھے صدیوں میں مختلیف پیدا ہونے والے رشیوں،منیوں اور مصنفوں کی عقیدت و ذہنیت کار فرما نظرآتی ہے، اور ہر ایک پورانی اختراع باز مصنف نے کسی مخصوص دیوتا کا پورانی حال بیان کرکے اپنے مافی الضمیر عقاید کو بیان کرکے اپنی عقیدتی عمارت قایم کرکے دوسروں کا اپنا مقلد بنانے کی ناکام کوشش کی ہے،بلکہ پوران کو بہت حد تک ایک دوسرے میں موجود واقعات میں تفصیلاتی اضافہ قرار دینا زیادہ عمدہ ہوگا،۔اب ذر ان پورانوں کے نام دیکھیں تو عمدہ ہوگا :

۱۔برہم،۲۔پدم،۳۔وشنو،۴۔شو،۵۔بھاگوت ،٦۔نارد،۷۔مارکنڈے،۸۔اگنی،۹۔بھوشیہ،۱۰۔برہم وے درت،۱۱۔لنگ،۱۲۔دراہا،۱۳۔سکند،۱۴۔دامن،۱۵۔کرم،متسیا،۱۷۔گروڑ،۱۸۔برہمنڈ۔

یہ پوران کیا ہیں قصے کہانیوں،داستانوں اور عقیدتوں کی حیران کن داستانیں،سمجھیں ہندووں کے ہیری پوٹر اور گیمز آف تھرونز ہیں،آپ نے گستاخہ رسول نوپور شرما کا گھوڑے اڑانے والا بدتمیز انداز کا کلام سنا ہوگا،آپ سوچ رہے ہونگے کہ کیا ہندووں میں دیوی،دیوتا،فرشتہ ،اسور(شیاطین،بھوت،پریت)،پریوں،حوروں (اپسراوں)اڑتے جانوروں کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے جبھی نوپور شرما نے معراج کے براق کو اڑنے والا گھوڑا کہہ کر مسلمانوں میں اس تصور کا تمسخر اڑایا ہے،اور جتایا ہےکہ ہندو مذہب قصے کہانیوں ،دیومالائی داستانوں کا دین نہیں ہے ۔مگر یقین جانیں کہ ہندو مذہب مظاہر پرستی ،رسم ورواج،بت پرستی،واحدانیت پرستی،ننگ پرستی،شہوت پرستی،کا بھی دین ہے ساتھ ساتھ عزت،عفت،پاکیزگی،کرم ،دھرم کا بھی دین ہے،کیونکہ ہندو مذہب فنی طور پر مذہب کم معلوم پڑتا ہے بلکہ بہت حد تک متضاد عقاید کا ملغوبہ یا کھچڑی ہے اور بذات خود جوہری طور پر یہ مذہب لبرل مفاہمت کا دین ہے،یہاں آپ اوشو اور ملحد بنکر بھی ہندو کہلاسکتے ہیں،سدھ گرو کی لادینی جدید تشریح کے ساتھ بھی ہندو بن سکتے ہیں،شنکر اچاریہ،گرونانک، کا چیلا بن کر بھی خود کو ہندوکہلواسکتے ہیں۔غرض یہ کہ ہندو ماں باپ کی ہندوستان میں موجود رسم و رواج ،ریتی رواج میں کچھ حصہ ڈالنے والے اور انکو خاموشی سے دیکھنے والے بھی ہندو سمجھے جاتے ہیں۔

جبکہ اگر آپ بس نام کے مسلمان ہوں،شرک ،کفر میں لتھڑے ہوئے ہوں،مزاروں کو بتوں کی طرح پوجتے ہوں،مگر پھر بھی آپ ہندو فرد و سماج کی نظر میں مسلمان کہلایں گے ان ہندووں کو عقاید کی خود سے مماثلت کے باوجود اتنا تعصب لاحق ہے کہ مسلمان ماں باپ کی خود کو مسلمان کہلانے والی فردیت انکی نظر میں مسلمان ہے کیونکہ انھیں اکثر و بیشتر عقیدے سے زیادہ مسلم تاریخ اور مذہبی شخصیات سے مسلہ درپیش ہے چناچہ، اصل میں انہیں نبی اکرمﷺسے عقیدت محبت رکھنے والوں سے مسلہ لاحق ہے،یعنی وہ ہندوستان میں موجود مسلم شناخت یا آیڈینٹیٹی کے دشمن ہیں۔

انکا ماننا ہے کہ ہم جتنی چاہے زنا کاری کریں،کم عمری میں شادیاں کریں،دو چار بیویاں کرلیں،جانوروں کو ہوا میں اڑوادیں ،خود اپنے دیوی دیوتاوں کا تمسخر اڑاتے رہے ہیں ،انکو مراد نا برلانے پر مسترد کرتے رہیں،دوسرے دیوی دیوتا کے در پر جاتے رہیں،ننگ ڈھڑنگ رہیں ،چونکہ ہم ہندو ہیں ،ہندو تخم

و رسم و رواج کی وحدت کی پیداوار ہیں جبھی ہم کبھی غلط نہیں ہوسکتے ہیں اور مسلمان کو انکی ثقافت اور تصورحیات کی روسے ہمشہ غلط اور مضحکہ خیز عقاید کا مالک ہی قرار دیا جائیگا کیونکہ شناختی دایرہ کار میں توحید کا مبہم تصور انکے مشرک کو بھی ہندو کی نگاہ میں مومن بنائے رکھتی ہے۔

ہندووں نے بابری مسجد کے واقعہ سے یہ اندازہ قایم کرلیا ہے کہ انہونے علمی و تاریخی جھوٹ بولنے ،حقایق کو مسترد کرنے انکی اغلاط پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے،دنیا کو جتنا چاہے،جب تک چاہئے یہ اؤنی جعلی جمہوریت و بڑی آبادی کے سبب بیوقوف بنا سکتےہیں،ہم مسلمہ مفروضات اور حقایق کو منہ پھاڑ کر چیخنے والی جدید ہیومن رایٹڈ ڈیموکریٹک اینکرز پرسنز اور سیاستدان عورتوں کے ذریعہ ،پروان چڑھانے والی پنج نسلوی جنگ سے مسلم شناخت و وجود کو تباہ و برباد کرسکتے ہیں، چناچہ اس زاویہ فکر سےآج نو پور شرما ہو یا روبینہ لیاقت نما بی۔جے۔پی کی ملازمہ ہندو نواز عورت میڈیا پرسن ہو یہ سب سنگھی خواتین اس دھرتی پر کالی مائی کا زمینی رخ بن چکی ہیں۔

بحث :۱۔

نو پور شرما کی بحث کا پس منظر ؟

نوپور شرما نامی بدتمیز متعصبی فرقہ وارانہ دہشت گردانہ ذہنیت کی حامل عورت کی بابت گفتگو سے قبل ہم آپکو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کیسے ۲۰۰۲ میں گجرات میں اس دور کے وزیر اعلی اور موجودہ وزیر اعظم کے دور میں گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا،جس میں ہندو متعصبی دہشت گردوں نے مسلمانوں اور انکے حمایتی کانگریس والوں کا قتل عام کیا تھا،اس کی جانچ پڑتال کے لئے مابعد ایک کمیشن بنا تھا جسکو لوگ نان وتی مہتا کمیشن کے نام سے یاد کرتے ہیں:

کہانی کچھ یوں ہے کہ:

ناناوتی-مہتا کمیشن ۲۷ فروری ،۲۰۰۲ کے گودھرا ٹرین جلانے کے واقعہ کی تحقیقات کے لیے حکومت گجرات کی طرف سے مقرر کیا گیا ایک اولین تحقیقاتی کمیشن تھا۔ اس کے مینڈیٹ کی کہانی کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ ۲۰۰۲ کے گجرات فسادات کو بھی اس تحقیقاتی مشن کے دایرہ کار میں شامل کرلیا گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اس کمیشن میں ٦-مارچ-۲۰۰۲کو گجرات ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج -کے -جی شاہ کو بطور واحد رکن کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔ جبکہ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کہ شاہ صاحب کی گجرات کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی سے خاص قربت مشہور عام تھی، چناچہ اس صورتحال پر انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے کئے جانے والے احتجاج کے بعد اس کمیشن کو دوبارہ مطالبہ پر سپریم کورٹ آف انڈیا کے ایک ریٹائرڈ جج جی۔ ٹی۔ ناناوتی کو شامل کرنے کے لیے دوبارہ تشکیل دیا گیا۔ مابعد دیکھا گیا کہ گجرات ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج اکشے ایچ مہتا نے شاہ کی جگہ لے لی، جومؤخر الذکر کمیشن کی عبوری رپورٹ پیش کرنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ کہانی کا الم ناک انصاف شکن رخ یہ بھی رہا ہے کہ مہتا جی وہی جج تھے جنہوں نے نرودا پاٹیا قتلِ عام کے اہم ملزم بابو بجرنگی کو ضمانت دی تھی۔

ستمبر ۲۰۰۸ میں اس کمیشن نے اپنی رپورٹ کا وہ حصہ پیش کیا جس میں گودھرا ٹرین جلانے کے واقعے (حصہ اول) کا احاطہ کیا گیا تھا جس میں اس کمیشن نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ گودھرا ریلوے کوچ کو جلانا ایک درحقیقت ایک "منصوبہ بند سازش تھی۔

۔ بعد میں ہونے والے تشدد سے متعلق حصہ ۱۸ نومبر ۲۰۱۴کو پیش کیا گیا تھا۔ اس کی میعاد ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۴ کو ختم ہوئی،اسے ریاستی حکومت کی طرف سے ۲۴ ایکسٹینشنز موصول ہوئے۔اس کمیشن نے حسب روایت ،جیسا کہ اس سماج و ریاست سے توقع تھی ،مودی حکومت اور ہندو تنظیموں کو معاملہ سے بری الزمہ قرار دیا، معاملہ مگر نیا رخ یہ پیدا ہوا کہ اسی دوران تہلکہ ڈاٹ کام کی ایک ویڈیو آن ائیر ہوئی، جس میں ایک گفتگو قابل غور و نتیجہ خیز ثابت ہوئی ۔ جس میں سنا جاسکتا تھا کہ گجرات حکومت کے کونسل اروند پانڈیا گفتگو میں کہہ رہا تھا کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،شاہ ہمارا اپنا آدمی ہے اور نانوتی کو رشوت سے پٹایا جاسکتا ہے۔

چناچہ منصوبہ کے مطابق کمیشن نے مسلمانوں پر اسکا الزام عاید کیا اور مولوی عمر کو اسکا ماسٹر مائینڈ قرار دیا گیا،مگر ساتھ کسی گروہ کو الزام دینے سے اجتناب برتا گیا ،اور مابعد ٹرایل کورٹ کی جانب سے مولوی عمر اور ٦۳ ملزموں کو بری کردیا گیا۔

ان دنگے فساد قتل و عام کی کوکھ سے سول لبرل سوسایٹی نے ایک جانوں کے تحفظ اور اس سے متعلقہ تحقیقات کے لئے ایک فورم تشکیل دیا جسکو جان سنگھرش منچ کہا جاتا ہے۔

جان سنگھرش منچ ایک رضاکارانہ شہری حقوق کی تنظیم ہے جو گجرات، ہندوستان میں قائم کی گئی تھی ۔ اس کی بنیاد مکل سنہا، نامی ایک وکیل اور ٹریڈ یونین لیڈر، اور ان کی اہلیہ نیرجھاری سنہا، جو انسانی حقوق کی کارکن،ہیں اور جو نوپور شرما والے معاملے میں مشہور ہونے والے فیکٹ نیوز چیکر آلٹ نیوز کے بانی پراتک سنہا کے والدین ہیں نے رکھی تھی۔ اس گروپ نے ۲۰۰۲ کے گجرات تشدد کے متاثرین کی بھی نمائندگی کی تھی اور قانونی طور پر اس ضمن میں گجرات کی ریاستی حکومت سے قانونی جنگ بھی لڑی تھی، چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انھونے شاہ ناناوتی انکوائری میں فرضی انکاؤنٹر کیسز میں متاثرین کے خاندانوں کو انصاف دلانے کے لیے بھی کافی جدوجہد کی تھی اور پولیس اور مودی کی حکومت کے انہیں دہشت گرد قرار دینے کے دعوؤں کو عوام کے سامنے بے نقاب کرنے میں کافی محنت سے کام لیا تھا۔ چناچہ مذکورہ بالا تنظیم کی قانونی مداخلتوں نے سہراب الدین

شیخ کیس میں سپریم کورٹ کو گجرات پولیس سے تفتیش مرکزی تفتیشی بیورو کو منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی ۔ اس نے ایک نظیر قائم کی کیونکہ جے ایس ایم کے ذریعے اٹھائے گئے دیگر تمام مقدمات سی بی آئی کے حوالے کر دیے گئے تھے اور ان تمام معاملات کی تحقیقات نے انہیں ماورائے عدالت قتل قرار دیا تھا[9]۔

نوپور شرما جس محمد زبیر کی ویڈیو شیر کرنے کی باتیں کرتی دکھتی ہے،جس آلٹ سورس کو جعلی فیکٹ چیکر پکار رہی ہے اس محمد زبیر کا پارٹنر سنگھ تنظیم کے بانی کا بیٹا پراتک سہنا ہے۔

اب سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ جناب! نوپورشرما کی گستاخی اور آلٹ نیوز نامی فیکٹ چیکر پلیٹ فارم کا باہمی کیا تعلق و رشتہ بنتا ہے، ہم سیدہی سیدہی نوپور کی بات کرتے ہیں،جسکے سبب یہ جنجال پورہ معرض وجود میں آیا ،مسلہ یہ ہے کہ نوپور کی جس فرد سے متنازعہ پروگرام میں توتو میں میں ہوئی تھی وہ آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر تھے،اور وہاں مندر کے ضمن میں فیکٹ چیکنگ کا گہرا تعلق بنتا تھا،اور نوپور اس بحث کے دفاع کے لئے موجود تھی کہ متعلقہ مسجد اصل میں شیو کا مندر تھی ،جسکی جگہ مندر بنا تھا،وہاں سے دعوی کے مطابق شیو کا لنگ برامد ہوا تھا ،چناچہ مسجد ختم کرکئ مندر دوبارہ قایم کرنا نوپور،سنگھ پریوار اور بی۔جے۔پی کا مباحثی ڈسکورس تھا ساتھ ،نوپور کا الزام یہ رہا ہے کہ محمد زبیر کے جعلی نیوز پلیٹ فارم نے اسکی ویڈیو ایڈیٹنگ کے ساتھ شیر کی تھی،یہاں پر جن(جان) سنگھرش منچ کے بانی ماں باپ کا لبرل مگر انصاف پسند بیٹا سہنا جو محمد زبیر کا پارٹنر بانی رکن بھی ہے ،وہ بھی زیر بحث آتا نظر آتا ہے۔

۲۰۱۷ میں معلوم پڑتا ہے کہ بھارت میں جعلی خبروں اور انکے نیتجہ میں وقوع پذیر ہونے والے فرقہ وارانہ حادثات اور سانحات اور عمومی طور پر خبروں کی جانچ پڑتال کے لئے آلٹ نیوز نامی فیکٹ چیکنگ برقی مقام قایم کیا گیا تھا،جسکے بانی رکن پراتک سنھا اور محمد زبیر تھے،اپریل ۲۰۲۰ تک یہ بین الاقوامی فیکٹ چیکر انجمن کا رکن نیوز فورم بن چکا تھا۔

سنھا پیشہ اور سند و تربیت کے لحاظ سے ایک سوفٹ ویر انجینیر ہے،جس نے احمد آباد میں یہ فورم قایم کیا تھا،پراتک سنہا نے اس وقت جعلی خبروں کو بے نقاب کرنے میں عملی دلچسپی لی جب اس نے

[9] https://en.wikipedia.org/wiki/Jan_Sangharsh_Manch

https://web.archive.org/web/20130913085548/http://articles.timesofindia.indiatimes.com/2013-09-05/ahmedabad/41800260_1_fake-encounter-cases-sadiq-jamal-mehtar-shabbir-jamal

ہندوستان میں اپنے قانون دان سماجی کارکن والدین کے ساتھ کام کرنا شروع کیا تھا۔ اس نے ۲۰۱۳ کے اوائل میں ہی جعلی خبروں کے عروج کی باریک بینی سے خبر لی تھی چناچہ مابعد ۲۰۱٦ میں سوشل میڈیا کے اثرات کو محسوس کرنے کے بعد وہ اس ویب سائٹ نیوز چیکر کو شروع کرنے پر مجبور ہوچکا تھا، اسکے محرک واقعات میں یہ سانحہ قابل بھی پیشِ نظر تھا کہ جب گجرات کے اونا نامی مقام میں ایک مردہ گائے کی کھال اتارنے پر چار دلت لڑکوں کو کوڑے مارے گئے تھے۔ چناچہ اس نے ۲۰۱٦ میں فری لانسگ بطورسافٹ ویئر انجینئر چھوڑ دی تھی اور اگلے سال ۲۰۱۷ میں آلٹ نیوز نامی آن لاین ویب سایٹ

کی بنیاد رکھی تھی۔

، ۲۰۱۷ میں پرتک سنہا کو گوگل نیوز لیب ایشیا پیسیفک سمٹ میں مدعو کیا گیا تھا تاکہ جعلی خبروں کے ممکنہ حل پر عالمی سطح پر تبادلہ خیال کیا جا سکے۔اس ویب سائٹ شروع کرنے کے بعد سے، اب تک اسے اکثر و بیشتر جان کے خاتمہ کی دھمکیاں موصول ہوتی رہی تھیں ،اور اس سے مسلسل[10] یہ مطالبہ کیا جتا رہا تھا کہ وہ تحقیقی مواد تیار کرنا بند کردے۔[11]

کیونکہ آلٹ نیوز نے ان افراد کی نشاندہی کی تھی [12] جو ہندو دائیں بازو کی ویب سائٹ[13]

چلا رہے تھے۔ سنہا نے اس ضمن میں یہ حقیقت بھی واضح تحقیق سے پیش کی تھی کہ بہار میں مسلمانوں پر جس ہندو فرد کے مارے جانے کا الزام لگایا گیا تھا ،اور جس پر دنگہ فساد اور کشیدگی پیدا ہوی تھی، اس محرک ویڈیو کا سرے سے بھارت سے تعلق ہی نہیں تھا،اور اس ضمن میں جھوٹ سے کام لیا گیا تھا،وہ شیر کردہ ویڈیو بلنفس بنگلہ دیش سے تعلق رکھتی ویڈیو تھی ناکہ بھارت میں ایسا کوئی واقعہ وقع پذیر ہوا تھا ۔

اسی طرح اس نے دہلی میں مقیم ایک متعصبی وکیل پرشانت پٹیل کو بھی بے نقاب کیا تھا جس نے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر بہت سی جعلی خبریں مرتب کرکے پیش کی تھیں۔ اس نے ایک اور مسلہ میں یہ

---

[10] https://timesofindia.indiatimes.com/city/ahmedabad/mukul-sinhas-son-gets-threat-call-from-pujari/articleshow/57583310.cms
[11] https://indianexpress.com/article/cities/ahmedabad/news-website-owner-gets-threat-call-from-gangster-4562887/
[12] https://www.hindustantimes.com/india-news/inside-the-world-of-hindu-right-wing-fake-news-website-dainikbharat-org/story-aPdB03A4LjeIkFBFKmV0vI.html
[13] DainikBharat.org

امربھی آشکار کیا تھا کہ کیسے ایک ویڈیو میں مبینہ طور پر ایک مسلمان سے شادی کرنے والی مارواڑی لڑکی کو برقع نہ پہننے کی وجہ سے جلائے جانے کی ویڈیو کا بھی بھارت سے کوئی تعلق نہیں تھا [14]۔اس ویڈیو کو بھی ہندو شدت پسندوں نے من پسند ٹیگ و کلمات سے ہندووں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کے لئے استعمال کیا تھا۔

اصل میں بی بی سی کے مطابق، جون ۲۰۱۷ میں آلٹ نیوز کی ایک رپورٹ نے اس وقت سرکار پر حملہ کیا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ کیسے خود کی جعلی کارکردگی دکھانے کے لئے ہندوستانی حکومت دھوکہ بازی سے کام لیتی چلی آرہی ہے،یعنی کیسے وہ پنج نسلوی حربیت سے کام لے رہی تھی ،جیساکہ ماضی میں دیکھا گیا تھاکہ ہندوستانی وزارت داخلہ نے ہسپانوی-مراکش سرحد کی ایک تصویر کو استعمال کرتے ہوئے یہ جعلی دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ہندوستان کی سرحدوں پر فلڈ لائٹس نصب کی ہیں،مگر جب آلٹ نیوز ،وایر وغیرہ سے یہ معاملہ اٹھایا گیا اور دنیا بھر کے اخبارات نے وہاں سے اخذ کیا تو اس کی وجہ   سے متعلقہ وزارت کی دنیا پھر میں جگ ہنسائی ہوئی ،کہ کیسے کسی اور ملک اور اسکے پڑوسی کی سرحدی ترقیات کو اس نے ہندوستنی قرار دینے کی جعلی ومنظم کوشش سے کام لیا تھا۔

سنہا نے مذید براں ۳۰ سے زیادہ جعلی امور کی ایک فہرست مرتب کی تھی جسے وہ جعلی خبروں کے ذرائع کے طور پر بیان کرتے ہیں، جن میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ وہ دائیں بازو کے خیالات کی حمایت کرتے ہیں۔

آلٹ نیوز ٹیم نے "انڈیا مس انفارمڈ: دی ٹرو سٹوری" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جسے ہارپر کولنز نے شائع کیا تھا جو مارچ ۲۰۱۹ میں ریلیز ہوئی تھی۔ اس کتاب کو اروندھتی رائے نے "پہلے سے توثیق" عطا کی ہوئی تھی۔

چناچہ نوپور شرما نے جب محمد زبیر کی شیر کردہ ویڈیو کو ترمیم شدہ قرار دیا تو سنھا نے اسکی صاف تردید کی بلکہ مابعد ہنگامہ کے دیکھا گیا کہ کیسے اسکی تردید خود نوپور کے مختلیف بیانات سے بھی از خود ہوگئی تھی۔ جس میں اسکا اصرار رہا ہے کہ اس نے مسلمانوں کی مذہبی کتب سے

[14] https://thewire.in/culture/fake-news-social-media-2

حوالہ دیا ہے، جبھی وہ مجرم نہیں ہے، وہ کون سے حوالے اور سائیٹیشن ہیں ہمیں انکا اتا پتا تاحلا کسی تحریر سے معلوم نہیں ہوسکا ہے،مگر اس سے متعلقہ بحث کتاب کے آخر میں بطور رد آئیگی۔

معلوم پڑتا ہے کہ نوپور اور نوین کمار خود کو دوسروں کے برخلاف مقابلتاً اضافی عقلمند تصور کرتے ہیں یہ انکی خود زعمیت کے ماسوا کچھ نہیں ہے،کیونکہ نوپور کی بدتمیزی اور مابعد اپنے بیان کے دفاع کے ضمن کے بدنی و رخی تاثرات سے صاف لگتا ہے کہ وہ حوالہ مسلم کتب کا دینے کی کوشش کر رہی ہے ،مگر کس جانب اسکا حقیقی اشارہ ہے،صیغہ مجہول سے اسکا اظہار نہیں کر پارہی تھی۔

اگر وہ واقعی حوالہ دے بھی رہی تھی جیسا کہ کچھ دیر کے لئے ہم اسے مفروض کرلیتے ہیں مگر ساتھ میں وہ ان روایات و حوالہ جات میں مفقود بدتمیزی کی جگہ اپنے طور پر خود سے بدتمیزی ،گستاخی پر مشتمل کلمات ڈھٹائی سے اختراع کررہی تھی۔

اسکو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں پر کیچڑ اچھالنے کی اس کوشش میں وہ ،سب پڑھا لکھا ،بھول گئی ہے اور بدتمیزی میں اندھی ہوکر اپنے حواس بھی کھو بیٹھی ہے اور بے ربط ایسے الزامات کا اس سے صدور ہوگیا ہے،جنکا اول تومتنازعہ مکالمہ کے سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا،بلکہ ساتھ،وہ بیک وقت دو الگ الگ ایسی روایتوں کو گڈ مڈ کر بیٹھی کہ جن کے مثل لاتعداد ا روایتیں ہندو مذہب ،اور دیو مالائی داستانوں میں صدیوں سے موجود ہیں ،اور بدیع النظری میں جنکا سر و پیر عقل میں تو آنہیں سکتا ہے مگر اندہی تقلید پر مبنی ان جھوٹے عقاید پر بس جہالت کے سبب اعتقاد رکھنا ممکن ہے،جیسا کہ اجمالاً و اشاراً ہم اوپر ان عقاید و افکار اور نوپور کی تنقید کا ملتا جلتا ہندو متی مواد کی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔

چناچہ جب کوئی ہندو مذہب،دین اور عقیدہ کی بات کرتا دکھتا ہے تو اسکے پیچھے کوئی باضابطہ دین کارفرما نہیں ہوتا ہے،جبھی مسلم عقاید پر تنقید کے لئے کٹر قدامت پسند مذہبی بننے کے ساتھ ساتھ اپنے حریف کو مغربی لبرل سیکولر ڈسکورس سے ذبح کرنے کے علاوہ کوئی مابعد الطبیعاتی ،موضوع اور معروضی راستہ فکری طور پر جاہل عقیدت مندوں کو سجھائی نہیں دیتا ہے،ہمیں ہندو مت کے افکار و عقاید میں جھول جگہ جگہ نظر آنے لگتا ہے،جیسے یہ دعوی کہ آریائی بیرونی حملہ آور نہیں تھے،کیونکہ یہ انگریزوں کی لکھی اور بتائی گئی باتیں ہیں،مگر ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہندو افراد انہی انگریزوں کے مقرر کردہ ،مفروض کردہ اصول دہشت گردی کی رو سے مسلمانوں اور جہادی تنظیموں کو دہشت گرد ثابت کرتے پرتے ہیں،مگر وہ چونکہ خود ہندو ہیں جبھی بڑی سادگی و

رعایت سے بے۔جے۔پی اور آر ۔ایس۔ایس دودھ سے دھلا ہوا امن پسند تصور کرتے ہیں،اصل میں انھونے نیکی کا نام بدی اور بدی کا نام نیکی رکھ دیا ہے،امن سے انکی مراد جنگ ہوتی ہے اور جنگ سے امن ہوتی ہے۔

<u>ہندوستانی لوگوں کا دوسروں سے گلے شکوے کرنا:</u>

جمہوریت کہنے کو تو انگریزوں کی پروان کردہ دورِ غلامی کی باقیات سے تعلق رکھتی ہے،چونکہ اسی کے دم پربی۔جے پی نما سیاسی جماعتوں کا سیاسی وجود قایم و دایم ہے جبھی انکی جانب سے بڑی تصویر کے طور پر بھارت کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے طور پر دکھایا جاتا ہے، اور پاکستان کو بھارت کے مقابل غریب اور بھکاری ملک کے طور پر پیش کیا جاتا ہے،بھارت کی معاشی ترقی کے عظٰم الشان گن گائے جاتے ہیں، مگر خود اندرونِ ملک بڑے پیمانے پر پھیلی غربت و افلاس کو چھپایا جاتا ہے، جبکہ دوسری جانب یہ حال ہے کہ اپنی بیرونی و خارجی معاشی گراوٹ، اور سرمایہ کاری میں تنزلی کو فراموش کرکے پاکستان کی معاشی بدحالی کے مقابل خود کو خوشحال قرار دیا جاتا ہے،یعنی زمانہ قدیم سے تاحال ہندوستان میں سونے ،چاندی ،دودھ و شہد کی ندیاں بہنے اور کل دنیا کو دولت بانٹنے کے بھارتی تاحال دعوے دار ہیں؟۔

اسی طرح ہندوستان کے اندرونی و بیرونی قرضوں کے بوجھ بیرونی سرمایہ کاری کے دم پر قایم خوشحالی کو عام عوام چھوڑو پڑھے لکھے افراد بھی بھول جاتے ہیں،سری لنکا،سے نیپال تک اس ضمن میں تنقید کی جاتی ہے کہ یہ ممالک کیوں باولے ہوکر بھوکے ننگے پاکستان سے کچھ لیتے پھر رہے ہیں ۔ انکا ماننا ہے کہ ہم امیر کبیر لوگ ہیں یہ ممالک خالی صرف ہم جیسے مضبوط ملک سے ہی کیوں نہیں لیتے ہیں ۔

چناچہ یہی سوال ایک بھارتی پروگرام میں کشمیری رہنما یاسین ملک سے پوچھا جاتا ہے کہ قرضوں میں ڈوبے پاکستان کے ساتھ آپ آخر کیوں جانا چاہتے ہیں وہ اس سوال کے جواب میں چلاکی ،ہوشیاری کے بغیر بڑٰ وضاحت سے کہتا ملت ہے ہ ہم لوگ تو بھائی کامل آزادی کے دعوے دار ہیں۔آپ نے تو ہمارا منشور ہی سرے سے نہیں پڑھا ہے؟،عین یہی حال نوپور شرما کے ضمن میں بھی دیکھا گیا ہے وہ اپنے دھرم کی باتیں بھول جاتی ہے ،اسلام اور پیغمبر اسلام پر ان معقولی حقیقی بنیادوں کے باوجود

تنقید کرتی ہے جبکہ انکے مثل معاملات میں ہندو دھرم عقل،حقیقت سے کوسوں دور نظر آتا ہے،ہم اس بحث کی طرف آنے سے قبل پیس منظر عیاں کرنے کے لئے محاذ زبیر،سنہا،آلٹ نیوز فیکٹ چیکر کا تذکرہ کرچکے ہیں اب اسکی اس کڑ ی کی طرف بڑھتے ہیں جسکے سبب معاملہ اس تحریر اوربین الاقوامی مسلم احتجاج تک جا پہنچا ہے،اور جسکے لئے میں نوپور شرما کا تعلیمی ،خاندانی،سماجی،مذہبی اور سیاسی پس منظر عیاں کرنا چاہتا ہوں۔

<u>بحث :۲۔</u>

نوپور شرما حیات و خدمات

جہاں تک نوپور شرما کا تعلق ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ موصوفہ 1985 میں نئی دہلی میں پیدا ہوئی۔ ان کا تعلق سرکاری ملازمین اور تاجروں کے خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ اس کی والدہ دہرادون سے تعلق رکھتی ہیں، اور یہ ریاست اترکھنڈ کا ایک گنجان آباد شہر ہے۔

معلو پڑتا ہے کہ شرما نے دہلی پبلک اسکول، متھرا روڈ سے اپنی اولیں تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں اس نے دہلی یونیورسٹی کے ہندو کالج سے معاشیات میں بیچلر آف آرٹس کے ساتھ گریجویشن کیا اور مابعد اس نے دہلی یونیورسٹی سے قانون میں بیچلر کی سند بھی حاصل کی ،چناچہ دوران تعلیم موصوفہ نے طلبہ سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور،ہندو قوم پرستانہ ،فرقہ وارانہ سیاست میں دلچسپی ظاہر کی چناچہ ۲۰۰۸ میں اس نے سنگھ پریوار کے طلبہ ونگ اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد دہلی کے لیے آٹھ سالہ طویل جدوجھد کرکے یونیورسٹی طلبہ یونین کی صدارت حاصل کی تھی[15]، جس نے مذکورہ بالا تنظیم کو کیمپس میں کافی قوت و مقام عطا کیا۔

نوپور شروع سے ایک تعصبی اور اسلام مخالف عورت رہی ہے،اپنی صدارت کے دوران بھی معلوم پڑتا ہے کہ اسکا اسلام مخالف رویہ اور وطنی شدت پسندی کو ڈھکی چھپی شہ نہیں تھی، چناچہ کشمیری آزادی پسندوں کے خلاف اسکے بیانات اور تعصبات چہار اور مشہور تھے۔چناچہ ایک دفعہ اس کے دور صدارت کے دوران ایک قابل ذکر واقعہ ،جامعہ میں ایک سیمنار کے دوران دیکھا گیا،اس سیمنار کا موصوع تھا 'فرقہ واریت، فاشزم اور جمہوریت: بیان بازی اور حقیقت' اس کو معلوم تھا کہ کشمیری آزادی کی حمایت کرنے والے عربی کے ذاکر حسین یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر جناب پروفیسر،

[15] https://theprint.in/politics/who-is-nupur-sharma-dusu-ex-president-lse-alum-now-suspended-by-bjp-for-remarks-on-prophet/985507/

سید عبدالرحمان گیلانی صاحب جو ۲۰۰۲ کے بھارتی پارلیمنٹ حملے میں ماخوذ کردہ افضل گرو ،کی حمایت کرنے والے شمار ہوتے تھے اسکے کیمپس میں مدعو ہیں۔

اس سے قبل دیکھا گیا ہے کہ پروفیسر صاحب پر مذکورہ بالا بہتان لگا کر انھیں ٹرایل کورٹ نے سزا سنائی تھی چناچہ وہ اس حمایت کے سبب وہ دو سال قید میں رہ چکے تھے ،مابعد سپریم کورٹ نے انہیں بنا ثبوت کے بری کردیا تھا،[16] تھا چناچہ گیلانی صاحب کو سیمنار میں سوالات کرکے زچ کرنے اور بے عزت کرنے کی خواہش اور لگن کے ساتھ موصوفہ ایک ہجوم کے ساتھ دندناتی ہوئی سیمنار ہال میں گھس گئیں، اس نے اور اسکی تنظیم نے وہاں سوالات کی بھر مار کردی اور ،ذاتی بیانات،میلانات و جذبات نگاری سے کام لیکر پروگرام کو خراب کرنے کی حتیٰ الامکان کوشش ہی نہیں کی بلکہ رات کو یہ تک دیکھا گیا کہ اسی مدعے کو انھونے مذید بڑھاوا دینے کے لئے ایک چینل پر بھی تعصبانہ رویہ کا اور زیادہ کھل کر اظہار بھی کیا،چناچہ اس قسم کے اقدامات و حرکات سے یہ صاحبہ قوم پرست سیاست کاروں کی نگاہ میں کم عمری کے باوجود پسندیدہ بن گئیں اور بلاخر بی جے پی جیسی مرکزی فرقہ وارانہ جماعت کی صفوں میں شامل کردی گئیں اور پھر ایک دن وہ مقام آیا کہ دھلی کی یہ لڑاکا بی،جے،پی کی مرکزی جماعتی ترجمان قرار پائیں۔

مابعد اس نے ایل۔ایل بی سے ایک قدم آگے ایل ۔ایل ایم کرنے کا فیصلہ کیا اور اسکے لئے لندن یونیورسٹی کے لندن سکول آف اکنامکس سے ماسٹر آف لاز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد شرما ایک عملی وکیل بن گئی،یوں وہ ایک ایسی شیطان صفت فرقہ پرست عورت ثابت ہوئی جو ،بیک وقت مشرق و مغرب کے شیطانی علوم کے بندھن سے پیدا ہوئی تھی اور ،جس نے بعد میں تہذیب و تمیز سے ہر قسم کا ناطہ توڑا اور ہندوستان کی تمام بدتمیز ہندو عورتوں کی ملکہ قرار پائی ،اور پھر ہندوستانی فرقہ پرست ،سیاست کی آماجگاہ بی۔جے۔پی میں بڑے خوابوں کے ساتھ اس نے رکنیت حاصل کرنے کی کوشش موصوفہ نے اسی وقت شروع کردی تھی جب یہ صاحبہ لنڈن سے ۲۰۱۱،۲۰۱۲ کے اریب قریب واپس آئی تھیں۔

چناچہ شرما جی لندن سے واپس آنے کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی کارکن بن گئیں،بی،جے۔پی کو ویسے بھی ہندو قوم پرستی،وطن پرستی اور ٹھیٹھ ہندو تعصبی پس منظر کے طالب

---

[16] https://thewire.in/rights/sar-geelani-custodial-torture-nitya-ramakrishnan

علم رہنماوں کی بڑی طلب و ضرورت تھی جو جامعات کی طلبا سیاست سے پروان چڑھے ہوں ایسوں پر خاص کرپا کرنے میں انہیں کافی خوشی محسوس ہوتی ہے،چناچہ وطنی ہندوی قدامت اور لبرل وکالتی سند کے پس منظر کی حامل یہ خاتون سنگھ پریوار کی رکن جماعت کو اور زیادہ بھائی ،چناچہ اسے نا صرف جلد ہی جماعتی رکنیت مل گئی ،بلکہ یہ خاتون جلد از جلد اعلی مراتب و مدارج طے کرنے لگیں،انکی انگریزی اور ہندی میں تیز زبانی اور بد تمیزیوں کی تاریخ دیکھ کر بی۔جے۔پی نے موصوفہ کو ۲۰۱۳ کے دھلی اسمبلی انتخابات کے لئے قایم کردہ تنظیمی ابلاغی کمیٹی میں جگہ فراہم کی ،وہاں سے یہ خاتون اتنی نگاہوں میں چڑہیں کہ،دو سالہ بعد منعقد ہونے والے انتخابات میں محترمہ کو عام آدمی پارٹی کے مشہور رہنما مابعد وزیراعلی اروند کجرال کے مقابل لڑنے کے لئے پارٹی ٹکٹ سے نوازا گیا، ۲۰۱۵ کے ان انتخابات میں موصوفہ کی عمر صرف ۳۰ سال کے قریب تھی ،اگر چہ اسکی کجریوال کے مقابل کامیابی کی امید نا تھی، مگر اس نے ۳۱۰۰۰ کے قریب ووٹ حاصل کرکے اپنا قد بلند کرلیا،ساتھ ساتھ اسکے بحث کرنے،سامنے والے کو لتاڑنے اور اس پر حملہ کرنے کی صلاحیت کے سبب اسکو مابعد بی۔جے۔پی کا ۲۰۲۰ میں مرکزی ترجمان مقرر کردیا گیا[17]۔

خاتون ماضی میں دہلی بی جے پی کی ورکنگ کمیٹی کی رکن بن چکی تھیں ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اروند پردھان، ارون جیٹلی اور امیت شاہ جیسے سینئر لیڈروں کے ساتھ بھی کام کر چکی ہیں۔

اس کے بعد، وہ منوج تیواری کے تحت بی جے پی کے دہلی یونٹ کے لیے ایک سرکاری ترجمان کے طور پر مقرر کی گئیں۔ ۲۰۲۰ میں، انہیں جے۔ پی ۔نڈا کی صدارت میں بی جے پی کی قومی ترجمان کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ دہلی بی جے پی کے ایک رہنما کے مطابق، یہاں تک کہ جب وہ دہلی یونٹ کا حصہ بن چکی تھی، انہیں ان کی قانونی ذہانت، قومی مسائل کے بارے میں اچھی معلومات، اور دو لسانی مہارتوں کی وجہ سے اکثر قومی مسائل پر ٹی وی مباحثوں کے لیے بھیجا جاتا تھا۔

ٹیلی ویژن کے مباحثوں میں باقاعدگی سے پیش ہونے کے ساتھ وہ نوجوان، توانا اور بے باک دکھائی دیتی تھیں،بقول بی۔بی۔سی کی مضمون نگار گیتا پانڈے: اب وہ ایک معروف چہرا بن چکی تھی،اپنے مقابل پینلسٹ پر چیخنا ،چلانا،ان پر غرانا،دھمکانا،تلخی پیدا کرنا انکا شیوہ بن چکا ہے،ٹویٹر پر بھی ساتھی پینلسٹ پر انکو برے ،گندے القابوں سے پکارنا،انکو منافق،جھوٹا کہنا،گستاخانہ کلمات ادا کرنا

[17] https://www.bbc.com/news/world-asia-india-61716241

محترمہ کا وطیرہ قرار پا چکا تھا،حد یہ کہ انکے ماننے والوں کی نگاہ میں وہ ایک ایسی ہندو شیرنی ہے،جو ملیچھ مسلمانوں کے چھکے چھڑوادیتی ہے۔

میں نے کئی فیس بک سنگتوں پر اسکی گستاخیوں اور ،شری رام کا نام احترام سے لینے کے بعد بھی ہر دوسرے ہندو کو اسکا دفاع کرتے دیکھا ہے اور جو ایک آدھ ہندو اسکے بیان کی تردید کرنا چاہے تو ہر ایک ہندو ،جسکا شاید تعلق سنگھ پریوار سے تھا،یا وہ انکا سوشل میڈیا رکن و معاون تھا وہ لاٹھی ڈنڈے لیکر اس بیچارے پر چڑھ ڈوڑتا ہے۔

چونکہ سیاسی طلبہ تنظیموں والوں کی ایک الگ وضع قطع اور سیاسی تربیت ہوتی ہے،انکی قیادت،تشہیری مبالغہ آرائی(پروپگینڈہ)،دروغ گوئی بھکانے اور لوگوں کو اصل مدعے سے بھٹکانے کے فن و داو بیچ کو کالج اور جامعات کے دور میں سیکھ چکی ہوتی ہے، لہٰذا شرما کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا،جبکہ شرما جی جیسی سابقہ یونین صدر تو خیر اس کھیل،کھلواڑ میں ، شروع ہی سے کافی ماہر فرد تھی چناچہ ۲۰۱۷ کے دنگوں میں اس نے ۲۰۰۲ کے گجرات کے سابقہ دنگوں کی ایک تصویر کو مغربی بنگال کے دنگا قرار دیکر لوگوں کو ورغلا کر دھوکہ دینا چاہا ،اس پر کولکتہ پولیس نے، مذکورہ بالاخاتون کے خلاف مقدمہ درج کرلیا تھا۔

ہم نے اوپر پروفیسر گیلانی کے ضمن میں اسکے کردار ،حرکات و سکنات کا ذکر کیا تھا،اس ضمن میں دوران تحقیق ایک ویڈیو ہم نے ناصرف دیکھی بلکہ کرف کے فیس بک صفحہ پر بھی زیر اشتراک رہی جس میں موصوفہ ،پروفیسر صاحب کے مقابل ارناب گاوسماومی کے پروگرام میں بیٹھی سرعت سے زبان چلا رہی ہیں،اس پروگرام میں ارناب نے سیمنار کے دوران کی ویڈیو شیر کی تھی جس میں دوران سیمنار ایک تنظیمی لڑکا جسکی موصوفہ کے ساتھ تصاویر موجود ہیں ،آکر پروفیسر کےمنھ پر تھوک دیتا ہے،موصوفہ اس پروگرام میں ارناب سے بھی تو تو میں میں کرتی دکھتی ہیں،انکا کہنا تھا کہ اول یہ ہمارا اقدام نہیں تھا ،میں تو سیمنار روم سے جاچکی تھی،دویم میرا جس تنظیم سے تعلق ہے وہ آر ایس-ایس کا بازو ہیں ،ہاں ہمارے بی-جے-پی جیسی جماعتوں سے بھی روابط ہیں ،پروفیسر موصوف ایک دہشت گرد کے ساتھی یا صلاح کار ہیں،سپریم کورٹ نے انکو کیوں چھوڑا ہے؟ ،کیونکہ درون خانہ یہ مجرم ہیں۔ان ساری باتوں سے معلوم پڑتا ہے کہ بھارت کی خواتین بلخصوص لسانی،مذہبی اور فرقہ وارانہ جذبات سے لبریز احساسات رکھنے والی خواتین اپنی زبانی گستاخیوں،عدم تحقیق سے وہ غل کھلا رہی ہیں جسکے مضر اثرات ہندو ہجوم کی قتل گیری سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔

نوپور شرما کی نبی اکرم محمد ﷺ شان میں گستاخی:

یہ ٢٦ مئی ۔٢٠٢٢ کے روز کی بات ہے ،   ٹایمز ناو نامی نیوز چینل نے ایک ڈرامہ بازی اور نفرت انگیزی تخلیق کرکے ، ملکی مقامی فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی ، اس چینل نے بابری مسجد کے بعد ایک نئے مندر پر گفتگو کرنے کے لئے ہندو و مسلمان کمیونیٹیز سے تعلق رکھتے افراد کے تاثرات لینے چاہے۔

جس کے ضمن میں وہی بابری مسجد نما تاریخ دوہرانے کا بی،جے۔پی موڈ دوبارہ عود آیا ،جیسا ماضی میں بابری مسجد کے ڈھانے کے ضمن میں دیکھا گیا تھا،جس میں مغل دور اقتدار میں رام کے جنم استھان پر مسجد بنانے کا الزام عاید کیا گیا تھا،نوپوری مباحثہ میں اب شیو کی باری تھی چناچہ اب شیو کے مندر جس میں انکے دعوے کے رو سے کوئی لنگ برآمد ہوا تھا پر مسجد بنانے کا تاریخی الزام پروان چڑھایا جارہا تھا۔

حسب معمول اس دفعہ بھی رام مندر کی مثال کو مثال بنا کر نئے تعمیر کے لئے ارکیالوجیکل شواہد سازی کی تیاری کی گئی اور مسجد کو ماضی کا شیو مندر قرار دیکر اسکے نیچے شیو لنگ لاکر راتوں رات متعلقہ مسجد کے نیچے چھپا دیا گیا تھا اور بی۔جے۔پی اور سنگھ پریوار کی جماعتوں کا نیا دعوی یہ تھا کہ متعلقہ مسجد بھی شیو مندر گراکر بنائ گئی تھی، اور اس چینل نے جارحانہ حملہ کے لئے جان بوجھ کر بی۔جے۔پی۔ کی بدتمیز اور مرد گراو مرکزی ترجمان کو بھی مدعو کیا تھا ، ویسے بھی ان لوگوں کو بخوبی نوپور کی خصلتوں کی خبر تھی،اسکی ایک بات سے دوسری بات تک بغیر تیاری اچھل کود کرنے کے معاملہ سے بھی وہ بخوبی آگاہ تھے، ویسے بھی موصوفہ کی تنازعہ کے تخلیق کرنے اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے اور جذبات مجروح کرنے کی استعداد بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، نوپور کا موقف کیا تھا کہ مسلم مرواور گراو ،ہندو ازم کو ہر طرح بڑھاو   چناچہ اس قسم کے شریک بزم کا حسب مزاج یہ بھی ساتھ کھلا   موقف تھا کہ ،مسلمانوں کو مندر چھوڑ دینا چاہئے اور مندر بحال کردینا چاہئے۔اسی پروگرام میں آلٹ نیوز فیکٹ چیکر کے شریک بانی محمد زبیر بھی مدعو تھے،ان سے بحث میں نوپور نے وہ گستاخانہ کلمات ادا کئے جس نے کل مسلم دنیا میں غصے کی آگ بھڑکادی ۔

شرما نے ٹائمز ناؤ ٹیلی ویژن چینل پر گیانواپی مسجد تنازعہ پر ایک بحث میں حصہ لیا تھا، جس کے دوران اس نے محمدﷺ کی بیوی عائشہؓ کی شادی کے وقت اور شادی کی تکمیل کے وقت کی عمر کے حوالے سے متنازعہ گستاخانہ کلمات ادا کئے تھے۔ ایک دن بعد، ان کے تبصروں کی ویڈیو کلپ کو حقیقت کی جانچ کرنے والی ویب سائٹ آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر نے سوشل میڈیا پر شیئر کیا جبکہ دوسری طرف جس نیوز چینل پر یہ گل کھلائے گئے اس نے ویڈیو کو غایب کرنا چاہا، چناچہ لوگوں کے جذبات کے بھڑکاو ،بین الاقوامی مسلم ملتے کی طرف گم و غصہ کے اظہار اور معاملہ کی گھمبیرتا دیکھتے ہوئے ٹائمز ناؤ نے اپنے یوٹیوب چینل سے پروگرام کی ویڈیو کو ڈیلیٹ کر دیا۔

اگلے دن بہر حال، شرما نے اپنے کئے گئے تبصروں کا دفاع شروع کردیا اور محمد زبیر پر کلپ کی ایڈیٹنگ(قطع و برید) کرنے کا الزام عاید کیا،مابعد جون کے ماہ اختتام پر بھارتی پولیس نے نوپور شرما کی جگہ محمد زبیر کو ہی الٹا گرفتار کرلیا، جبکہ دوسری طرفہ نوپور شرما صاحبہ نے مزید یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے بیان کے نتیجے میں اسے مسلمان شدت پسندوں کی جانب سے عصمت دری اور جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔

جس کے نتیجے میں دہلی پولیس کو سیکورٹی فراہم کرنے پر مجبور کیا گیا،حلانکہ مجبوری وجبوری کوئی شہ نہیں تھی،موصوفہ صرف نظروں میں دھول جھونکنے کے لئے معطل کی گئیں تھیں،درون خانہ انھیں بی۔جے۔پی۔کی قیادت و حکومت کی بھرپور مدد و حمایت حاصل ہے،اور بی۔جے ۔پی نے اسی قسم کے امور کو سرانجام دینے کے لئے خاتون کو جماعتی ترجمان مقرر کیا تھا۔ کچھ صحافیوں نے نوٹ کیا کہ شرما نے اس سے قبل بھی کئی ٹی وی شوز میں اسی طرح کے تبصرے ماضی میں بھی کیے ہیں۔

یعنی نوپور کی رو سے مسلمان لوگ مذہبی بدلے کی آگ میں جل کر دوسرے مذہبوں اور فرقوں کی عورتوں کی عصمت دری کرنے کے عادی لوگ ہیں،یہاں واضح طور پر عصمت دری والے الزامات یا تو جعلی معلوم دکھتے ہیں،یا پھر نوپور شرما نے معاملہ میں مذہبی اور فرقہ وارانہ ہمدردی حاصل کرنے کے لئے یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ اسکے ساتھ اس قسم کو کوئی سانحہ رونما ہوسکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ کم علم مسلمان اس میں قسم کی جذباتی بیان بازی میں شریک ہوں، مگر ایک ہندو ریاست میں جہاں مسلمانوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مارا اور تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہو،انھیں تیسرے درجہ کا شھری قرار دیا جارہا ہو،ان پر سماجی،ریاستی اور مذہبی دباو موجود ہو،انکو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں وہ کیسے ملک کی حاکم جماعت کی ترجمان کے ساتھ ایسا کرسکتے ہیں؟

ایسا ہونا قریباً ناممکنات کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے،جبکہ ہندو اکثریت کے ملک میں جن بیچاروں کی خود کی آئے روز کی اپنی ذاتی زندگی خطرے میں گھری رہتی ہو،وہ بھلا نوپور کے مسلسل استعمال کردہ محبوب لفظ لوجیک کی رو سے کیسے حکومتی ترجمان کو دہمکی دیتے پھرینگے؟،

جہاں تک قتل والی بات ہے ،وہ تو جانی مانی بات ہے کہ گستاخ رسول کی سزا اسلامی شرعی قوانین کی رو سے صرف موت ہے،مگر یہاں جو پیچیدگی پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ جو تعداد ہندوستان میں رہایش پذیر ہے اول تو وہ کسی مسلمان حاکم کی زیر قیادت،اسکے استیلا کے زیر کمان نہیں رہ رہی ہے،بھارت ایک نام نہاد سیکولر مگر درونِ خانہ ایک ہندو ریاست ہے،جسکے حکمران و عوام غالب طور پر ہندو ہیں،اور مسلمان اقلیت یہاں تعداد ،قوت و استعداد کی رو سے اقلیت میں ہیں،اور وہ بطقر ملت خود درون وطن ہندو جبر کا شکار چلے آرہے ہیں۔

یہاں انکی بڑی اکثریت ہندو قوم کے ساتھ صدیوں سے زندگی بسر کرکے کفر،شرک،بدعات اور الحاد کا شکار ہوچکی ہے،چناچہ کیا حدود و قصاص قایم کرنے والی اسلامی حکومت کی عدم موجودگی میں دارالکفر میں رہایش پذیر مسلمان گستاخ رسول کو سزا دینے کے لئے انفرادی طور پر کچھ ایسے اعمال سرانجام ضرور دے سکتے ہیں؟ جبکہ خود انکی ملت کے عقاید کمزور ہوں،اور انکے حمایتی بھی قلیل و کمزور ہوں ،اگر کوئی عاشق رسول و حب ایمانی سے لبریز ہوکر ایسا کربھی دیتا ہے،جسکی خبر ۲۰۲۳ کی فروری تک ہمیں نہیں مل پائی ہے اور خاتون شانتی و سکون سے جی رہی ہیں اگر ایسا ہوجاتا ہے تو کیا ہوگا؟ واضح طور پر اسکے ا نتیجتاً میں مسلم قوم پر ہندو قوم کی طرف سے قتل و عام کا نفاذ ممکن ہے، لہذ اس مفروضی نتیجہ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے،چناچہ نوپور کا مسلمانوں پر ہر الزام نظری طور پر ضرور قابل قبول دکھتا ہو ،مگر عملی طورپر ناممکنات میں سے نظر آتا ہے۔

خیر واقعہ کی طرف پلٹتے ہیں جسکے ،اگلے دن ممبئی میں شرما کے خلاف "مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے" کی بنیاد پر ایک پولیس ایف آئی آر (پہلی اطلاعاتی رپورٹ) درج کی گئی۔ مابعد اسی تناظر میں ملک بھر کے مختلف قصبوں میں ایف آئی آرز کے اندراج کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس میں سے ایک کو رکن پارلیمنٹ اسد الدین اویسی نے حیدرآباد میں درج کروایا۔ کانپور میں ایک مسلم تنظیم کی طرف سے 3 جون کو اس ریمارکس کے خلاف احتجاج کے لیے بندش کی کال دی گئی تھی، جس کے دوران تشدد پھوٹ پڑے اور 40 لوگ زخمی ہوئے تھے۔،بعض حلقوں سے یہ صدا اٹھی ہے کہ کانپور تصادم

نے اس مدعے کی طرف بین الاقوامی توجہ مبذول کروائی تھی، اس دوران شرما کے تبصرے سوشل میڈیا پر شیئر ہوتے رہے۔ جب یہ خبر سوشل میڈیا پر بھاری ضخامت و کثرت سے بین القوامی طور پر اشتراک پذیر ہوئی ، تو نتیجتاً عرب ممالک میں رہایش پذیر برصغیر کے مسلمانون میں اسکا چرچا عام اور ترکی ہوا تو عربوں[18] تک معاملہ جا پہنچا چناچہ ،۴ جون تک عرب دنیا میں اور، خلیج تعاون کونسل سمیت تمام ممالک میں "پیغمبر اسلام کی توہین" سب سے اوپر 10 ٹرینڈنگ ہیش ٹیگز میں شامل ہوچکا تھا۔

۵ جون کو، عمان کے مفتی اعظم شرما کی گستاخی کے مسئلہ کو اٹھانے والے ہندوستان سے باہر کی پہلی اہم شخصیت بن چکے تھے - اس ریمارکس کو "گستاخانہ اور فحش بدتمیزی" قرار دیتے ہوئے، انہوں نے تمام ہندوستانی مصنوعات کے بائیکاٹ اور تمام ہندوستانی سرمایہ کاری کو ضبط کرنے کا مطالبہ کیا۔ چناچہ اسی دن شرما کو بی جے پی سے معطل کر دیا گیا ۔ بہر حال، ایک دن بعد، حکومت قطر نے ہندوستانی سفیر کو طلب کیا اور فوری مذمت اور معافی مانگنے کو کہا۔ مبینہ طور پر سفیر نے شرما کو ایک "فرینج عنصر" ہونے کا دعویٰ کیا جو حکومت ہند کے خیالات کی عکاسی نہیں کرتا تھا۔، یہاں جواباً بی،جے،پی کی حکومت سے یہ امر دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ،انکی موجودہ حکومت جو انکی جماعت کی جمہوریت میں شمولیت کے ذریعہ قایم ہوئی تھی میں ایک عورت کو مرکزی ترجمان قرار دیکر انکی حکمت عملیوں کے دفاع کی ذمہ داری دیکے کھلا چھوڑ دیا جائے، اسکی متعلقہ حکومت اور جماعت کی بھارتی مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کاروائیاں گذشتہ پچیس سال سے مسلم مخالف اقدامات پر مبنی ہوں ۔ اور وہ اچانک اسے غیر متعلقہ ،اجنبی قرار دے دے اس موقف کو قرار دینے کے کیا معنی بنتے ہیں؟،حیران کن بات تو یہ ہے کہ مسلم ممالک کے بھارت کے ستر سالوں سے مسلم قتل عام کے خلاف ان عربوں اور غیر عربوں کی خاموشی کے کئی معنی بنتے ہیں۔

خیر اسی دن، کویت، پاکستان اور ایران نے ہندوستانی سفیروں کو طلب کیا اور انہیں احتجاجی نوٹ فراہم کئے ،اس سے قبل یہ سب ممالک اپنے داخلی معاملات میں اتنے مگن تھے کہ انکو اس گستاخانہ دھماکہ کی کوئی خبر تک نہیں تھی خود پاکستان میں میرا جیسا معاملات پر نگاہ رکھنے والا انسان بھی پانچ جون سے قبل غیر واقف تھا،کیونکہ عمران خان اور موجودہ حکومت کی باہمی چپقلش،تو تو میں ،مہنگائی

---

[18] -GCC:Gulf Cooperation Council.

نے سب کی توجہ داخلی سیاست و معاشیات کی طرف مبذول کروائی ہوئی تھی۔ سعودی عرب، بحرین، متحدہ عرب امارات اور انڈونیشیا سے عدم اطمینان اور مذمت کے نوٹس آئے تو میں جاگا کہ آخر سرحد کہ اس پار نئی ڈیولمپنٹ کیا ہیں؟

بحث:۳۔

کیا بھارت اتنا ہی مہان ملک ہے جتنا بھارتی اسے تصور کرتے ہیں؟

اس کے بعد، شرما بظاہر تو شروع شروع میں بین الاقوامی شور سے گھبرائی گھبرائی نظر آئی ،مگر اسکے بیانات نضادات کو خود میں سموئے ہوئے تھے،اسکو معافی تلافی کا تو خیر سرے سے شوق نہیں تھا،سیاسی مصلحتوں کے سبب اول اس نے اپنے ریمارکس کو "غیر مشروط طور پر" واپس لے لیا،مگر ساتھ میں وہ بتدریج اپنی بڑھتی شہرت ،ہندو عوامی حمایت کے سبب دلیر ہوتی گئی،اسکا اصرار تھا کہ جو کچھ اس نے کہا وہ سب مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتب میں لکھا ہے،اس نے ساتھ ساتھ ہندو شدت پسندوں کے جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پانی عوامی حمایت میں اضافہ کے لئے اس بات کا اعادہ کیا کہ ،اس نے جو کچھ کہا سنا تھا وہ سب تو ہندو دیوتا شیو کی "مسلسل توہین اور بے عزتی" کے جواب میں تھا،مگر ساتھ کہیں یہ بیان بھی دیتی ملی کہ میرے بیانات کو توڑ مڑوڑ کر سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے۔ بی جے پی کے بہت سے حامی، بشمول کچھ بی جے پی سیاست دانوں نے، نوپور شرما کی حمایت میں ریلیاں نکالیں،ہندو قوم کے ایک آن لاین سماجی رابطوں کی جگہوں بہ شمول فیس بک،ٹویٹر اسے بھارت کی دلیر شیرنی قرار دیا اور اسکی اور نوین کمار کی پارٹی رکنیت معطل کرنے بین الاقوامی دباؤ قرار دیا،چناچہ خود بی۔جے۔پی یا ہندو شدت پسند جماعتوں کے ووٹر مختلیف ٹویٹر ہیش ٹیگز مھموں میں انکی حمایت میں مہم چلانے لگے،جن میں بی۔جے۔پی پر تنقید کی گئی تھی۔

سوشل پروپیگینڈا کرنے والی غلط فہمی اور حقیقت:

ٹویٹر[19] پر اس قسم کے ٹرینڈز زیادہ تر علم سیاسیات کی رائے عامہ کی اصطلاح سے تحریک یافتہ دکھائی دیتے ہیں اور اسے کوئی مجرد ،و متفقہ اصول تصور کرنے لگتے ہیں،یہ اصل میں خود فیصلہ کرنے کی ایک وسیلہ جاتی حکمت عملی ہوتی ہے،جس میں اہدافی سروے بروئے کار لائے جاتے ہیں،چناچہ ایسے تمام سروے ٹرینڈ مخصوص متعین و مقرر رجحانات کی عکاسی و نقالی کرتے دکھتے

[19] #ISupportNupurSharma"---- #ShameOnBJP

ہیں،جن میں سے اکثر پری ڈیفاینڈ اور کنٹرولڈ ہوتے ہیں، کونسے ،کیسے اور کہاں ،کس طرح،اہدافی نتایج ورچولی حاصل کرنے ہیں متعلقہ ہیش ٹیگز پروپگینڈہ جماعتیں یہ بات پہلے ہی متعین کرچکی ہوتی ہیں۔

مگر اس قسم کے سماجی رابطے والے افراد و جماعتیں اکثر و بیشتر خود کو رائے عامہ کی تشکیل سازی اور حکومت پر کامیاب دباو کا ذریعہ تصور کرتے ہیں، حلانکہ اصل عامل و فیصلہ ساز وہ افراد ہوتے ہیں جو انکو یہ فریضہ سونپتے ہیں، مگر یہ افراد و جماعتیں عرصہ تک خود کو ہی حقیقی منظر نامہ تشکیل کرنے والا تصور کرتے ہیں،مگر حکومت جیسی معقولی ،دولت کماو تنظیم اس قسم کے رجحانات کو زیادہ اہمیت دیتے کی قایل نظر نہیں آتی ہے، خاص طور پر مشرق کی حکومتیں چرون خانہ مرکزی مجلسوں میں جہاں اخفا کا پہلو نمایاں ہوتا ہے ،یہی بیانیہ تصور کرتی نظر آتی ہیں،ہاں عوام کو انکا تاثر یہی جاتا ہے کہ اصل حاکم و مقصد آپ ہی ہیں ہم بس آپکے خادم و ایجنٹ ہیں،جو آپکی حقیقی بھلائی و فلاح کے لئے مصروف عمل ہیں،آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ کہ آپنے ہمیں اس قابل سمجھا۔

مگر معلوم پڑتا ہے کہ حکومتیں اپنے عہد حکومت کے آخری ایام میں اپنے ووٹرز کو مابعد ہونے والے انتخابات کے تناظر میں کچھ اہمیت دینے پر خود کو کچھ حد تک مجبور پاتی ہیں، چناچہ یہاں بھی بی۔جے۔پی کو ایسا لگا تھا ،کہ عرب حکومتیں ہر دفعہ کی طرح خاموش رہینگی جیسے ماضی میں مسلمانوں پر ظلم و جبر اور مسلسل انکے قتل عام پر خاموش رہی تھیں،مگر عرب ممالک میں یہ معاملہ عوامی شہرت،مظاہروں ،مذہبی قیادت کے بیانات ،اور حکومت مخالف جذبات کی بڑھوتری کی روک تھام کے لئے الگ نوعیت کا مسلہ بن چکا تھا ،لیبیا ،تیونس،مصر و ترکی میں رونما ہونے والی ماضی کی جمہوری تحریکوں کی تباہ کاری وہ ابھی بھی جھیل رہے تھے،چناچہ انھونے بھارت سے اس ضمن میں سختی سے جواب طلبی کی۔

بھارتی عوام کی سادگی یا کم علمی:

آج کی بے شعور بھارتی عوام خود کو جذباتی اخباری و حکومتی اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں پھنس کر دنیا کی ایک عظیم ترین ،امیر ترین وقوم تصور کرنے لگی ہے،وہ حقیقت کو کم اور جذبات و تعصب کو زیادہ اہمیت دیتی نظر آتی ہے،لہذا بھارتی عوام بہت حد تک حکومت اور بین الاقوامی تنظیموں کے اعداد و شمار کو ہی ترقی ناپنے کا مطلق،موثر،اور فیصلہ کن عنصر تصور کرتی ہے،حلانکہ بھارت

میں سماجی اونچ نیچ،غربت و افلاس کی حالت ،پاکستان سے کئی گنا زیادہ ہے وہاں کے پانچ فیصد سے بھی کم سرمایہ دار کل قوم کی نوے فیصد دولت و قومی وسایل پرقابض ہیں۔وہاں، موجود نچلی ذات و نسل کی تصور کی جانے والی اقوام جیسے ادی واسیو،دلتوں،پسماندہ اقوام، اور غریب ریاستوں جیسے آسام،بہار وغیرہ میں غربت و جہالت کی سطح کافی پریشان و مایوس کن پائی جاتی ہے،بھارتی بین الاقوامی در آنے والی سرمایہ کاری ،بیرونی قرضوں اور مقامی قرضوں کو بس جامعات کے شعبہ معاشیات کی معلومات تک محدود رکھتے ہیں انکو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ معیشت اور اسکی ناظم سرمایہ دارانہ حکومتیں اصل میں بلنفس سود و قرضوں کی معیشت ہے اور کل ہیں اور بھارت اس سرمایہ دارانہ سودی نظام کا ایک مہان گڑھ ہے۔

چناچہ موجودہ بھارت کا یہ ماننا ہے کہ وہ دنیا کے کم قرضہ لینے والے ممالک میں شامل ہے،حلانکہ بھارت دنیا کے سب سے زیادہ بدعنوان ممالک میں سرے فہرست ملک سمجھا جاتا ہے،اسکے ادب و فن سے سیاست تک سب کا ایسا ہی اعتقاد ہے،انکے اخبارات سے روز یہ ہی امر معلوم پڑتا ہے ،حد یہ کے اسکے ڈراموں اور فلموں کے اسکرپٹوں اور کہانیوں میں یہ امر ایک جانی مانی شہ سمجھی جاتی ہے، کہ ہمارے ہاں بد عنوانی کی ہر نوعیت کسی نا کسی شکل میں افراط سے پائی جاتی ہے،اسکے ٹی۔وی مذاکرہ اس سے معلقہ مباحث سے پر نظر آتے ہیں،ماضی میں بھارت کے کل قرضہ جات اگر انکے اعداد و شمار درست ہوں تو اسکی کل آمدنی کا پانچ فیصد ہوا کرتے تھے،مگر اب یہ آٹھ سے دس فیص تک جاپہنچے ہیں،بھارت میں حکومتی بجٹ عموما معتدل یا مساوی المیزان نہیں ہوتا ہے ،بلکہ خسارہ کا حامل ہوتا ہے،اس وقت یہ معاملہ آٹھ سے پندرہ فیصد کے درمیان پایا جاتا ہے۔اس میں ریاستی سالانہ بجٹ سازی سے عمل تک تفاوت اور زیادہ ہوتاجاتا ہے۔

۲۰۱۹ میں بھارتی سیکرٹری خزانہ سبھاش چندرا گرگ کے مطابق اس ماضی گزرشتہ کے سال بھارت کو دس ارب ڈالر کے قرضوں کے حصول کے لئے تگ و دو کرنی تھی[20]۔۲۰۰۴ تا ۲۰۱۱ کے دوران یعنی ماضی قریب میں بھی نجی سرمایہ کار اداروں،اور کمپنیوں نے ڈھڑا دھڑ قرضہ حاصل کئے تھے ۔ مگر انکی واپسی کے لئے انکو سرمایہ کی قلت کی سخت مشکل درپیش تھی جسکے سبب وہاں بڑے پیمانہ پر ،دھوکہ دہی،دیوالیہ پن تک کے کھیل تماشہ کھیلے گئے تھے۔

---

[20] https://www.bbc.com/urdu/india-49017631

جس وجہ سے وہاں معاشی کساد بازاری اور معاشی ابتری کے خطرات منڈلاتےرہے تھے،بھارتی قوم و معاشرہ چونکہ صدیوں سے بھاری شرح سود پر رہے عامل ہیں ،اور بھارتی سرمایہ دارانہ جمہوریت سرمایہ کے غیر مختتم اضافہ اور ارتکاز دست پر یقین رکھتی ہے،جبھی بھاری شرح سود پر واپسی اس عمل کو قریبا ناممکن بنا دیتی ہے،مدر انڈیا نامی بھارتی فلم میں بنیا کے قرضہ جات ،بھاری سود اور اسکے سبب پیدا ہونے والی غربت اور سماجی استحصال کی فضا کو بہ خوبی بیان کیا گیا ہے۔

<u>بھارتی قوم و حکومت پر بڑھتا افراط زر اور شرح سود کا بوجھ:</u>

چونکہ بھارتی حکومت امریکی ڈالر میں قرضہ لیتی رہی ہے ،جبھی درون خانہ وہاں مقامی شرح سود کی بلند سطح کے سبب انکا روپیہ گراوٹ کا شکار نظر آتا ہے، جبکہ ماحول،انتظامیہ اور اصولی فروق کے سبب بھارتی اور امریکی افراط زر کا تفاوت معاملہ کو مذید گھمبیر بنادیتا ہے،بھارت میں ماضی میں سرمایہ کے دخول و خروج، اندرون خانہ سرمایہ داری اور مقامی صنعت کاری کے اوپر کافی حکومتی ضبط قایم تھا،مگر اب بین الاقوامی سرمایہ کی اندرونی آمد کی بلا تحدید چھوٹ کی حکمت عملی نے جہاں سرمایہ دار کو امیر سے امیربنادیا ہے،وہیں ان سے جڑے درمیانہ طبقہ کو بھی خوشحال کردیا ہے۔

ہم غور کرتے ہیں کہ بھارتی مڈل کلاس کی تمام عیاشی خوشحالی،بیرونی و اندرونی سرمایہ کاری، ان سے پیدا ہونے والے مواقع،صنعت کاری ،سہولت کاری سے وابستہ ہے وہیں دوسری طرف تعیشات کے گھھن چکر میں پھنس کر وہاں کی عوام روز روز نو پیدا شدہ تعیشات کے حصول کے لئے قرضوں اور قسطوں پر اشیا لیکر اپنی آمدنی و خرچ میں عدم تفاوت پیدا کرتی تودکھتی ہے ساتھ ساتھ، وہ ان تعیشات کی سادہ زندگی میں شمولیت کے سبب حاصل کردہ قرضوں تلے دبتی جارہی ہے۔

جبکہ پاکستانی مڈل کلاس میں قرضوں کا بوجھ اور انکی واپسی کی سطح بھارت کی نسبت بھت کم ہے، مگر اب لون اور مارگیج کلچر وہاں بھی در آنے والی معاشی جدیدیت کے سبب مسایل پیدا کرہی ہے، چناچہ پاکستان میں تاحال بہت حد تک کرنٹ کیش منی میں خرید و فروخت کی سطح قرضوں اور قسطوں کے مقابل کافی کم ہے،پاکستانی افراد بھارت کی طرح دیکھا گیا ہے کہ بہت حد تک تعمیراتی قرضوں میں زیادہ دلچسپی زیادہ ظاہر کرتے نظر آتے ہیں،جہاں اسکے فایدے ہیں وہیں انکو مہنگائی کے گرداب اور اسکے سبب خود کو ایڈجسٹ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے،مگر ساتھ ساتھ یہ

مت بھولیں پاکستانیوں کی بڑی تعداد بینکوں سے زیادہ خفیہ دولت مختلیف شکلوں میں محفوظ رکھتی ہے، چناچہ پی،ڈی-ایم اتحاد کی حکومت کے دوران مسلل روپیہ کی گراوٹ،ڈالر کی اڑان،ملکی زر مبادلہ کے ڈھیڑ میں کمی،ڈیفالٹ کی صداوں کے باوجود پاکستانی قوم نے سال نکال لیا ہے،چناچہ انکی زیادہ تر محفوظ دولت و سرمایہ کاری تعمیرات اور ذمینوں سے وابستہ نظر آتی ہے،چناچہ بھت حد تک بھارت اس معاملہ کچھ حد تک نظم و ضبط کے تناظر میں پاکستان سے بھتر نظر آتا ہے انکا نظم وضبط پاکستان سے کافی بھتر محسوس ہوتا ہے،چناچہ پاکستان میں بھی انکی طرح سرمایہ دار اور تاجر اپنی من مانی میں بھت آزاد واقع ہوئے ہیں اور بدعنوانی میں بھارت کے بھائی سمجھے جاسکتے ہیں۔

بھارت کو ویسے ہمارا مانان ہے کہ اس زعم سے نکلنا ہوگا کہ وہ پونے پانچ سو ارب ڈالر کے زر مبادلہ کے ذخایر رکھتا ہے،مگر یہ مت بھولے کہ وہ اس سرمایہ کے ساتھ ساتھ سوا ارب کی آبادی،وسیع رقبہ ،فوج بھی رکھتا ہے،جبھی اسکے انتظامی خرچ پاکستان سے کئی گنا زیادہ ہیں،اگر وہ اسی طرح دس دس ارب کے بیرونی اور کئی سو ارب کے اندرونی قرضوں کی فوری ادائیگی میں ادنا سی دلچسپی ظاہر کردے،قدرتی آفات،قحط و غربت میں کمی پر سرمایہ خرچ کرنے لگے، مختلیف بحرانوں ،قدرتی آفتوں سے نبرد آزما ہونے،امپورٹ میں ادائیگیاں کرنے پر مجبور ہوجائے تو سمجھیں سال بھر م میں وہ قلاش ہوجائیگا۔

کیونکہ اسکو اتنی بڑی آبادی ،فوج کو سہولیات فراہم کرنی ہوتی ہیں،اور روزانہ کی بنیاد پر انتظامی ،سرحدی،اور حفاظتی اخراجات کرنے ہوتے ہیں جو اسکے محفوظ اثاثہ جات اور زرمبادلہ کے مقابل کے ٹٹو پہاڑ کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ یہ مت بھولا جائے کہ ،اسکا جنوبی ایشیا میں ایک مخصوص قوم پرستانہ اور فرقہ وارانہ چودراہٹ پر مبنی فوجی او غلبہ سازی کا نظریہ و حکمت عملی موجود ہے،چناچہ ان پر ہونے والے مسلسل اخراجات،بڑھتے بیرونی و اندرونی قرضہ جات،بڑہتی غربت و افلاس کی حالت اسکو کس وقت بھی زمیں بوس کرسکتی ہے۔

یہ مت بھولیں کہ ،سرمایہ دار کی اشتھا ریاست کی اسکی ظالمانہ پشت پناہی کی حکمت عملی کھانے والوں اور نا کھانے والوں کے درمیان انقلاب کی فضا پیدا کرسکتا ہے،جبھی بھارتی عوام کو خود میں وحدت لانی ہوگی تعصبات سے نجات حاصل کرنی ہوگی،ورنا وہ اکھنڈ بھارت کو خوشنما اعداد و شمار کی وادیوں میں دفن کرکے تتر بتر کردینگے،جبھی انکایہ کہنا کہ یہ چھوٹا سا ملک قطر ہم کو آنکھیں دکھاتا پھرتا ہے، اسی چھوٹے سے ملک نے ۲۰۲۲ کے فٹ بال ورڈ کپ میں کل دنیا کو اپنے اصول و ضوابط سے متثر کرکے چھوڑا ہے ،اس چھوٹے ملک کے تیل کے وسایل ،کل دولت،بین الاقوامی سرمایہ

داری بھی آبادی کے تناسب سے بہت زیادہ ہے،بلکہ اسکی اور دیگر گلف ریاستوں کی حیثیت بھارت میں بیرونی سرمایہ کار کے طور پر اور زرمبادلہ کے تناظر میں بھی اہم ہوجاتی ہے، اگر ہم نے صرف آبادی و رقبہ کے دم کے دم پر اگر دوسروں کو چھوٹا سمجھنا شروع کردیا توسمجھیں امریکہ،یورپ،روس،اور عرب کوئی آپکی نگاہوں کھپ نہیں پایگا؟۔

بھارتی وفاقی قرضوں کا بوجھ:

۲۰۲۱ میں ٹایمز آف انڈیا کے مطابق بھارت کا قرض اسکی جی۔ڈی۔پی کے ساٹھ فیصد کے قریب جاپہنچا تھا،بھارت کے فایننس منسٹر پنکج چوہدری کے مطابق دو ہزار بیس سے اکیس کے دوران یہ شرح ۵۱.٦ سے ٦۰.۱ تک جاپہنچی تھی،اندرونی قرضوں کی شرح ۲۰۱۹-۲۰ میں ۳۹.۳ تھی ،جو بیس،اکیس کے درمیان ۴۸.۵ تک جا پہنچی تھی،جبکہ اسکے مقابل بیرونی قرضوں کی شرح اس دوران تین فیصد سے ساڑھے تین فیصد تک جاپہنچی،اسی طرح کل قومی قرض کی شرح کا تناسب ۴۲.۳ سے ۵۲ فیصد تک جاپہنچا ہے ۔

ریزرو بینک آف انڈیا کے مطابق مارچ ۲۰۲۰ سے مارچ ۲۰۲۱ تک بھارت ساڑھے گیارہ ارب ڈالر کے بیرونی قرضے حاصل کرچکا تھا یوں اسکے کل بیرونی قرضہ جات اس عرصہ کے دوران پانچ سو ستر ارب ڈالر تک جاپہنچے تھے،یوں مارچ ۲۰۲۰ کے مقابل جب تک بیرونی قرضوں اور جی۔ڈی پی کاتناسب ۲۰.٦ تھا مارچ ۲۰۲۱ میں یہ تناسب ۲۱.۱ فیصد تک تناسب تک جاپہنچا۔اس ضمن میں بھارت نے پیچھلے مالی سال ۳۴،۷۱۵ کروڑ روپے کی قسط بیرونی قرضوں کی مد میں وزیر مالیات کے بیان کی رو سے ادا کئے تھے،جہاں تک بھارت کے اندرونی قرضوں کا معاملہ ہے وہ اس ضمن میں ۹۵،۸۳،۳٦٦ کروڑ بھارتی روپیہ کا مقروض تھا،اسکا مطلب ہے کہ اسکے اندرونی قرضہ لینے کے تناسب میں سابقہ سال کے برخلاف ۱۹.۵ فیصد کا اضافہ دیکھا گیا ہے جو ایک عظیم تباہ کن معاشی اضافہ ہے،جو کہ جی۔ڈی۔پی کے پیمانہ جاتی تناسب کی رو سے ۴۸.۵ فیصد بنتا ہے۔[21]

[21] https://timesofindia.indiatimes.com/business/india-business/indias-debt-burden-explained-in-charts/articleshow/85040150.cms

ہم مانتے ہیں کہ بھارت پاکستان کے مقابل بین الاقوامی سرمایہ کاروں کا زیادہ محبوب ملک سمجھا جاتا ہے،وہاں نظم و ضبط اور سرمایہ دارانہ ماحول زیادہ عملی و یقینی نظر آتا ہے ،چونکہ بین الاقوامی سرمایہ داریت ،جموری ماحول کو سرمایہ کے نمو و فروغ کے لئے مثالی تصور کرتے ہیں ،اور مصنوعات و خدمات فراہمی میں سرمایہ دارانہ نظام بڑی آبادی کو بھت اہم جانتا ہے ،چناچہ بھارت اس ضمن میں پاکستان کے مقابل زیادہ اہم تصور کیا جاتا ہے،مگر یہ مت بھولا جائے کہ صرف ذاتی خوشنما ،متاثر کن مثبت اعداد و شمارپیش کرکے اور منفی تقابلی حقیقی اعداد و شمار فراہم کرکے دنیا بھر کی حکومتیں عوامی غیرت و خوداعتمادی میں لفظوں اور اعداد و شمار کے کھیل تماشہ سے جو دروغ گوئی پروان چڑھاتی ہیں ان سے اکثر اقوام دوسروں کے مقابل خود کو شیر سمجھنے لگتی ہیں،وہ خود کی خامیاں ،کمزوریاں فراموش کرکے دوسروں کو غلط تاریخ سازی اور سماجی معیار سازی سے گمراہ کرکے نفرت انگیز ماحول کی تخلیق سازی کرنے لگتی ہیں۔

قرضہ جات چاہے ایک ارب کا لو یا ایک روپے کا وہ قرض ہی ہوتا ہے جس سے لیا جاتا ہے اسکا ہاتھ لینے والے پر ہمیشہ بالاتر ہی تصور ہوتاہے، چناچہ ریاست پاکستان کے گدھوں کو بھی اگر انکی زبان ہو اپنے اوپر قرضوں کا حال معلوم ہے،ماہر معاشیات اور وزیر خزانہ اور گورنر اسٹیٹ بینک کل قوم کو ذہنی طور پر بھکاری بنا چکی ہیں،مگر اسکے برخلاف بھارت کی تعلیم یافتہ جنتا اور یوتھ جب کسی مقابل کو پچھاڑنے کے لئے سوال کرتی ہے تو اسکی ذات،نسل ،زبان و مذہب کچھ بھی ہو وہ یہ کہتی دکھتی ہے کہ پاکستان ہمارے مقابل ایک خالص بھکاری ملک ہے۔ اداروں اور بیرونی ریاستوں سے قرضہ لیتا پھرتا ہے، ایک ناکام ریاست ہے،وہاں دہشت گرد بستے ہیں ،ہمارے کو بین الاقوامی تنظیمیں یو۔این۔او دہشت گرد نہیں کہتی ہیں،اس معلوم پڑتا ہے کہ بھارتی نا روز کا اخبار پڑھتے ہیں،نا خود کے ملک کی بابت مقابتاً اندرون خانہ زیادہ جانتے ہیں،بلکہ بالی ووڈ اسکرپٹڈ تماشہ گیری اور مکالمہ بازی سے باہر دنیا کو دیکھنے کے قابل نہیں ہیں،چناچہ ایک فکشن پر یقینی قوم سے حقیقی ماحول کی بات کرنا کافی مشکل ہوجاتا ہے۔

چناچہ کوئی ان سے امن و امان کے ضمن میں سوال کرے کہ لوگوں جب بھارت میں سرے سےبم دھماکے ہوتے ہی نہیں ہیں،دنگے فساد ہوتے ہی نہیں ہیں ،قتل و گارت گری ہوتی ہی نہیں ہے تو بھارتی چینلز اور اخبارات آئے روز کیوں ایسے سانحات دکھاتے پھرتے ہیں،کیا وہ سب بھی بالی ووڈ کے جعلی اسکرپٹڈ کارنامے ہیں،بھارت پھر کس چیز کا پاکستان پر الزام دھرتا نظر آتا ہے،جب وہ پر امن اور محفوظ ملک ہے تو پاکستان سے کشیدگی اور اس پر دہشت گردی کے کیا معنی و مفہوم بنتے ہیں؟۔

آپکو دوسروں کی آنکھوں میں پھنسے شھتیر دیکھنے سے قبل خود کی آنکھ میں پھنسے تنکوں کو بھی دیکھنا چاہئے،زبان ،تعصب اور جعلی خود پسندی سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آنا چاہئے،آپکے چاہے محفوظ زری اثاثہ جات ہوں یا سونے کے پہاڑ ہوں ،مگر آپکو انکو اپنی کل آبای رقبہ،روز کی ضروریات و احتیاجات کے تناسب سے تقسیم بندی کرکے کچھ رائے سازی اور غربت کشی سے کام لینا چاہئے،بھارت ہو یا پاکستان دونوں کی مسلسل بڑھتی ہوئی آبادی اور گھٹتے ہوئے وسایل،مسایل،بڑھتی غربت اور قلیل ہاتھوں میں کل قومی دولت کا ارتکاز کوئی خوشنما کن گُر و حقیقیت نہیں ہے،چناچہ بھارتیوں کو یہ دیکھنا ہوگا کہ پاکستان نے ایک دیہی معاشرت میں کثیر شہری تمدن اور بڑی تبدیلی کیسے صفر سے بڑھا کر وہاں تک پہنچائی جہاں آج وہ ہے اس قوم نے تمام خرابیوں کے باوجود خالی زمیں پر ایک نئی دنیا آباد کی ہے،جب کہ اس قوم کے مقابل تقسیم کے وقت بھارت کو سب کچھ انگریزی ورثہ سے پکا پکایا ملا تھا۔

<u>پاکستان کی موجودہ معاشی حالت:</u>

پاکستان کی صورتحال اگر چہ اسکے مقابل عمدہ نہیں ہے،اسے دیوالیہ ہونے کے قریب قرار دیا جارہا ہے،پاکستان کی حکومتیں بھارتیوں سے کم قابل اور زیادہ نا اہل اور زیادہ بد عنوان ہیں ،مگر پاکستان نا یونان ہے اور نا سری لنکا ہے،پاکستان کی عوام کی ذاتی دولت ،قوت خرید بھارت سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے وہ بھارت کی عوام کے برخلاف نقد روپے سے بھارت کے مقابل کئی گنا مہنگی چیز خرید کر بھی قلاش نہیں ہوتے ہیں،بھارت کے لحاظ سے اس کے زرمبادلہ کے ذخایر ،قومی معدنی،غیر معدنی وسایل قلیل ہیں،پاکستان کے حساب سے پاکستان کے مستقبل کے لئے اسکے ذرایع قلیل ہیں،مگر بھارت کو اپنی کثیر عوام،طویل رقبہ اور فوج کے لئے جس زر مبادلہ کی ضرورت ہے اسکے موجودہ اثاثہ جات حقیقی روزانہ کی ادایگیوں کے تناسب میں بہت قلیل معلوم پڑتے ہیں،جبھی پاکستانیوں کو پڑوسیوں کی اصل مثبت حقیقیت کے ساتھ منفی امور کو بھی سامنے رکھنا چاہئے خوش فہمی اور احساس کمتری سے بچ کر رہنا چاہئے۔

بھارت کے مقابل پاکستان کے بیرونی اور اندرونی قرضہ جات کا تناسب کچھ یوں ہے پاکستان پر کل اندرونی و بیرونی قرض ۴۲.۹ کھرب پاکستانی روپیہ ہے (۲۸۴.۷ امریکی ڈالرز)،جو پاکستان کی کل قومی پیداوار

کا ۹۷فیصد ہے،جس میں سے مقامی داخلی قرضہ ۶۵ کھرب پاکستانی روپیہ کے قریب ہے ،اور خارجی قرضہ اسکے برخلاف،۱۴.۹ کھرب روپیہ(۸۶.۴ ارب امریکی ڈالر) اگر اس تناسب کو جی‌ڈی‌پی کی شرح سے دیکھیں تو بہت ابتر حالت معلوم پڑتی ہے ،مگر اس میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ریاست کا داخلی قرضہ بیرونی قرضہ سے زیادہ ہے،اور یہ خارجی قرضہ بھارت کے تخمیناً چھ سو ارب ڈالر کے مقابل بہت کم ہے،مگر پاکستان کے ذاتی قومی بوجھ کے تناسب سے بہت زیادہ ہے۔

چناچہ بھارتیوں بلخصوص قوم پرست،وطن پرست ،پاکستان مخالف سیاسی عناصر کی یہ خوش فہمی اس عظیم الشان ترقی کے زیر سایہ مضحکہ خیز ہے،پاکستان جس طرح بجٹ خسارے کا شکار ہے ،خرچ و آمدنی کا عظیم تفاوت موجود ہے ،عین ایسا ہی ماجرا بھارت کے ساتھ بھی موجود ہے، مگر بھارت کا مقابلتاً مضبوط ملکی قومی ڈھانچہ،درون خانہ سرمایہ اور جمہوری سرمایہ دارانہ نظام امریکی قرض داروں کی طرح انھیں‌جی،ڈی‌پی،اور ٹیکس ٹو جی‌ڈی‌پی اظہاریوں میں نمایاں برتری دلادیتا ہے،سب سے بڑھ کر مقامی صنعت گیری اور مقامیت اسکی معیش کو محفوظ بنائے رکھتی ہے۔

بھارت کا اندرونی قرضہ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ایک تباہ کن ناقابل واپسی صلاحیت کے گرداب میں پھنسا نظر آتا ہے جو ہم پچھلے سال کے اعداد و شمار کے لحاظ سے دوبارہ پیش کر دیتے ہیں:بھارت کا اندرونی قرضہ گزرشتہ سال ٩٥،٨٣،٣٦٦ تھا جو بہت بڑا قرضہ ہے حد یہ کہ آبادی کے بوجھ سے بھی عظیم قرضہ محسوس ہوتا ہے،جبھی بھارتیوں کو پاکستان کو اس بولی ووڈ کی فلم کی آنکھ کے سے نہیں دیکھنا چاہئے جس میں پاکستان کی کچی آبادی کی تصویر کشی کرکے اسی کو کل پاکستان دکھایا گیا ہے۔

پاکستانیوں کی مڈل کلاس بھی سرمایہ دارانہ دکھاوے کی دنیا اور جگمگانے کی اسی طرح شوقین ہے جس طرح بھارتی مڈل کلاس والے ہیں،کہ روڈ بھلے ٹوٹے ہوں ،خود کا اچھا گھر اور گاڑی ضرور ہونی چاہئے،میں نے بھارتی فلموں میں پاکستان کی تصویر کشی افریقہ سے بھی گئی گزری کرتے دیکھا ہے،لحاظہ آپ کراچی،اسلام آباد یا لاہور کی غریب کچی آبادیوں کی جگہ بھلے کسی اچھے پوش علاقہ میں مت جائیں مگر برائے مہربانی کسی مڈل کلاس علاقہ میں ضرور چلے جائیں ،کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کو دیکھ لیں بھلے بھارت سے عمدہمحسوس نا ہوں مگر ایسے گئے گزرے بھی نہیں ملیں گے،جیسا بھارتی فلموں میں ظاہر کیا جارہا ہے،بلکہ بھارت سے پاکستان آنے والوں اور یہاں سے آنے والوں کو دونوں ملکوں میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا ہے،بلکہ کچھ کے نزدیک تو کراچی ممبئی سے اچھا شہر ہے،ہندو قوم پرست ہم دیکھتے ہیں کہ ٹاک شوز سے نیوز چینلز تک پاکستان کو ایک

غریب،پسماندہ،بھوکا ننگا دکھاتے پھرتے ہیں ،انکی آرمی والے یہ بس کہتے پھرتے ہیں کہ ،پاکستانی آرمی کے ماسوا پاکستان کے پاس کچھ نہیں ہے، اس سے معلوم پڑتا ہے کہ بھارتی پاکستانیوں کی بابت اتنا نہیں جانتے ہیں جتنا پاکستانی بھارتیوں کی بابت جانتے ہیں۔

بی-جے-پی نے اپنی کل تینوں حکومتوں میں پاکستان مخالف جذبات و احساسات کو ترقی دینے کی ہر ممکن اشتہا انگیز حد تک کوشش کی ہے،اور پاکستان کو ایک شیطان یا راکشش ریاست قرار دیا ہے،نوین کمار جندل سے نوپور شرما اور انکی مثل ایک پوری تاثرات پھیلاو جماعت اسی قسم کے تاثر کو قایم و دایم کرتی نظر آتی ہیں۔

بحث:۴۔

ہندو قوم کی فکری و تاریخی اساس و غلط فہمیاں

انگریزوں کی مسلمانوں سے فکری دشمنی:

یہ تحریر اگر چہ نوپور شرما کی بدتمیزی کا کوئی تفصیلی جواب نہیں ہے،مگر ان تاثرات کے رد اور ان کم علمیوں کی تقابلی وضاحت کی ادنا سی کوشش ضرور ہے ،جو نوپور شرما جیسی بھارتی ناریوں کی گندی سوچ کے رد میں سامنے آئی ہے،اگر چہ اس قسم کی گستاخیاں برصغیر میں کوئی نئی شہ نہیں ہے،انگریزوں نے جب برصغیر پر قبضہ کے بعد اپنے فلسفہ حیات کو پروان چڑھایا تو انگریزوں اور عیسائی مشنریوں نے اس ضمن میں ہندوستان کی قدیم تاریخ سے سماجی علوم تک،بلخصوص تقابلی ادیان،علم سیاست اور معاشیات کے فلسفہ ہائے علم کی روشنی میں جب قدیم،وسطی اور جدید ہندوستان کی علمی تقسیم بندی کی تو انہونے اپنی زبان میں موجود سیاسی اصطلاحی لفظوں جیسے جارحیت،استحصال،نسل کشی ،بیرونی حملہ آور وغیرہ کو کو مسلمانوں کے خلاف ایک نظریاتی مورچہ بنا کر پیش کیا ۔

انہونے آریائی حملہ آوروں سے تو بہت حد تک ہمدردی ظاہر کی مگر مسلمانوں کو اسی قدیم صلیبی آنکھ سے دیکھا و پرکھا جس سے مابعد مستشرقین نے کل مشرق کو دیکھا اور اپنے اصولوں کے مطابق پرکھا،انہونے ابن قاسم ،غزنوی اور غوری کو غاصب بیرونی حملہ آور کے روپ میں پیش کیا،جبکہ ہندوستان میں بستے ہندو،سکھ ،بدھی اور جینیوں کو یہاں کا حقیقی باشندہ بتایا گیا،مگر یہی انگریز حقیقیت یہ ہے کہ خود ایک بیرونی سازشی اور تاجرانہ حملہ آور تھے،جنھونے اس سرزمین کو غلامانہ حاملہ بنا کر رکھ دیا،انگریزوں کے دور میں ان امور نے انکی سازشوں اور سماجی ترغیبات کے سبب اتنی تلخی پیدا کردی کہ باقاعدہ ریاستی عہدیداران اور پولیس افسران کے زیر قیادت سب قومیں مسلمانوں کے خلاف مناظروں میں شریک رہنے لگیں،اور خود مسلمانوں میں وہابی،سنی اور شیعہ کی تفریقات پیدا کرکے انکو

باہم لڑایا گیا اور انکے باہمی مناظروں میں امن و امان کے نام پر علاقہ تھانیدار اور کلکٹر نیابت کے لئے موجود ہونے لگے۔

ہندوؤں کو بتایا گیا کہ انگریزوں کا احسان ہے کہ اس نے یہاں جمہوریت،سرمایہ داریت،علمیت ،ترقی ،استحکام اور جدت کاری کی فضا قایم کرکے انہیں جہالت سے نجات دلائی،کانگریس کے برخلاف بی۔جے۔پی ہندو قوم پرستی کی ایک ترقی یافتہ جماعت ہے جو بابری مسجد کے ماحول سے پرون چڑھ کر بھارتی گجرات سے قدم بڑھاتی ،دھلی پر قابض ہوگئی۔

اس نے انگریزوں کو اپنا دشمن اور مسلمانوں اور مسلم لیگ کو انکا دوست بنا کر پیش کیا،اس نئی لھر نے بھارتی فلمی صنعت سے بھارتی تاریخ نگاری تک کو ہلا کر رکھ دیا،احمد شاہ ابدالی،عالمگیر،مغل،غزنوی،غوری سب ولن بنا کر پیش کئے جانے لگے اور انکے مقابل تمام چھرے آزادی کے علمبردر قرار دئے گئے،فکشن کو تاریخ بنا کر جس طرح فلم بھوج،پرتھوی راج چوہان،اور پانی پت سے ویب سیریز تک پیش کیا گیا اس سے صاف لگتا ہے،بھارتیوں کو تاریخ نگاری کے لئے تاریخی ماخذات کی کوئی ضرورت نہیں ہے،وہ بنیادی اور ثانوی ماخذات کی تفریق سے کافی انجان ہوتے جارہے ہیں یا انکو ان ماخذات کے مصنفوں ،مورخوں اور مدونوں کو مسلمان یا انگریز ہونے کے سبب چونکہ مسترد کرچکے ہیں جبھی انھونے نئے جدید قوم پرستانہ ہندو ماخذات کو ہی قابل ترجیح درجہ دیکر حجت تسلیم کرلیا ہے۔

بی۔جے۔پی کی فتح بھارت میں وشنو و برہما پر شیو کی فتح سمجھی جاسکتی ہے،کالی،ردر،شیو انکے غیض و غضب،نے بی،جے۔پی کے فلسفہ حیات کی ہیت و شکل اختیار کرلی ہے،حد یہ کہ وادی سندھ کے کچھ بتوں کو لوگوں نے شیو کا بت قرار دیکر لوگوں کو غلط تاثر دینے کی کوشش شروع کردی ہے۔بی۔جے۔پی رام و کرشن کے ترحم کو بھی اب شیو کے غضب ،تباہی و طوفان میں بدل کر زبردستی لوگوں سے جے۔شری رام کہلوارہی ہے،انکا پکارا گیا رام یہاں صاف طور پر راماین کا رام نظر نہیں آتا ہے،بلکہ پرشو رام کے روپ میں ابھرتا رام محسوس ہے،یہاں گرو وشوامتر بھی بی۔جے۔پی کے ہاں اچھلتے کودتے نظر آتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ واضح طور پر بھارتی جنتا پارٹی کی یوتھ اور علمی کلاس تضاداتِ علمیہ و عملیہ کا شکار نظر آتی ہے،وہ مسلمانوں کے خلاف انگریز معیارات کو حجت مانتے نظر آتے ہیں اور ان خود ساختہ معیارات کی آنکھ سے انکو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ،مگر جب خود ہندو قوم کا معاملہ آتا ہے تو وہ

انگریز ،انکے افکار،تصورات،انانی حقوق کے بیانیہ،دہشت گردی کی باتیں انکے ہاتھوں کا قلمی ہتھیار بن جاتے ہیں۔

پھر جب انکی کوئی بات انکو بری لگتی ہے تو یہ ایک لمحہ میں پرائے اور اجنبی ہوکر مسلمانوں کے شریک و سہیم بنادیے جاتے ہیں اور ملیچھ بیرونی حملہ آور بن جاتے ہیں،مادی یورپ و امریکہ کہلانے لگتے ہیں،انکے پاس فخر کے لئے جو میعار ہیں وہ سب انگریزوں کی دین ہیں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت،انگریزی زبان بولنے والی قوم،سب سے زیادہ بیرونی سرمایہ کاری کرونے والی قوم،بڑی فوج وغیرہ۔

بھارت میں مسلمان ستر سالوں سے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں ،انکی معاشی حالت دن بدن پتلی ہوتی جارہی ہے،سوائے ان مسلمانوں کے جو نام کے مسلمان ہیں مگر سوچ فکر،رنگ ڈھنگ،اعتقادات میں واضح ہندو ہیں جیسے بالی ووڈ کے خانز وغیرہ،ان سب کو محمد عربی کا اسلام قبول نہیں ہے،کیونکہ وہ قران کی تشریح و توضیح اپنی سوچ،سمجھ،خواہش،میلانات ،رجحانات اور ضروریات کے حساب سے کرنے میں آزاد محسوس ہوتے ہیں،اپنی فین بیسمنٹ کے سبب وہ خود کو علمی مباحث و عقاید میں اپنی آرا کو انفرادی ونجی معاملہ تصور کرنے لگتےہیں ،اس قسم کے مسلمانوں کی حمایت میں بھارتی جنتا پارٹی سے لیکر کٹر قوم پرست حلقوں تک میں بہت سے لوگ مل جاتے ہیں،جیسے شاہ رخ خان کی حمایت میں انوپم کھیر کے حمایتی بیانات،کیونکہ خانز کے قریبی بخوبی جانتے ہیں کہ انکا کوئی دینو ایمان نہیں ہے،یہ شہرت ،دولت اور آسایش کے مداح ہیں،فکر و عقاید کے لئے قربانیاں انکے بس کی بات نہیں ہے۔

<u>بھارتیوں کی پاکستان مخالف دھرتی پسند ففتھ جنریشن وار:</u>

بھارتی قوم پرست ہندو دھرم پر نقد برداشت نہیں کرسکتے ہیں بھلے یہ نقد دیکھنے میں نقد کم موازنہ و تقابلہ زیادہ ہو،چناچہ ڈاکٹر ذاکر نایک کو اس سبب بھارت چھوڑنا پڑا کہ انکے سبب کافی ہندو تشفی قلب اور اطمینان روح و علم کے لئے اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے،بھارتی قوم سب سے زیادہ دہشت گردی پر بات کرتی نظر آتی ہے،انکی رو سے صرف مسلمان اور دیگر اقوام میں دہشت گرد پیدا ہوتے ہیں،چناچہ وہ کشمیریوں کے حریت پسندوں کو غدار اور دہشت گر قرار دیتے ہیں،بھارت میں وقوع پذیر ہونے والی ہر تباہی کا ناطہ چین و پاکستان سے جوڑ جاتا ہے، آپریشن مجنوں اور پٹھان جیسی فلموں کا

مرکزی خیال یہی ہے چناچہ وہ پاکستان کے علاقوں میں را کی دہشت گرد تنظیموں کی پشت پناہی کو حریت پسندوں کی مدد قرار دیتے ہیں، مگر پاکستان کی کشمیری مسلہ میں حمایت کو مداخلت و دہشت گردی قرار دیتے ہیں،حالنکہ سب جانتے ہیں کہ اول روز سے پاکستان بھی اقوام متحدہ سے لیکر علالمی بینک تک بھارت کے ساتھ اس مسلہ کا بین الاقوامی آئینی و رواجی فریق کا قانونی درجہ رکھتا ہے۔

چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بلال صدیقی کا فکشن ناول بارڈ آف بلڈ جو اس نے ممبئی میں لکھا تھا اور جس پر شاہ رخ خان نے ایک و ویب سیریز بنائی تھی جسے مابعد نیٹ فلکس نے جاری کیا،ویسے بھی شاہ رخ صاحب خود کو مسلمان سے زیادہ بھارتی زیادہ مانتے ہیں،لہٰذا وہ فلموں سے اپنی حب الوطنی ثابت کرنے میں تمام چرم سیمائیں پھلانگ جاتے ہیں،اینٹی پاکستان نیریٹو انکو نئی حیات عطا کرتا دکھتا ہے۔ چناچہ انکی بنائی گئی اس سیریز میں را کو بلو چستان میں آزادی پسند بلوچوں کی مدد کرتے دکھایا گیا ہے۔ اس میں ایک را ایجنٹ عمران ہاشمی ایک عورت اور پہلے سے موجود ایجنٹ کے ساتھ ملکر پورے بلوچستان میں کہرام مچا دیتا ہے،اس سیریز میں ملا عمر سے ملتا جلتا ایک جہادی مولوی دکھایا گیا ہے جو بلوچستان میں چھپا ہوا ہوتا ہے،یوں یہ سب امریکیوں کی مدد سے آپریشن سرانجام دیتے ہیں، اس جگہ فنکار کی روزی و آذادی رائے کے نام پر بھارتی نام نہاد مسلمان دھرتی ماتا ،مدر لینڈ کے عشق یا ہندو سے مقابلے میں ہندوؤں سے بڑا ہندو بن جاتے ہیں،جیسے صدیقی کو دیکھ لیں جس نے یہ جعلی شاہکار تخلیق کیا ہے۔

بھارتیوں کا ماننا ہے کہ انکی پاکستان میں دہشت گردی کی کاروائی کرنے والے گروہوں سے یا تو سرے سے تعلق نہیں یا وہ خود اپنے ذاتی دفاع کے لئے ایسا کرنے کے لئے مجبور ہیں،چناچہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ بھارت را کی خیبر پختون خواہ سے بلوچستان تک کاروائیوں میں پاکستان میں موجود اسٹیبلشمنٹ اور پاکستانی ظالمانہ طرز حکومت کے خلاف آزادی کے لئے ہتھیار اٹھانے والوں کی مدد کررہا ہے،اس ضمن میں اسکے کئی خفیہ سراغ رساں پاکستان میں پاکستانیوں اور مسلمانوں کے روپ میں سرکردہ بتائے جاتے ہیں،بتایا جاتا ہے کہ یہ جاسوس اکثر بھکاریوں کی صوبوں میں منتقل ہوتی ہندو غربت کی ماری خانہ بدوش اقوام سے لیکر ،چرسیوں موالیوں تک میں ڈھونڈھنے سے مل جاتے ہیں،پڑھا لکھا جاسوس صاحب شہروں میں مختلف روپ اور ہیت میں پایا جاتا ہے،کلبھوشن یادو سے اجیت دیول تک اسکی مثالیں مقبول عام ملتی ہیں،خود اجیت دیول نے جو بی‌جے‌پی کا حربی و سراغ رساں خدمات سے متعلقہ ہائی پروفایل مشیر جانا جاتا ہے اسکی ایک اہم مثال ہے اس نے ایک تقریر میں ایک ایسے لاہوری بابا سے ملاقات کی تفصیل بیان کی ہے جس نے اسکو مسلمان کے روپ میں ہوکر بھی پہچان لیا تھا اور انکشاف کیا تھا وہ خود بھی ہندو

ہے،اور مسلمانوں کے روپ میں عرصہ سے یہاں رہایش پذیر ہے ،اور ان دونوں کی ملاقات ایک لاہوری مزار پر ہوئی تھی، غالباً یہ داتا دربار تھا،لہذا ممکن ہے کہ صدیقی کے پیش نظر بھی اجیت دیول کا کردار پس پشت موجود ہو جس نے اسکے ناول کی نیٹ فلکسی شکل میں عمران ہاشمی کا روپ اختیار کرلیا تھا، معلوم پڑتا ہے کہ اس قسم کی سیریز دراصل آمدنیوں کے ساتھ ساتھ ففتھ جنریشن وار کا اہم ہتھیار ثابت ہوتی ہیں۔

<u>ہندووں کا مقلدانہ مسلم دہشت گردی کا بیانیہ اور مسلم نسل کشی:</u>

نوپور جیسی عورتوں کا کہنا ہے کہ سارے دہشت گرد مسلمانوں میں پیدا ہوتے ہیں ہمارے ہاں کا کوئ ایک گروہ بھی قسم کی دہشت گردی میں عالمی طور پر مطلوب نہیں ہے،نوپور شرما آپکے اشارہ کردہ گروہ سب جانتے ہیں کہ خفیہ ہوکر کام کرتے ہیں ،جبکہ آپکے ہاں نسل کشی اور ریاستی قتل عام،پولیس اور متعصب جنتا کھلے عام کرتی دکھتی ہے،جسے نسل کشی کہتے ہیں یوں یہ نسل کشی مسلمانوں میں خوف و ہراس اور دہشت پیدا کرتی ہے،جس کے سبب دہشت گردانہ لھر پیدا ہوتی ہے چناچہ ،متعصب ہندو جماعتیں یہ سب کچھ کل دنیا کے سامنے بلا خوف و تقیہ ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہیں ،عالمی بدنامی،ایم۔ایم۔ایس اور وڈیو وغیرہ کا انھیں کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا ہے۔

ویسے بھی اپکے پاس ستر سالوں سے ہر دیشت گردی کا ایک ہی جواب پاکستان اور مسلمان یہ سب کر رہے ہیں،اور انکے علاوہ سب لوگ آکے حمایتی اور دوست سمجھے جاتے ہیں،کیونکہ ہندو کی نگاہ میں اسے بس مسلمان اور پاکستان ہی نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں،چناچہ انکو کو جتنے بھی مجرم مطلوب ہیں یا جنہیں یہ حضرات موسٹ وانٹِڈ کہتے ہیں وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔

باقی کیا مسلمان یہ نہیں جانتے ہیں کہ مغرب اور ہندو قوم ہی مسلمانوں اور پاکستان کو ہر تباہی دہشت گردی کا الزام دینے ،انکے خلاف کاروائی کرنے ،انکا قتل عام کرنے میں ایک دوسرے کے سانجھے دار بنے پھرتے ہیں،ساری دنیا ہر روز مسلمانوں کا قتل عام ہوتا دیکھ کر بھی اپ کی سرمایہ دارانہ ،جمہوری برادری میں عددی برتری ،تجارتی معاہدوں کے سبب منہ میں گھگیاں ڈالے بیٹھی رہتی ہے، کیونکہ انکے دلوں میں چور ہے،یہ پرانے عیسائی اور ہندو ہیں مسلمانوں نے انکو شکستیں دین تھیں،ان پر حکمرانی کی تھی،لہذا لبرل سیکولر ہوکر بھی یہ سب ماضی کے عیسائی اور ہندو تعصب سے باہر نہیں نکل پائے ہیں۔انکو

مسلمانوں کی معمولی کوتاہیاں یاد ہیں مگر اپنے ظلم و جبر اور بغاوتیں،ریاست مخالف حرکات و سکنات یاد نہیں ہیں۔

چناچہ سوشل میڈیا کی دنیا نے اب ہر روز آپ لوگوں کے کسی ریاستی جبر ،قتل عام کو وہیں کے باشندوں کے ذریعہ بنائی گئی ویڈیوز سے آشکار کردیا ہے،سلامتی کونسل کے سارے رکن تقسیم ہند کے بعد سے ہی آپکی حمایت اور پاکستانی مخالفت میں اپنا حصہ ڈالنے میں تیزی دکھاتے رہے ہیں،کشمیر پر پیش کردہ ہر دوسری قرارداد،چین کے ماسوا کوئی نا کوئی رکن ویٹو کرتا رہتا ہے۔

آپ کی فلمیں اور ڈرامے ودیشیوں کی تاریخ ،خود کی برتری کے دعووں سے بھری پڑی ہیں،مگر آپ لوگوں کا سوچنا،کھانا اٹھنا ،،بیٹھنا،معیار مغرب کی تقلید کرنا اظہر من الشمس کی طرح عیاں ہے،انگریزی میں بات کرنا کل قوم میں باعث افتخار اور قابلیت کی عکاسی کرتا معیار تصور کیا جاتا ہےجب آپ بغلیں جھانکنے لگتے ہیں تو پھر اس قسم کے لغو عذر پیش کرنے لگتے ہیں،مسلم نسل کشی اور ان میں ریاستی و گروہی جابرانہ دہشت پھیلانا خود منصف مزاج ہندوستانی افراد نے بھی قبول کیا ہے ۔ چناچہ کود نسل کشی اور اسلام مخالف ہندو جذبات و احساسات تو خود باضمیر بھارتی باعلم و فکر افراد بھی تسلیم کرتے ہیں،جیسے ۲۰۲۳ میں مودی سرکار پر بنائی گئی بی۔بی۔سی کی ڈاکیومینٹری جس پر بھارت میں پابندی ہے،کا مین ڈسکورس یہی ہے،اس پر وایر کی جانب سے کرن تھاپر اور روزنامہ ہندو کے سابقہ ایڈیٹر کا مکالمہ سننے کے قابل ہے، اور دونوں افراد نے یہ ڈسکورس قبول کیا ہے ،اسے صادق قرار دیا ہے ،اسی طرح ماضی قریب میں اروندھتی روئے نے بیان دیا تھا کہ بھارت میں مسلمانوں کو نسل کشی کی طرف لیجایا جارہا ہے۔

پروفیسر نوم چومسکی نے بھی بھارت میں بڑھتے ہوئے اسلامو فوبیا پر تشویش کا اظہار کیا تھا،انھونے اپنے ایک بیان میں کہاتھا کہ:

"pathology of Islamophobia", now growing throughout the West, was "taking its most lethal form in India where the Modi government is systematically dismantling Indian secular democracy and turning the country into a Hindu ethnocracy".

بھارت میں اسلاموفوبیا اپنی سب سے تباہ کن ہیت اختیار کررہا ہے،بھارت میں رہایش پذیر مسلمان اس وقت سب سے زیادہ جبر و ظلم کا شکار ہوتی اقلیت بن چکی ہے۔[22]

سماجی کارکن ہرش مندر جنکا تعلق انجمن کاروان محبت سے ہے نے کہاتھا کہ:

ہندوستان آج خود کو خوف اور نفرت کے ایک خوفناک تاریک اور پرتشدد جگہ میں کھڑا پا رہا ہے۔

مذید براں ہندو دتا منصوبہ کی بابت انکا یہ بھی کہنا ہے کہ:

“ It Requires a radical, violent rupture between India’s Hindus and those of the hated ‘others’ that it constructs: India’s Muslims and India’s Christians”.

" ہندوستان کے ہندوؤں اور جن سے یہ ہندو دتوا والے نفرت کرتے ہیں یعنی انکے غیر 'دوسروں' کے درمیان ایک بنیاد پرست، پرتشدد ٹوٹ پھوٹ کی ضرورت ہے: دوسرے نفرت کردہ سے مراد یہاں ہندوستان کے مسلمان اور عیسائی مراد ہیں"۔

“India’s immense tragedy today is that people steeped deeply in the Hindu supremacist ideology that spurred Gandhi’s killing are in fact ruling India today,” Mander said.

“It is tempting for supporters of the ruling establishment to dismiss claims of possible genocide as alarmist, mischievous and motivated so-called foreign interference and not as they are — efforts to alert the national conscience. But the Holocaust Memorial Museum Report warns of the dangers of such denial-

[22] https://www.telegraphindia.com/india/pathology-of-islamophobia-taking-most-lethal-form-in-india-noam-chomsky/cid/1851456

مینڈر نے مذید یہ بھی کہا کہ:

آج ہندوستان کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ لوگ ہندو بالادستی کے نظریے میں گھرے دبے ہوئے ہیں جنھونے گاندھی کے قتل کو جنم دیا تھا، درحقیقت آج ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں۔

حکمران اسٹیبلشمنٹ کے حامیوں کے لیے اگر چہ یہ ممکنہ نسل کشی کے دعوے خطرے کی گھنٹی، ہوسکتے ہیں مگر پھر بھی شرارتی اور حوصلہ افزا نام نہاد غیر ملکی مداخلت کے طور پر ان دعووں کو مسترد کرنا انکے لئے کافی پرکشش معلوم پڑتا ہے – مگر یہ قومی ضمیر کو چوکنا کرنے کی ادنا سی کوششیں ہیں چناچہ ہولوکاسٹ میموریل میوزیم کی رپورٹ اس طرح کے انکار کے خطرات سے خبردار کرتی ملتی ہے[23]۔

نوپور شرما کا دعوی یہ بھی رہا ہے کہ گجرات حملوں میں مسلمان ملوث تھے ،اور کوئی ہندو اس میں ملوث نہیں تھا،تو موصوفہ خود کی حکومت کے حامی ججوں،انکویری کمیٹی ،کمیشن میں ہونے والے ان کھیل تماشوں کو کیسے ہضم کرگئیں جو انکی طلبہ سیاست سے قبل کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں،وہ یہ کیوں بھول گئیں کہ اس میں ہندو ہی نہیں بلکہ پاکستانی مسلمان اور بھارتی مسلمان بھی ہلاک ہوئے تھے،بلکہ بھت سی ماضی میں ایسی مسلم مخالف کاروائیاں ہوئی ہیں جن میں بھارت کی ہندو قوم پرست سیاسی جماعتیں اور انکی حمایت یافتہ ہندو دہشت گرد ،نسل کش تنظیمیں شریک رہی ہیں،چونکہ یہ طبقہ بھارت پر بی۔جے۔پی کے روپ میں حکومت کررہا ہے،یا پھر انکا شریک و سہیم رہا ہے ،جبھی عالمی برادری،اقوام متحدہ بلخصوص مغرب سب خاموش ہیں ،کیونکہ انکے بھارت سے سماجی،سیاسی،تعلیمی،معاشی اور دفاعی تعلقات اور معاملات پیش نظر ہیں ، انکا مفادات کے کھیل میں مفاد بھارت سے وابستہ ہے،مگر نوپور کی یاداشت تازہ کرنے کے لئے کچھ مقبول حادثات اور سانحات جو ہندو دتوا کی پیداوار ہیں ذیل میں انکی یاداشت کی ٹھکائی کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے مسلمان مقبوضہ کشمیر میں تو بھارتی جارحیت کا نشانہ پچھلے ۷۴سال سے بن ہی رہے ہیں، اب اسے کل بھارت تک وسیع کردیا گیا ہۓ چناچہ چند سالوں سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی وحشیانہ سلوک اور بربریت کی انتہا ہوچکی ہے، بھارتی حکومت کی کوکھ میں پلنے والی ہندو

[23] ایضاً

انتہا پسندتنظیمیں نہ صرف پاکستان بلکہ دیگرپڑوسی ممالک میں بھی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کی کارروائیاں کراتی رہی ہیں۔

بھارت میں یہ تنظیمیں وقفے وقفے سےدہشت گردی کراتی ہیں اور ہر دہشت گردی کے واقعہ کے بعد پاکستان پر الزام دھر دیا جاتا ہے،حال ہی میں ۲۰۰۸ میں ہندوستان کے علاقے احمد آباد میں ہونے والے بم دھماکوں کے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے ۳۸ مسلمانوں کو سزائے موت اور ۱۱کو عمر قید کی سزا سنا دی گئی، دوسری جانب بھارت کی ہی عدالت نے سمجھوتہ ایکسپریس بم دھماکوں میں ملوث تمام کرداروں کو باعزت بری کردیا۔

سمجھوتہ ایکسپریس جسے دوستی کی ایکسپریس بھی کہا جاتا تھا، جو۱۹۴۷ءمیں تقسیم کے وقت منقسم ہونے والے خاندانوں کے باہمی میل ملاپ میں مدد کیلئے خیر سگالی کے طور پر شروع کی گئی تھی۔ سمجھوتہ ایکسپریس میں ۱۹فروری ۲۰۰۷کو ایک دہشتگرد حملے میں ۴۴پاکستانیوں سمیت ۶۸افراد جھلس کر ہلاک ہو گئے تھے۔

بھارتی حکومت نے فوری طور پر بغیر کسی قابلِ اعتماد ثبوت کے پاکستان کو مورد الزام ٹھہرایا، جو بھارت کا پرانا وطیرہ رہا ہے۔ ۶مارچ ۲۰۰۷ کو ایک مشترکہ انسدادِدہشت گردی میکانزم بنانےکیلئے پاک بھارت اجلاس میں بھارت صرف ایک مشتبہ پاکستانی شہری کی تصویر حوالے کر سکا جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس دہشت گرد حملے میں ملوث رہا ہے جب کہ ہریانہ پولیس کی خصوصی تحقیقاتی ٹیم نے اس معاملے کا تقریباً پتا لگا لیاتھا۔

چناچہ جون ۲۰۰۸ء میں پولیس آفسر ہیمنت کر کرے کے آنے تک یہ معاملہ سردخانےمیں پڑا رہا۔ مہاراشٹر کے اے ٹی ایس سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے ایک آفت کی پرکالہ شدت پسند عورت پرگیہ ٹھاکر اور لیفٹیننٹ کرنل پروہت پرساد کو ستمبر ۲۰۰۸ء میں مالیگاؤں بم دھماکوں میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔

پروہت پرساد نے نارکو تجزیہ ٹیسٹ کے دوران اعتراف کیا کہ اس نے سمجھوتہ ایکسپریس دھماکوں کے لئے آر ڈی ایکس فراہم کیا تھا۔ انڈین انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) نے ہیمنت کرکرے کو مزید آگے بڑھنے پر روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ’اس سے بین الاقوامی سطح پر بھارتی ایجنسی راکی ساکھ خراب ہوگی کیونکہ ہندوستانی ایجنسی را پہلے ہی دہشت گردی کاالزام پاکستان پر لگا چکی ہے‘۔

یہاں سوامی اسیمانند کے کردار کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنہیں ۲۰۰۷ءمیں مکہ مسجد بم دھماکہ کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ انہوں نے ۲۰۱۴میں 'دی کاروان' کو ایک اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ ملک میں کچھ بد ترین حملوں کی منظوری اس وقت کی آر ایس ایس کی اعلیٰ قیادت نے دی تھی جس میں انکشاف کیا گیا تھا کہ آر ایس ایس کے اس وقت کے جنرل سکریٹری موہن بھاگوت نے سمجھوتہ ایکسپریس دھماکوں کاحکم دیا تھا ۔

اسیمانند نےمزید کہا ،'' پھر اس نے مجھ سے کہا، 'سوامی جی، آپ اگر ایسا کرتے ہیں تو اس میں آرام اور چین محسوس کریں گےاور یہ سب کچھ غلط نہیں، اور آپ کے لئے یہ سب کچھ مجرمانہ تصور نہیں کیا جائے گا یعنی اسے جرم قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہ ہندوؤں کیلئے بہت اہم ہے۔ آپ کو ہماری بھرپور مدد حاصل ہوگی''۔

مکہ مسجد دھماکے کی تحقیقات کے دوران سوامی اسیمانندنے ۱۸دسمبر ۲۰۱۰کو مجسٹریٹ کے سامنے اعترافی بیان دیا۔ انہوں نے سمجھوتہ ایکسپریس، اجمیر شریف، مکہ مسجد میں ہونے والے دہشت گرد حملوں میں آر ایس ایس کے کردار کی وضاحت کی۔ اور اعترافِ جرم کے بعد سوامی اسیمانند نے سمجھوتہ ایکسپریس دھماکوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے انڈیا کے صدر کو خط لکھا جس میں انہوں نے سمجھوتہ ایکسپریس بم حملوں کی ذمہ داری قبول کی تھی لیکن جیسا کہ موہن بھاگوت نے ان سے کہا تھا کہ انہیں کچھ نہیں ہوگا، چناچہ حسب روایتِ قوت ٹرائل کورٹ نے ۲۰ مارچ ۲۰۱۹ کو فیصلہ سناتے ہوئے سوامی اسیمانند کو بری کردیا تاہم جج نے اپنے فیصلے میں وضاحت کی تھی کہ'' سمجھوتہ ایکسپریس دھماکوں کے بہترین شواہد استغاثہ نے روکے ہوئے ہیں اور انہیں ریکارڈپر نہیں لایا گیا ہے۔

اس ضمن میں کافی سائنسی اور دیگر مستند شواہد موجود تھے جو ریکارڈ پر نہیں لائے گئے تھے ۔ چناچہ پرانے دہلی ریلوے اسٹیشن جہاں سے ملزم ٹرین میں سوار ہوا تھا، وہاں سی سی ٹی وی کیمرے بھی لگے ہوئے تھے ۔ لیکن ثبوتوں کو این آئی اے نے کال ریکارڈ اور میٹنگز کے ٹرانسکرپٹس کے ساتھ روک لیا، اس کے باوجود عدالت نے سوامی اسیمانند کو مکہ مسجد کیس میں اعتراف جرم کے باوجود بری کردیا،یہ عدلیہ کی تاریخ کا نرالہ فیصلہ ثابت ہوا کہ اعتراف جرم رد کردیا گیا۔

فیصلہ سنانے والے جج کے ۔رویندر۔ ریڈی نے ذاتی وجوہات کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ وہ۵ماہ بعد، موجودہ بھارتی وزیر امیت شاہ سے ملے اور بی جے پی میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی جس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کس طرح بھارتی حکومت آر ایس ایس کو دہشت گردی کی کارروائیوں

میں مدد فراہم کرتی رہی ہے۔ سمجھوتہ ایکسپریس میں تمام تر ثبوت موجود ہونے کے باوجود بھارتی عدالت نے مجرموں کو بری کردیا ، دوسری طرف اس وقت کے مرکزی وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نےپہلے ہی اعلان کردیا تھا کہ سمجھوتہ ایکسپریس کیس میں سوامی اسیمانند کی بریت کے خلاف این آئی اے اپیل نہیں کرے گی۔ وزیر نے اس کا اعلان۲۰مارچ۲۰۱۹ کو کیا تھا چناچہ ،۲۹ مارچ کو فیصلہ پبلک ڈومین میں آنے سے ۹دن پہلے حکومت کو علم تھا کہ آر ایس ایس کا دہشت گرد بچ نکلے گا، اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بھارت میں عدالتی نظام کتنا مفلوج و مجبور نوعیت کا حامل ہے۔

چناچہ وہ دو اہم کردار جو سمجھوتہ ایکسپریس بم دھماکوں کے لئے آر ڈی ایکس کی فراہمی میں ملوث تھے، رام چندر کلسانگر اور سندیپ ڈانگے تھے۔ ان دونوں کو ممبئی حملوں کی ایک ہی رات آئی۔ بی نے مار دیا تھاپندرہ سال ہوگئے، سمجھوتہ ایکسپریس کے متاثرین انصاف کے منتظر ہیں جبکہ آر ایس ایس، ابھی نیو بھارت اور جنے وندے ماترم کے دہشت گرد آزاد گھوم رہے ہیں، جبکہ احمد آباد میں بم دھماکوں کے الزام میں مسلمانوں کو سزائے موت سنا دی گئی ہے ، ان حالات و واقعات سے اندازہ لگنا مشکل نہ ہوگا کہ اگر انصاف ہوتو احمد آباد میں مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے والے بھی مودی کی پروردہ آر۔ ایس ۔ایس کے دہشت گرد ہی ہوں گے۔[24]

ابھی تک چومسکی سے لیکر مینڈر کے جو بیانات ہم نے مذکورہ بالا عبارات میں پیش کئے ایک مذاکرہ کا حصہ ہیں چناچہ لیبر پارٹی کے ایک ایم۔پی تن منجیت سنگھ جو ۲۰۰۲ کے واقعات کی برسی کے ضمن میں حصہ لے رہے تھے فرماتے ہیں کہ:

Labour MP Tanmanjeet Singh Dhesi, who participated in the discussion, tweeted: “The mass murder, death and destruction of 2002 #Gujarat riots displayed to the world the worst of humanity. Marking 20th anniversary, crucial that victims’ families receive justice, and we appreciate the importance of respect for all religions and living peacefully side by side.”

[24] https://urdu.geo.tv/latest/280022-

لیبر ایم پی تنمن جیت سنگھ ڈھیسی، جنہوں نے بحث میں حصہ لیا، ٹویٹ کیا:

’’2002 کے گجرات فسادات کے اجتماعی قتل، موت اور تباہی نے دنیا کو انسانیت کا بدترین مظاہرہ دکھایاہے ۔ سانحہ کی ۲۰20 ویں سالگرہ کے موقع پر، یہ اہم بات محسوس ہوتی ہے کہ متاثرین کے خاندانوں کو انصاف ملے، اور ہم تمام مذاہب کے احترام اور شانہ بشانہ پرامن رہنے کی اہمیت کو سراہتے ہیں‘‘۔

اس ٹویٹر بیان کو اس جگہ کلی طور پر سنا جاسکتا ہے۔[25]

نوپور شرما کے منھ کا ذایقہ بدلنے اور بھارت کے دہشت گردی میں کردار پر معروف امریکی جریدہ فارن پالیسی کی یہ تحقیقاتی رپورٹ جو ایک کالم کے ضمن میں ۹۲ نیوز نے شیر کیا تھا [26]

پڑھنے کے لایق ہے،جسے ذیل میں چسپاں کیا جاتا ہے ،جس میں کہا گیا ہے کہ:

امریکہ کے کثیر الاشاعت جریدے، فارن پالیسی ، نے اپنی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں بھارت کو دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک قرار دیتے ہوئے اسے عالمی امن کے لئے خطرہ بتایا ہے ۔رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بھارت نے عالمی سطح پر دہشت گر تنظیموں کو علاقائی مفادات حاصل کرنے کیلئے کئی بار استعمال کیاہے،ترکی میں کلب پر حملہ ، جلال آباد جیل ، نیو یارک اور سٹاک ہوم میں متعدد حملے بھارت کے ایما پر ہوئے ۔جریدے کے مطابق بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں اپنا حامی دہشت گروپ لانچ کر رکھا ہے۔ بھارت داخلی لحاظ سے کئی طرح کی توڑ پھوڑ سے گزر رہا ہے ، کوئی غیر ہندو آبادی انتہا پسندوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ،بھارت کو مودی حکومت اس مقام پر لے گئی ہے جہاں داخلی مزاحمت اور عالمی خدشات میں اضافہ ہونے لگا ہے۔حالیہ برس جولائی میں پاکستان نے دہشت گردی کے بھارتی الزامات کے جواب میں اقوام متحدہ کو بتایا تھاکہ جنوبی ایشیاء کے خطے میں بھارت وہ ملک

---

[25] https://twitter.com/TanDhesi/status/1491479941833273347

[26] ۱۱۔اکتوبر ۔۲۰۲۰

ہے جہاں پرہندو قوم پرست حکمران بڑے پیمانے پر دہشت گردی کا ارتکاب اور اس کی بھرپور سر پرستی کرتے ہیں۔

بھارت نے دہشت گردی کو اپنے ہر ہمسایہ ملک اورخود اس کی اپنی مسلم آبادی کے خلاف جبری پالیسیوں کے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ چناچہ معلوم پڑتا ہے کہ بھارت کم سے کم چار مختلف اقسام کی دہشت گردی میں ملوث رہا ہے۔ ان بھارتی سول اور فوجی اہلکاروں کے خلاف قانونی کارروائی کی اشد ضرورت بنتی ہے جنہوںنے کشمیر میں جنگی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ ۱۹۹۰ کے بعد سے بھارت کی قابض فوج نے ایک لاکھ سے زیادہ کشمیریوں کو شہید کیا ہے ، ۲۲۰۰۰خواتین کو بیوہ کیاہے ، ۱۰۸۰۰۰بچوں کویتیم اور ۱۱۱۱۰۰۰سے زیادہ خواتین کی عصمت دری کی ہے۔۵اگست ۲۰۱۹ سے وادی میں۸۰ لاکھ کشمیریوں کے لاک ڈاؤن کے بعد اور تمام سیاسی رہنماؤں کی قید سے بھارت کی ریاستی دہشتگردی میں مذید شدت آگئی ہے ۔ اجتماعی سزا ووں سے نوازا گیا ہے اور ۱۳۰۰۰کشمیری نوجوانوں کو اغوا اور تشدد کر کے ان کاماورائے عدالت قتل کیا گیا ہے۔

جبکہ دوسری طرف پرامن مظاہرین کے خلاف ریاست کی جانب سے وحشیانہ طاقت استعمال کی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے تشدد ، عدالتی پھانسی اور دہشتگردی سے متعلقہ ماہرین نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ بھارت کے انسداد دہشتگردی کے قانون انسانی حقوق کے بین الاقوامی قوانین کے مطابق نہیں ہیں۔

متعدد عدالتی ہلاکتوں ، اغوا اور قانونی کارروائیوں کے بارے میں بار بار بھارت سے جوابات طلب کئے گئے ہیں، لیکن وہ کوئی جواب دینے میں ناکام رہا ہے ۔یہ امر واضح ہے کہ عالمی برادری مقبوضہ جموں و کشمیر میں ریاستی دہشتگردی ، جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم میں ملوث ہندو بھارتی سول اور فوجی اہلکاروں کے خلاف قانونی کارروائی میں تامل کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ بھارتی خفیہ ایجنسیاں دہشت گرد تنظیموں کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ اقوام متحدہ کی مانیٹرنگ ٹیم نے تصدیق کی تھی کہ:

یہ تنظیمیں پاکستانی فوج اور سویلین اہداف کے خلاف سرحد پار سے ہونے والے دہشت گردانہ حملوں میں ملوث تھیں۔آرمی پبلک سکول پشاور میں ۱۴۲ بچوں کو شہیدکرنے والے دہشت گرد حملے کی ذمہ داری قبول کرنے والوں کے بھارت کے ساتھ روابط سامنے آئے ہیں ۔ لہذا پاکستان نے اقوام متحدہ کی انسداد دہشت گردی کمیٹی میں بھارتی دہشت گردی کے متعدد شواہد ان ناموں کے ساتھ جمع کروائے ہیں

، جن میں اجئے مستری ، انگارا اپاجی اور گوبندہ پٹنائک شامل ہیں ۔ بھارت پاکستان پر حملہ کرنے اور چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پی ای سی) میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے کرائے کی دہشت گرد تنظیموں کی مالی اعانت اور تنظیم سازی بھی کرتارہا ہے۔ ان دہشت گردانہ حملوں میں سن ۲۰۱۸ میں چینی قونصل خانے اور کراچی میں پاکستان سٹاک ایکسچینج پر حملہ شامل ہیں۔

<u>جبکہ بھارت کے قومی سلامتی کے مشیر اجیت ڈوول نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا کہ:</u>

بھارت پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے کسی اور سے زیادہ کرائے کے دہشت گردوں کو ادائیگی کرے گا ، چناچہ ماضی قریب میں گرفتار بھارتی جاسوس کلبھوشن جادیونے اس طرح کی دہشت گردی کو منظم کرنے کا اعتراف کیا تھا۔ ہندو انتہا پسند جماعتیں آر ایس ایس (راشٹریہ سویم سیوک سنگھ) اور بی جے پی (بھارتیہ جنتا پارٹی) نے بھارت کے ۱۸۰ ملین مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور ظلم و ستم کی ایک منظم مہم چلارکھی ہے۔

نریندر مودی ، آر ایس ایس کے تاحیات ممبر ہیں جو کہ وزیر اعلی کی حیثیت سے، ۲۰۰۲ میں بڑے پیمانے پر قتل و غارت کے ایک واقعہ کے ذمہ دار ہیں، جس میں ۲۰۰۰ کے قریب بے گناہ مسلمان بچے ، خواتین اور مرد ہلاک ہوگئے تھے۔ گزشتہ ایک دہائی کے دوران بھارت کی ریاستی دہشت گردی کی کارروائیوں کے نتیجہ میں ہزاروں پاکستانی جاں بحق یا زخمی ہوچکے ہیں۔ بھارت نے دہشت گردی کو اپنے تمام پڑوسی ممالک اور خاص کر پاکستان اور اپنی مسلمان آبادی کے ساتھ ساتھ مقبوضہ جموں و کشمیر کے شہریوں کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے ۔

بھارت کی ریاستی دہشت گردی کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی جائز اور قانونی جدوجہد کو نقصان پہنچانے میں ناکام ہوچکی ہے اور بھارت کی دہشت گردوں کے خلاف نام نہاد کارروائیوں کی اصلیت اب عالمی ذرائع ابلاغ میں اجاگر ہونے لگی ہے۔ بھارت کی ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بننے والے افراد کو دہشت گردوں کے بعد معصوم مزدور قرار دیا جاچکا ہے۔ بھارت کی ہندو بالادستی کی خواہاں تشدد پسند تنظیمیں کئی دہائیوں سے اقلیتوں پر جبر کی حمایت کر رہی ہیں ۔ چناچہ مریکی جریدے نے بھارتی حکومت کے دہشت گردوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کو بے نقاب کیا ہے ۔دنیا کو اس سلسلے میں اپنا

کردار ادا کرنا چاہئے بصورت دیگر مظلوم اور استحصال کا شکار اقوام اپنے تحفظ کی خاطر مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کر سکتی ہیں[27]۔

<u>ارون دھتی رائے کا منصفانہ تبصرہ:</u>

ڈی۔ڈبلیو نیوز نامی بین القوامی نیوز نے اروندھتی سے متعلقہ مسلہ کی بابت جو سوالات کئے وہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ بھارت کے سیکولر دانش مند اس بابت کیا موقف رکھتے ہیں:

ارون دتی رائے نے جمعہ سترہ اپریل کو ڈوئچے ویلے کو دیے گئے ایک انٹرویو میں خبردار کیا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں پھیل چکی کورونا وائرس کی وبا کے تناظر میں بھارت میں اس وبائی مرض کی آڑ میں جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے، اس پر پوری دنیا کو نظر رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک ارب تیس کروڑ کی آبادی والے ملک بھارت میں کورونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے ملکی سطح پر لاک ڈاؤن کے چھ میں سے تین ہفتے پورے ہو چکے ہیں۔ نئی دہلی میں مودی حکومت کا کہنا ہے کہ اس لاک ڈاؤن کا مقصد کووِڈ انیس نامی مرض کا سبب بننے والے وائرس کے پھیلاؤ کے سلسلے کو منقطع کرنا ہے۔ تاہم جنوبی ایشیا کے اس ملک میں کورونا وائرس کے خلاف جدوجہد کا ایک مذہبی پہلو بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر شہر میرٹھ میں مسلم اقلیتی شہریوں کو اس لیے نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ چند مقامی شخصیات کے بقول وہ مبینہ طور پر 'کورونا جہاد' کر رہے تھے
۔

ڈی ڈبلیو نیوز نے اس پس منظر میں معروف بھارتی ناول نگار اور سیاسی کارکن ارون دتی رائے کے ساتھ ایک انٹرویو میں ان سے یہ پوچھا کہ وہ کیا کہنا چاہیں گی کہ اس وقت ان کے اپنے وطن میں کیا ہو رہا ہے؟۔

[27] https://www.roznama92news.com/%D8%A8%D8%A7%D8%B1%D8%AA-%DA%A9%D8%A7-%D8%AF%D8%AA-%DA%AF%D8%B1%D8%AF-%DB%8C%D9%85%D9%88-%DA%A9%DB%92-%D8%B3%D8%A7%D8%AA%DA%BE-%DA%AF-%D8%AC%D9%88

اس سوال کے جواب میں ارون دتی رائے نے کہا:

"بھارت میں کووِڈ انیس کا مرض اب تک کسی حقیقی بحران کی وجہ نہیں بنا۔ اصل بحران تو نفرت اور بھوک کا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت کا ایک بحران ہے، جس سے قبل دہلی میں قتل عام بھی ہوا تھا۔ قتل عام، جو اس بات کا نتیجہ تھا کہ لوگ شہریت سے متعلق ایک مسلم مخالف قانون کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ اس وقت بھی جب ہم یہ گفتگو ر ہے ہیں، کورونا وائرس کی وبا کی آڑ میں بھارتی حکومت نوجوان طلبہ کو گرفتار کرنے میں لگی ہے۔ وکلاء، سینیئر مدیران، سیاسی اور سماجی کارکنوں اور دانشوروں کے خلاف مقدمات قائم کیے جا چکے ہیں اور ان میں سے کچھ کو تو حال ہی میں جیلوں میں بند بھی کیا جا چکا ہے۔''

ڈی ڈبلیو نیوز کی سارہ کَیلی نے اس انٹرویو میں ارون دتی رائے سے یہ بھی پوچھا کہ اگر ان کے بقول بھارت میں اصل بحران نفرت کا بحران ہے، تو پھر ایک سیاسی کارکن کے طور پر خود ان کا بھارت کی ہندو قوم پسند حکومت کے لیے اپنا پیغام کیا ہو گا، جو بظاہر کشیدگی کو ہوا دے رہی ہے؟

اس سوال کے جواب میں متعدد ناولوں کی انعام یافتہ مصنفہ ارون دتی رائے نے کہا:

"مقصد ہی یہی ہے۔ آر ایس ایس نامی وہ پوری تنظیم جس سے وزیر اعظم مودی کا بھی تعلق رہا ہے اور جو حکمران جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے پیچھے فعال واصل طاقت کا درجہ رکھتی ہے، وہ تو عرصے سے یہ کہتی رہی ہے کہ بھارت کو ایک ہندو ریاست ہونا چاہئے۔ اس کے نظریہ ساز بھارتی مسلمانوں کو ماضی کے جرمنی میں یہودیوں سے تشبیہ دے چکے ہیں۔ جس طرح بھارت میں کووِڈ انیس نامی بیماری کو استعمال کیا جا رہا ہے، وہ طریقہ کافی حد تک ٹائیفائیڈ کے اس مرض جیسا ہے، جسے استعمال کرتے ہوئے نازیوں نے یہودیوں کو ان کے مخصوص رہائشی علاقوں میں ہی رہنے پر مجبور کیا تھا۔ میں بھارت میں عام لوگوں اور دنیا بھر کے انسانوں کو یہی کہوں گی کہ وہ اس صورت حال کو بہت ہلکے پھلکے انداز میں مت لیں۔''

ارون دتی رائے نے اپنی اس تنبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے ڈوئچے ویلے کو بتایاکہ:

''بھارت میں اس وقت صورت حال نسل کشی کی طرف جا رہی ہے، کیونکہ حکومت کا ایجنڈا یہی رہا ہے۔ جب سے موجودہ حکومت اقتدار میں آئی ہے، مسلمانوں کو جلایا گیا اور ان کا شکار کیا گیا۔ لیکن اب مسلمانوں کے اس وبا کے ساتھ نتھی کیے جانے سے حکومتی پالیسیاں کھل کر سڑکوں تک پر آ گئی ہیں۔ آپ ہر جگہ ان کی بازگشت سن سکتے ہیں۔ اس بات کے ساتھ شدید تشدد اور خونریزی کا خطرہ بھی جڑا ہوا ہے۔ اب تو اسی شہریت ترمیمی قانون کا نام لے کر حراستی مراکز کی تعمیر بھی شروع ہو چکی ہے۔ چناچہ اس صورت حال کو بے ضرر سا بنا کر اور کورونا وائرس کی وبا سے منسوب کر کے ایسا کچھ کرنے کی کوشش کی جائے گی، جس پر دنیا کو اچھی طرح نظر رکھنا چاہئے۔ اس سے زیادہ اس خطرے کی نشاندہی میں نہیں کر سکتی ہوں''۔

ارون دتی رائے نے ماضی قریب میں اپنے ایک مضمون میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

'' بھارت کے موجودہ حالات ایک ایسا المیہ ہیں، جو بہت بڑا اور حقیقی تو ہے لیکن نیا نہیں ہے۔ تو پھر اس المیے کی نشاندی کے حوالے سے کس کی آنکھیں کھلی ہیں اور کس کی آنکھیں بند ہیں؟'' اس پر رائے کا جواب تھاکہ: '' 'دنیا کی آنکھیں بند ہیں۔ ہر بین الاقوامی رہنما وزیر اعظم (نریندر مودی) کا خیر مقدم کرتا اور گلے ملتا نظر آتا ہے، حالانکہ وہ بھی تو خود اس پورے ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ جب پرتشدد واقعات شروع ہوتے ہیں، تو مودی خاموش رہتے ہیں۔ دہلی میں جو گزشتہ قتل عام ہوا، وہ وہی وقت تھا جب امریکی صدر ٹرمپ بھی بھارت کے دورے پر تھے۔ لیکن ٹرمپ نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اور کوئی بھی کچھ نہیں کہتا ہے۔ اسی طرح بھارتی میڈیا بھی، سارا نہیں لیکن اس کا ایک حصہ، آج کل ایک نسل کش میڈیا بنا چکا ہے، ان جذبات کی وجہ سے جن کو ابھارنے کا وہ کام کر رہا ہے۔ بھوک کے اس بحران کی تو میں نے ابھی بات ہی نہیں کی ہے، جس کا کئی ملین بھارتی باشندوں کو سامنا کرنا پڑ رہاہے[28]''۔

[28] https://www.dw.com/ur/%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA%DB%8C-%D9%85%D8%B3%D9%84%D9%85%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA-%DA%A9%DB%92-%D9%84%DB%8C%DB%92-%D8%B5%D9%88%D8%B1%D8%AA-%D8%AD%D8%A7%D9%84-%D9%86%D8%B3%D9%84-%DA%A9%D8%B4%DB%8C-%DA%A9%DB%8C-%D8%B7%D8%B1%D9%81-%D8%AC%D8%A7-%D8%B1%DB%81%DB%8C-%DB%81%DB%92-%D8%A7%D8%B1%D9%88%D9%86%D8%AF%D8%AA%DB%8C-%D8%B1%D8%A7%D8%A6%DB%92/a-53168291

چناچہ نوپور شرما اور بھارتی شدت پسند ہندو دتا گروہوں کا پاکستان مخالف پرچار یہ رہا ہے کہ دہشت گرد زیادہ تر مسلمان ہوتے ہیں اور بھارتی اس ضمن میں عالمی طور پر مشہور نہیں ہیں ،نا انکا کوئی گروہ دہشت گردی کی کاروائیوں میں ماخوذ ہے چناچہ اس امر میں بھارتی مسلمان اور پاکستان اور دیگر مسلم ممالک سے تعلق رکھتی دہشت گرد تنظیمیں عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی فہرستوں میں شامل ہیں۔

اس ضمن میں ہم نئی دہلی میں قایم ساوتھ ایشا ٹیررازم پورٹال سے بھارت میں موجود مختلیف دہشت گرد گروہوں کے اعداد و شمار پیش کرنا چاہیں گے اس فہرست کی رو سے:ایک سو سات،فعال،غیر فعال ،اور مذاکرات میں مشغول دہشت گرد گروہوں کی فہرست دی گئی ہے،جن میں مسلمان،سکھ،آدی واسی،سوشسلٹ،ماو نواز ،کشمیری گروہ شامل ہیں۔جبکہ جن علاقوں میں یہ دہشت گرد گروہ موجود ہیں وہ کچھ یوں ظاہر کئے گئے ہیں:شمال مشرق میں ارونا چل پردیش کے علاقہ جات،آسام،منی پور،میگھلایا،میزورام،ناگالینڈ،تری پورا،جموں کشیر،ماوسسٹ علاقہ جات،اور پنجاب شامل ہیں[29]۔

چناچہ یہ کہنا کہ ہندووں میں دہشت گرد موجود نہیں ہیں اور بھارت ایک پرامن جگہ ہے،جہاں پاکستان کی طرح دہشت گردی نہیں ہوتی ہے،ایک خام خیالی اور چشم پوشی کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔

[29] https://www.satp.org/terrorist-groups/india

بحث:۵۔

بھارت اور عالمی گتھ جوڑ

بھارت چونکہ جنوبی ایشیا مین غلبہ حاصل کرکے سب سے بالاتر قوت بننا چاہتا ہے،اور اس ضمن میں چین و پاکستان کی طاقتی دباو کی مزاحمت کرنے کے لئے اسے روس ،امریکہ اور یورپی قوتوں کی خاموش و فعال حمایت حاصل ہے ۔چناچہ وہ اس ضمن میں نا صرف ان محولہ بالا ممالک سے معاشی و حربی امداد مختلیف شکلوں میں حاصل کرتا ہے،بلکہ علاقہ کی پولیس فورس بننے کے لئے اس کو جدید ترین اسلحہ فراہم کیا جاتا ہۓ

بلکہ دیکھا گیا ہے کہ اسے اس ضمن میں وہ اسلحہ بھی فروخت کیا جاتا ہے جو قیمتی ہونے کے سبب صرف طاقتور و امیر ملک کو ہی بیچا جاسکتا ہے،مگر بھارت ایک بڑی آبادی و رقبہ کا حامل ملک ہے،جسکی طرف ان خصایل و وسایل کے لئے دنیا چین کے مابعد دیکھتی ہے،بلکہ جمہوریت،مغربیت اور آذاد خیالی میں وہ چین سے زیادہ اہم قرار پاتا ہے،مگر اسکی بڑی آبادی و رقبہ اسے دنیا کا غریب تر ملک بھی بنادیت ہیں ،چناچہ بھارت میں امیر و غریب کے مابین تفریق کی خلیج حد درجہ وسیع دکھتی ہے۔

چناچہ اسی امر نے پاکستان کو حربی دفاع اور خود کفالت کی طرف گامزن کیا ہے،کیونکہ امریکہ و یورپ گزشتہ تین دھائیوں سے اب پاکستان کو جدید اسلحہ کی فروخت اور تیکنالوجی کی منتقلیی سے پہلو بچاتے نظر آتے ہیں،بلکہ امریکہ و یورپ ورلڈ بینک ،ایشائی ترقیاتی بینک اور آئی۔ایم۔ایف کے ذریعہ پاکستان کو یرغمال بنا چکے ہیں ،اور اسکو معاشی طور پر تباہ حال کرکے سسک سسک کر جینے کا عادی بنانا چاہتے ہیں،کمزور و مقروض پاکستان امریکہ،یورپ اور بھارت کے لئے اہم ہوچکا ہے،چناچہ فوجی و جمہوری قوتیں اس ضمن میں ان قوتوں کی آلہ کار بن نظر آتی ہیں ۔

امریکہ اب چاہتا ہے کہ بھارت بحیرہ ہند سے بحیرہ عرب تک بالاتر قوت بنکر چین و پاکسستان کی حربی قوتوں کو جواب دعوی دے سکے۔ لہذا بھارت اس ضمن میں امریکہ اور یورپی قوتوں سے کئی معاہدوں

پر دستخطی ہے،امریکہ کافی حد تک اسے بلامبالغہ برصغیر کا چوکیدار، اور اپنا حلیف قرار دینے میں بہت واضح موقف کا حامل ہے چناچہ جنوبی ایشیا اور بحیرہ ہند سے مشرقی ایشیا بعید تک بھارت کو امریکہ و یورپ ،جمہوریت،لادینیت،سیکولرازم،لبرلازم ،تجارت اور انسانی حقوق کے ایجنڈے کے فروغ دینے کے لئے بھارت کو اہم جانتے ہیں،چناچہ بڑے مقاصد کے لئے چھوٹی قربانیاں دینے کی حکمت عملی امریکہ و یورپ کو ظاہراً بھارت کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر چشم پوشی پر مجبور کرتے دکھتے ہیں۔

،چناچہ یہ واضح ہے کہ مابعد نیو ورلڈ آرڈر کی دنیا میں امریکہ نے خطہ و اندرون ملک بھارت کو جبر و قوت کے استعمال ،پاکستان،و چین سے نمٹنے کی ذمہ داری جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا میں مداخلت و کاروائیوں کے لئے ایک اہم و فعال کردار بھارت کو دے چکا ہے،حد یہ کہ بھارت و افغان طالبان کے مابین پس پشت امریکہ مستقبل کے معاملات بھی طے کرواچکا ہے ،جس کے تحت افغان طالبان کو پاکستان کو اسکی حدود میں رکھ کر اتنی ملایم تلخی قایم کرنی ہے جسکی رو سے پاکستان وہاں مستقبل میں کسی کامیاب غالب کردار سے محروم ہوسکے۔

افغانستان حالیہ صورتحال میں ماضی کے پشتون مطالبہ میں سابقہ افغانی قوم پرستوں اور پشتون قوم پرستوں کا ہم نوا ہوچکا ہے،اس نے پاکستان کی معاشی کمزوریوں اور سیاست دانوں کی نالایقی اور ناخلفی کا جانکر اب پاکستان کو آنکھیں دکھانا شروع کردی ہیں،پاکستان اور طالبان کے درمیان سرحدی جھڑپیں روز کا معمول بن چکی ہیں،ایران بھی موقع ملنے پر آنکھیں دکھانا شروع کردیتا ہے،فروری ۲۰۲۳ کے اوایل دنوں میں ایکسپریس نیوز کراچی میں چھپنے والی خبر کے مطابق ایران نے پاکستانی علاقوں میں گیس لاین کی تعمیر میں تعطل پر پاکستان کو ۱۸ ارب ڈالر کے جرمانہ کی دہمکی دی ہے۔

اسی طرح حالیہ افغان طالبان اور بھارت کے باہمی دو طرفہ روابط بہت سے امور و سفارتی مظاہروں سے واضح ہورہا ہے کہ ، طالبان بھی پاکستان کو بھائی سے زیادہ دشمن سمجھنے لگے ہیں ،یاپھر پاکستان کے دایرہ کار سے نکلنے کے لئے اسے آنکھیں دکھانے کی اپنے پیشرو کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔

چناچہ انہونے آتے کہ ساتھ کافی کچھ تلخ کیا ہے،جو پاکستانی سیکیورٹی ،امن و امان کی صورتحال اور معاشی صورتحال کی لئے مشکلات پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہیں ۔جن میں طالبان نے اول سرحدی باڑ کاٹ دی،دویم انہونے پاکستانی چوکیوں پر دباو ڈالنا شروع کردیا ہے،مطلب وہ پشتون قوم پرستوں کے

ماضی کے دعووں کے جانشین بن کر ڈیورنڈ لاین کو ماننے کے خاموش انکاری بن چکے ہیں،سویم انھونے پاکستان پر دباو ڈال کر بھارت سے تجارت کے لئے راہداری کی سہولت مانگ لی ہے، چھارم پاکستانی ریاست کو راہ دری ٹیکس دینے میں جبکہ پاکستان کو مالیات کی کافی اشد ضرورت ہے ،انکار کررہے ہیں،کراچی سے افغان سرحد تک راہدری و ترسیل کی آمدنی میں بے جا رعایتیں لیکر پاکستان کو نقصان پہنچارہے ہیں۔

حلانکہ پاکستان و بھارت میں ریاستی سطح پر تجارت بند ہے،مگر پاکستان افغان طالبان کو انکے مطالبہ اور داخلی مجبوری کے سبب راہداری فراہم کرنے پر خود کو مجبور پارہا ہے،پنجم انھونے بھارت کو افغانستان میں سفارت خانہ کھولنے کا کہا ہے،ششم انھونے افغان افواج و پولیس کی تربیت کے لئے بھارت سے درخواست کردی ہے،چناچہ اس تناظر میں امریکہ بھارتی خواہش پر ہر اس گروہ کو جسکا پاکستان سے کوئی تعلق بنتا ہے اور جو بھارت کے خلاف کسی نا کسی سطح پر کشمیری جہاد کے تناظر میں مشہور ہے پر عالمی پابندی لگوارہا ہے۔

پرویز مشرف کے دور میں حافظ سعید کی حوالگی ان کو اور انکے ادارے کو دہشت گرد قرار دینے کے مطالبہ کو کامیابی حاصل نا ہوسکی تھی مگر مابعد جماعت دعوی سمیت کئی جماعتیں بھارت کی خواہش پر امریکہ دہشت گرد قرار دے چکا ہےبلکہ اکثر ڈھکے چھپے انداز میں وہ پاکستان کو بھی ان کا پشت پناہ قرار دیتا چلا آرہا ہے،امریکی اپنے مفادات کے لئے حریت پسندوں کا عالمی مخالف بن چکا ہے چناچہ اس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ذریعہ کشمیر کا معاملہ مردہ کردیا ہے،اسی طرح وہ اسرائیل کو وسطی ایشیا کا ناسور بنا کر عربوں پر دباو بڑہائے رکھتا ہے،یوں امریکہ نے جنوبی ایشیا سے مشرق وسطی تک بدمعاش قاتل ریاستوں کی حمایت جاری رکھنے اور مظلوم اقوام کی نسل کشی کو بڑھاوا دینے میں بلواسطہ اپنا کردار منوالیا ہے،چناچہ نوپور نما رہنماوں کا یہ کہنا ہمارا کوئی گروہ دہشت گرد نہیں صاف بدمعاش کا یہ کہنا ہے کہ وہ بدمعاش نہیں ہے کیونکہ اس نے تمام مظلوموں اور محکوموں کو اپنا مخالف دیکھ کر دہشت گرد و باغی بنا دیا ہے ۔

ذیل میں امریکی حکومت کی اس ضمن میں ایک تحریر کو پیش کیا جارہا ہے تاکہ معاملہ کی نوعیت اور نزاکت سمجھ آسکے کہ وہ بھارت کے ساتھ کس قسم کی نظری و عملی بھائی چارگی اور ریاستی پشت پناہی کا سلوک روا رکھے ہوئے ہے،چناچہ خود امریکی حکومت کا انکی سرکاری ویب سائٹ پر موجود موقف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے کہ وہ بھارت کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں ،چناچہ وہ کہتےہیں کہ:

ایک آزاد اور کھلے -بحرِ ہند و بحر الکاہل کہ خاطر اور ہمارے مشترکہ وژن کے حصول کے لئے ہمیں

وہاں ہندوستان ایک اہم رول ادا کرتا نظر آرہا ہے۔ دونوں ممالک کے مابین بطور انٹرایجنسیز پارٹنرشپ پولیٹکل ملٹری افیرز قایم کرنے کی اشد ضرورت ہے : چناچہ امریکہ پولیٹیکل-ملٹری افیئرزکے لئے اپنے اور بھارت کے درمیان دفاعی تجارتی تعلقات اور وسیع تر سیکورٹی شراکت داری کو مذید بڑھاوا دینے میں مگن ہے۔

جیسا کہ ۲۰۱٦ میں، امریکہ نے ہندوستان کو ایک اہم دفاعی پارٹنر کے طور پر نامزد کیا تھا ۔ اس نامزدگی کے مطابق، ۲۰۱۸ میں، ہندوستان کو سٹریٹیجک ٹریڈ اتھارٹی ٹائر اول کا درجہ دیا گیا تھا، جس سے ہندوستان کو وسیع پیمانے پر فوجی اور دوہری استعمال کی ٹیکنالوجیز تک رسائی حاصل کرنے کی اجازت حاصل ہوگئی تھی، جو محکمہ تجارت:امریکہ کے ذریعہ ریگولیٹ کی جاتی ہے۔

لاجسٹک ایکسچینج میمورنڈم آف ایگریمنٹ[30]، کمیونیکیشنز کمپیٹیبلٹی اینڈ سیکیورٹی[31] ،ایگریمنٹز کے ذریعہ دونوں ممالک اشتراک عمل جاری و ساری ہے ،اسی طرح دفعی انڈسٹریل سیکیورٹی ایگریمنٹ[32] کے ذریعہ تجارتی تعاون میں دونوں ممالک کے درمیاں توسیع جاری ہے۔ پی ایم بیورو نے ہندوستان کے ساتھ کل دفاعی تجارت کو ۲۰۰۸ میں صفر سے بڑھا کر ۲۰۲۰ میں ۲۰ بلین ڈالر سے زیادہ کرنے کی حمایت کی تھی۔ پی ایم بیورو امریکہ :دونوں ممالک کے مابین دوطرفہ طور پر تجارتی اور دفاعی کاروباریت کے عمل میں نمو و بالیدگی کے اضافہ میں کوشاں ہے،تاکہ دونوں ممالک میں تجارتی و دفاعی طور پر دو طرفہ طور پر بڑھوتری و عمدگی کی فضا قایم ہوسکے مذید براں دونوں ممالک کے باشندوں کے لئے نئے روزگار کے مواقع پیدا ہونے کے امکانات قایم ہونے اور دونوں ممالک کی دفاعی صنعت اور پیداوار سے دفاعی تجارت میں ترقی اور بڑھوتری پروان چڑھنے کا ماحول پنپ سکے گا ۔

[30] LEMOA
[31] COMCASA
[32]ISA

کانگریس کو آگاہ کردہ فارن ملٹری سیلز کی تفصیلات کچھ یوں ہے:

سہواگ ہلی کاپٹرز[33] (۲.۸ بلین ڈالرز)،اپاچی ہیلی کاپٹرز[34](۴۹٦ ملین ڈالرز)،لارج ائیر کرافٹ انفراریڈ کاونٹر میسرز[35](۱۸۹ ملین ڈالرز)۔

یوں ہندوستان ہمارا وہ پہلا نان ٹریٹی پارٹنر تھا جسے میزائل ٹیکنالوجی کنٹرول رجیم کیٹیگری-اول ، کے تحت بغیر پائلٹ کے فضائی نظام : سی گارڈ کی پیشکش کی گئی تھی جسے جنرل ایٹمکس نے تیار کیا تھا ۔ اسی طرح لاک ہیڈ مارٹن کے تیار کردہ ایف-اکیس طیارے،بوینگ کے تیار کردہ :ایف-اے:۱۸ سپر ہارنیٹ طیارے،اور ایف-پندرہ -ای ایکس طیاروں کو مستقبل کی بھارتی فضایہ میں شامل کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا تھا،جس کے ذریعہ بھارت کی دفاعی فضائی قوت میں ہوشربا اضافہ کرنے کی مستقبلی منصوبہ بندی کرکے،دونوں ممالک کے مابین دفاع تعلقات میں مذید بہتری لانی تھی بلکہ سمجھیں کہ بحر ہند و بحر کاہل میں دونوں کی مشترکہ قوت ،لیاقت و صلاحیت میں اضافہ کرنا تھا۔

۲۰۱۵ میں ریاست ہائے متحدہ نے ڈی سی ایس[36] کے عمل کے ذریعے ہندوستان کو ۳ بلین ڈالر سے زیادہ کی دفاعی اشیاء کی اجازت بھی دی تھی، جو یو ایس ایمونیشن لسٹ[37] کی ۲۱ کیٹیگریوں یا درجہ بندیوں کے تحت کنٹرول شدہ دفاعی سازوسامان، خدمات اور متعلقہ مینوفیکچرنگ ٹیکنالوجیز کی برآمدات کا لائسنس دیتا ہے۔ اس مدت کے دوران ہندوستان کے لئے سب سے بالائی ترجیحاتی فراہمی میں جو

[33] : MH-60R Seahawk
[34] Apache-
[35] Aircraft Infrared Countermeasure
[36] DCS
[37] USML

اشیا شامل کی گئی ہیں ان میں ملٹری الیکٹرانکس (یو-اسی-ایم -ایل:دایرہ:٦)،آگ بجھانے کے آلات،لیزر،امیجنگ،گائیڈنس کے آلات(زمرہ:٧)،اورطیاروں سے متعلقہ اشیا شامل ہیں۔

پی ایم بیورو ہندوستان کے ساتھ امن قائم وتعاون کی تعمیر کے لیے امریکی حکومت کی قیادت و رہنمائی کرتا دکھتا ہے۔ ہندوستان مستقل طور پر اقوام متحدہ کے امن مشن میں فوجی اور پولیس اہلکاروں کے سب سے بالاتر پانچ تعاون کرنے والوں میں شامل ہے، جس میں کسی بھی وقت ۵۰۰۰ سے زیادہ اہلکار تعینات ہوتے ہیں۔ چناچہ٢٠١٦ سے ٢٠١٩ تک، ہندوستان اور امریکہ نے مشترکہ طور پر افریقی شراکت داروں کے لیے اقوام متحدہ کے امن کیپنگ کورس کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہ کورسز، جو نئی دہلی میں منعقد کیے گئے تھے اور ۲۳ افریقی فوجیوں اور پولیس تعاون کرنے والے ممالک کے افسران کے لیے منعقد کیے گئے تھے، ان کو یو ایس گلوبل پیس آپریشنز انیشیٹو کے تعاون سے اسپانسر کیا گیا تھا، اور جسے زیر تربیت افراد کو امریکی، ہندوستانی، اور افریقی کورس کے سابق طلباء نے سکھایا تھا۔ چناچہ اب ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور ہندوستان بحر ہند-بحرالکاہل کے شراکت داروں کے ساتھ امن قائم کرنے میں تعاون کو وسعت دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تعاون کا یہ پائیدار عنصر امریکہ بھارت سیکورٹی شراکت داری کی مضبوطی اور ان نظریات کو برقرار رکھنے کے لیے ہمارے باہمی عزم کو ظاہر کرتا ہے جن پر اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

چناچہ تربیت کار محولہ بالا ذکر کردہ افراد کا تعلق ،امریکہ،بھارت اور افریقہ کی جامعاتی الیمینائی سے رہا ہے،اب امریکہ بھارت کے ساتھ ملکر اب ان امن کاروائیون کا دایرہ کار اپنے شریک و سہیم انڈو-پیسیفک ممالک تک پھیلا رہا ہے،یوں دونوں ممالک کے دو طرفہ سیکیورٹی تعلقات مضبوط مضبوط تر ہورہے ہیں-اور ان سب کے پیچھے ان نظریات کا گہرا کردار ہے جنکی بنیاد پر امریکہ کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔

پی-ایم بیورو کے تحت امریکہ بحر ہند کے دیگر ممالک تک میری ٹیم سیکیورٹی کا دایرہ کار بڑھا چکا ہے،چناچہ اس ضمن میں سری لنکا و بنگلہ دیش بھی تعاونی فہرست میں شامل کئے جاچکے ہیں،یوں یہ ماللک میری ٹایم امداد کے اہل گردانے جاچکے ہیں، یوں خلیج بنگال کے ممالک تک امداد کی ١٣٥ ملین

ڈالر کی رقم بطور سیکیورٹی امداد پہنچادی گئی ہے جن سے مستفید ہونے والوں میں بنگلہ دیش،سری لنکا،اور مالدیپ شامل ہیں، لہذا مذکورہ بالا فارن ملٹری میری ٹایم امداد ان ممالک میں بیرونی غیر قانونی مداخلت کاری روکنے میں انکو مضبوط بناتی دکھتی ہے،پی۔ایم اس طرح ان ساحلی خطوں کی سیکیورٹی میں اپنا کردار منواتی نظر آتا ہے۔

ہندوستان ۲۰۰۳ سے سالانہ کم از کم ۱ملین ڈالر انٹرنیشنل ملٹری ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ[38]

آئی ۔ایم۔ای۔ٹی پروگرام مختلیف ممالک کی فوجوں کی ایسی فوجی تربیت کر رہا ہے جس کے تحت مستقبل کی اعلی فوجی قیادت کی تیاری ،تعلیم و تربیت ممکن بنائی جاتی ہے ۔یہ کورس زیر تربیت فوجیوں ،میں مہارت کو بڑھا کر انکے اور امریکی افوج کے درمیان دو طرفہ فوجی عملیت و مبنی روابط میں اضافہ کرتا ہے،اس کورس کے تحت فنی اور عملی تربیت کے ساتھ ساتھ فوجی تنازعات سے نبردآزما ہونے کے اصول پڑھائے جاتے ہیں،اور انسانی حقوق کی بابت فوجیوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔اس طرح بھارت و امریکہ کے فوجیوں کے درمیان دو طرقہ حربی تعلقات فروغ پاتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی تفہیم پیدا ہونے میں مدد ملتی ہے اور مواع اس ضمن میں فراہم کئے جاتے ہیں۔

نومبر ۲۰۱۹ میں، ریاست ہائے متحدہ اور ہندوستان نے ٹائیگر ٹرائمف دو طرفہ حربی مشقوں کا انعقاد کیا تھا، جو دونوں ممالک کے درمیان پہلی بار سہ فریقی (زمینی، بحری اور فضائی افواج) مشق تھی۔ چناچہ ہفتہ بھر کی ان مشقوں کے دوران، امریکی میرینز اور ملاحوں نے تباہی کے ردعمل اور انسانی امداد کی ترسیل کی مشق کرنے کے لیے ہندوستان کی تینوں مسلح خدمات کی افواج کے ساتھ شراکت کاری اختیار کی،مابعد بھارت نے امریکہ کے ساتھ مالابار مشقوں کے علاوہ امریکہ وجاپان کے ساتھ تین ملکی فوجی مشقوں رم آف پیسفک[39] مشقوں میں بھی شمولیت اختیار کی،تاکہ مضبوط و محفوظ بحر ہند اور بحر الکاہل کا امریکی خواب پایہ تکمیل تک پہنچ سکے[40]۔

چناچہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ امریکہ اس وقت یک قطبی طاقتی توازن کو رخصت ہوتا دیکھ کر دنیا کی دوسری بڑی معیشت چین کے بتدریج ہوتے ظھور و ترقی کو روکنے کے لئے ایسے اتحادیوں کو

---

[38] International Military Education and Training (IMET) program,
[39] Rim of the Pacific (RIMPAC)
[40] https://www.state.gov/u-s-security-cooperation-with-india/

دھونڈھ رہا ہے جو معاہدے کے ذریعہ اسکے عالمی طاقتی غلبہ پر مبنی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے ایشیا میں اسکا آلہ کار بن سکیں ۔

اس ضمن میں بھارت سے بہتر کوئی ابن الوقت دنیا میں موجود نہیں ہے ،ویسے بھی آبادی کے لحاظ سے وہ ایشیا میں چین کے بعد سب سے بڑا ملک ہے،جمہوریت ،سیکولرازم ،انگریزی زبان بولنے والی بڑی آبادی کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بھارت ہی وہ ملک ہے جس کو تقسیم کروانے اور برطانوی چنگل سے نکال کر خود کے ہاتھ میں لینے کے لئے دوسری جنگ عظیم کے دوران سے بعد تک امریکہ نے برطانیہ پر دباو ڈالے رکھا، اس ضمن میں مولانا آذاد کی کتاب انڈیا ونس فریڈم میں مختلیف اشارہ جات ممد و معاون ثابت ہوسکتے ہیں ۔

اگر بغور معاملہ کو جانچا و پرکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک زیر ذمین ادارہ جاتی تحریک تھی جسکی کوکھ سے ایک نیا نیا عالمی طاقتی توازن و دباو پیدا ہوا تھا ، ویسے بھی وہ سرد جنگ کا دور تھا ،جس میں یورپ کی چھوٹی بڑی ماضی کی تمام حکومتیں امریکہ کے زیر قیادت آگئیں تھی یا کردی گئی تھیں ،سمجھیں کہ برطانیہ کی جگہ امریکہ نے لے لی تھی اور روس نے بیک وقت اشتراکی بلاک کو مشرقی یورپ سے لیکر وسطی ایشیا تک اور وہاں سے افریقہ تک پھیلا دیا تھا، اس میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہے کہ بھارت شروع روز سے امریکہ کی اولین پسند اور اسکا محبوب ملک تھا مگر نہرو اور اشتراکی رجحان سے کچھ دلچسپی رکھنے والی کانگریس کی حکومت کی بند مارکیٹ،مقامیت، پر مبنی حکمت عملی،ریاستی محاذ آرائیوں پر مبنی بلاک سازی سے دوری اور غیر وابستہ ممالک سے تعلق نے اس ضمن میں امریکہ کے لئے کافی فکری مسایل بنائے رکھے۔

امریکہ و پاکستان کے تعلقات و روابط:

لہذ ا امریکہ نے پاکستان سے کچھ توازن کو متوازن رکھنے کی کوشش کی،چناچہ امریکہ نے پاکستان کو جب بھی اسلحہ دیا ہمیشہ بھارت کے مقابل رقم لیکر دیا، یا پھر قرض کی صورت میں دیا اور ظاہراً اسے سالانہ بجٹ امداد و قرض کے نام سے موسوم کرتے رہے، اور جو بھی دیا اعلان کے عرصہ بعد دیر سے دیا اور کبھی ٹیکنالوجی کی منتقلی کے ساتھ نہیں دیا۔

اس میں کبھی درجہ اول کے میزائل نما ہتھیار شامل نہیں تھے،پھر پاکستان کو پابند کیا گیا کہ وہ اسلحہ اپنی سرزمیں پر دفاع کے ضمن میں بروئے کار لائیگا ،بھارت کے خلاف استعمال نہیں کریگا بلکہ پاکستان امریکی بیانیہ کی رو سے اس اسلحہ سے جارحیت بھی نہیں کرسکتا تھا۔اسی طرح پاکستان اسکی پسند کی جگہ نہیں تھی بلکہ ایک اہم امریکی ضرورت تھی،جسکا سیاسی و جغرافیائی محل وقوع ،مسلم دنیا میں حربی اہمیت نے اسکو خود کو ناچاہتے ہوئے پاکستان کو اہمیت دینے پر مجبور پایا تھا ۔جبھی جب بھی اسکا مقصد کسی منصوبے میں پورا ہوا ہم نے دیکھا کہ امریکہ فوراً پاکستان کو بیچ راستہ میں چھوڑ کر اپنی راہ لیتا نظر آیا،پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے باعد سے امریکہ بھارت کے قریب تر ہوتا گیا اور پاکستان سے دور ہوتا گیا ،جبکہ پاکستان بھی درون خانہ اس دوری کی کمی کے سبب چین کو اہمیت دینے پر مجبور ہوگیا،امریکہ نے پاکستان کو عالمی معاشی اداروں کے ذریعہ جکڑ رکھا ہے اور اسکی معیشت کو من چاہی خواہشوں اور مطالبوں کے ذریعہ تباہ حال کرنے میں مگن ہے ،اور بھارت اس ضمن میں اسکا آلہ کار ہے،پاکستان میں دہشت گردی کی لہر سے لیکر معاشی دہشت گردی تک امریکہ و بھارت یک جان یک قالب بنے رہے ہیں۔

بھارت ایک منافق و دوغلی ریاست ہے:

اس تناظر میں نو پور شرما کا یہ کہنا کہ ہمارے کسی فرد اور گروہ کا عالمی دہشت گردی کی فہرست میں کوئی نام نہیں ہے تو جنابہ دہشت گردی عموما غیر ریاستی کردار کرتے ہیں ،کیونکہ انکی ریاستوں کو براہ راست دہشت گردی کرنے پر ننگا ہونے کا خوف ہوتا ہے جبھی وہ دہشت گرد گروہوں کو مالی امداد دیکر بھاڑے پر دہشت گردی کرواتی ہیں ،جبکہ انکے مقابل بھارت کی تو کل ریاست ہی دہشت گرد ریاست ہے، جسکا ماضی ،حال اور مستقبل داخلی و خارجی طور پر دہشت گردی سے لتھڑا نظر آتا ہے اور جسے باقاعدہ لبرل سیکولر ڈیموکریٹک،اور انسان حقوق کی جعلی غلبہ جاتی اقدار پر تیقن رکھنے والی مغربی اقوام ،امریکہ اور اقوام متحدہ کی کھلی آشیرواد حاصل ہے،چناچہ بھارتی بنیا ریاست ایسی ریاست ہے جرم و دہشت گردی کو اپنا نہیں بلکہ اپنے مخالفین کا وصف قرار دینے میں یقین رکھتی ہے،یہ چانکیہ کی بھی استاد ریاست کہی جاسکتی ہے جو گوبیلز کے اس قول کی عملی تشریح پر یقین رکھتی ہے کہ جھوٹ اتنا کھل کر بولو اور دھرا دھرا کر بولو کے وہ سچ لگنے لگے۔

نوپور شرما نے اور اسکی مثل بھارتی روایتی فیمن ازم کی نقیب قوم پرست خواتین نے شہرت کا ایک سستا جذباتی اور مقبول عام راستہ ڈھونڈھ نکالا ہے کہ بھارت ماتا کی جے ،ہندو دتا کی جے ،سناتن دھرم کی جے ۔ شری رام کی جے،ویدوں کی جے،مہا دیو کی جے،گوماتا کی جے جے کار کرکے مسلمانوں کے عقاید نظریات ،مذہبی و تاریخی شخصیات پر حملہ کرکے ہندو جنتا کی نگاہ میں بلند و بالا مقام حاصل کیا جائے،تاحال بھارتیہ جنتا جماعت کی حکومت نے ان تمام پارٹی سے منسلک افراد کی گرفتاری سے انکار کئے رکھا ہے جو حالیہ محمدﷺ کی گستاخی میں شریک و سہیم رہے ہیں بلکہ انکو حفاظت کے نام پر سرکاری تحفظ فراہم کیا جارہا ہے،اسی طرح انھونے الٹا آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر کو گرفتار کرلیا ہے کیونکہ انھونے بھارتی جنتا پارٹی کی حکومت و جماعت پر عرصہ دراز سے تنقید نگاری میں نام بنالیا تھا۔

بھارتی سپریم کورٹ کے مطابق نوپور ہی فساد کی جڑ تھی:

سپریم کورٹ میں جون کے اواخر میں ہونے والی سنوائیوں میں سپریم کورٹ نے اول نوپور شرما کی درخواست کو درخور اعتنا کے قابل تصور کرنے سے انکار کردیا ہے،بلکہ نوپور شرما کو بھارت میں پھیلی فرقہ وارانہ ہنگامہ آرائیوں کا ذمہ دارتصور کیا ہے جسکا ایک نتیجہ بھارتی اودے پور نما علاقہ میں نوپور شرما کے بیانیہ کو دہرانے والے درزی کے قتل ہونے پر اسکا ذمہ دار نوپور شرما کو قرار دیا ہے،جسکے نتیجہ میں ہندووں نے مسلم املاک اور جانوں پر حملے شروع کردئے ہیں،اور فسادات پھوٹ پڑے ہیں۔

اس قتل کے پیچھے جس فرد کا تعلق بیان کیا جاتا ہے ، اور جس نے اس ہندو کو قتل کیا اسکے اس اقدام کو ابھی صحیح پس منظر میں جانچا جانا باقی ہے،اسکا ظاہر بیان یہ ہے کہ اس نے نبی اکرمﷺ کی گساخی کے جرم میں اس درزی کو قتل کیا ،جبکہ دوسری طرف کچھ تحریروں اور تحقیقات نے اشارے دئے ہیں کہ یہ صاحب یعنی عطاری صاحب ماضی میں بھی مقامی بی۔جے۔پی کی سیاسی قیادت کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے روابط قایم کرتے دیکھے گئے ہیں ،اور انکی اس کاروائی کا خمیازہ ہندو مسلم فسادات کے روپ میں نکلا ہے،اس سے یہ تاثر ابھرتا معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ بی۔جے۔پی ہی اس درزی

کے قتل میں پس پشت موجود ہو ،اور اسکا اصل مقصد جوابی دنگے فساد کرکے مسلم املاک کے جلاو گھیراو اور قتل عام کا جواز پیدا کرنا ہو،واللہ علم۔

بی۔جے پی عرصہ دراز سے خود میں اور دیگر اقلیتوں میں تفریق کرنے کے فلسفہ پر عمل کار رہی ہے،اور اس ضمن میں وہ بلترتیب مسلمانوں اور عیسائیوں کو زیادہ مورض الزام و تنقید بناتی نظر آتی ہے،کل مسلم تاریخ کو وہ بیرونی حملہ آوروں کی تاریخ کہہ کر رد کرچکی ہے،مسلم حکمران اور انکی تاریخ کو وہ حملہ آوروں کی تاریخ مانتی ہے،وہ سرے سے کسی بھی مسلمان کو جماعتی ٹکٹ دینے کے جواز کی بلکل قایل نہیں ہے،انکی ہم عقیدہ خواتین آئے روز مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات دیتی نظر آتی ہیں،خود مودی مسلمانوں کو گجرات سانحہ کے ضمن میں کتے کا پلا قرار دے چکے ہیں۔انکا ساتھ یہ بھی ماننا ہے کہ مسلمان اور انکے عقاید بیرونی دنیا یعنی عرب میں پروان چڑھے ہیں، لہذا ان سے مفاہمت ممکن نہیں ہے ،اس ضمن میں یہ سوچنے کی بات ہے کہ انکی سوچ اتنی قدامت پسند اور مقامی ہوچکی ہے کہ انکی رو سے ہندو وحت الوجودی تپسوی واحدانیت مقامی فکر و ثقافت کو حصہ ہے ،جبکہ دوسری طرف مسلم توحید حملہ آوروں کی توحید ہے، لہذا مقامیو خارجی شخصیت و خودی کی تفریق کے سبب وہ کہتے ہیں کہ ہم تم الگ الگ ہیں کسی صورت میں ایک نہیں ہیں چناچہ صاف صاف ہم اور تم کی تفریق جابجا اس جماعت کی سیاست میں عیاں نظر آتی ہے۔

بی۔جے۔موضوعی تبدیلی سے خارجی معروضیت کی تبدیلی پر عمل کار ہے چناچہ اس ضمن میں انھونے کشمیر کو حاصل آئینی مراعات کو بجبر عدد قانون سازی سے بدل کر،اسکے بین القوامی متنازعہ ہونے کے معاملہ کو ہوا میں اڑا دیا ہے کیونکہ اسکا یار امریکہ اور اسکے غلام یورپی ممالک اس بحث میں اسکا سرے سے کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے ہیں اور امریکی بھارتیوں کو سرے سے ناراض کرنے کے موڈ میں نظر نہیں آتے ہیں۔

اسی طرح اسی آئین و قانون کی آنکھ سے انھونے ایک مسلمانوں میں متنازعہ مسلہ طلاق ثلاثہ پر سپریم کورٹ سے فیصلہ دلوادیا ہے،حلانکہ ایک کافر ملک کی کافر عدالت ایک مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہیں کرسکتی ہے، ویسے بھی بالغ نظری میں شرع محمدی اس ضمن میں زماں و مکاں،آئین و حکومت سے ماورا فیصلہ ساز شرعی مقام رکھتی ہے۔اگر چہ طلاق ثلاثہ کے حامیوں کے دلایل شرعی طور پر حدیث کے صحیح فیصلہ کے زیادہ قریب محسوس ہوتے ہیں بلکہ خود طلاق ثلاثہ کے بیک وقت منعقد ہونے کے حامی علما کرام بھی اسکے طلاق بدعی ہونے کے قایل ہیں ، مگر ساتھ یہ مت بھولا جائے کہ

دوسری طرف اس ملک کی بڑی تعداد حنفی فقہ پر عمل کار ہے ،جسکی رو سے طلاق ثلاثہ بیک وقت طلاق ثلاثہ ہی تصور ہوتی ہے،ناکہ طلاق واحد،اور اسی فقہ کے علما کی بڑی تعداد انڈین مسلم پرسنل شرعی بورڈ کی رکن بھی ہے چناچہ ایک کافر ریاست جو دارالکفر کا درجہ رکھتی ہو ایک موحد المذہب قوم پر حجت بننے کا یا فیصلہ نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے اور نا اس ضمن میں کوئی مسلمان ان سے قطع نظر کسی بھی فقہ و مسلک سے تعلق رکھتا ہو رجوع کرسکتا ہے۔

چناچہ ذکیہ کیس کا فیصلہ بی۔جے۔پی اپنا کارنامہ تصور کرتی ہے،حلانکہ اس ضمن میں درخواست گزار پر کوئی پابندی نہیں تھی وہ اور اسکا شوہر کسی اہل حدیث عالم سے فتوی لیکر بھی عمل کرسکتے تھے،اور چاہتے تو فقہ حنفی کے علما کی رائے پر قایم رہتے ،اس کے لئے کوئی جبر و سختی نہیں تھی کہ معاملہ غیر مسلموں سے حل کروایا جاتا اور ریاست سے یہ قانونی جبر کروایا جاتا ،چونکہ بھارتی مسلمان خود کے دینی مسایل و شناخت کے ضمن میں کافی کنفیوز نظر آتے ہیں چناچہ وہ اکثر و بیشتر شریعت و غیرشریعت دونوں کو الگ الگ ہاتھوں میں تھام کر عمل کار رہتے ہیں۔

بحث:٦۔

ہندو و مسلمان کی فکری ،نسلی اور تاریخی بنیادوں کا فرق،اسکی حقیقت و ماہیت

چناچہ ۲۰۱۷ کے یوپی اسمبلی انتخابات کے موقع پر دیکھا گیا تھا کہبی۔جے۔پی نے شمشان اور قبرستان نیز رمضان اور دیوالی کا موازنہ کرکے ہندووں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق کی لکیر مذید گہری لکرنے کی کوشش کی تھی،چناچہ اس نے مسلمانوں اور ہندووں کے مابین فکری تفرق کو جابجا عیاں کیا تھا،اور ہندو قوم سے ہندو دتوا کے فروغ و قیام کے نام پر ووٹ مانگا تھا۔ چناچہ مسلمانوں کے وجود سے نفرت قایم کرنے کا ماحول سنگھ اور بی جے پی پریوار نے کس قدر گہرائی اور شدت کے ساتھ اپنے ہم فکر افراد اور ممبران کے درمیان قائم کیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کرونا قبل سی۔ اے۔ اے اور این۔ آر۔ سی کے نام پر جب پورے ملک کے مسلمانوں کو مسلسل خوف کے سایہ میں زندگی گزارنے پر مجبور کیا جا رہا تھا، اسی دوران وزیر داخلہ امت شاہ لگاتار کہہ رہتے تھے کہ تمام بنگلہ دیشیوں کو بنگال کی کھاڑی میں پھینک دیا جائے گا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بنگلہ دیشی یا روہنگیا تشخص کا استعمال صرف ایک بہانہ ہے، ورنہ ان افراد کے اصل نشانہ پر اصلاً ہندوستانی مسلمان ہوتے ہیں،جیسا کہ وہ مغربی بنگال کی ایک بڑی اقلیت کا درجہ رکھتے ہیں جنکی سرحد پار ایک نام نہاد مسلم ریاست بھی بنگلہ دیش کے نام پر قایم ہے۔

ساوارکر کا مسلمانوں کی بابت عقیدہ:

چناچہ آر ۔ایس۔ ایس کے بانی دانشور ساورکر کی کتاب ''ہندوتوا'' کے مطابق مسلمانوں کی وطن پرستی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان کے دین کی تعلیمات عرب دنیا سے آئی ہیں اور اسی لیے ان کی وفاداری بھی عرب کی سرزمین سے وابستہ ہے۔اسی قسم کا ایک لبرل ڈسکورس پاکستانی صوبہ سندھ سے جی۔ایم۔سید کے وسیلہ سے سفر کرتا سندھی قوم پرستوں سے کل ملک میں انکے ہم خیال افراد تک پھیل چکا ہے، ویسے یہ پڑھا گیا ہے کہ ساورکر کے مطابق عقیدہ ہی شہریت کی بنیاد

ہوتی ہے۔،اس عقیدہ میں اسلام بھی اسکا کوئی خاص منکر نہیں ہے جہاں ملت کا تصور موجود پایا جاتا ہے،چناچہ اس تصور کو مسلمان اگر اپنائے تو برا منایا جاتا ہے ،مگر ہندو اپنائے تو قابل تحسین امر گردانا جاتا ہے، اسی لیے ان کا ماننا ہے کہ اگر مسلمان صحیح معنی میں محب وطن ہیں تو انہیں اپنا قبلہ بدلنا ہوگا یعنی اپنی عوامی زندگی میں ان تمام ثقافتی علامتوں کو اختیار کرنا ہوگا جن کا تعلق ہندوازم سے ہے،یعنی انکے نزدیک مسلم شناخت یا آیڈینٹیٹی کو مسلمانوں کو علامتی یا سمبولک بنیادوں پر ترک کرنا ہوگا جبھی مفاہمت کی راہ نکلے گی[41]۔

راہول گاندھی کے نزدیک اصل مجرم بی۔جے۔پی ہے:

کانگریس کے صدر راہول گاندھی نے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد اپنے روز کے معمول سے ہٹ کر آن اسکرین آکر اس پورے معاملے کا ذمہ دار نوپور شرما کی جگہ بی۔جے ۔پی کو قرار دیا، کیونکہ انہی کی جماعت کی مرکزی ترجمان اسکا موجب بنی تھی اور یہ بحث جماعتی حکمت عملی کے مذہبی رخ یعنی شیو مندر کے دفاع کے جواز میں منعقد ہوئی تھی،جماعتی ذمہ داری کے تناظر میں نوپور شرما کے بیانیہ کی ذمہ داربی۔جے۔پی اور اسکے وزیر اعظم مودی جی اس کل بکھیڑے کے ذمہ دار تھے،مسلم عرب ممالک کو مسلمانوں کے غیر اقوام کے قتل عام کی جگہ ،عربوں کے قتل عام کی زیادہ پروا ہے،مگر یہاں جب نوپور نے تمام حدودد پھلانگ لیں تو عرب ممالک تک بات جاپہنچی اور ایک چھوٹا سا عرب ملک دنیا میں بھارت کی جگ ہنسائی کا سبب بن گیا بتایا جاتا ہے کہ:

قطر کی حمیت دینی کا ماجرا:

قطر پہلا عرب ملک ہے جس نے اس سلسلہ میں اقدام کیا اور اپنی ناراضگی ظاہر کی اور پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے بے شمار عرب اور اسلامی ملکوں سمیت او آئی سی اور جی سی سی نے اپنے احتجاجات درج کرائے اور سخت ردعمل دیا۔ قطر کے اس اقدام کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا

[41] https://roznamasahara.com/the-hypocrisy-of-hindutva-is-exposed-by-the-case-of-insulting-the-holy-prophet/

جا سکتا ہے کہ جس دن ہندوستانی سفیر کو قطر کی وزارت خارجہ نے طلب کرکے اپنی شکایت درج کرائی ہے، اس دن ہندوستان کے نائب صدر وینکیا نائیڈو قطر کے دورہ پر تھے اور اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ ان کے اعزاز میں جو لنچ کا پروگرام رکھا گیا تھا، اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وزیراعظم نریندر مودی نے بھارت میں خارجی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کی غرض سے جس محنت اور عرق ریزی سے مشرق وسطیٰ بالخصوص خلیجی ممالک کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات کو بہتر بنایا تھا، اس کو نوپور شرما کی گستاخ زبان نے ایک لمحہ میں زائل کر دیا تھا ۔ اس واقعہ سے بی جے۔ پی کا یہ نفاق بھی دنیا کے سامنے ظاہر ہوگیا تھا کہ وہ دراصل اپنے ملک کے باشندوں کے مذہب و عقیدہ کا لحاظ نہیں کرتی ہے[42]۔

عوام کی ایک جاہلانہ روش کا بیان:

لہذا عوام چاہے پاکستان کی ہو یا ہندوستان یا پھر بنگلہ دیش اور کسی بھی جنوبی ایشیائی ملک کی وہ قانون شکن زیادہ،اور شخصیت پرست اس سے بھی کئی گنا زیادہ واقع ہوتی ہیں ۔چناچہ وہ بیک وقت فکری،سیاسی ،مذہبی،معاشرتی یا آئینی قانونی طور پر غیر واضح،مضطرب و بے چین ہوتی ہیں،وہ اپنی شخصیتوں کی کمی اور کوتاہیوں کو مختلیف شخصیتوں کی سحر کاری،کرشمہ سازی سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں،کس ذاویہ فکر اور کس علمی بحث کی کیا جوہریت ہے،کون کس سے پھوٹتا ہے،کس کو کس پر ترجیح ہے وہ اس بابت کچھ نہیں جانتے ہیں اور نا اس بابت سوچنے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں،چناچہ اس گمراہی کا سب سے زیادہ شکار پڑھے لکھے نوجوان اور وہ بوڑھے حضرات ہیں جنکو اپنی عمر ہی کارنامہ اور تاریخ دکھنے لگتی ہے،عوام صدیوں کی مشہور چیزوں کو محقق و مسنتد عقاید و امور پر درجیح دینے میں جری ہوتی ہے اور اسے اپنے آباواجداد کا ورثہ سمجھ کر سینے سے لگائے ہوئی ہوتی ہے۔

وہ سیاسی ،مذہبی یا انکے مثل کسی اور شخصیت کے حکم،قول،اور عادت کو ہی اپنا وطن،مذہب اور ایمان جاننے لگتے ہیں،کہیں وہ بھٹو کے روپ میں نمودار ہوتے ہیں ،کہیں باچا خان بن کر لپکتے ہیں،کہیں

---

[42] ایضاً:از:عبدالمجید نظامی

وہ فضل الرحمان کی شکل اختیار کرلیتے کہیں وہ مریم نواز،اور بے نظیر بن کر مردوں ہلانے،جھلانے لگتی ہیں اور کہیں بابا پاپا بن کر شریف برادران کی ہیت اختیار کرلیتے ہیں،اور جب ایک سب سے مبالغہ آمیز سیاسی جاہلانہ عقیدت اپنی خالص شکل میں ابھرتی ہے تو مودی،عمران اور ٹرمپ کی ڈیجیٹل دیومالائیت قایم ہونے لگتی ہے،چناچہ جب دو رکنی بھارتی سپریم کورٹ نے نوپور شرما کے معاملہ میں اسکو کل ملک میں فرقہ واریت بھڑکانے کا ذمہ دار قرار دیا تو اسکے جواب میں آن لاین سوشل میڈیا فورمز پر دائیں بازو کے قدامت مسند افراد جاہلانہ بنیادوں پر ان ججز پر اسی طرح بھڑکنے لگے جیسے تحریک انصاف کے حمایتی سوشل میڈیا فورمز پر مخالفین پر ،غدار،بے ایمان،بدعنوان اور وطن مخالف ہونے کے الزامات عاید کرتے نظر ہیں۔

بحث:۷۔

نوپور شرما اور کچھ ہندووں کے گستاخانہ کلمات کا علمی و تحقیقی پس منظر

سب سے پہلے تو ہم سب کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ بی،جےپی آزادی ہند یا پھر تقسیم ہند کے بہت بعد کی پیداوار ایسی سیاسی جماعت ہے جو نام نہاد مگر درون خانہ ہندو قوم پرستانہ مقابلتاً و نسبتاً معتدل ہندو مگر سیکولر جماعت کانگریس کا وہ جواب دعوی ہے جو ،انکے مقابل سنگ پریوار اور اسکی رشتہ دار ہندو قوم پرست و رجعت پرست خاندانوں کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے۔

،سمجھ لیں کہ بی۔جےپی ساواکر یا آر۔ایس۔ایس کا وہ سیاسی جماعتی جمہوری بچہ ہے جو زچہ کو مار کر پیدا ہوا ہے اور جس نے آر۔ایس۔ایس کی براہ راست ہندوستان پر حکمرانی کی کوششوں کو بلواسطہ نئے روپ میں کامیاب کرایا ہے ، چناچہ ساورکر نے ہی غالباً اول اول ہندوستان ہندو قوم کا ہے کا نعرہ مارا تھا ،مگر کیا ،نوپور شرما یا اس سے قبل ہندووں کے مسلمانوں پر تنقیدی حملے کیا آج کی پیداوار ہیں تو اس بیانیہ کو اسکے صحیح تاریخی پس منظر میں دیکھنے اور عیاں کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اگر فکری تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ انگریز ہی وہ اول قوم ہے جس نے میکلیاولی کی نیشن اسٹیٹ کی اپروچ یا منہج کو ہندوستان میں متعارف یا انٹروڈیوس کروایا تھا،ہندووں نے اس تناظر کی قدامت کے لئے اسے سناتن دھرم کی قدیم فکر سے نتھی کرکے ہندو نیشن اسٹیٹ کو دوبارہ تخلیق یا ری انوینٹ کیا چناچہ ،انگریزوں نے اول اول سنسکرت میں موجود علوم و داستانوں پر تحقیق کے لئے باقاعدہ فنڈنگ قایم کرکے یورپی محقیقین کی ایسی جماعت و کلاس پیدا کی جو شرق ہند پر تحقیقات کے نام پر تاریخ کا خون کرنے میں مگن رہی اور جسکے نتیجہ میں ہندوستان میں اقوام مذہب کی بنیاد پر پروان چڑھنے لگیں ،اس ضمن میں مراٹھی قوم اور سکھ قوم کی زوال پذیر مغل حکومت کے خلاف جنگوں ،کاروائیوں اور نفرتوں نے انکے لئے معاملہ آسان بنادیا ،چناچہ شیوا جی اور رنجیت سنگھ کو مغلوں کا جواب دعوی

تسلیم کرواکر انکو نئی پیدا شدہ ہندو قوم کا تاریخی رول ماڈل بنادیا گیا اور جسکو آج بی-جے-پی کے ففتھ جنریشن وار پروجیکٹ نے بالی ووڈ تک جاپہنچایا ہے۔

آریا سماجیوں کی ابتدا اور کارنامے:

مگر مسلم قوم کو اجنبی ،خارجی قوم قرار دینے کی مقامی تحریک اس ضمن میں آریا سماج تحریک تھی ،جس نے منظم جذباتی طور پر ہندو اور مسلمان،ہم اور وہ کی مناظراتی خلیج کو پروان چڑہایا اور اسکے بانی مبادی تھے ،پنڈت دیا نند سروتی،اور آج کل نوپور اور اسکی نسل کی خواتین جو کچھ کہتی پھر رہی ہیں وہ سب انہی سے اخذ شدہ ہے۔

مگر ساتھ یہ مت بھولا جائے کہ اس قوم پرستی کی لھر کو کچھ حد تک اپنے سیاسی مفادات سے پیدا کرنے والا ایک قدیم نام شیوا جی کا تھا، اور شیوا جی کی جرات کو ترقی دینے والے عالمگیر کے طالع آزما نکمے اور ناخلف بیٹے تھے،جن کی عالمگیر اپنی حیات میں بار بار سرزنش کرچکا تھا[43]،یہ شھزادے شیوا جی کے درپردہ پشت پناہ تھے،بحرحال جب تک شھزادوں کو اس سے نمٹنے کی ذمہ داری سونپی گئی تب تک شیوا جی مغل فوجوں کو مغل شہزادوں کی مجرمانہ خاموشی اور درپردہ حمایت سے شکست دیتا رہا ،مگر جب عالمگیر نے بلاواسطہ اس معاملہ کو دیکھا تو شیوا جی اور اسکے باپ دونوں کو عالمگیر کے سامنے سر اطاعت خم کرنا پڑا،اسی شیوا جی کو آزادی قبل اور بعد کے قوم پرستوں بلخصوص گجرات کے ہندو اور مراٹھہ نے اپنا حقیقی ہیرو قرار دیا ،یہ شیوا جی بذات خود کیا تھا اسکا اندازہ اسکے بیانات سے ہوتا ہے۔

شیوا جی کون تھا؟

یہ معلوم امر ہے کہ مغلیہ سلطنت کے انحطاط پر سب سے پہلے مرہٹوں کو ابھارا گیا تھا اور سیوا جی اور سمرتھ رام داس نے مسلمانوں کے خلاف تیار کرنے کی حکمت عملی کا آغاز کر دیا تھا ، لالہ لاجپت رائے کی تصنیف کردہ 'شیواجی کی سوانح حیات' میں لکھا ہے کہ ''سیوا جی کو بار بار اسلام کے خلاف

---

[43] رقعات عالمگیری دیکھیں

جنگ کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ سشوا جی نے راجہ جے سنگھ کے نام خط میں لکھا کہ :''میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے، افسوس صد افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک االگ ہی مہم کے لئے میان سے نکالنی پڑی، ورنہ اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر گرنا چاہیے تھا، میری بادلوں کی طرح گرجنے والے فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کی وہ بارش برسائیں گی کہ دکن کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مسلمان اس سیلاب خون میں بہہ جائیں گے اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہ رہے گا''۔[44]

شیوا جی اپنی زندگی میں تو اپنے مذموم خواب کو پورا نہ کر سکا، لیکن سمرتھ رام داس نے اس کے بیٹے سنبھا جی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا سلسلہ برقرار رکھا۔ اس نے شیوا جی کے بیٹے کو کہا کہ:''آپس میں محبت سے رہو لیکن اپنے مسلمان دشمنوں کو ڈھونڈ کر اپنے راستے سے ہٹا دو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں ان ملیچھوں کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کرو۔'' [45]

یہ ہندو قوم پرستوں کے انتہا پسند عزائم ہی تھے کہ مسلمانوں کے لئے دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا، انڈین نیشنل کانگریس کی تشکیل کا اولین مقصد یہی تھا کہ ہندوستان میں بسنے والے تمام افراد ہندو، مسلمان وغیرہ سب ایک“ قوم ”ہیں۔ خیال رہے کہ ہندی قومیت کا تصور ان لوگوں (ہندوؤں) کی طرف سے پیش کیا جا رہا تھا جن کی زبان میں‘ قوم ’کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں تھا، بلکہ ان کے ہاں‘ جاتی ’کا لفظ یعنی‘ ذات کا لفظ ملتا ہے ، اور جو لوگ بذاتِ خود ورنوں کی رو سے پیدائشی طور پر مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے ہوں۔

آریا سماجیوں کی توحیدی ہندویت اور مسلم مخالف تحریک:

اس دور میں ویسے بھی انڈین نیشنل کانگریس اور آریہ سماج دونوں ہی جماعتیں درونِ خانہ مسلمانوں کے تشخص کے خلاف میدان میں تھیں۔ جس کا مقصد ۲۶ اپریل ۲۹۲۵ میں اخبار پرکاش لاہور میں شائع کردہ اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ :

[44] پنڈت نند کمار شرما: ویر کیشری شوا جی
[45] بھائی پرمانند:تاریخ مہاراشٹر:ذکر کردہ: قادر خان یوسفزئی

https://www.humsub.com.pk/434760/qadir-khan-yousafzai-304/

’’ہندوستان میں سوائے ہندو راج کے دوسرا راج ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا ہے، اور ایک دن وہ بھی آئے گا کہ جب ہندوستان کے سب مسلمان شدھ (صاف، پاک) ہو کر آریہ سماجی ہوجائیں گے اور اس طرح آخر میں یہاں صرف اور صرف ہندو ہی رہ جائیں گے، یہ ہمارا آدرش (نصب العین) ہے، یہی ہماری آشنا (آرزو) ہے، سوامی جی مہاراج نے آریہ سماج کی بنیاد اسی اصول کو لے کر ڈالی تھی۔‘‘

چناچہ پروفیسر رام دیو نے بھی اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کی ہر مسجد پر آریہ سماج کا جھنڈا بلند کیا جائے گا۔

اس میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہونی چاہئے کہ پاکستان کا قایم ہونا انتہا پسند ہندوؤں کے لئے قابل قبول نہ تھا ،یہی وجہ تھی کہ گاندھی کو انتہا پسند قوم پرست ہندو نتھو رام نے برلا ہاؤس میں قتل کر دیا،اب بی۔جے۔پی نے نتھو رام گوڈسے اور ساوکر جیسوں کو اصل کرانتی کار یا مجاہد آذادی قرار دینا شروع کردیا ہے،گاندھی برخلاف گوڈسے نامی جلد ریلز ہونے والی فلم سے یہی عیان ہوتا ہے اور گوڈسے کے موقف کی بھی قوم پرستانہ تناظر میں مبنی بر حق قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

چناچہ اکھنڈ بھارت کے لئے سازشوں کا سلسلہ پاکستان کے قیام کے بعد بھی جاری وساری رہا اور کرم خوردہ مملکت کو بکھیرنے کی سازشوں میں ریڈ کلف ایوارڈ نے کلیدی کردار ادا کیا، حیدرآباد، جونا گڑھ مناو پر پولیس ایکشن اور کشمیر پر غاصبانہ قبضے، اسی ایوارڈ کا نتیجہ ہیں چناچہ تقسیم ہند کے بعد دسمبر ۱۹۴۷ میں ہی پاکستان پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے گئے، مشرقی پاکستان میں موجود انتہا پسند ہندوؤں کے مسلسل پراپیگنڈوں نے پہلے ۱۹۶۵کی جنگ مسلط کی جو ناکام رہی تو نسلی عصبیت کی بنیاد پر سازش کر کے 71۱۹۷ کی جنگ چھیڑ دی گئی جسکا نتیجہ بنگلہ دیش کی صورت میں سامنے آیا۔[46]

واضح رہے کہ نوپور شرما ہندو قوم پرست سنگھ پریوار کی رکن ہے اور بی،جے۔پی اسی پریوار کی پہلی کامل کل وطنی ہندو قوم پرستانہ سیاسی جماعت ہے، لہذا سنگ پریوار کی سب سے نمایاں جماعت آر۔ایس۔ایس کی رو سے بھارت ہمیشہ سے اکھنڈ تھا ،مگر مابعد مسلم لیگ ،انگریز اور کانگریس کے گٹھ جوڑ نے اسکے حصے بخرے کردئے ،جبھی اب اسکو دوبارہ اکھنڈ و کامل بنانا باقی ہے، انکے نزدیک شیو جی سے دیانند سرسوتی تک سب اس تحریک کے نمایاں تاریخی نام رہے ہیں،حلانکہ شیوا

---

46 ایضاً

جی ایک باغی غارت گر ،لوٹ مار کرنے والا چھوٹا سا سردار تھا جو مابعد جاگیردار بن گیا ،جبکہ آریا سماج کی توحید کو کبھی ہندو دھرم میں نمایاں مقام حاصل نہیں ہوسکا ،کیونکہ یہ ہندو تکثیریت کی فکر زبان کے خلاف عقیدہ و عمل ہے بلکہ یہ اصل میں ہندووں کی درون خانہ ہندو مت کو توحید مت میں بدلنے کی ایسی ناکام کوشش تھی،جسکا ثبوت وید،پوران،سمرتیوں اور رزمہ نظموں میں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا ہے چناچہ سوامی جی نے تمام دیوی دیوتاوں کے بت اور شخصیات ایشور کے مختلیف نام ،ذات و صفات کے طور پر رگ وید پر تبصرہ یا کمنٹری میں پیش کئے ہیں۔

چناچہ سوامی جی نے جو ناکام لانے کی کوشش کا منصوبہ بنایا وہ کبھی کامیاب نا ہوسکا،چناچہ غیر ہندو اقوام سے مناظرے کرنے ان پر حملے،بہتان طرازی اور دشنام طرازی میں پنڈت جی نے زیادہ نام کمایا ۔

<u>آر۔ایس۔ایس کا قدیم و جدید موقف:</u>

چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی قریب میں آرایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ کہ اگلے ۱۵ برس میں 'اکھنڈ بھارت' کا خواب حقیقت میں بدل جائے گا۔ ماہرین نے تاہم اسے محض خام خیالی قرار دیا ہے اور کہا کہ عملاً ایسا ممکن نہیں ہے۔
ہندو قوم پرست اور شدت پسند جماعتوں کی مربی تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر۔ ایس۔ ایس) نے 'اکھنڈ بھارت، کا معاملہ ایک بار پھر اٹھایا ہے۔ ہردوار میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آر ۔ایس ایس۔ کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہاتھا کہ:

"بھارت جس رفتار سے ترقی کی راہ پر آگے بڑھ رہا ہے اگلے ۲۰ سے ۲۵ برسوں میں وہ اکھنڈ بھارت بن جائے گا۔ لیکن اگر ترقی کی رفتار مزید تیز کردی گئی تویہ مدت گھٹ کر آدھی رہ جائے گی۔ اگلے ۱۵ برس میں بھارت ایک بار پھر اکھنڈ بھارت بن جائے گا اور سب اپنی آنکھوں سے اسے دیکھیں گے،،۔

آر ایس ایس کے سربراہ کا مزید کہنا تھا، ،،ہم عدم تشدد کی بات کریں گے لیکن اپنے ہاتھوں میں لاٹھی بھی رکھیں گے کیونکہ دنیا طاقت کوتسلیم کرتی ہے۔،، موہن بھاگوت کے بقول: "ہمارے ذہن میں کوئی نفرت اور دشمنی نہیں ہے لیکن اگر دنیا طاقت کی زبان سمجھتی ہے تو ہم کیا کریں؟

انہوں نے بھارت کو "ہندو راشٹر'' قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہاکہ: بھارت کو اپنا ہدف حاصل کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا اور "اس کو روکنے والے ہٹ جائیں گے یا پھر مٹ جائیں گے''۔

آر ایس ایس اور ہندوتوا پر کئی کتابوں کے مصنف مولانا عبدالحمید نعمانی نے ڈی ۔ڈبلیو اردو سے بات کرتے ہوئے کہاکہ:''ہندو دتا کے نظریات کے بانی ونائک دامودر ساورکر اور آر۔ ایس۔ ایس کے دوسرے سربراہ آنجہانی مادھوراؤ سداشیو راؤ گولوالکر نے بھی اکھنڈ بھارت کی بات کہی تھی لیکن یہ اب عملاً ممکن نہیں ہے۔ یوں بھی اب ملکوں کی سرحدیں متعین ہوچکی ہیں''۔

انہوں نے کہا کہ بھارت اب تک ۲۴ مرتبہ تقسیم ہوچکا ہے۔ اکھنڈ بھارت قائم کرنے کا آخری موقع اگست ۱۹۴۷ء میں تھا جب بھارت دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا، لیکن اس وقت آر۔ ایس ۔ایس یا ہندو مہاسبھا نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

تصوراتی طور پر تو 'اکھنڈ بھارت' میں غیر منقسم بھارت کے علاوہ انڈونیشیا سے لے کر سری لنکا تک کے تمام علاقے شامل ہیں تاہم ساورکر نے ۱۹۳۷ء میں احمدآباد میں ہندو مہاسبھا کے ۱۹ ویں سالانہ اجلاس میں اکھنڈ بھارت کا تصور پیش کرتے ہوئے کہا تھا، "اس میں کشمیر سے رامیشورم اور سندھ سے آسام تک کے علاقے شامل ہوں گے''۔

آر ایس ایس کے اسکولوں میں پڑھائی جانے والی ایک نصابی کتاب میں اکھنڈ بھارت کا جو نقشہ دیا گیا ہے اس میں پاکستان اور بنگلہ دیش کو بھی دکھایا گیا ہے۔ جبکہ آر۔ ایس ۔ایس کی ٹریڈ یونین کے ایک میگزین نے اکھنڈ بھارت کے نقشے میں نیپال، بھوٹان اور میانمار کو بھی شامل کر رکھا ہے۔

چناچہ ماہرینِ سیاست کہتے ہیں کہ: اکھنڈ بھارت کا قیام تو ممکن نہیں ہے البتہ یورپی یونین یا متحدہ ریاست ہائے امریکہ کی طرز پر بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش پر مشتمل ایک کنفیڈریشن کا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے ایک سابق جج مارکنڈے کاٹجو اس کے لیے ایک مہم بھی چلا رہے ہیں۔ دوسری طرف بی جے پی کے ایک سینیئر رہنما لال کرشن اڈوانی نے بھی سن ۲۰۰۴ میں ایک کنفیڈریشن کی تائید کی تھی۔

لہذا متعدد رہنماؤں نے موہن بھاگوت کے بیان پر سخت تنقید کی ہے اور کہا کہ آر۔ ایس۔ ایس لوگوں کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔

بائیں بازو کی جماعت کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) کے جنرل سیکرٹری سیتا رام یچوری نے کہاکہ:'' آخر یہ اکھنڈ بھارت کیا ہے؟ وہ اس طرح کا زہر اور نفرت پھیلاتے ہیں اوراس کے نتیجے میں تشدد ہوتا ہے''۔

شیو سینا کے رہنما سنجے راوت کا کہنا تھاکہ '' اگر کوئی اکھنڈ بھارت کی بات کرتا ہے تو اسے پہلے پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کو بھارت میں شامل کرنا ہوگا اور پھر جس پاکستان کو تقسیم کیا گیا تھا، اسے بھی بھارت میں شامل کرنا ہوگا۔ پہلے جہاں سرحدیں ہوا کرتی تھیں انہیں بھی جوڑیے، سری لنکا کو بھی شامل کیجیے۔ اگر آپ ایسا کرسکتے ہیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے''۔

رکن پارلیمان اسد الدین اویسی نے سوال کیاکہ:

''موہن بھاگوت آخر کار کس بنیاد پر اگلے ۱۵ برس میں اکھنڈ بھارت بنانے کی بات کررہے ہیں''۔

47

[47] https://www.dw.com/ur/%D8%A2%D8%B1-%D8%A7%DB%8C%D8%B3-%D8%A7%DB%8C%D8%B3-%DA%A9%DB%92-%D8%A7%DA%A9%DA%BE%D9%86%DA%88-%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA-%DA%A9%DB%92-%D8%AE%D9%88%D8%A7%D8%A8-%DA%A9%DB%8C-%D8%AA%D8%B9%D8%A8%DB%8C%D8%B1-%DA%A9%DB%8C%D8%A7-%D9%85%D9%85%DA%A9%D9%86-%DB%81%DB%92/a-61486750

بحث:۸۔

سوامی دیانند ،ہندومت اور ہندوستان

آپ لوگ سوچ رہے ہونگے کہ ہم آخر کیوں ہم بار بار سوامی دیا نند سروستی کا نام لئے جارہے ہیں اور یہ صاحب کوں ہیں ؟تو جنابِ من یہ صاحب ہندو فرقہ آریا سماج کے بانی مبادی سمجھے جاتے ہیں،اور موجودہ ملحدوں اور ہندووں کے مسلم مخالف بیانات اور تحقیقات انکے قبل تقسیم مسلم مخالف اقدامات،مناظروں اور کتب کی ہی بازگشتِ جدیدیہ کے ماسوا کچھ نہیں ہے ،چناچہ یہ آریا سماج تھی جسے انہونے ۱۸۷۵ میں قایم کیا تھا۔

آریا سماج کی آریائی مرکزیت پر مبنی نظریہ سازی:

انہونے ہندو مذہب کی ویدی اور آریائی بنیادوں پر تجدید کی کوشش کی تھی اور پورانی کتھاوں پر اپنی کم اعتقادی ظاہر کی تھی ،انہونے اس نفس مضمون کو تسلیم کیا تھا کہ قدیم آریائی ہندو،ایک ایشور کو پوجا کرتے تھے جسکی کوئی تصویر اور بت نہیں ہوا کرتا تھا،چناچہ ہم کو ہندو دھرم کو خالص رکھنے کے لئے ان ارتقائی فرسودہ بدعات سے پیچھا چھڑانا چاہئے،انکی رو سے آریائی یہیں رچ بس گئے تھے ، مگر اپنے ساتھ کوئی نئی جدید تہذیب نہیں لائے تھے ،جبھی ہندوستان سے ہندو دھرم اور ہندوستانی بنے ہیں،جبکہ مسلم فاتحین انکے مطابق ناصرف بیرونی حملہ آور ہی نہیں تھے بلکہ عربی و ترکی تہذیب و تمدن اپنے ساتھ یہاں لانے والے بھی تھے،جبھی انکی روایات و ثقافت سے مقامی ہندووں کو دوری بنا کر رکھنی چاہئے ،انکی رو سے وید ہی اصل قدیم کتب ہیں اور قران قدیم نہیں ہے ،اس ضمن میں انہونے مسلمانوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتب اور افکار و عقاید کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھا،ساتھ ساتھ ہندو مذہب میں اصلاح کی بھی کافی کوشش کی ،ستی کی مخالفت کی،بیوہ کے نکاح ثانی کی حمایت میں کافی کچھ لکھا، اور ساتھ ساتھ ویدوں کی ترجیح کے لئے بھی دلایل دئے۔

موصوف نے قران اور نبی اکرمﷺ دونوں کو ہی کو تنقید کی نوک پر اٹھائے رکھا چناچہ اس ضمن میں صاحب جی نے رنگیلا رسول نام کی ایک نبی اکرمﷺ کے شتم و گستاخی میں کتاب تحریر کی جسکا جواب مولانا ثنا اللہ امرتسری نے مقدس رسول کے نام سے دیا۔

چناچہ سوامی جی مسلم مخالفت میں بدتمیزی کی تمام حدود پھلانگ چکے تھے،مسلم ذوات قدسیہ پر طنز و تنقید کرنا انکا شیوہ عام بن چکا تھا،انکی مکمل کوشش یہی تھی کہ ہندووں کی اولاد مسلمان دوبارہ ہندو دھرم اپنا لیں ،اور اگر انکو کسی قسم کی توحید کو ہی اپنانا ہے تو وہ تو ہندو دھرم میں رہ کر بھی اختیار کی جاسکتی ہے،چناچہ حال ہی میں بھارت کے شیعہ بورڈ کے ایک فعال رکن وسیم رضوی نے پہلے ۔صحابہ کرام پر ہرزہ سرائی فرمائی،جسے لوگ اول روافض گیری سمجھے ،پھر موصوف نے ایک درجہ اور آگے بڑھ کر قران کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کردیا، بلکہ اسے نبی اکرم ﷺکا تحریری کام تصور کیا،اس سے ایک درجہ آگے بڑھ کر موصوف ہندو دھرم کی چھتر چھایہ تلے بیٹھ کر سناتن دھرمی ہوگئے ہندو ہوگئے یعنی جہاں سے آئے تھی وہیں مل گئے، یہ معاملہ یہیں نہیں رکا،ہندو دھرم کی سوشل میڈیائی عورتیں فضول اور عقل سے پیدل اعتراضات لیکر میدان میں جا اتریں،نوپور شرما کی بابت لوگ شاید اب کچھ زیادہ جاننے لگے ہیں ،مگریہ موصوفہ ماضی میں بھی کئی ویڈیوز میں مسلم عقاید پر نقد کرتی یا انکی تجدید کو اپنے مطالعہ سے ظاہر کرتی نظر آتی ہیں۔

خیر سنگھ پریوار کی بھارتی ریاست میں مسلم دشمنی اور مناظرہ بازی کی جڑیں دیا نند کی ستیارتھ پرکاش اور رنگیلا رسول سے جڑی نظر آتی ہیں،غیر منقسم جنگ آزادی کے بعد برطانوی ہندوستان میں اس قسم کے مناظراتی کھیل تماشوں کا عام روج معلوم کرنے سے ظاہر ہوجاتا ہے،اس دور کے آریا سماجی بدمعاشوں سے مسلمانوں کے مناظرے و معرکہ معروف تھے ،اس ضمن میں مولانا ثنا اللہ امرتسریؒ نے انکی تردید میں کمال حاصل کیا ہوا تھا۔

غلام احمد قادیانی کا ماجرا:

انہی کے ساتھ ہمیں تحقیق کے دوران احمدی محقق مولانا عبدالحق کا ہندو دھرم پر محققانہ رد بھی کثرت سے دیکھنے کو ملا، سمجھیں وہ خالص آریا سماج کے متجر محقق و اتھارٹی تھے،انھونے ان آریا سماجیوں کے رد میں کافی کتب میفہ لکھی ہیں،بیان کیا جاتا ہے کہ خود کاذب قادیان غلام احمد قادیانی

جب اسکے جھوٹے موعود دعوے ظاہر نہیں ہوئے تھے ،اور اسکی دماغی حالت میں تغیر خاص معلوم نہیں ہوا تھا،عیسائی،ہندو اور دھرم دشمنوں سے مناظروں میں کافی مقبولیت حاصل کرچکا تھا ،اور یہیں سے اسکا خود پر وحی اترنے کا اعتماد دن دگنی رات چگنی ترقی کرنے لگا،اوپر سے تصوف کے مطالعہ ،پیری فقیری کے مظاہروں سے متاثر ہوکر اسے گمان ہونے لگا کہ وہ ہی موجودہ ہندوستان میں نیا نویلا مجدد وقت ہے،پھر مجدد سے ایک درجہ بڑھ کر اسے مسیح بننے کی فکر لاحق ہوئی تو وہ عیسائی کتب کے مطالعہ و تحقیق کو ڈھال بنا کر مسیح کی وفات اور کشمیر میں دفن ہونے کا اعلان کربیٹھا،اب جب مسیح کا مقام خالی ہوا تو مسیح قادیان اپنے گمان کے مطاق اس درجہ پر فایض ہوگیا، اسے خود کو سپر مین بنانے کا شوق لاحق تھا چناچہ ہندوی ویدانتی تصورات،آتما ،پرمآتما کی بحثوں،وحدت الوجود و شہود کے ملغوبہ سے صاحب جی نے خود کو نبوت محمدی کا ظل قرار دیکر نبوت کے درجہ پر فایض کرادیا ، یعنی سیلف ریلینٹ پرافٹ ہوڈ شپ کی مابعد الطبیعات جو دجال قادیان نے قایم کی تھی اسی دوران انہی ہی خد و خال پر ہندو مذہب کی تجدید و صفائی کی فکر کچھ افراد کو پریشان کئے ہوئی تھی چناچہ اسی ہندو مذہب میں بھی ایک صاحب اسی سرزمین پر ذرا ہٹ کر سوچنے میں مگن تھے،جنھیں ہم سوامی جی کی اصطلاح سے یاد کررہے ہیں چناچہ سوامی دیا نند یہی مقام ہندو دھرم میں حاصل کرنے کی کوشش میں مصروفِ عمل تھے ،انکی تحریک پر جو تبصرے گاندہی جی نے فرمائے تھے ،ان میں سے کچھ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

اس بحث کے ضمن میں یہ امر ملوظِ خاطر رکھا جائے کہ، ایک قادیانی مشنری سردار خاں نے آریا سماجیوں کے رد میں سولہ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ ترتیب دیا تھا،جس کو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ، لاہور نے شائع کروایا تھا۔ جناب مخمدوم محمد عدیل عزیز صاحب نے اس نادر و نایاب کتابچہ کو مخدومہ امیر جہاں لائبریری (فیس بک گروپ) میں شیئر کیا ہے، جس کے لیے ان کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے ، کم ہے ۔

صاحب کے غالب گمان کے مطابق، مذکورہ کتابچہ ۱۹۲۴،،۱۹۲۳؟ کئ اریب قریب قلمبند ہوا تھا ۔ دھیان رہے کہ اس کتابچہ سے قادیانیت کی ترویج و اشاعت اور ان کے بنیادی عقائد کو کچھ سروکار نہیں ہے اور نہ ہی اس مضمون میں سوامی دیانند سرسوتی کےاسلام و عیسائیت اور مذہبی شخصیات پر اعتراضات اور دریدہ دہنی کا کوئی جواب دیا گیا ہے ۔ بلکہ مذکورہ مضمون ، آریا سماج اور سوامی دیانند کے متعلق مسٹر گاندھی کے مضمون و بیانات کا دفاع کرتے ہوئے سوامی دیانند سرسوتی

کی کتاب''ستیارتھ پرکاش'' نامی کتاب سے حوالے نقل کرتے ہوئے مسٹر گاندھی کی رائے کو درست ثابت کرتا ہے۔

مختصراً، تاریخِ پاکستان کے حوالے سے سوامی دیانند سرسوتی اور ستیارتھ پرکاش کی مخصوص اہمیت و معنویت کے پیش نظر مذکورہ مضمون کی اہمیت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے ۔نیز فاضل مرتب کے نزدیک برصغیر میں روشن خیالی اورو مغربی تعلیم و تربیت کے اثرات کے حوالے سے بھی مذکورہ مضمون ایک وسیع تر علمی دھارے کے تحت نہایت اہمیت کا حامل مجھا جاسکتا ہے۔

لہذا گاندہی جی کے سوامی جی کے بابت تاثرات کے لئے بلواسطہ ہم انکو سند بنا کر ذیل میں گاندہی جی کے تاثرات پیش فرماتے ہیں کہ انکا سوامی جی کی بابت کیا موقف ہے اور پھر اسی موقف کو ہم سنگھ پریوار،بی،جے۔پی اور نوپور شرما برادری پر منطبق کرتے ہیں،چناچہ اب ذرا ذیل میں گاندہی جی کے تاثرات دیکھیں، واضح رہے کہ یہ دور تحریک خلافت کے ہندوستان میں اختتام ہونے اور عثمانی خلافت کے خاتمہ اور اتا ترک کے عروج کا دور تھا،چناچہ سردار خان اس کتابچہ میں لکھتے ہیں کہ:

<u>سوامی دیانند سرسوتی پر گاندہی جی کاتبصرہ:</u>

حال ہی میں مہاتما گاندھی جی نے ہندومسلم اتحاد کے متعلق ایک مضمون لکھتے ہوئے آریہ سماج ، اُس کے بانی سوامی دیانند جی کی تصنیف کردہ ستیارتھ پرکاش ، سوامی شردہانند (شردھانند) اور آریہ سماجیوں کے متعلق کچھ خیالات ظاہر کئے ہیں ،جن سے آریہ حلقوں میں سخت گھبراہٹ پیدا ہو رہی ہے مہاتما جی نے جو کچھ آریہ سماج وغیرہ کے متعلق لکھا ہے ۔ وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''سوامی شردھانند پر بے اعتمادی کی جاتی ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ اُن کی تقریریں اکثر نارضگی پیدا کرنے والی ہوتی ہیں ۔ لیکن وہ بھی ہندومسلم اتحاد کے خواہاں ہیں ۔ بدقسمتی سے اُنہیں اِس امر کے امکان پر یقین ہے کہ وہ ہر ایک مسلمان کو آریہ(آریا) بنا سکیں گے ۔ شاید ٹھیک اسی طرح ہو کہ جس طرح اکثر مسلمان خیال کرتے ہیں کہ ایک دن تمام غیر مسلم اسلام قبول کر لیں گے[48] ۔ شردھانند جی بیباک ہیں

---

[48] گاندہی جی کا بھی مسلمانوں کی بابت یہ گمان تجاہل عارفانہ محسوس ہوتا ہے

۔ انہوں نے اکیلے ہی مقدس گنگا کے کنارے پر ایک جنگل کو ایک شاندار رہائشی کالج بنا دیا تھا ۔ انہیں اپنے آپ پر اور اپنے مشن پر وشواش (یقین) ہے لیکن وہ جلد مزاج ہیں اورجلدی سے برہم مزاج ہو جاتے ہیں ۔ انہوں نے آریا سماج کی روایات ورثہ میں حاصل کی ہیں‘‘ ۔

میرے دل میں دیانند سرستی (سرسوتی) کے لیے بھاری(بڑی) عزت ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے ہندوم دھرم کی بھار ی(بڑی) سیوا کی ہے ۔ اُن کی بہادری میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ لیکن انہوں نے اپنے دھرم کو تنگ نظر بنا دیا ہے[49] ۔ میں نے آریا سماجیوں کی بائیبل ستیارتھ پرکاش کو پڑھا ہے ۔ جب میں یرودا جیل(ریاست مہاراشٹرا) میں آرام کر رہا تھا تو احباب نے اِس کی تین کاپیاں بھیجی تھیں ۔ میں نے اتنے بڑے ریفارمر(مصلح) کی تصنیف کردہ اس سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی ہے ۔

سوامی دیانند نے کیول (صرف) ستیہ(حق) پر کھڑا ہونے کا دعوٰی کیا ہے ۔ لیکن انہوں نے جانتے ہوئے جین دھرم ، اسلام، عیسائیت اور خود ہندودھرم کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے ۔ جس شخص کو ان مذاہب کا سرسری علم بھی ہے وہ بآسانی ان غلطیوں کو معلوم کر سکتا ہے کہ جن میں اِس اعلیٰ ریفارمر (مصلح) کو ڈالا گیا ہے ‘‘ ۔

’’انہوں نے صفحہ ہستی پر موجود ایک بُردبار اور آزاد مذاہب میں سے ایک خاص مذہب کو تنگ بنانے کی کوشش کی ہے[50] ۔ اگرچہ وہ بُت پرستی کے خلاف تھے لیکن وہ ایک نہایت لطیف صورت میں بُت پرستی کا بول بالا کرنے میں کامیاب ہوئے ۔کیونکہ انہوں نے ویدوں کے الفاظ کی مورتی بنا دی ہے ۔ اور ویدوں میں ہر ایک علم کو جو سائنس نے معلوم کیا ہے ، ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ میری عاجزانہ رائے میں آریہ سماج، ستیارتھ پرکاش کی تعلیمات کی خوبی کی وجہ سے ترقی نہیں کر رہا ہے، بلکہ اپنے بانی کے اعلیٰ کیریکٹر (کردار) کی وجہ سے بھی انہیں یہ معاملہ درپیش ہے ۔ آپ جہاں کہیں بھی آریا سماجیوں کو پائیں گے وہاں ہی زندگی اور سرگرمی موجود ہو گی ۔ تنگ نظری اور لڑائی

---

[49] جناب گاندہی اگر آج زندہ ہوتے تو بی،جے ۔پی سنگھ پریوار اور نوپور سہنا کی بابت بھی انکا یہی موقف ہوتا جبھی گوڈسے نےانکو پرم آتما سے جاملایا۔معج

[50] یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ ہندو دھرم ایک خدا سے تینتیس کروڑ خداووں،ایک مرد کی ہزار بیویوں سے،ایک بیوی کے پانچ شوہروں تک،کثیر ثقافتی سے وحدت ثقافت تک،تری مورتی سے ایک پرم آتما تک سب لبرل،ڈایورسٹی کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں،یعنی کہ ہندو دھرم کسی سنگل واحد عقیدے میں نہیں پنپ سکتا ہے،اس میں ہر دم تغیر ہر دم پھیلاو کی ہر پل خوہش نفسی کے ساتھ غیر اقداری طور پر گنجایش رہتی ہے۔معج

کی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں ۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں ‘‘۔

پھرتحریک شُدھی کے متعلق خامہ فرسائی کرتے ہوئے مہاتما جی لکھتے ہیں کہ:

’’جو بات ہندو اور مسلمانوں میں کشیدگی کو زندہ رکھ رہی ہے ، وہ طریقہ ہے کہ جس میں شدھی یا تبدیلِ مذہب کی تحریک چلائی جا رہی ہے ۔ میری رائے میں ہندودھرم میں دوسروں کو ان معنوں میں اپنے مذہب میں ملانے کی کوئی بات نہیں ہے جو عیسائیت یا سے اِس سے کم درجہ اسلام میں سمجھے جاتے ہیں ۔ میرے خیال میں آریا سماجی نے اپنے پروپیگنڈا میں عیسائیوں کی نقل کی ہے ۔ موجودہ طریقہ کار مجھے اِپیل نہیں کرتا ہے ۔اِس نے فائدے کی بجائے الٹا نقصان زیادہ کیا ہے ۔ اگرچہ اِسے محض دل کا معاملہ اور ایسا معاملہ خیال کیا جاتا ہے جو پرماتما(خدا) اور ایک شخص کے درمیان ہے تاہم یہ گِر کر خودغرضانہ جذبے تک (انھیں) لے جاچکا ہے ‘‘۔

(مزید براں وہ کہتے ہیں کہ) ’’ آریا سماجی اُپدیشک (واعظ/معلم) کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرنے کے وقت ہوتی ہے ‘‘۔ مذید یہ کہ ’’میرا ہندوجذبہ مجھے بتلاتا ہے کہ تمام مذاہب کم وبیش سچے ہیں ۔ تمام ایک ہی پرماتما (خدا) سے نکلے ہیں[5251] ۔ لیک یہ تمام نامکمل ہیں کیونکہ یہ نامکمل انسانوں کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں ۔ اصلی تحریک شدھی یہ ہونی چاہیے کہ ہر ایک مرد اور عورت اپنے اعتقاد کے مطابق بدرجۂ تکمیل پہنچنے کی کوشش کرے ۔ ایسی تجویز میں کیریکٹر (کردار) واحد کسوٹی ہو گی ۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کی کیا ضرور ت ہے اگر اِس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ایک شخص اخلاقی طور پر بلند ہو ۔ میرے لوگوں کو خدا کی سیوا کے لیے (کیونکہ اس کے سوائے شدھی یا تبلیغ کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے) دوسروں کو

---

[51] اس جگہ ہندوی ویدانت اور ٹھیٹھ لبرل ہندوی مسلم تصوف راسخ العقیدہ تصوف سے راہیں جدا کرتے دکھتے ہیں،راہوں کا اختلاف اہم نہیں منزل تک پہنچنا اہم ہے،بھلے اس میں پرمآتما کا بدھوی و جینی ،اوشوی انکار ہو یا ،وحدت الوجودی وجود حقیقی میں ضم ہونا سب تصوفی فلسفہ حیات کے کھیل منطقی کھیل تماشہ ہیں۔معج

[52] یہاں گاندہی جی کا اشارہ ویدانیت اور تصوف کے مرکزی خیال کی طرف ہے جسکی رو سے تمام مذاہب ،منہج و راستہ ہیں منزل تک پہنچنے کی ورنا منزل سبکی پرماتما سے وصل و اتحاد ہے۔اور سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے،یہاں اسلام انکے موقف کےساتھ نہیں ہے،اور مسلم محقق صوفیہ بھی اسکے منکر ہیں مگر،اس میں شک نہیں جہاں تصوف و روحانی شخصیت پرستی کارفرما ہو وہاں یہ لفظی و کلامی کھیل تماشہ عام ہیں۔معج

اپنے مذہب میں ملانے کا آخر بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے جب کہ وہ لوگ جو ہمارے مذہب میں ہیں ہر روز اپنے اعمال سے خدا کا انکار کرتے رہتے ہیں [53]''۔

سردار صاحب نے اس کتابچہ میں سوامی جی کی ہندو عقاید پر نقد کے کچھ حوالہ جات ستیاتھ پرکاش سے نقل کئے ہیں ،میں محسوس کرتا ہوں کہ اپنے اصلی ہیروجی ! جن سے اللہ جانے نوپور واقف ہیں یا نہیں کی خود ہندووں و بی-جے-پی پر تنقیدی مار بھی دیکھ لی جائے:

سب سے پہلے سوامی جی کی بابت ایک دو ہندووں کے تبصرے منہ کا ذیقہ بدلنے کے لیے دیکھ لینے چاہئے:

سوامی دیا نند کی بابت ہندووں کا موقف:

مسٹر پرکاش لال ایڈیٹر '' برامھ پرچارک'': لاہور اپنے اخبار :مورخہ: ۱۸ جون ۱۹۲۴ء میں رقم طراز ہیں[54]:

''ہمارے آریا سماجی بھائی ، برامھ سماج پر اکثر یہ الزام لگاتے ہیں کہ برامھ لوگ دیگر ممالک و مذاہب کے نبیوں ، پیغمبروں کی تو تعظیم کرتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں لیکن سوامی دیانند سرسوتی کے گنوں (اوصاف) کا کبھی گائن(چرچا) نہیں کرتے ۔ اس کے جواب میں ہم یہی کہنا چاہتے ہیں کہ سوامی جی کو پیغمبر یا نبی کہنے کے لیے کافی وجوہات موجود نہیں ہیں ۔ ہم انہیں موجودہ زمانے کا بھارت کا سپوت ، ہندو دھرم کا زبردست ریفارمر ، نیک و پاک شخصیت رکھنے والا ضرور خیال کرتے ہیں ۔ اور مورتی پوجا کے خلاف جو جہاد انہوں نے کیا، ہم اس کے سچے مداح ہیں ۔ اُن کا برہمچریہ ، اُن کا اُتساہ(ثابت قدمی) قابل تعریف ہیں ۔ لیکن باوجود ان سب اوصاف کے نہ انہیں رشیوں جیسابر(براہما) امھ درشن ہوا تھا اور نہ ہی وہ بڑے بھاری ایشور بھگت خیال کیے جانے چاہییں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''**ستیارتھ پرکاش**'' میں ویدوں کی مہاشا(اونچی شان) بتلانے کی غرض سے دیگر

53 https://jaeza.pk/taasrat/aaria-samaj-gandhi-sardarahmadkhan/

54 عنوان: **سوامی دیانند و برامھ سماج**

مذاہب کو نیچا ثابت کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے اور دیگر مذاہب کے بزرگوں کو جن الفاظ میں یاد کیا گیا ہے ، وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اِن کا مصنف روحانی دھن سے مالامال نہیں ہوا ہے۔ ہماری رائے میں کسی دھارمک (نیک) شخص کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی بزرگ و مہان (بڑی) شخصیت پر حملہ کرے، یا اُس کی کمزوریوں کا ذکر کر کے اُن کا مخول (مذاق) اڑائے ۔ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھنا دھارمک شخص کے لیے شایاں نہیں ہے ۔ بدھ ، مسیح ، محمد (ﷺ) ، نانک میں سے کسی نے کبھی کسی دووسرے بزرگ کی کمزوریوں کا ذکر تک نہیں کیا ہے'' ۔

مشہور دیو سماجی رہنما ،پنڈت دیورتن صاحب اپنی کتاب '' دیانند چرت حصہ اول'' میں آریہ سماج اور سوامی دیانند سرسوتی کے متعلق لکھتے ہیں:

''آریا سماج اگرچہ باہر سے مذہب کا لباس پہنے ہوئے ہے مگر اندر سے وہ دراصل مذہبی سوسائٹی ہرگز نہیں ہے[55]۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ، سچے معنوں میں آریا سماج کبھی بھی مذہبی سوسائٹی نہ تھی ''[56] ۔''آریہ سماج کے بانی نے بذات خود لکھ کر اپنے جو حالات مشتہر کئے ہیں اوران کے علاوہ اپنی جو تصنیف کردہ کتب چھاپی ہیں ، انہیں غور سے پڑھو۔ پھر اس کے کئی پیرووٴں نے جو اس کے جو جیوت چرت (سوانحی حالات) لکھے ہیں ، ان کا مطالعہ کرو او ر پھر دیو سماج کے مختلف انگریزی اور اردو ٹریکٹوں (تحاریر) میں ان کے متعلق جس قدر کامل شہادتوں کی بنا پر مختلف حالات مشتہر ہو چکے ہیں ، انہیں بھی معلوم کرو۔اور اِن سب کے علاوہ بعض دیگر معتبر شخصوں کی تحریروں کو دیکھو اور پھر اگر تم متعصب شخص نہیں ہو اور اپنے دل کو آریہ سماج کے ہاتھوں میں فروخت نہیں کر چکے ہو تو تم اس نتیجہ پر پہنچنے کے بنا ہرگز نہیں رہ سکتے کہ آریہ سماج کا بانی ایک بہت بڑا جھوٹا ، مکار، ضدی اور شہرت پرست آدمی تھا ۔ اور آریہ سماج جیسی ظاہر میں مذہبی سوسائٹی کہلانے والی مگر درحقیقت سچے دھرم اور اخلاق کو نشٹ (تباہ) کرنے والی اور درپردہ ملک

---

[55] دیانند چرت :حصہ اول:صہ:۱

[56] ایضاً:صہ:۲۔

کے لیے خطرناک پولیٹیکل مقصد رکھنے والے سوسائٹی کے لیے جیسے بانی کی ضرورت تھی اُس کے وہ ٹھیک شایاں تھا ‘۔[57]

تو جناب آپ نے سنا اس دور کے دو انکے مقابل مسالک برھم سماج دیو سماج کے نمایندوں کا انکی بابت تبصرہ اب اسی کی روشنی میں موجودہ بی۔جے۔پی کے بھارت اور اسکے سناتن دھرمی متشدد ،نسل کش ہندووں کا طرز عمل دیکھیں توآپ کہیں گے بھئی ہم کس بھارت میں آگئے ہیں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ تبلیغ و فروغ دین محبت ،رحم،مہربانی اور رضامندی سے بروئے کار لائے جاسکتے ہیں ، چاہےجبر سے قایم کردہ دین ہوں یا افکار ہوں وہ زیر دست میں قلبی مزاحمت پیدا کرتے ہیں،شاید اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :اور ان سے مناظرہ کرو مگر احسن و عمدہ طریقہ سے ،اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ :اور انکے معبودوں کو برابھلا نا کہو کہ کہیں وہ بھی تمہارے خدا کو بھی برا کہنے لگیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاحی تنقید و حقیقت اور تبلیغی الزامی گالی گلوچ میں بہت زیادہ نتایجی و منہجی تفریق واقع ہوئی ہے۔

بی۔جے۔پی جو سوامی دیا نند کی بلواسطہ مذہبی بدتمیزی میں چیلہ جماعت ثابت ہوئی ہے،اسکی ترجمان چیلن نوپور شرما اور نوین کمار کی جناب میں انکے اکابرین کی بابت سوامی دیا نند کے کچھ افکار پیش کرتے ہیں،سوامی جی نے ہندووں میں توحید کو جس منہج و ناقص حالت میں پروان چڑھانے کی کوشش کی تھی ، اور گاندہی جی نے اپنی نرم چرب زبانی سے جس طرح انکی خدمات کو سراہا اب ہمارے لئے لازمی ہوگیا ہے کہ انکی نبی اکرمﷺ کے ساتھ ساتھ خود ہندو مفکرین و مذہبی شخصیات کی بابت ہرزہ سرائی سے عوام الناس کو روشناس کرواتے چلیں۔

---

[57] ایضاً:صہ:۵۔

<u>سوامی دیانند کی ہندو شخصیات پر کرپا و احسان:</u>

<u>سوامی جی کے نزدیک بھگت کبیر کا مقام:</u>

<u>**بھگت کبیر**</u> کا ہندو مت کی فکری شاخ بلخصوص <u>**ویدانتی نیم توحید**</u> میں بڑا اہم مقام ہے،ہندو تصوفانہ فلسفہ ہو یا قرۃ العین حیدر کا ناول آگ کا دریا ہو دونوں جگہ بھگت کا احترام اور حوالا پایا جاتا ہے،سوامی جی خود بھی نیم توحیدی بننے کے ڈھونگ تماشہ میں نیا اوتار بننا چاہ رہے تھے ،چناچہ انھونے بھگت کبیر پر جو ناقدانہ تبصرہ فرمایا وہ پیشِ خدمت ہے،چناچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

’’ کیا کبیر صاحب بُھنگا تھا یا غنچہ جو پھولوں سے پیدا ہوا؟ اور آخرش پھول ہو گیا تھا۔ یہاں جو یہ بات سنی جاتی ہے وہی سچی ہو گی کہ کوئی جولاہا کاشی (شہر) میں رہتا تھا ۔ اُس کے بال بچے نہیں تھے ۔ ایک دفعہ تھوڑی سی رات تھی، ایک کوچہ میں جا رہا تھا تو دیکھا سڑک کے کنارے ایک ٹوکری میں پھولوں کے اندر اُسی رات کا پیدا شدہ بچہ تھا ۔ وہ اُس کو اٹھا لے گیا ۔ اپنی عورت کو دیا ۔ اُس بچہ کی پرورش کی ۔ جب وہ بڑا ہوا، تب جولاہے کا کام کرتا تھا ۔ کسی پنڈت کے پاس سنسکرت پڑھنے کےلیے گیا ۔ اُس نے ا س کی بے عزتی کی ، کہا کہ ہم جولاہے کو نہیں پڑھاتے ۔ اِسی طرح کئی پنڈتوں کے پاس گیا ۔ لیکن کسی نے نا پڑھایا ۔ تب اوٹ پٹانگ بھاشا (زبان) بنا کر جولاہے وغیرہ نیچ لوگوں کو سمجھانے لگا ۔ تنبورے لے کر گانا گاتا تھا ، بھجن بناتا تھا ۔ خاص کر پنڈت شاستر ، ویدوں کی مذمت کیا کرتا تھا ۔ کچھ جاہل لوگ اس کے دام میں پھنس گئے ۔ جب مر گیا ، تب لوگوں نے اس کو

(صاحب قدرت) سِدھ بنا لیا ‘‘ [58]

---

[58] سوامی دیا نند سروستی: ستیارتھ پرکاش، صہ: ۴۶۳

<u>اسی طرح سوامی رام چرن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:</u>

وہ جے پور کا بنیا تھا ۔ اُس نے وانترا گاؤں میں ایک سادھو کا بھیس لیا اور لوگوں نے اُس کو گرو کیا ۔ اور شاہ پور میں آ کر ٹکی جمائی ۔ سادہ لوح آدمیوں میں پاکھنڈ (دھوکا) کی جڑ جلد قائم ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ قائم ہو گئی ''[59]

<u>وشنو مت فرقہ پر انکی کرپا:</u>

وشنو مت ہندو فرقہ کے آغاز پر تبصرہ فرماتے ہوئے گنگا جمنی ہندوی بھاشا کے شاہکار اختصار میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

'راجہ بھوج کے ڈیڑھ سو برس بعد ویشنو (وشنو) مت کا آغاز ہوا ۔ ایک شٹھہ کوپ نامی کنجر قوم میں پیدا ہوا تھا اس سے تھوڑا سا پہلا ، اس کے پیچھے منی واہن بھنگی خاندان میں پیدا شدہ اور تیسرا یادنا چاریہ (مسلمان) خاندان میں پیدا شدہ آچاریہ ہوا''[60]

<u>رام سنہی پنتھ کے ایک مسلک کے رہنما کے متعلق لکھتے ہیں:</u>

'' ایک شخص رام داس نامی ذات کا '' ڈھٹیرہ'' (بھنگی) بڑا چالاک تھا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ۔ وہ پہلے بہت دنوں تک تو'' اوگھڑ'' ہو کر کتوں کے ساتھ کھاتا رہا ۔ پہر(پھر) دامی کونڈا پنتھی بنا ۔ بعد ازاں '' رام دیو'' کا کامڑیا بنا ۔اور اپنی بیویوں کے ساتھ گاتا پھرتا تھا '' [61]

اس جگہ نوپور کو غور کرنا چاہئے کہ اس میں ہندوؤں کے درمیاں ایک سے زیادہ شادیوں کے جواز کی دلیل موجود ہے۔

---

[59] ایضاً:صہ:۳٦۸۔

[60] ایضاً:صہ:۳۹۳۔

[61] ایضاً:صہ:۳٦۸۔

اسی طرح ایک جگہ ولبھ مت فرقہ کے ذکر کے ضمن میں شری کرشن مہاراج پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

'' کیا سری کرشن گوپیوں ہی کو پیارے تھے ، دوسروں کو نہیں؟ عورتوں کا پیارا وہ ہوتا ہے جو سترین یعنی شہوت پرستی میں پھنسا ہو۔ کیا سری کرشن جی ایسے تھے؟ ''[62] ۔

اس جگہ سوامی جی نے عورتوں کو جنسی تعلقات کا شوقین ہونا قرار دیا ہے ،اس تناظر میں نوپور کے اند رچھپی فیمنسٹ مہیلا کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کہ تم کس اخلاقیات کا درس دیتی ہو ،اور کس سماج کی بات کرتی ہو؟

دوسری جگہ کہتے ہیں کہ :

'' کیا سری کرشن کی کروڑہا عورتوں سے بال بچے پیدا ہوتے ہیں ۔ اگر ہوتے ہیں تو لڑکے ہی لڑکے ہوتے ہیں یا لڑکیاں ہی لڑکیاں ؟ یا لڑکے لڑکیاں ملے جلے ۔ اگر کہو کہ لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں تو اُن کی بیاہ شادی کن کے ساتھ ہوتی ہوں گی ۔ کیونکہ وہاں بغیر سری کرشن کے دوسرا کوئی مرد نہیں ۔ اگر کوئی دوسرا ہے تو تمہارا دعویٰ باطل ہوا ۔ اگر کہو کہ لڑکے ہی لڑکے ہوتے ہیں تو بھی یہی نقص عائد ہو گا یعنی اُن کی بیاہ شادیاں کہاں اور کن کے ساتھ ہوتی ہیں ؟ یا گھر کے گھر ہی میں گٹ پٹ کر لیتےہیں یا دیگر کسی کی لڑکیاں یا لڑکے ہیں''[63]۔

گرونانک جی کی شان میں قصیدہ نانک شریف:

ہندو مت کے ایک بڑے فرقہ بلکہ ایک حد تک جداگانہ آزاد حیثیت کے حامل قریباً سب فرقوں کے نزدیک بابا گرو نانک کی علمیت پر نقد فرماتے ہوئے رقمطراز ہوتے ہیں کہ:

' نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا لیکن ان میں علمیت کچھ بھی نہیں تھی ۔ ہاں ، زبان اُس ملک کی جو کہ اس گاؤں کی تھی، اُس کو جانتے تھے۔ وید آدی ، شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے ۔

---

[62] ایضاً:صہ:۳۷۱۔

[63] ایضاً:صہ:۳۷۵۔

اگر جانتے ہوئے تو '' نِربھے '' لفظ کو '' نربھو'' کیوں لکھتے ؟ اور اس کی مثال اُن کا بنایا سنسکرتی سِوتر (مقولہ/منتر) ہے ۔ چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیسے آ سکتی ہے؟ ہاں ، اِن گنواروں کے سامنے کہ جنہوں نے سنسکرت کبھی سنی ہی نہیں تھی ، سنسکرت بن کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہوں گے ۔ یہ بات اپنی بڑائی ، عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر وہ کبھی نا کرتے ۔ کیونکہ اُن کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی ۔ نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے ۔ اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت زبان نہیں پڑھا ہوں ۔ جب کچھ خودپسندی تھی تو عزت و شہرت کے لیے کچھ دمبھہ (دھوکا فریب) بھی کیا ہو گا''

'' نانک جی کی زندگی میں تو اُن کا فرقہ بہت نہیں بڑھا ۔ یعنی بہت سے چیلے نہیں ہوئے تھے کیونکہ جاہلوں میں یہ طریقہ ہے کہ مرنے کے بعد اُن کو سِدھ (صاحب قدرت) بنا لیتے ہیں '' [64]

بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ سوامی جی انکے مابعد صورتحال میں ہندوانہ توحید قایم کرنے کے لئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

''دیگر اِ ن (بابا صاحب) کے پیچھے ان کے لڑکے سے اُداسی سادھوؤں کا سلسلہ جاری ہوا اور رام داس وغیرہ سے نرملے سادھوؤں کا سلسہ قایم ہوا۔ کتنے ہی گدی والوں نے اپنی عبارتیں گھڑ کر گرنتھ (سکھوں کی مذہبی کتاب) میں ملا دیں '' [65]

'' اُنہوں (گرو گوبند سنگھ جی) نے ایک پرشچرن (ہَون کا عمل) کرایا ۔ اورمشہور کرایا کہ مجھ کو دیوی نے دعا اور تلوار دی ہے کہ تم مسلمانوں سے لڑتے پھرو ، ضرورتمہاری فتح ہو گی ۔ چناچہ بہت سےلوگ اُن کے ساتھی ہو گئے ۔ اور انہوں نے دام مارگیوں کی '' پنچ مکار''، چکرانکتوں کی ''پنچ سنسکار'' جاری کرنے کی طرح ، اپنے گھڑے گئے '' پنچ ککار''جاری کیے'' [66]۔

'' کہنے کو یہ (سکھ) بت پرستی تو نہیں کرتے ہیں، لیکن اِس سے ایک قدم آگے بڑھ کر گرنتھ کی پرستش کرتے ہیں ۔ کیا یہ بُت پرستی نہیں ہے؟ کسی بے جان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اُس کی پرستش کرنا بھی کلی طور پر بُت پرستی ہی ہے جیسے مورتی (بت) والوں نے اپنی دکان جما کر روزی

---

[64] ایضاً:صہ؛۳٦۸۔
[65] ایضاً:صہ:۴۶۵۔
[66] ایضاً

کی صورت نکالی ہے ، ویسے ہی اِن لوگوں نے بھی کاروبار جما لیا ہے۔ جیسے پجاری لوگ بت کا درشن کراتے ہیں اور نذریں لیتے ہیں ، ویسے نانک پنتھی لوگ گرنتھ کی پرستش کرتے کراتے بھینٹ بھی لیتے ہیں،، [67]

کاش پنڈت جی مسلمانوں سے توحید کے سبب کچھ محبت کرتے تو انکو زیادہ مقبولیت اور قبول عام حاصل ہوتا،آریا سماجی شردھا نند جس نے مابعد نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کے سبب اپنا قتل دیکھا اسی شردھا نند کو ایک وقت تھا ہندو مسلمان اتحاد کا یعنی تحریک خلافت کے دوران اسکو جاھل مسلمانون نے ایسی عزت دی کہ جامع مسجد دھلی کے منبر پر اس سے تقریر کروائی گئی،مگر یہی صاحب کچھ سالوں بعد موجودہ مسلمان اور سابقہ ہندووں کی اولادوں کی شدھی کا منصوبہ شدہی لیکر میدان میں اترپڑے ،اور پھر مسلمانوں سے فوجی معرکہ کے لئے ڈاکٹر مونجے وغیرہ سنگھٹن کی تحریک لیکر اٹھے،اور انکی زبانیں مسلم شخصیات پر تلوار بنکر برسنے لگیں،کیا صرف مسلمان انکی نوک زبان پر تھے،دیانند جی کی زبان آپ نے ابھی تک بابا نانک وغیرہ کی بابت تو سن ہی لی ہوگی اب ذرا چار واک فرقوں جین مت اور بدھ مت کی بابت بھی سن لیں:

سوامی جی کی چارواک فرقوں اور ہندومت پر تنقید:

سوامی جی ہندو مت والوں پر بے لاگ تنقید کے پہاڑ پھوڑتے نظر آتے ہیں اور اس ضمن میں انہی کو تمام بدعتوں ،خرافات،شرک،کفر اور بت پرستی کا منبع و مصدر قرار دیتے پھرتے ہیں ذیل میں انکے تبصراتی ٹکڑے نقل کئے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

’’ جب اِن پوپوں(برہمنوں) کی ایسی بدفعلیاں دیکھیں اور مُردے کا ترپن شرادھ (مردے کے نام پر کھانا پینا) ہوتے دیکھا تو ایک سخت خوفناک وید وغیرہ شاستروں کی مذمت کرنے والا بودھ یا جین مت رائج ہوا ۔ سنتے ہیں کہ اسی ملک میں گورکھپور کا ایک راجہ تھا ۔ اِس راجہ سے پوپوں نے یگیہ (قربانی) کرایا ۔ اُس کی پیاری رانی کا سماگم (ملاپ) گھوڑے کے ساتھ کرانے سے اُس کی موت ہوگئی چناچہ رانی جی کی مر جانے پر وہ بعد ازاں دنیا کے میلے چھوڑ کر اپنے لڑکے کو سلطنت سونپ سادھو بن کر پوپوں(برہمنوں) کی قلعی کھولنے لگا ۔ اسی کی شاح کے طور پر چارواک اور ابہانک مت بھی ہوا تھا ،، [68] ۔

---

[67] ایضاً:صہ:۳٦٦۔

[68] ایضاً:صہ:۲۷۵۔

ناستک فرقوں یعنی جین مت اور بدھ مت کی شان میں قلابے:

''اب ناستک (ایشور کی ہستی سے منکر) متوں میں سے چارواک بودھ اور جین مت کے کھنڈن مندن (تردید و تائید) کا مضمون تحریر کرتے ہیں ''[69] ۔ ''انہوں (بدھوں) نے کسی درجہ اپنی اودیا (بے علمی) کی ترقی کی ہے ، اس کی نظیر ان کے سوائے دوسری ہو نہیں سکتی ''[70] ۔ '' تمہارے (جینی) تیرتھنکروں کو پورا علم نہ تھا ۔ اگر اُن کو کامل علم ہوتا تو ایسی ناممکن باتیں کیوں لکھتے ''[71] ۔ ''جینوں کی بے ہودہ فلاسفی'' [72] ۔'' جب وہ (جینی) اور اُن کے تیرتھنکر سب ہی علم سے بے بہرہ ہیں تو پھر عالموں کی تعظیم و تکریم کس طرح کریں؟ ''[73] ۔ '' اِس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے آچاریہ خود غرض تھے ، عالم کامل نہ تھے ۔ پس اگر وہ سب کی مذمت نہ کرتے تو ایسی جھوٹی باتوں میں کوئی نہ پھنستا اور نہ اُن کا مطلب پورا ہوتا''[74] ۔

'' جینیوں کی بدخواہی اور کمینہ پن دیکھو''[75] ۔'' کیوں نہ ہو اگر جینی لوگ طفلانہ عقل والے نہ ہوتے تو ایسی باتیں کیوں مان بیٹھتے ۔ جس طرح بازاری عورت اپنے سوائے اور کسی کی تعریف نہیں کرتی ، اِسی طرح یہ بات بھی دکھلائی دیتی ہے '' [76] ۔

'' بھلا کوئی عقل مند آدمی سوچے کہ ان کے سادھو (؟) اور تیرتھنکر جن میں بہت سے بیسوا ، گامی (رنڈی باز) اور پرہتری گامی (زانی) ، چور وغیرہ تھے ۔ وہ جین مذہب مذہب والے سب لوگ تو سورگ (ہندوؤں کی جنت) اور مکتی (نجات) کو گئے اور شری کرشن وغیرہ بڑے دھارمک (صالح) مہاتما سب نرک (ہندوؤں کی دوزخ) کو گئے ''۔[77] '' اب دیکھو ، مورتی پوجا کا جتنا جھگڑا چلا آرہا ہے وہ سب جینیوں کے گھر(گھر) سے نکلا ہے اور وہموں کی جڑ یہی جین مذہب ہے ''[78] ۔ '' الغرض یہ

---

[69] ایضاً:۵۱۳۔
[70] ایضاً:۴۸۰۔
[71] ایضاً:۵۴۰۔
[72] ایضاً
[73] ایضاً:۵۵۸۔
[74] ایضاً:۵۵٤۔
[75] ایضاً:۵۵٦۔
[76] ایضاً:۵٦٦۔
[77] ایضاً:۴٨٨۔
[78] ایضاً:۴٨٢۔

لوگ (جینی) اپنے مذہب کی کتابوں، مقولوں اور سادھوؤں وغیرہ کی ایسی بڑائیاں مارتے ہیں کہ گویا جینی لوگ بھاٹوں (نسب نام یاد رکھنے والے) کے بڑے بھائی ہیں ''۔[79] ۔

ابھی تک ہم نے سوامی جی کی وہ آرا پیش کیں جو ان فرقوں یا مذاہب کی بابت تھیں جنھونے ماضی میں آریائی ہندوی مذہب کو دعوت مقابلہ دی تھی،اور وہ دور کچھ حد تک زوال پذیر اور اصلاح پذیر ہندو سماج کا دور تھا،مگر مابعد ہندو مت کی ثقافتی ضمیت کی حکمت عملی نے ان مذاہب کو ہندو مذہب کی بدعتی مگر درون خانہ آرا قرار دیکر ان مذاہب کو بھی خود کا ایک ضمنی مسلک و فرقہ مشہور کروادیا،مگر اسکے ساتھ ساتھ سوامی جی ان فرقوں اور دبسان فکر بھی برس پڑے جو ہندو مذہب کے اندر اپنے اپنے اصلاحی دعووں اور تحریک پر نمودار ہوئے ذیل میں انکا حال اور سوامی جی کا تبصرہ جاتی شاہکار ذکر کئے جاتے ہیں:

<u>سوامی جی کا ہندو فرقوں کا محاکمہ:</u>

<u>سوامی نارایں مت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:</u>

'' جیسی گوسائیں جی کی دھن (مال) لوٹنے وغیرہ کی عجب لیلا ہے ویسی ہی سوامی نارایں کی بھی ہے''[80]۔ ''لوگوں کے سامنے اُن کے سادھو عورتوں کا مُنہ نہیں دیکھتے،ہیں لیکن درپردہ نہ معلوم کیا لیلا ہوتی ہو گی؟ یہ بات سب جگہ معلوم ہوئی ہے ۔ کہیں کہیں سادھوؤں کی زناکاری وغیرہ کی لیلا ظاہر ہو گئی ہے ۔ اور اُن میں جو بزرگ ہوتے ہیں ،وہ جب مرتے ہیں تب ان کو پوشیدہ کنوئیں میں پھینک کر مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں مہاراج جسم سمیت بیکنٹھ (سورگ) میں گئے ''۔[81]

ویشنو مت کے بزرگ حضرات کی بابت موصوف کی آرا اوپر گزر چکی ہے یہاں دوبارہ مذید سوامی نندی شاہکار قارعین کی خدمت میں ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں :

---

[79] ایضاً:۵٦۵۔

[80] ایضاً:۵٤۸۔

[81] ایضاً:۳۸۲۔

ویشنو (وشنو) مت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

'' (سوال) ، ویشنو (وشنو) تو اچھے ہیں؟ (جواب)، کیا خاک اچھے ہیں ۔ جیسے وہ (دام مارگی) ہیں، ویسے یہ ہیں''۔[82] ۔ ''صاحبِ عقل دیکھ لیں کہ ویشنو (وشنو) ، اُن کے پیرو، اور ناراین ، تینوں چور منڈلی (چوروں کا گروہ) ہیں یا نہیں ہیں؟ ، اگرچہ مت متانتروں(مختلف مذاہب) کے معتقدوں میں کوئی شخص قدرے اچھا بھی ہوتا ہے ۔ تاہم اِس مت (مذہب) میں رہ کر بالکل اچھا نہیں ہو سکتا ''۔[83]

ویشنو (وشنو) مت کے خاکی سادھوؤں کی کہانی سوامی جی یوں بیان کرتے ہیں کہ :

'' اگر کسی نے بے عقلی اور جہالت کی شکل نہ دیکھی ہو تو خاکی جی کا درشن کرلے'' [84] ۔ '' یہ لوگ سوائے نشہ پینے ، غفلت میں رہنے، لڑنے ، کھانے، سونے ، جھانج پیٹنے ، گھنٹہ گھڑیال اور سنکھ بجانے ، دہونی جگا رکھنے، نہانے دھونے ، سب طرفوں میں آوارہ گردی کرنے کے اور کچھ بھی اچھا کام نہیں کرتے ہیں ۔ چاہے کوئی پتھر کو بھی پگھلا لے لیکن ان خاکیوں کی روحوں کو علم سکھانا مشکل ہے ۔ کیونکہ اکثر وہ شودروں کی اولاد ہوتے ہیں یا مزدور، کسان ، کمہار وغیرہ اپنی مزدوری چھوڑ کر صرف خاک رما (مَل) کر بیراگی خاکی وغیرہ بن جاتے ہیں ۔ اُن کو علم یا نیک صحبت وغیرہ کی عظمت نہیں معلوم ہو سکتی ہے ''[85] ۔ '' یہ باہر سے تارک الدنیا اور اندر سے بڑے حریص(لالچی) ہوتے ہیں ''۔[86]

سوامی جی محسوس یہ ہوتا ہے کہ وشنو پرستوں سے خاص بیر رکھتے ہیں ،اور شیو پرستوں سے نرمی برتتے نظر آتے ہیں ، ساتھ وہ چار ہندو ذاتوں کے بھی شاید کٹر حامی تھے جبھی کس تفاخر سے وہ شودر کا لفظ بطور تضحیک بروئے کار لارہے ہیں ۔واللہ علم۔

---

[82] ایضاً:۳۵۸۔
[83] ایضاً:۳۵۹۔
[84] ایضاً:۳٦۰۔
[85] ایضاً:۳٦۲۔
[86] ایضاً۔

<u>پنتھیوں پر جو وہ کرم فرمایاں کرتے ہیں اسکا کچھ ماجرہ ذیل میں کھینچا جاتا ہے اور اس بابت سردار احمد خان لکھتے ہیں کہ:</u>

سوامی جی کے نزدیک کبیر پنتھی بھی اچھے لوگ نہیں ہیں ۔ چنانچہ سوامی جی سوال و جواب کی صورت میں لکھتے ہیں : '' (سوال) ، کبیر پنتھی تو اچھے ہیں؟ (جواب)، نہیں ''۔ **داؤد پنتھ ، رام سنہی پنتھ ، کونڈا پنتھ ، مادھو مت ، لنگا نکت مت ، برامھ ، ماج اور پرارتھنا کاج** کو بھی سوامی جی نے اچھا نہیں کہا ہے،بلکہ ان میں سے بعض پنتھیوں کے متعلق نہایت نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں [87]۔

پنتھیوں کے بعد مارگیوں کے ذکر میں قلم کو سختی سے کاغذ پر جما کر کرم فرمائی کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''ایک چولی مارگی اور دوسرے بیج مارگی بھی ہوتے ہیں ۔ چولی مارگ والے ایک پوشیدہ جگہ یا زمین پر ایک مقام بناتے ہیں ۔ وہاں سب کی عورتیں اور مرد ، لڑکا، لڑکی ، بہن ، ماں ، بہووغیرہ سب جمع ہوتی ہیں اور سب لوگ مل جل کر گوشت کھاتے ہیں، شراب پیتے ہیں ۔ سب لوگ ایک عورت کا برہنہ کر اُس کی اندام نہانی کی پرستش کرتے ہیں اور اُس کا نام درگا دیوی رکھتے ہیں اور سب عورتیں ایک مرد کو برہنہ کر کے اُس کے آلۂ تناسل کی پرستش کرتی ہیں ۔

جب سب لوگ شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں ، تب تمام عورتوں کی چھاتی کے لباس جس کو چولی کہتے ہیں ، ایک بڑے مٹی کے برتن میں اکٹھے رکھ دیتے ہیں ۔ ایک ایک مرد اُس میں ہاتھ ڈالتا ہے ۔ جس کے ہاتھ میں جس کا کپڑا آوے یعنی وہ کپڑے والی خواہ اس کی ماں ، بہن ، لڑکی اور بہو ہی کیوں نہ ہو، اس وقت کے لیے اُس کی عورت بن جاتی ہے ۔ بدفعلی کرنے اور بہت نشہ چڑھنے کے باعث جوتے وغیرہ سے باہم لڑتے بھڑتے (بھڑتے) ہیں۔ جب علی الصبح کچھ رات ہونے پر اپنے اپنے گھر کو چلے جاتے ہیں ، تب ماں ماں ، لڑکی لڑکی ، بہن بہن اور بہو بہو ہو جاتی ہے ۔ اور بیج مارگی عورت مرد کی مجامعت کے بعد پانی میں منی ڈال ملا کر پیتے ہیں ۔ یہ پاجی(نیچ لوگ) ایسے کرموں (افعال)

---
[87] سردار احمد خان :رسالہ متذکرہ۔

کو نجات کے ذریعے (کا ذریعہ) مانتے اور علم ، وچار (تفکر) ، شرافت وغیرہ سے محروم رہتے ہیں ''۔88

شیو لنگ کی پوجا کرکے اسکو غور سے دیکھ کر ،سر لنگ کے سامنے جھکانے والی نوپور شرما تم اپنے گھر کی خبر لو جہاں تم عورتیں اپنے مرد کے سوا کسی دوسے کے لنگ کی شبیہہ سے مذہب کے نام پر لطف اندوز ہورہی اور اب تو معاملہ درگا کی یونی پرستش اور محرمات کی اباحت تک جاپہنچا ہے۔

نوپور اپنےمناظراتی،حوالہ جاتی ابا جان دیانند و شردھا نند سے جو تم نے بین المذاہب بدتمیزیاں سیکھیں ہیں ،عدل و انصاف یہ ہوتا کہ تم ان سے اپنے اوپر اچھلے گند تماشہ کا بھی ذکر کرتیں تو اچھا تھا۔

<u>چناچہ ایک اور مارگی فرقہ کی بابت دام مارگیوں کے متعلق سوامی جی کا بیان ہے کہ :</u>

'' جو دیکشٹ یعنی کلال (شراب فروش) کے گہر(گھر) میں جا کر بوتل پر بوتل چڑہاوے ، رنڈیوں کے گھر میں جا کر اُن سے بدفعلی کر کے سوئے ، جو اِس قسم کے کام بے شر ، بے خوف ہو کر کرتا پھرے ، وہی دام مارگیوں میں سب سے اعلیٰ شہنشاہِ عالم کی مانند مانا جاتا ہے ۔ یعنی جو بڑا بدچلن ہو وہی اِن میں بڑا ہے ۔ جو اچھے کام کرے اور بُرے کاموں سے ڈرا، وہی چھوٹا ہے ''۔89

''کبھی کبھی کالی وغیرہ کے لیے کسی آدمی کو پکڑنا ۔ ہوم (بھینٹ دے) کر کچا کچا اُس کا گوشت کھاتے بھی ہیں ۔ جو کوئی بھیروی چکر میں شامل ہو اور گوشت و شراب نہ کھائے پئے تو اس کو مار کر اس کا ہوم (بھینٹ) کر دیتے ہیں ۔ اِن میں جواگھوری (جو نجاست کو بھی کھا لیتے ہیں) ہوتا ہے وہ مردہ انسان کا بھی گوشت کھا لیتا ہے ۔ اجری ، وجری کرنے والے بول و براز بھی کھاتے پیتے ہیں ''۔90

---

88 دیانند:ستیارتھ پرکاش:صہ:۳۵۷۔
89 ایضاً:۳۴۲،۳۴۱۔
90 ایضاً:۳۵٦

ولبھ مت کے متعلق دیانند جی رقمطراز ہیں کہ:

’’یہ ولبھ مت بھی دام مارگیوں کی شاخ ہے ۔ اِسی لیے عورتوں کی صحبت گوسائیں لوگ عموماً کرتے ہیں ‘‘ [91]۔ ’’ اور کوئی طریقہ عیبوں کے رفع کرنے کے لیے بغیر گوسائیں جی کے مت (ولبھ مت) کے نہیں ہے ۔ اِسی لیے بغیر سمرپن(وقف) کیے کسی شہ کو گوسائیں جی کے چیلے نہ بھوگیں (استعمال کریں) ۔ اِسی لیے اُن کے چیلے اپنی عورت، لڑکی ، بہو اور دولت مال وغیرہ ان چیزوں کو بھی وقف کردیتے ہیں ۔ اور سمرپن (وقف) کا اصول یہ ہے کہ جب تک گوسائیں جی کی چرن سیوا میں سمرپت (وقف) نہ ہو ، تب تک اُس کا خاوند اپنی بیوی کو نہ چھوئے ۔ اِس لیے گوسائیں کے چیلے سمرپن کر کے اپنی شے کا بھوگ کریں ۔ کیونکہ مالک کے بھوگ (استعمال) کر لینے پر سمرپن(وقف) نہیں ہو سکتا ہے ۔ اِس لیے اول سب کاموں میں سب اشیاء کو سمرپن کریں ۔ اول عورت وغیرہ گوسائیں جی کے سمرپن کر کے پھر حاصل کریں ۔ ویسے ہی ہرئَ کے تمام اشیاء سمرپن کر کے پھر حاصل کریں۔ ‘‘ [92]

’’ اور دیکھیے! یہ گوسائیں لوگ اپنے سمپروا (فرقہ) کو ’’پُشٹی‘‘مارگ کہتے ہیں یعنی کھانے، پینے، تروتازہ ہونے اور سب عورتوں سے حسبِ خواہش عیش و عشرت یا صحبت کرنے کا پشٹی مارگ نام ہے‘‘[93] ۔’’ وہاں سب عورتیں گوسائیں جی کے پاؤں چھوتی ہیں جس کو گوسائیں جی کا من چاہے یا جس پر عنایت ہو ، اُس کی انگلی پاؤں سے دبا دیتے ہیں ۔ وہ عورت اور اُس کے خاوند وغیرہ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں ۔ اور اس عورت کو خاوند وغیرہ سب کہتے ہیں کہ تو گوسائیں جی کی خدمت گزاری کے لیے جا ۔ اور جہاں کہیں اُس کے خاوند وغیرہ خوش نہیں ہوتے ، وہاں دُوتی (نائکہ) اور کُٹنیوں سے مطلب براری کرا لیتے ہیں ۔ سچ پوچھو تو ایسے کام کرنے والے ان کے مندروں میں اور اُن کے نزدیک بہت سے رہا کرتے ہیں ‘‘ [94]

---

[91] ایضاً:۳٤۱۔
[92] ایضاً:۳٤۳۔
[93] ایضاً:۳٤۳۔
[94] ایضاً:۳٤٦۔

ایک غلط تاثر کو نوپور لوگوں کو دیتی ملتی ہے:

محترمہ نوپور شرما جی! پروگراموں میں اپنا گیان بانٹنے کے دوران یہ تاثر دیتی ملتی ہیں کہ انہونے اسلامی معتبر ماخذاتی کتب کا بہت گھرا عمیق مطالعہ کیا ہوا ہے،چونکہ موصوفہ ایک شدت پسند،قدامت پرست ہندو وچاروں و شکسا کا پرچار کرتی ناری ہیں،اور ساتھ میں ماضی کی جامعاتی طالب علم رہنما بھی رہ چکی ہے، اور موصوفہ نے ساتھ ساتھ وکالت کی تعلیم بھی حاصل کی ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ ایک دیش میں رہتی چلی آئی ہیں ،چناچہ آن لاین بہت کچھ ڈھونڈھنے ڈھانڈھنے سے ہندو ومسلم کتب سے میسر آجاتا ہے،انکی باتوں سے چھلکتے اعتراضات سے تو صاف لگتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آریہ سماجی مسلم دشمن کتب اور ملحد ناستکوں کی اسلام مخالف تحریروں سے ہی جانتی ہیں ،مگر انہونے سب کو یہی تاثردینے کی کوشش کیا ہے کہ انہونے باقاعدہ بنیادی مسلم کتب پڑھ رکھی ہیں۔

انہونے بار بار اپنے بیانات میں فرمایا ہے کہ میں معافی چاہتی ہوں مگر میں نے تو جو انکی(یعنی مسلمانوں کی) کتب میں لکھا دیکھا ہے وہی بیان کردیا ہے، وہ کہتی ہے تم لوگ (یعنی مسلمان) میرے شیوجی کو برا مت کہو ورنا میں بھی تمہارے خدا،مذہب اور رسول کو برا بھلا کہونگی ،میں نے اپنے پاس سے کچھ بھی نہیں کہا ہے،بلکہ تم مسلمانوں کی کتب سے ہی دیکھ کر کہا ہے،اگر کچھ غلط کہا ہے تو مجھے درست کردو۔خاتون ہم بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم بھی اپکو درست کرنے اور اپکو اپکے پیارے مذہب سے ہی ہم وہ دکھانے آئے ہیں جنکی وجہ سے آپ مسلمانوں پربیجا بھڑک رہی ہیں۔

اسلام اور ہندو مذہب کے شرعی و تاریخی ماخذات کی جوہری تفریق:

ہم جانچتے ہیں کہ موصوفہ نے بار بار مسلم کتب کے لئے لفظ اسکرپچرز استعمال کیا ہے،یہاں انکی اس گفتگو سے کچھ ابہام پیدا ہوتے ہیں ،وہ کچھ یوں ہے کہ الوحی،آسمانی کتب کے لئے یا بہت مقدس کتب کے لئے لفظ اسکرپچرز بروئے کار لایا جاتا ہے، اسلام کا الوحی قسم کا اسکرپچر ایک ہے کئی نہیں ہیں،اور احادیث کا درجہ قران کے مابعد آتا ہے،جنکو قبول کرنے کے کچھ اصول و ضوابط مقرر ہیں،جبھی ،اگر اسکرپچر سے مراد قران ہے تو اسے صیغہ واحد میں استعمال کریں ،اور حدیث مراد ہے تو ان اسکرپچرز کا درجہ معیار،کتب و اسناد کیا ہیں ؟ اسکی بابت وہ کیا کہتی ہیں ،جبکہ موصوفہ نے

جو اڑتے گھوڑوں اور عایشہؓ کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ قران میں تو کم از کم ظاہر الفاظ سے کہیں نہیں ملتا ہے۔بلکہ احادیث میں اس بحث کی کچھ کمیت و کیفیت پائی جاتی ہے،لیکیں کسی متفقہ علیہ حدیث میں بھی معراجی براق کی تصویر کشی پروں والے گھوڑے جیسی نہیں کی گئی ہے نوپور کو شاید یہاں،راون کی بگھی،سوریا دیو کی بھگی،اندر کے پروں والے گھوڑے یاد آگئے چناچہ براق کو موصوفہ نے پروں والا گھوڑا قرار دے دیا۔

چناچہ وہ یہ جان لیں کہ ہر حدیث قابل قبول و مقبول نہیں ہوتی ہے،اور نا ہی ہر صحیح السند بھی خود سے صحیح السند اور خود کی سند سے اعلی و ارفع روات کی مخالفت کے سبب قبول کی جاتی ہے، لہذ ا،ہم قران کے بعد سنت نبوی اور قوانین اسلام کے لئے احادیث کے بلسند ،مرفوع صحیح اسناد پر دارومدار کرتے ہیں ،مگر ان ماخذاتِ شریعہ کے مقابل قدیم ہندو افراد سرے سے قصے کہانیوں اور تاریخ میں تفریق کرنے سے قاصر تھے،مورخ پن نام کی شہ ان میں موجود ذاکرانہ بھانڈ گیری کے سبب سرے سے مفقود تھی ۔
چناچہ انھونے اپنی تری مورتی کے جواز اور بت پرستی کے کھیل تماشوں کی بنیاد فراہم کرنے کے لئے دیومالائی قصص کو ماخذات بنا کر اسکرپچرز قرار دے دیا،انکو یہ بھی تسلیم ہے کہ پوران اٹھارہ کے اٹھارہ رشی ویاس کا کارنامہ ہیں،مگر ان اساطیر کا ارتقا ان میں موجود قصص اور پورانی قصص کے تضادات اور انکا ویدوں سے ٹکراو بیان کرتا ہے کہ داخلی و خارجی تنقید ہر رو سے یہ پوران صدیوں کے عقایدی ارتقا کی ضروریات کے لئے مخلیف زمانوں اور صدیوں میں لکھے گئے تھے،انکو کسی فرد نے بیک وقت ایک زمانہ میں یکجا تحریر نہیں کیا تھا۔

ہم قران کو یہاں انکے مقابل تنزیل شدہ تلاوت یافتہ کتابِ وحی مانتے ہیں، جبھی یہاں لفظ واحد مقدس آسمانی کتاب یا اسکرپچر کہہ سکتے ہیں،اسکرپچرز نہیں یعنی جمع کا صیغہ یا کئی مختلیف قران مراد لینا گمراہی و کہالت تصور ہوگی، چناچہ موصوفہ نے لفظ اسکرپچر جو انگریزی زبان کا لفظ ہے اسے جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے،انھونے اعتراض میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان کئی قسم کے مصنفین کے قران کے قایل ہیں،یا وہ غیر وحی متلو کی قسم احادیث مبارکہ کو ملا کر لفظ جمع میں اسکرپچرز استعمال کررہی تھیں۔مگر انھونے بھولے سے ایک دفعہ بھی اس کتابِ حدیث ،جلد عدد،باب عدد،کتاب عدد ،حدیث عدد،اور راوی کسی کا بھی بار بار جل کر بھی ذکر نہیں کیا ہے،حد یہ کہ موصوفہ نے اسلامی تاریخ کی اس کتاب کا بھی ذکر نہیں کیا ہے جہاں جہاں اس بابت سچ جھوٹ سب

کچھ مختلیف صحیح و ضعیف اسناد سے مل سکتا تھا،ہاں اب وہ ڈھونڈھ کر تاثر دے دینگی میں نے تو ریسرچ کرکے ایسا کہا تھا،مگر کیا وہ انھی گستاخانہ الفاظ اور تضحیک کو جیسے اس خاتون نے گستاخی میں کہا سنا بیان کرسکتی ہیں ؟،بلکل نہیں ،بلکہ کوئی بال کی کھال اتارنے والا اس ضمن میں لفظ اسکرپچر یا اسکرپچرز[95] پر ایک رد میں شرع لکھ کر موصوفہ کو انگریزی میں کافی مضطرب و بے چین کرسکتا ہے۔

ہم ذیل میں ذرا مزا لینے کے لئے اسکی اصل ہندوستانی انگریزی نقالی سے ہٹ کر انگریزی میں ہی دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں :

چناچہ مریم ویبسٹر ڈکشنری(لغت) اس بابت کہتی ہے کہ:

(1) the books of the Bible —often used in plural۔
(2)*often:* a passage from the Bible۔
b: a body of writings considered sacred or authoritative۔

2: something written the primitive man's awe for any *scripture*۔ George Santayana.[96]

تعریف اول کی رو سے بایبل میں موجود کتب یا بایبل کے (مختلیف) نسخوں صیغہ جمع (اکثر)سے متعلقہ،حوالہ جات مراد لئے جاسکتے ہیں۔

تعریف دویم کی رو سے اکثر و بیشتر:بایبل کا اقتباس یا حوالہ مراد لی گئی ہے۔

سویم الذکر سنتیانا کی تعریف کی رو سے قدیم انسان سے متعلقہ۔

[95] Scripture or scriptures.
[96] https://www.merriam-webster.com/dictionary/scripture

نوپور صاحبہ نے یہاں قران کو چار بایبلوں یعنی،متی،مرکس،یوحنا اور لوقا کے نسخہ اور ان میں موجود عہد نامہ قدیم و جدید کی کتب جیسا سمجھا ہوا ہے یا پھر چار ویدوں کے صدیوں سے تحریر کردہ مختلیف نسخہ جات کی مانند سمجھا ہوا ہے،یا پھر مہا بھارت و راماین کے تخیل جیسا جانا ہوا ہے،یا پھر پورانی کتھا تماشہ جانا ہے۔

آکسفرڈ لرنر لغت کی ایک تعریف کی رو سے اس سے مراد بایبل ہے ،دوسری تعریف سے مراد :

the holy books of a particular religion-

- *Hindu scriptures-*
- *the sacred scriptures of the Buddhists[97]-*

یعنی اس دوسری تعریف کی رو سے کسی مذہب کی مقدس کتابیں جیسے ہندو یا بدھ ازم کی مذہبی مقدس کتابیں بھی اس سے مراد لی جاسکتی ہیں۔

اب ذرا غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ لفظ اسکرپچر سے اصل بنیادی مراد بائبل لی جاتی ہے اور بعد ازاں اس میں انگریزی تقلید میں دیگر مذاہب کی مقدس کتب جیسے،ہندووں کی وید،اور بدھ مت کی پتاکا نسل اور دھمپد جیسی کوئی جانی مانی کتاب مراد لی جانی ممکن ہے۔نوپور کی رو سے کیا قران و حدیث دونوں ہی الوحی،تنزیل شدہ اور تلاوت شدہ ہونے میں یکساں نوعیت کے ہیں ؟،اور کیا جمع کے صیغہ سے وصوفہ کی یہ مراد تو نہیں کہ وہ قران کے کئی مصنفین سمجھنے کا نظریہ رکھتی ہو؟خیر چونکہ اصل بحث ذرا الگ نوعیت کی حامل ہے،چناچہ اور ہم یہاں جو کچھ نوپور نے کہا سنا اسی سے متلعقہ مباحث پر بات کرنا پسند کرینگے، چناچہ محمد زبیر سئ شیو مندر بنانے کے دفاع میں آپے سے باہر ہوکرخاتون نے اڑتے گھوڑوں اور عایشہ ؓ پر اعتراض کیا تھا ،ہم بھی انہی کا جواب بمع ضمنی سوالات کے بطور جواب دینگے ،ویسے تو برسبیل تذکرہ خاکسار یہاں ان سب اعتراضات کا مختصر حال قیاسی مماثلت اورنفسی مواد کی دونوں مذاہب کے درمیان مشابہت پر اوپر کافی کچھ بحث مذکورہ بالا سطروں میں

[97] https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/scripture

پیچھے کرچکا ہے،مگرپھر بھی شافی تفصیل مابعد موصوفہ کو انگور کھلانے کے لئے آگے ائیگی۔

موصوفہ کو شیو کے لنگ کی گستاخی بری لگی ہندومت میں اسکے اتبع میں مرد و عورت اصلی و جینون فزیکل بائیولوجیکل لنگ یونی پوجا کرتے پھرتے ہیں،شیو پوران جب جھوٹی ہے تو لنگ پوران کی کتھائیں جو اسکا اضافہ ہیں کیسے درست ہوسکتی ہیں؟، چناچہ تمہارے یہاں بہت حد تک چولی ٹیکس سے فزیکل ٹیسٹ مندروں سے آشرموں تک جنسی استحصال بلا نکاح عام ملتا ہے، لہذا آشرم ڈرامہ سیریل میں بھی اس تمسخر نامہ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ہم یہاں لنگ ،یونی قصص تخلیق کرنے والی پورانوں کی بابت مسلم دشمن ،وید بچاری دیانند کے تاثرات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرینگے،کہ ہم نے لنگ مندر کو مسجد ہٹا کر تباہ کرکے قایم کرنے کی مخالفت کی ہے،کیونکہ وہاں کبھی تاریخی ویدک لنگ ممکن ہی نہیں ہے،مگر شیو لنگ کے جو قصص دیوتا پوجا بازی کی بنیاد ہیں وہ پوران میں ملتے ہیں ،یا دیگر کتب میں اسکی شرح مل جاتی ہے،چناچہ ذرا انکا حال ان سے بھی سن لیں جن سے مسلمانون کے خلاف مسلم دشمن ہندو مواد لیتے پھرتے ہیں ،اور وہ باتیں کیوں یہ عدل و انصاف کے رحم دل بچاری ہضم کرجاتے ہیں اب ذرا دل تھام کر سینا دبا کر سنیں پنڈت جی کیا بھاشن ان پورانی کتب اور کتھاوں پر پیش کرتے ملتے ہیں:

<u>سوامی دیانند جی! کا ہندو کتب و پورانوں کی بابت موقف:</u>

نوپور کو اڑتے گھوڑے پر اعتراض ہے شاید ہمیں سننے میں غلطی ہوئی ہو،وہ شاید یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ مسلم گھوڑے اڑ نہیں سکتے یہ کاپی رایٹ صرف ہندووں کے پاس ہے،یہاں شاید کچھ دیر کے لئے ہم چپ ہوجائیں،کیونکہ اب اڑان کا قصہ آیا تو وشنو کی سواری گروڑ جو مہا گدھ ہے جس پر وشنو کل عالم میں وایکنڈھ سے اڑتا پھرتا ہے اس سے متعلق کتھاوں پر مبنی ڈرامہ سریل جس پر سونی ٹی-وی سے ڈرامہ دھرم یودھا گروڑ آج کل جاری ہے،اس گروڑ پوران (پران) کی بابت سوامی جی سے پوچھا گیا یہ پوران جو اٹھارا پورانوں میں سے ایک ہے ،پوچھا جاتا ہے گرو جی ! یہ سچی کتاب ہے یا جھوٹی وہ کہتے ہیں جھوٹی ہے۔[98]

[98] ستیارتھ پرکاش:صہ:۴۴۵۔

ماضی میں بھی ایک پوران بھگوت پوران پر بھی ہندوستان میں ایک عمدہ ڈرامہ بنا تھا جسے ہم نے یوٹیوب پر بڑے ذوق و شوق سے دیکھا تھا کیوں کہ یہ خاکسار ایسی چیزیں صرف پڑھتا ہی نہیں ہے بلکہ ساتھ دیکھتا بھی ہے،اسکے متعلق دیانندی تاثرات کیا رہے،اسی طرح مہا دیو ڈرامہ سیریل میں شیو پوران سے بہت کچھ لیا گیاہےبلکہ یہ کل استوار ہی شیوا پوران پر ہے ، چناچہ بادی النظر سے غور کرنے سے معلوم پڑتا ہے کہ یہ دونوں پوران ،اٹھارہ پورانوں میں نسبتاً نیا اضافہ تھے،انکی اور کچھ دیگر پورانوں کی بناوٹی ہونے کی بابت سوامی جی جو فرماتے ہیں،اس سے لنگ کا وجود یونی میں ڈوب کر حالتِ عدم کو سدھار جاتا ہے،بیچارے مہا دیو کا صدیوں بعد بھارتی جنتا اور جھگڑالو ہندووں میں مقام،ناگن ڈراموں کی ناگن کے محبوب بھولے ناتھ بھی عدم کی راہ لیتے دکھتے ہیں سوامی جی فرماتے ہیں کہ:

چناچہ شیو پوران یعنی لنگ والے دیوتا سے متعلقہ پوران کی بابت سومی جی لکھتے ہیں کہ:

''بھلا کوئی اِن پرانوں کے بنانے والوں سے پوچھے کہ جب ذرات اور پانچ مہا بہوت (عناصر) بھی نہیں تھے تو برہما ، وشنو، مہادیو کے جسم پانی ، کمل ، لنگ ، گائے اور کیتکی کا درخت اور راکھ کا گولا ، کیا تمہارے بابا کے گھر سے آ گرے؟[99]

اسی طرح بھگوت پوران کی بابت فرماتے ہیں کہ:

''بھلا اِن پرلے درجہ کی جھوٹی باتوں کو وہ اندھے پوپ (برہمن) اور باہر اندر کی پھوٹی آنکھوں والے اُن کے چیلے سنتے اور مانتے ہیں ۔ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ یہ انسان ہیں یا اور کوئی ؟ ۔ اِن بہاگوت (بھاگوت) وغیرہ پُرانوں کے بنانے والے پیدا ہوتے ہی کیوں نہ رحم میں ہی ضائع ہو گئے ؟ یا پیدا ہونے کے وقت مر کیوں نہ گئے '' ۔[100]

مارکنڈے اور بھگوت پورانوں پر مذید خامہ فرسائی فرماتے ہوئے نقد کا حق ادا کرتے ہوئے جو جو باتیں فرماتے ہیں وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :

---

99 ایضاً:۳۳۳۔
100 ایضاً:۳۳۳،۳۳۴۔

مارکنڈے پُران اور بوب دیو کی تصنیف کردہ بہاگوت(بھاگوت) پُران ان کی گپوں کا نمونہ ہیں ''[101] ۔

پھر مارکنڈے پران کی ایک کتھا کا ذکر کرتے ہوئے سوامی جی تحریر فرماتے ہیں:

''دیکھیں ، کیا(کیسے) ہی ناممکن کتھا کا گپوڑہ بھنگ کی لہر میں اُڑا دیا گیا ،جس کا کہ کوئی حدوحساب نہیں ہے''۔[102] ۔

پھر بہاگوت (بھاگوت) پُران کی ایک کتھا کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

'' ایسی بے سمجھی کی باتیں بے سمجھے، سنتے اور مانتے ہیں۔ جو (شاید عامی مان لے مگر)عالم نہیں (مان سکتے ہیں)''۔[103] ۔ ''اِس قسم کی جھوٹی باتوں کا گپوڑہ بہاگوت(بھاگوت) میں لکھا ہے کہ جس کا کچھ حد حساب نہیں ہے ''۔[104]''اِسی طرح دیگر پرانوں کی بھی لیلا(بازی) سمجھنی چاہیے ۔ لیکن اُنیس بیس اکیس یعنی ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں ''۔[105] ۔

اِس بہاگوت (بھاگوت) کے مصنف نے ناواجب من گھڑت عیب لگائے ہیں ۔ دودھ ، دہی ، مکھن وغیرہ کی چوری کے الزام لگائے ہیں اور گنجا (؟) لونڈی سے بدفعلی کرنا بیان کیا ہے ۔ اور غیر عورتوں سے راس منڈل (ہاتھ پکڑ کے دائرے میں ناچ) میں کھیل کرنا وغیرہ جھوٹے عیب شری کرشن جی پر لگائے ہیں ''۔[106]

پھر سوامی جی بہ حیثیت مجموعی ان پورانوں پر اپنا فتویٰ صادر کرتے ہوئے انکی علمیت کو ان (پُرانوں) کا ماننا کسی عالم کا کام نہیں بلکہ اُن کو ماننا جہالت ہے''[107]' یوں ظاہر کرتے ہیں:

لو جی نوپور صاحبہ اور نوین کمار بدمعاش دھلی والوں ،مجھ دھلی والے کراچوی سے بھی سن لو کہ تم جن دیوی دیوتا پر یہ ساری سیاسی ڈرامہ بازی کرتے پھر رہے ہو ،انکا تو تاریخی

---

[101] ایضاً
[102] ایضاً:۳۳۵۔
[103] ایضاً:۳۳۷۔
[104] ایضاً:۳۳۸۔
[105] ایضاً:۳۴۰۔
[106] محولہ بالا
[107] ایضاً:۳۵۱۔

وجود ہی ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ظنی ،مشکوک اور متنازعہ فیہ ہیں ،جبکہ نبی اکرمﷺ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہیں جو تم سب مشرکوں ،کافروں اور بدعتیوں کا مسلمہ تاریخ میں اپنے محقق و ثابت وجود سے ابطال کرکے تمہارے سینوں پر دال مونگ رہے ہیں ،اب یہ تو زیادتی ہوئی کہ جب ایک وجود ہی ثابت نہیں تو اسکا لنگ ،خیال سے نکال کر حقیقت میں لانے کی کوشش کی جائے ۔

،سیدھےسیدھے یہ کہدو کہ تمہارے کسی افریقی ڈیڈ کے لنگ کا نمونہ ہے،جو دودھ کی نہر ہضم کرنے کے لئے قایم کرکے اختراع کیا گیا ہے ، آخر یہ سب کھلی ڈرامہ بازی کے ماسوا کیا ہے؟،یا تو بولو کہ برہما،وشنو اور شیو تینوں ایک ہی پرمیشور،بھگوان، مہا آتما کا روپ ہیں اور یہ تین بس ایک ہی مہا روپ کی ذات و صفات ہیں جنھیں لوگوں نے الگ الگ پوجنا شروع کردیا ہے ۔،یہ کیسے ممکن ہے کہ خالق کوئی اور ہو،مالک کوی اور ہو اور تباہی کوئی اور پھیلائے ۔تین الگ الگ خدائی کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ ہوں اور پھر انکی الگ الگ ماننے والی برادریاں ،نسلیں اور مذہبی کھیل تماشہ ہوں؟یہ مسلم تقلید بازی اور فرقہ بازی کی طرح کا معاملہ ہے۔

لہذا شیو لنگ تو جب مانا جائیگا جب شیو کا وجود محقق ہو،یا رام کا وجود محقق ہو،جنکے وجود تاریخی کم دیکھتے ہوں اور قصصی نوعیت کے زیادہ حامل ہوں وہاں تو صاف صاف ظن ہی آخر کار غالب آئیگا اور ظن یقین کا بھلا کیسے مقابلہ کرسکتا ہے،اس ظن کے لئے کیوں موجودہ حقیقی انسان کو قتل ،اذیت،جبر کا نشانہ بنایا جائے؟

<u>مسلم مشرکین کا معاملہ:</u>

مسلمانوں میں جس طرح وعظ گوئی کے شوقین ملاوں نے قصے کہانیوں کے جھوٹے کھیل تماشہ روایات کے ضعیف ہونے کے باوجود فضایل کے نام پر لگا رکھے ہیں،پیری فقیری،مزار بازی پر قایم بت پرستی اور تہوار بازی کا چلن قایم کیا ہوا ہے ساتھ خود کو ڈھٹائی ، خود فہمی و خود زعمی میں مسلم مسلم ،موحد موحڈ کہتے پھرتے ہیں اور یہود و نصاری و ہندو کو خود کے گریبان میں جھانکے بغیر کافر کافر کہتے پھرتے ہیں ،یہ وہ مسلم معاشرے کی اکثریت سے تعلق رکھتے بد عقیدہ بدعتی ، گندے ،مندے لوگ ہیں جو اسلام کی توحیدی جوہریت کے مخالف

ہیں ،انکو بت میں بت دکھتا ہے اور قبر میں صاحب قبر و شیخ لیٹا دکھتا ہے ،وہ تعظیم،مردہ،پتھر سیمنٹ کی باہمی مشابھتوں کے باوجود بتوں و قبروں کی اعتقادی مشابہت کے منکر ہیں ،چناچہ بت کا سیمنٹ ،گارا ،اسکو سجدہ کرنا انکے نزدیک عین خلافِ اسلام ہے۔ انکے نزدیک جھالت کی انتھا یہ ہے کہ وہ بت جو بس انسانی ڈھانچہ کے بغیر بھگوانوں کی شبیھہ ہیں وہ بت انکے نزدیک حقیقی عین بت پرستی کا مظھر و سمبل ہیں ،مگر سیمنٹ سنگ مرمر کے ملبہ کے نیچے لیٹا انسانی ڈھانچہ کے ساتھ مدفون ایسا مردہ جو انکی نگاہ میں مرنے کے بعد زندہ سمجھا جاتا ہو کو انکو تعظیم ادا کرنے کا شوق اسے بت نہیں مانتا ہے بلکہ اولیا اللہ کی پردہ گاہ سمجھتا ہے ،یہ مسلم مشرکین کی نئی تاویل و چال ہے،وہ کیا کافروں کو اپنے جیسا جاھل عقل سے پیدل مانتے ہیں؟ارے نادانوں کل دنیا کے بد عقیدہ توحید مخالف جنکی بطور مردہ تعظیم کرتے ہیں وہ سب انکے نزدیک،نیک،متقی عبادت گزار ،اللہ والے ہی تھے،اور تم بھی اپنے تعظیم کردہ مردوں سے حاجت روائ سے قبل انکے اللہ والے انکے عقیدہ کے قایل ہو۔

اب ہم واپس رشی جی کی طرف پلٹتے ہیں ، جناب اگر رشی جی ان کھیل تماشوں پرتنقید کرتے تو بہت اچھا تھا،کچھ رنگ فنی طور پر مسلمانوں کے خلاف علمی دایرہ کار میں قابل تحسین اور مبنی بر حق تصور ہوتا ،مگر انہونے جو کیا وہ کافی الٹ پلٹ کیا ،چناچہ انھونے مسلمانوں کے نبی اکرمﷺ سے اللہ واسطے کا بیر قایم کیا ہوا تھا ،جبھی جہاں برسنا چاہئے تھا وہاں برسے نہیں انکے پاس یہ دلیل تو کم از کم ہوتی کہ دیکھو ان مسلمانوں کو جنھونے اپنے مذہب کی صحیح و محقق ،اسلامی جوہریت کے قریب آرا ترک کرکے ہم سے ملتی جلتی آرا لے لی اور کیسے ان میسنوں نے صحیح روایات سے جس طرح دامن چھڑایا ہے، کیوں ہمیں کافر کافر کہتے پھرتے ہیں ،بھئی ہمارے ہاں بھی ایسے ہی کھیل تماشہ ،جھوٹی قصہ گوئی کی بازاریت برہمن سوچ نے بھی پیدا کی ہوئی ہے،،بلکہ ہندو پاک کے نام نھاد مسمانوں نے یہ ڈرامہ بازی ہندو،برہمنوں ،سادھو سنتوں سے ہی سیکھی ہے۔

لہذا سوامی جی ان دھرم کے نام پر تہوار منانے والے،بدعات کا طوفان بدتمیزی گرم کرنے والے،مشرکوں اور برہمنوں پر گرمی دکھاتے ہوئے جو نقد کرتے ہیں وہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

سوامی جی نے خود ویدوں کی تحقیق و تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے انکی رگ وید کا خلاصہ جسکا اوردو ترجمہ نہال سنگھ نے کیا ہے ،نگارشات ،لاہور سے چھپ چکی ہے،یہ اصل میں رگ وید نہیں اسکی من چاہی عقل ساینس اور توحید کے مطابق ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش ہے،جسے رگ وید قرار دیا جارہا ہے،ہندو اسے سرے سے رگ وید ہی نہیں جانتے ہیں یہ انکے نزدیک بدعتیانہ کوشش اور تصرف دی دھرم کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔

انکی اور آریا سماجیوں کی اس قسم کی کاوشوں کا تیا پانچہ،مشہور احمدی محقق مولوی عبدالحق نے ہندوؤں کے عقاید کا احتساب کرتی کتب میں کیا ہے۔

چناچہ پنڈت جی برہمنی ویدی مفسرین کی شان میں رقمطراز ہیں کہ:

''ہاں برہمنوں نے مُردے کا کریاِ کرم (ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق کفنانے اور جلانے کے افعال) اپنی روزی کی خاطر جاری کیا ہوا ہے ۔ پس چونکہ وہ ویدوں کے مطابق نہیں ہیں ، اس لیے بے شک قابلِ تردید ہے ۔ اب کہیے اگر چارواک (کمہار کے گدھا) وغیرہ نے وید وغیرہ سچے شاستر (کتاب) دیکھے سنے یا پڑھے ہوتے تو کبھی اِس طرح ویدوں کی مذمت نہ کرتے کہ وید بھانڈ، دھورت (دغاباز، فریبی) اور نشاچر (اُلو، گیڈر یعنی احمق اور بزدل) جیسے آدمیوں کے بنائے ہوئے ہیں ۔ وہ ایسی بات ہرگز منہ سے نہ نکالتے ۔ البتہ ہیدھر(وید کا شارح) وغیرہ ٹیکارکار (شارحین) بھانڈ، دھورت اور نشاچر تھے ۔ یہ اُن کی مکاری ہے ، ویدوں کا قصور نہیں ہے ''[108]

اس پوری بحث اور انکی تحریروں سے عیان ہے کہ پنڈت جی کی ہندوانہ ،یوگیت یا واحدة الوجودی تیزابی توحید میں ویدوں کو خاص مقام حاصل ہے،وہ ازمنہ قدیم کے ہندو مت کی بنیادوں کو ویدوں سے ہی ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جبھی انھونے پوارنی کتھائی سماج کو مسترد کردیا تھا،مگر ویدوں پر انکا وشواش کامل رہا۔مگر انکو ساتھ جو ایک اعتراض لاحق تھا وہ منو کے برہمن صاحب پر تھا، چناچہ وہ برہمن بابا پر اکثر و بیشتر بھڑکتے رہتے ہیں جسکے کچھ نمونے ذیل میں مذید آرہے ہیں۔

---

[108] ایضاً:۵۲۰۔

<u>چناچہ رشی جی کا برہمن صاحب کی بابت کہنا ہے کہ:</u>

’’آج کل کے فرقہ بند اور خود غرض برہمن وغیرہ جو دوسروں کو علم اور نیک صحبت سے ہٹا کر اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور اُن کے تن من دھن کو برباد کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اگر کہشتری (کھشتری)وغیرہ ورن   (ملک) کے لوگ پڑھ کر صاحبِ علم ہو جاویں گے توہمارے گمراہ کر نے والے جال سے چھوٹ کر اورہماری چالاکی کو جان کر ہماری بے عزتی کریں گے ‘‘ ۔[109]

آگے ایک جگہ دل کا حال کھول کر یوں عیاں کرتے دکھتے ہیں کہ:

’’برہمنوں نے سوچا کہ اپنی روزی کا بندوبست کرنا چاہیے ۔ صلاح کر کے یہی ارادہ کرکے وہ کھشتری وغیرہ کو اپدیش (وعظ/نصیحت) کرنے لگے کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں ۔ بغیر ہماری خدمت کے تم کو سورگ (جنت) یا مکتی (نجات) نہ ملے گی ۔ بلکہ جو تم ہماری خدمت نہ کرو گے تو گھور نرک (تاریک پاتال/ دوزخ) میں پڑو گے ۔ جو جو (جو کچھ) پورے عالموں دھرم پر چلنے والوں کا نام برہمن اور قابل قدر وید اور رشنی منیوں کے شاستر (کتاب) میں لکھا تھا ، اُن کو اپنے جیسے بے عقل ، نفس پرست ، فریبی ، عیاش ، ادھرمیوں (ملحدوں) پر گھٹا(نافذ) بیٹھے ۔ بھلا وہ سچے عالموں کے اوصاف ان جاہلوں پر کب گھٹ سکتے ہیں‘‘۔[110]

پھر بتاتے ہیں کہ کیسے طاقتور ،دولتمند مگر،علم و عقل سے پیدل کشتریوں(قدیم آریائوں) کو برہمنوں نے اپنا زیر دست کیا:

’’جب کھشتری وغیرہ آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے یعنی اندرونی علم کی آنکھ پھوٹی ہوئی اور جن کے پاس دولت کافی تھی ، ایسے ایسے چیلے ملے تو پہر(پھر) اِن فضول برہمن نام والوں کو عیش و عشرت کا باغ مل گیا ۔ جیسی اپنی خواہش ہوئی ویسا کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ ’’ہم بھودیو ‘‘   (برہمن یا زمین پر آنے والے دیوتا) ہیں ، ہماری خدمت کے بدون (بغیر)

---

[109] ایضاً:۹۵۔
[110] ایضاً:۳٦۵۔

دیولوک (دیوتاؤں کی سرزمین یا جنت) کسی کو نہیں مل سکتا ہے۔ اِن سے پوچھنا چاہیے کہ تم کس لوک (دنیا) میں جاؤ گے ۔ تمہارے کام تو گھورنرک بھو گئے (دوزخ میں جانے لائق) کے ہیں ۔ کیڑے مکوڑے پتنگا وغیرہ بنو گے ''۔[111]

ویسے سچ یہ ہے کہ رشی جی کی اس باب میں تعریف بنتی ہے کہ برہمن ہوکر انھونے ہندو پوپ برہمنوں کا اچھا خاصا نقشہ کھینچ کر بیان کیا ہے،اور انکی رو سے بہت حد تک برہمن مت بھی ایک مذہبی استحصالی تخصیصی ،مگر نسلی ادارہ ہے،اس ڈھیلی ڈھالی غیر منظم ٹکڑوں میں بٹی برہمنی،مندر مزار اکیڈمی کا حال انہونے کچھ یوں کھینچا ہے:

''تم برہمن نہیں ہو بلکہ ''پوپ ہو ۔ دغا فریب سے دوسرے کو ٹھگ کر اپنا مطلب نکالنے والے کو پوپ کہتے ہیں '' ۔[112] ۔ ''پھروہ پوپ لوگ اپنی اور اپنے پاؤں کی پوجا کراتے (کرواتے) اور کہنے لگے کہ اِسی میں تمہاری بہتری ہے ۔ جب یہ لوگ ان کے بس میں ہو گئے تب غفلت اور نفس پرستی میں غرق ہو کر گڈریے (بکریاں چرانے والا) کی مانند جھوٹے گرو بن کر چیلے پھنسانے لگے ۔ علم، طاقت ، عقل ، ہمت، بہادری، شجاعت وغیرہ نیک اوصاف سب برباد ہوتے گئے ۔ پہر(پھر) جب نفس پرستی میں ڈوبے تو گوشت، شراب کا استعمال چھپ چھپ کر کرنے لگے ، پہر (پھر) اُن ہی میں سے ایک ورم مارگ مت (دنیا داری کا مذہب) قائم ہو گیا'' ۔[113]

بچاری برہمنوں سے کم درجہ کے مندر کے منتظم یا کسی پوجا ،پاٹ کے عمل سے وابستہ فرد کو کہہ سکتے ہیں ،برہمنوں کے ان چیلے چماٹوں کی بابت پنڈت جی کا کہنا ہے کہ:

''ایسی بُت پرستی وغیرہ برے کاموں ہی سے آریہ ورت (آریاؤں کے وطن) میں نکمے پجاری ، بھکھاری (بھکاری) ، سُست ، کم ہمت ، کروڑوں آدمی ہو گئے ہیں ۔ سارے جہان میں جہالت انہوں نے ہی پھیلائی ہے ۔ جھوٹ، فریب بھی بہت سا پھیلا ہے '' ۔[114]

---

111 ایضاً:۳٦٦۔
112 ایضاً
113 ایضاً:۳٦۹۔
114 ایضاً:۳۱۵۔

نوپور جس برہمن کے دین کی تم مقلد ہو اسکا تمہارا تیاپانچہ کرنا تم اوپر دیکھ چکی ہو،تمہارے ہندو لونڈے جعلی ملحدؔ بنکر انکی ہی کتب سے مسلمانوں کو اپنے دین سے بدگمان و مشکوک بنانے میں لگے ہیں ،مگر وہی خود تمہارے مذہبی سماج کی بابت کی تبصرہ کرتے دکھتے ہیں؟

مسجد کو ختم کرکے شیو لنگ کے نصب کرنے کی بحث میں سرکاری جماعتی ترجمان کہہ بیٹھی کہ مجھے انھونے یہ الفاظ کہنے پر مجبور کیا کیونکہ یہ شیو لنگ کا تمسخر اڑا رہے تھے تو میں کیسے چپ رہتی،کبھی موصوفہ نےیہ کہہ دیا کہ میرا کسی کی دلآزاری کا کوئی خیال نا تھا، قصور زبیر کا ہے چناچہ محمد زبیر اور آلٹ نیوز نے میرے بیان کو سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے۔

پھر ایک جگہ کہتی ہیں کہ میں نے جو کچھ بھی کہا انکے(مسلمانوں) کے اسکرپچرز کی روشنی میں کہا ہے،اگر کسی نے تصحیح کرنی ہو تو کرے،محترمہ یہاں آپکی اور ہندووں کی بہت سے چیزوں کی تصحیح کی گئی ہے،بشرطیکہ آپ لوگ خود کو اصلاح کے لئے تیار کرسکیں؟ وہ بھی آپکی بدتمیزی کی جامعہ (یونیورسٹی) کے سوامی استاد کے ذریعہ آپ جیسوں کا محاکمہ و احتساب کردیا گیا ہے۔

ہندو اپنی فلموں اور ڈراموں میں اپنا رنگین ،ناچ گانے،کھیل تماشوں والی ثقافت پیش کرکے لذت پرست ،اشتہا پرست،خواہش پرست اہل مغرب کو گرماتے ہیں کہ آو ہمارے وطن آو جو ننگا پن تمارے پاس ہے اسکا ایک ہلکا پھلکا ورژن ہمارے پاس بھی منفرد انداز میں موجود ہے۔سوامی جی کو ان کے برخلاف ہندو رسم و رواج اور عبادات پر سخت تحفظات لاحق ہیں۔

چناچہ وہ ہندو عبادات پر تبصرہ فرماتے ہوئے ستیارتھ میں رانی بم چھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’اِس لیے پتھر وغیرہ کے بُت بنا اُس کے آگے نذرانہ دھرکر گھنٹہ کی آواز ٹن ٹن پوں پوں کرکےاورسنکھ بجا کر شور مچا کر اُن کو انگوٹھا دکھلانے لگتے ہیں ، جیسے کوئی کسی کو چھلے یا چڑا دے کہ تو گھنڑ (گہنے ، زیور) لے اور انگوٹھا دکھلا دے ۔ اس کے آگے سے سب چیزیں لے کر

آپ بھوگے (مزے اڑائے) ۔ ویسے ہی لیلا (سوانگ یا بہروپ) اُن پجاریوں یعنی پوجا بمعنی نیک اعمال کے دشمنوں کی ہے ۔ یہ لوگ چٹک مٹک ، چلک چھلک بتوں کو بنا ٹھنا ، آپ ٹھگوں کی مانند بن ٹھن کے بیچارے بیوقوف غریبوں کا مال اُڑا کر موج کرتے ہیں'' [115]۔

سوامی جی اِسی کتاب میں اس سے قبل صفحات میں دوسری جگہ ہندو اوتاروں ، مندروں اور مورتیوں کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جب پوپ جی (برہمن) اپنے چیلوں کو جینیوں(جین مت کے ماننے والے) سے روکنے لگے اور تب بھی وہ مندروں میں جانے سے نہ رک سکے تو جینیوں کی کتھا (وعظ) میں بھی لوگ جانے لگے ۔ جینیوں کے پوپ اُن پرانیوں (پُران کو ماننے والے) کے پوپوں کے چیلوں کو بہکانے لگے ۔ تب پرانیوں (پران کو ماننے والے ہندو) نے سوچا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے ۔ نہیں تو اپنے چیلے جینی ہو جائیں گے ۔ پھر پوپوں(برہمنوں) نے یہی صلاح کی کہ جینیوں کی مانند اپنے بھی اوتار، مندر، مورتی اور کتھا کی کتابیں بنا دیں ۔ اِن لوگوں نے جینیوں کے چوبیس تیرتھنکروں (مذہبی پیشواؤں) کی مانند اور انہی کی طرح چوبیس اوتار ، مندر اور بُت بنادئے۔ ویسے ہی اٹھار ہ پران بنانے دئے ''۔[116]

---

[115] ایضاً:۳۱۳۔

[116] ایضاً:۳۹۳۔

بحث:۹۔

ہندو دیوی ،دیوتاوں اور تری مورتی کے تصورات کی تاریخ

ہندووں میں موجود دیوی دیوتاوں کی تکثیریت کی مابعد الطبیعات:

ہم سابقہ صفحات میں جابجا بیان کرچکے ہیں کہ ،ہندو مت ایک خدا سے لیکر تینتیس کروڑ دیوی دیوتوں کی پوجا کا نام ہے،اور یہ سب سمٹ سمٹا کر تینتیس دیوی دیوتاوں میں منقسم ہوجاتے ہیں اور ضرب کرکے تینتیس کروڑ خدا بن جاتے ہیں۔

رشی والمیکی کی راماین کے قدیم پاٹھ کی رو سے راجہ دکش کی آٹھ بیٹیوں کا وواہ(نکاح) مہا رشی کشیپ سے ہوا،کشیپ کی پہلی بڑی پتنی آدیتی سے تینتیس دیوتا پیدا ہوئے تھے۔[117]

اور انہی تینتیس دیوتاوں سے تینتیس کروڑ دیوتا مختلیف ہیت و کفیات میں پیدا ہوئے،کسی کو تپسیا کے سبب ارتقائی طور پر دیوتا بنادیا گیا جیسے بھگوان گرو دتیہ،کچھ دیوتا کی اولاد مانے جاتے تھے،جیسے شنے ،یم اور جمنا، سوریا دیو یعنی سورج کی اولاد کہلایی جاتی ہیں، دیوی پاربتی کے میل یا ابٹن سے بنا اُسکا انش، یعنی گنیش ایک بدھی،عقل و شعور کا مہا دیوتا بن گیا،پاربتی اور شیو کا بیٹا ،کارتک دیوتاوں کی فوج کا سپہ سالار بن گیا،مگر دوسری طرف جن کی دیوتاوں سے اذلی دشمنی تھی یعنی،راکشش وغیرہ وہ شیو کے پوجا کرنے لگے،کیونکہ قدیم ہندوستانی یعنی موجودہ شودروں کے ہاں ردر یعنی کڑک بجلی اور تباہی کے دیوتا کا تصور موجود تھا۔مابعد اسے ہی مابعد رشیوں منیوں نے شیوا کا نام دیا اور راکشش و شودر اسکی تپسیا میں راحت پانے لگے،اسی شیو کی بابت اب ہندو یہ دعوی کرتے دکھتے ہیں کہ وادی سندھ کی

---

[117] والمیکی:راماین:ارنیہ کانڈ:سرگ:۱۴۔صہ:۳۱٦۔۳۱۸۔ششیام کاشی پریس۔متھرا۔بھارت۔

تہذیب کے بت میں اسکا بت موجود ہے،خیر اس بابت یہ انکی عقایدی قیاس آرائی کے ماسوا کچھ نہیں ہے۔

،لہذا آج بھی تامل ناڈو،بنگال اور مہاراشٹر یعنی جنوبی دکنی ریاستوں میں شیو اور کالی کی پوجا کا چلن عام ہوچکا ہے۔محققین کا کہنا ہے کہ راماین میں جو شیو کا ذکر ہے وہ بہت مابعد کا اضافہ شدہ ذکر ہے،یہ شہ مغل دور میں تلسی داس کی راماین میں اور زیادہ الحاقات اور اضافات کے ساتھ زیادہ نظر آتا ہے ،چناچہ نوپور نما ہندووں کا مہا دیو کے مندر کی قدامت وغیرہ کی بحث اور شیو لنگ کے لئے دلایل سے قبل تری مورتی اور بلخصوص شیو لنگ کو قدیم تحقیق یافتہ دلایل سے ثابت کرنا نامکمنات کے قبیل میں سے ہے،درون خانہ انکی عقایدی ماوضوعیت کے ماسوا کچھ نہیں ہے،جبکہ انکے مقابل نبی اکرمﷺ کا وجود ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے۔جبکہ خالق کائینات کے انکار کے خود یہ ہندو بھی منکر نہیں ہیں ، بلکہ یہ خود ایشور یعنی خدا کے منکر کو بطور گالی ملحد کی جگہ ناستک قرار دیتے ہیں اب وہ اسے ایشور،پرمیشور،برہما یا ناراین کسی بھی روپ میں لیں اس کائینات کی کسی خالق کے حکم سے تخلیق ہونے کا تصور جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے،چناچہ وہ یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے تصور اللہ کے منکر ہیں مگر وہ یہ انکار نہیں کرسکتے ہیں کہ ایشور ہو یا اللہ مرکزی خدا وہی ہے،یعنی وہ اللہ کا انکار مسلمانوں سے نفرت و عناد کے سبب کرسکتے ہیں مگر ایشور کا انکار نہیں کرسکتے ہیں،اب انکے نزدیک ایشور سے کیا مراد ہے،وہ ایک ہے یا تین کا مجموعہ ہے،یا پھر تین میں سے ایک خاص ہے یہ ایک الگ بحث ہے جس پر بحث کا یہ مقام نہیں ہے۔

مہابھارت ایک فکشن کے ماسوا کچھ نہیں ہے:

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مہا بھارت آریائی تہذیب کی ایک ارتقائی داستان ہے،جسے زیادہ تر محققین ایک تاریخی دیو مالائیت کے ماسوا کچھ نہیں سمجھتے ہیں،ہاں اتنا ہے کہ راماین کے مقابل اسے زیادہ تاریخی و حقیقی مواد کے قریب جانتے ہیں، یہ داستان سمجھیں کہ ایک طرح سے ہندووں کی واقعہ کربلا ہے،مگرجسے زمانہ قدیم سے کسی اور رنگ ڈھنگ اور نسبتا و مقابلتاً زیادہ وسعت و افکار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

مگر یہ بات ملحوظ نظر رکھیں کہ ،واقعہ کربلا کے وجود کی بابت تحقیق سے وجودی پیرائے میں ثابت ہونا ، ایک محقق و تاریخی امر ہے،یہ ایک الگ بات ہے کہ اسکی جزیات ،کلیات،میں قصیدہ،خوانی،نوحہ خوانی،ہجو گوئی،ادبی اضافہ جات اور ملحقات بہت بعد کے جعلی قسم کے اضافے ہیں ،مگر اسکی تاریخی جڑیں ناقابل تردید ہیں،اس بابت تاریخ،انساب،اسما الرجال اور جغرافیہ سے بہت کچھ کہنا ممکن ہے،مگر اسکے مقابل مہا بھارت اور راماین کی تاریخیت صرف انکے وجود کے ماسوا ثابت کرنا ناممکنات میں سے ہے،اگر چہ متنی تحقیق کرنے والوں نے یہ دعوی بھی کیا ہے،ان دیومالائی داستانوں میں کہیں سے لازمی مرکزی خیال اخذ کیا گیا ہے،جسے مصنفین نے شخصیاتی تمثیل سازی کے ضمن میں انھیں وہ روپ عطا کئے جس میں یہ آج نظر آتی ہیں۔

خیر اسی مہابھارت میں تینتیس کروڑ کی ابتدا و انتھا کے کچھ تصورات پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں ذکر ملتا ہے کہ:

سرشٹی کی ابتدا میں تینتیس دیوتا ہوئے،ان دیوتاوں سے بلترتیب ایک ایک کروڑ گن ہوئے،اس سبب تینتیس کروڑ دیوتا کہلائے۔[118]

<u>ہندوستان میں ہندو مت کی ابتدا کا ماجرا:</u>

ہم مطالعہ سے معلوم کرتے ہیں کہ جیسے جیسے ہندو مت اشوکا کے مابعد طاقتور ہوتا گیا ،اور بدھ مت کمزور ہوکر ہندوستان بدر ہوتا گیا،بت پرستی ہندو مت میں مہایان بدھ متی فرقہ کے ساتھ ساتھ جین مت کے ذریعہ پروان چڑھنے لگی،اس کے ساتھ ساتھ ہندو مت کی اصلاح کے دور میں جین مت تھنکروں سے بدھا تک کو ہندو مت کے اوتار اور قابل احترام شخصیات کے طور پر قبول کیا جانے لگا۔

چونکہ ہندو مت جوہری فکری طور پر تکثیری طولانیت کی حامل رہی ہے، چناچہ اس سرزمیں میں بہ حیثیتِ مجموعی وحدت و توحید اس سرزمیں میں ہمیشہ کمزور رہی ہے،لہذا برہما کا کردار بس ویدوں کے مہا عالم،خالق سرشٹی ،کائینات،اور مخلوقات کے کرتا دھرتا کے طور پر محدود

---

118 مہا بھارت:آدی پرو:صہ:۳۰،۳۱:پرکاشک:شری گوپال :پستکالیہ:مدرک ہری دوار:متھرا:بھارت:۱۹۸۱۔

کرکے اسے ایک بوڑھا معصوم بچہ بنادیا گیا ہے،جو ایک دفعہ کبھی غرور کا شکار ہوا تو وشنو کی مرضی سے مہا دیو نے اسکا ایک سر اپنے ترشول سے کاٹ کر اسے اسکی اوقات یاد دلادی تھی ،یہ کلیش آف اے گاڈ اور تصادمِ خداوندی یونانی دیوتاوں میں بھی عام تھا چناچہ ہال ووڈ فلمز کلیش آف ٹایٹنز اور ام مورٹال کی بنیادی بحث بھی اسی قسم کی ہے۔

چناچہ جیسے جیسے ہندو مت میں پالنہار اور تباہی کا تصادم ہوتا گیا ویسے ویسے ،نرم مزاج ،نسبتا امن پسند لوگ وشنو کے طرف جھکنے لگے ،جبکہ جنگ و جدل والے ،لڑائی جھگڑے والے افراد جن میں اکثریتا شھری تمدن کے برخلاف قبایلی و دیھاتی تمدن سے تعلق رکھتے تھے شیو کی طرف راغب ہوتے گئے ۔

مغلوں کے دورِ زوال اور انگریزوں کی آمد کے ،مابعد کے دور میں جب ہندو قوم پرستی پروان چڑھنے لگی، تو ہندووں نے انگریزوں کی تحقیقات اور مسلمانوں کی تاریخ نویسی سے متاثر ہوکر اپنی تاریخ اور عظمت پر توجہ دینی شروع کردی تو اس دوران ،مسلمانوں اور انگریزوں سے نبرد ازما ہندو مرہٹہ قوم جو بعد میں بالی ووڈ کے سبب وطن ،دھرتی کی اصل انقلابی قوم دکھائی جانے لگی کے رہنما شیوا جی کو دیوتا کا درجا حاصل ہوگیا ۔

یہاں سے موجودہ تقسیم ہند کے مابعد کے دور میں شیو مسلسل طاقتور ہوتا گیا،یوں ہندوستان میں شیو پرستوں اور وشنو پرستوں کی محاذ آرائی کی ابتدا و انتھا ہوئی ، ویسے تو ایک طرح سے اسکی بنیاد تو خیر مابعد تاریخ کے ہندوستان میں ہوچکی تھی،چناچہ پورانوں کو اپنے اپنے دیوتا کے قصص سے منسوب کرکے لکھا جانے لگا،جس میں ہندو وعظ گووں نے ایسی عظیم وسعت پیدا کی کہ اصل کردار کیا سے کیا ہوگئے۔

جیسا کہ کچھ حال اس ضمن میں سوامی دیا نند نے اوپر بیان کیا ہے۔اسکے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی بحث شروع ہوگئی کہ وشنو اور شیو میں سے کون مقابلتاً قدیم ہے۔اس تصادم و تفریق کو دیکھ کر کچھ ہندو مصلحین آگے بڑھے انھونے ویدانتی موافقت کا دعوی کرتے ہوئے یہ تبلیغ شروع کی کہ درحقیقت یہ تینوں ایک ہی روپ کی تین مختلیف شکلیں ہیں،تم ان میں سے کسی کو بھی پکارو،اسکی پوجا کرو بات ایک ہی ہے ،جو بھی ان میں سے کسی ایک کی بھی پوجا

کرے گا وہ ہندو ہی تصور ہوگا،اسی طرح کا معاملہ آیمہ اربعہ کے ماننے والے مقلدین کا بھی معلوم پڑتا ہے جو فقہی طور پر ان چاروں کے ماسوا کسی کی تقلید کو ناجایز اور فرقہ ورانہ اجماع کے خلاف تصور کرتے ہیں ۔

<u>بحث:۱۰۔</u>

کیا ہندو قوم اور انکا کوئی کل ہند تک محیط دیس کیا قدیم تاریخ میں کبھی موجود تھا؟

<u>ہند و سندھ کی بحث اور انکا عقایدی تعلق:</u>

واضح رہے کہ ہندو نام کی کوئی قوم متحدہ ہندوستان،گریٹ انڈیا،گریٹر بھارت ،یا گریٹر سندھ و ہند یا سناتنی پرتھوی کے نام سے سرے سے تاریخ میں موجود نہیں رہا ہے۔ دیس ،یہ اصطلاح اول مسلم موحدوں نے ہندوستان کی سر ذمین پر رہنے والے کافر ہندووں کے لئے انکی سرزمین کی نسبت سے استعمال کی تھی،یعنی دریائے سندھ کی وادی میں رہنے والے افراد کے لئے یہ اثطلاح بروئے کار لائی گئی تھی،چناچہ اصل لفظ دریائے سندھ کی مناسبت سے موجود تھا،جو نشیب میں بہہ کر سندھ سئ گزر کر بحیرہ عرب میں جاگرتا تھا یہی لفظ سندھ مابعد بگڑ کر ہند کہلانے لگا۔

اور یہاں کے باشندے ہندو کہلانے لگے ،اس رواج کو مابعد مغل زوال کے دور میں ہندو عالموں نے مزید بڑھاوا دیا اور ہندووں کو دیگر اقوام سے متمیز کرنے کے لئے ایک نئی نویلی جدید تاریخ نویسی کی ابتدا کی گئی ۔چناچہ ہندو قوم کی تشکیل کاری اور اس میں اتحاد و یگانیت کے فروغ کے لیے ہندو مصلحین اور قوم پرست بانیوں نے اوم نما کے مصداق ایک عظیم ماورائے کائینات حقیقیت کے تصور پر اعتقاد جموانے کی کوشش شروع کی،جسکے تین رخ افضل جانے گئے اور چونکہ مقابلتاً اس دور کے تمام بت پرست مذاہب میں انکی اپنی اپنی پائی جاتی تری مورتی نما فکر موجود تھی یا کچھ حد تک اس سے ملتی جلتی مذہبی تکثیریت کل دنیا میں پائی جاتی تھی تو انکی دیکھا دیکھی مابعد ہندوستان میں بسنے والے ہندو ماں باپوں کی اولادوں اور

ان سے متاثر و تعلق رکھتے مسلمانوں کی نسلی اولادوں نے، بیانیہ کو نئے رنگ ڈھنگ میں اپنے اماموں ،پیروں فقیروں،اور پنجتن پاک کے ذریعہ مسلم جواب دعوی کے طور پر پیش کرکے اور زیادہ بڑھاوا دیا ۔

یوں ایک طرف تو ہندو مسلم تاریخی تصادم بڑھتا گیا دوسری طرف دونوں ہی قومیں ایک دوسرے سے باہمی رسم و رواج سے عقاید تک اخذ کرنے لگیں ،مگر بہ حیثیت مجموعی تصوف کی راہ سے ،ویدانتی یکجہتی کے تناظر میں مسلمانوں نے ہندووں سے بہت زیادہ اخذ کرکے ہندو تصورات کو اسلامیانے کی جو کوشش شروع کی اس میں انکے برخلاف ہندووں نے مسلمانوں سے بہت کم اخذ کیا تھا اور جو کچھ اخذ کیا تھا اسکی کوئی نا کوئی اصل سابقہ مثلی ہندووں میں صدیوں سے بہت کچھ مذہبی ،ثقافتی،عقایدی مواد کی مختلیف شکلوں میں موجود تھی۔

مابعد جنگ آزادی آریا سماجیوں کی مسلم دشمنی:

،چناچہ سوامی دیانند نے ہندووں میں رہ کر واحدانیت کو فروغ دینے کے لئے اگر چہ بت پرستی کی نفی تھی مگر بہ حیثیت مجموعی ویدوں کی قدامت اور انکے الوحی ہونے کے تصور کا دفاع برہمنوں سے بھی زیادہ حدت و شدت سے انھونے ہی شروع کیا تھا اور انھونے اس ضمن میں خالص مسلم موحدین سے فاصلہ بڑھالیا تھا اور انکو خارجی اور بیرونی قرار دیکر اسلامی توحید کو ناصرف رد کرنے کی جدوجھد کی تھی بلکہ اسلام اور مسلم شخصیات پر جو حملے شروع کئے تھے وہ کسی ٹھیٹھ قدامت پسند عام ہندو سے بھی ممکن نہیں تھے ،اسی قسم کے تسلسل کی کوکھ سے نبی اکرم ﷺ کا گستاخ شردھا نند پیدا ہوا ،جسے غازی علم الدین نے قتل کردیا ،مگر اسکی گستاخیوں کی داغ بیل ڈالنے والے اصل مٰں سوامی جی ہی تھے،انگریزی دور میں ہندو مسلم فرقہ وارانہ کشیدگی کے بانی مبانی یہی صاحب اور انکی جماعت تھی باقی سب انکے مقلدین کا درجہ رکھتے ہیں اور میرا تحقیقی قیاس غالب صورت میں یہ کہتا ہے،کہ

بی،جے‌پی اور نوپور کی مسلم قومی گستاخیوں کی تعلیم و تربیت سوامی جی کی جڑوں سے ہی حاصل کی گئی ہے اور کہیں کہیں پادری فنڈر بھی اس میں انکا استاد ہے۔

ہندو مسلم تصور الہ کا اختلاف:

لہذا وید سے اپنیشد اور وہاں سے پورانوں تک ہمیں جو منتشر مذہبی مواد ملتا ہے ،ان میں اور اسلامی خدا کے تصور میں جزئی مماثلت دکھنے کے باوجود روحی،جوہری اور عملی شکل مینبہت اختلاف پایا جاتا ہے مذید براں یہ کہ ہندو مذہب میں توحید ایک محدود جزئی تصور و فکر کے ماسوا کچھ نہیں ہے،لہذا اللہ سے ایشور کا تقابلہ کرنا تو ممکن ہے ،مگر دونوں کی فی النفسی اقتدار اعلی کے جدید مغربی تصور سے اسلامی تصور تک مفاہمت ناممکنات میں سے ہے،یہ ہندو مذہب کے اندر رہتے ہوئے تو تکثیری آزادی اور وسیع المشربی کے سبب شاید ممکن ہے ،مگر اسلام کے الواحد،الاحد اور الصمد کی ذاتی صفات کے اللہ کے دین میں ایسا ہونا قطعاً ناممکن ہے۔

لہذا نوپور شرما سے دیا نند تک سب یہ سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں کہ اسلام میں توحید ہی اصلو بنیادی عقیدہ ہے، اور توحید روحانی شخصیات کی مبالغہ آمیز اطاعت،تعظیم کا منکر ہے اور عبادت شخصی اسلام میں ہر صورت میں حرام ہے،چناچہ توحید کے بغیر اسلام کچھ بھی نہیں ہے۔

لہٰذا اگر بہ غور دیکھو تو ملعوم ہوگا کہ نظریہ توحید کے بنا اسلام عیسائیت اور یہودیت کے وسط میں کمزور حالت میں کھڑا نظر آتاہے ،میں اس ضمن مختصراً یہ دعوی کرسکتا ہوں کہ توحید سے منسوب کل اسلامی شرعی اصولی فکر سیدھی سیدھی سورہ اخلاص،معوذتین اور آیت کرسی کی مجموعی جوہریت پر استوار پائی جاتی ہیں۔

رسالت و نبوت کا معاملہ:

لہذا اسلامی عقاید کی رو سے رسالت ،اللہ اور بندوں کے مابین سفارت کا شرعی نام ہے،اور نبوت عمومی نام و مقام ہے،رسالت میں شریعتی پیغام کی تخصیص ملتی ہے ، چناچہ اس بحث میں

رسالت خاص ہے اور نبوت عام ہےجبھی نبوت ذریعہ ہے۔ اسی طرح ایک طرح سے کتب سماوی پر اعتقاد خدائی احکامات و قوانین کی ارتقائی تاریخ پر ایمان کا نام ہے،یہ کسی انسان کی تحریر کردہ کتب نہیں ہیں،بلکہ رسولوں پر اتاری گئی الوحی،آسمانی،تنزلی،ربوی شریعت کا مجموعہ کلام ہیں۔

چونکہ انبیا کرام واضح طور پر ذمین پر اللہ کے نمایندے اور سفیر ہیں جبھی انکی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہوتی ہے،جبھی کسی ایک نبی کا بھی انکار اللہ کی ذمینی سفارت یا ارضی خلافت کا انکار ہے۔علم سیاسیات کا طالب و محقق بخوبی سمجھ جائیگا، کہ سفارت ،سفیر اور ڈپلومیسی کے مباحث بیادی طور کیا ہوتے ہیں۔

اسلام میں توحید ،استعانت و تقدیر کا مقام:

جان لو کہ تقدیر اچھی ہو یا بری ہو ،اسکا غیبی حال اللہ کے اذلی و ابدی علم میں ہمیشہ سے موجود ہے،جبھی ،مسلمانوں کو آزمایش کے وقتوں میں صبر کے ساتھ صرف اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹانا چاہئے،اسکے علاوہ نا کوئی انکا حاجت روا ہے اور نا کوئی ،غوث اعظم و مشکل کشا ہے،دنیائے اسلام کی تاریخ کی سب سے افضل جماعت انبیا کرام نے اسکے علاوہ کسی سے حاجت طلب نہیں کی ہے،اسکے علاوہ انھونے کسی اور فرد،وجود و تصور کو فرضی و عملی خدا مانکر دعا نہیں کی ہے،خاتم الانبین ،عظمت انسانیت نبی اکرمﷺ نے حکم دیا ہے کہ اگر چپل کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ رب العالمین سے مانگو،جبکے انکے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہر عمل ،طلب،مفاد و خواہش کا الگ الگ خدا ہوتا ہے۔

وہ پتھر سے شجر،لنگ سے یونی تک سب کی پوجا کرنا عین حق جانتے ہیں،چناچہ کچھ ہندو سمجھتے ہیں کہ مسلمان نبی اکرمﷺ کو خدا سمجھتے ہیں ، حلانکہ مسلمان نبی اکرمﷺ کو اللہ ربا لعامین کا رسول سمجھ کر اور آخری صاحب شریعت جانکر اطاعت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کا قرانی تصور:

اسی طرح قران نبی اکرمﷺ کا تحریر کردہ کلام نہیں ہے،اسے آپ نے بالمیکی و تلسی داس کی رامایں کی مانند تحریر نہیں کیا ہے، اور رشی ویاس کے طرح پوران نہیں لکھے ہیں،نا الگ الگ

وید آپکے پاس پائے جاتے ہیں ،بلکہ آپ جو آپ پر جو کچھ بھی کبھی بھی ،کہیں بھی،موقع کی مناسبت سے وحی ہوتاتھا نبی اکرمﷺ اسے بلا کم و کاست املا و حفظ کروادیتے تھے۔

<u>مسلمانوں کا نبی اکرمﷺ سے مذہبی تعلق ،کعبہ و حجر اسود کا حقیقی شرعی مقام کیا ہے؟</u>

جبھی نبی اکرمﷺ اور اپکے شاگرد اور تربیت کردہ افراد صحابہ کرام اجمعین اور انکی اطاعت میں ہم سب نسل بہ نسل ارتقائی طور پر آج تک ایک ہی قران کی حاکمیت مانتے چلے آرہے ہیں۔مسلمان نبی اکرم ﷺ سے برہما،وشنو،اور شیو کی طرح حاجتیں طلب نہیں کرتے ہیں۔بلکہ وہ اللہ سے نماز میں دعا کرتے ہیں،کیونکہ اسلامی فکر کی رو سے نبی اکرمﷺ اللہ کے صاحب شریعت رسول الملوک اور خاتم الانبین ہیں ،آپ انسانوں کی طرف اللہ کے پیامبر و سفیر ہیں ،آپﷺ بلذات کوئی خدا،گاڈ اور اللہ نہیں ہیں اور نا ہی اللہ کے اقتدار اعلی میں اسکے شریک و سہیم تسلیم کئے جاتے ہیں،جبھی اپکو تری مورتی ،ایشور نما سمجھنا یا ان سے تشبیہ دینا کوئی جایز عمل نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمان نا کعبہ کو شیو لنگ سمجھتے ہیں اور نا حجر اسود کو سجدہ کرتے ہیں، نا اسے حاجت روائی اور پوجا کا ذریعہ جانتے ہیں ،بلکہ اسے اپنے جنت سے خروج ،دنیا میں اپنے امتحان اور حشر میں اچھے اعمالوں کے ذریعہ واپس جنت میں دخول و رجعت کی نشانی کے طور پر بوسہ دیتے ہیں،کیونکہ انھونے شارعؑ کو بھی ایس اکرتے دیکھا تھا اسے مراسم عبادت رکن حج کے طور پر بوسہ دینا نبی اکرمﷺ سے ثابت ہے،ورنا عمرؓ صاف کہ چکے ہیں کہ حجر اسود کوئی فایدہ نہیں پہنچاسکتا ہے،اسے نبی اکرمﷺ کو بوسہ دیتے دیکھا تو ہم بھی دے لیتے ہیں، ،کیونکہ نبی اکرمﷺ کے جد امجد اور مسلمانوں کے دین حنیف کے عظیم رہنما و سلطان ابراہیمؑ نے اسے تعمیر عمارت میں قایم کیا تھا۔

اور چونکہ یہ نبی اکرمﷺ کی سنت موکدہ ہے جبھی اسے بوسہ دیا جاتا ہے،مگر جب کوئی اسے بوسہ نہیں دے پائے تو وہ دور اشارے سے بھی کام چلا سکتا ہے، اسی طرح کعبہ شعایر اسلام ، ارضی جہتِ نماز کا وہ رخ ہے،جو کل عالم کے مسلمانوں میں جہت کا معاملہ قیم کرکے ان میں باہمی اتحاد و وحدت قایم کرتا ہے، ہندووں کا عربوں کی بابت یہ بلکل جھوٹا بیان ہے کہ وہ

غیر عربیوں یا حاجیوں کو مسلمان تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں،ہاں انکا مسلم مشرکین،اور اہل بدعات کی بدعات پر موقف سخت ہے،چناچہ محقق بات یہی ہے کہ کعبہ کی عمارت نا بھی ہو ،توبھی مسلمان کل دنیا میں نماز کے دوران اپنا رخ یہیں کعبہ کی طرف ہی کرینگے ،کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ تمام مساجد کی سردار ہے،نا کہ بلذات خود کوئی معبودِ حقیقی ہے۔

اللہ کی عرش و کرسی کا معاملہ:

اور نا مسلمان اللہ کو وایکنڈھ میں بیوی کے ساتھ ویسا رہتا تصور کرتے ہیں جیسے وشنو اور لکشمی کو ہندو تصور کرتے ہیں اور نا شیو کی طرح کیلاش پربت پر بیوی کے ساتھ رہایش پذیر ویسا خدا جانتے ہیں جیسے ہندو شیو و پاربتی کو سمجھتے ہیں،بلکہ اللہ سورہ اخلاص کی رو سے نا اللہ کی کوئی مثل نہیں ہے اور نا ہی وہ کسی کا باپ ہے اور نا ہی کسی کا بیٹا ہے اور نا ہی کسی کا شوہر ہے،وہ انسان اور کل جمیع مخلوقات سے بلکل بھی کسی بھی شہ میں مشابہت نہیں رکھتا ہے،نا جسد سے،نا ،جوہر سے نا عرض سے بلکہ سچ اور حق بات یہ ہے کہ اصطلاحوں کی روشنی میں اسے دیکھنا سمجھنا،یا علم کلام کی مشق میں انکی روشنی میں اسے دیکھنا،سمجھنا اور ماننا بھی ایک بدعت ہوگی،ہاں مجبوراً کفار۔فلاسفہ،اور ملحدین سے مکالمہ و مناظرہ میں مجبوراً ان اصطلاحات کا استعمال بروئے کار لایا جاتا ہے۔

اللہ مسلم عقاید کی رو سے عرش و کرسی پر موجود ہے،اب کیسےہے کس طرح ہے،کہاں ہے یہ سوچنے سمجھنے اور بحث کرنے کی انھیں اجازت نہیں ہے،یہ رام لیلا،یا سمندر متھن کی طرح کی کوئی دیومالائی الف لیلا نہیں ہے، چناچہ اس ضمن میں جو بحث جاری ہے وہ علم کلام و فلسفہ کی راہ سے بحث بنی ہیں شریعت کی راہ سے یہ مباحث مردود ہیں۔

جبھی یہ بات صاف ظاہر ہے کہ نوپور مسلم سیکریڈ اسکرپچر کو براہ راست نہیں جانتی ہے،اور اگر جانتی بھی ہے تو وہ قران اور علم حدیث میں مہارت اور کل ذخیرہ حدیث کی عالمہ بنے بغیر ہوا میں بس صرف جاہلانہ تفہیم پر مشتمل تیر چلارہی ہے اور جسے وہ بس اپنی برادری پر ہی کامیابی سے چلا سکتی ہے،مسلمان تو اس بدتمیز عورت کے ہاتھ آنے والے نہیں ہیں۔

اسی طرح دنیا آخرت کی کھیتی یا امتحان گاہ ہے،یہ عظیم تخلیقی کائناتی منصوبے کا بلنتیجہ اختتام ہے،یہ فانی عالم کی فانی مخلوق کی امتحان گاہ کا ایک میدان ہے،یا حیات ارضی و فانی کے فنا کا نام ہے، یا پھر ایک معلوم مکان کے اپنے زماں کے ساتھ اختتام کا طوفان ہے۔

بحث:۱۱۔

تری مورتی کا ماجرا

چونکہ ہندو مت یوگ مت،ویدانتیت پر مبنی سرئیت کا متصوفانہ نام ہے انکے نزدیک خالق حقیقی ابن عربی کی واحدت الوجودیت کی طرح کل کائینات دراصل ایک حقیقی اور واحد پرمیشور کے وجود کا حصہ ہے،یا اسکا مظہر ہے۔کیونکہ خالق و مخلوق میں انکے ہاں کوئی دوئیت نہیں بلکہ وحدت پائی جاتی ہے،مخلوق خالق کی پوجا کرتی ہے اور خالق عبادت کرنے والے کے ہاتھ کا کھلونا بن جاتا ہے،یعنی انکی رو سے یہ مظاہر کی بو قلمونی بس رنگوں کی مایا بازی کے سوا کچھ نہیں ہے ، کیونکہ اصل حقیقیت صرف پرمیشور ہے۔

اگر چہ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ان میں تینون میں سے آخرکار کون مبتدا کاینات ہے اور کون فروع کا درجہ رکھتا ہے،مگر اتنا تصور ہندو مت کے غالب تصورات ،وید،اسکی شروحات سے معلوم پڑتا ہے کہ یہ تین رخ یعنی تری مورتی ایک ہی وجود کی تین مستقل مگر جذب یافتہ صورتیں ہیں اوم نما میں سے برہما ہی وشنو ہے،وشنو ہی برہما ہے اور شیو بھی برہما ،اور شیو بھی وشنو ہے۔یہ تینوں منقسم الاختیار دیوتا ،ہندو فرقوں اور مسلکوں کے باہمی اعتقادی اختلاف کے سبب علاقہ جاتی طور پر تین خداوں کے باقاعدہ علیجدہ مسالک میں بدل جاتے ہیں۔ یہ اوپر واضح کردیا گیا ہے کہ برہما دیو تو بس تخلیق کرکے فارغ ہوچکا ہے ،لہٰذا صدیوں سے اصل تصادم شیو اور وشنو کے پیروکاروں میں ہوتا دیکھاگیا ہے۔

تاریخی تحقیقات سے یہ امر واضح ہے کہ ان تینوں کی دیوتائیت آریاووں کی آمد ،ارتقا کے اولین دور میں موجود نہیں تھی،اگر چہ مختلیف ضمنی دیوی، دیوتاوں کے طور پر مقامی افراد میں انکا تصور ڈھونڈھنے سے مل جاتا ہے،مگر انکی باقاعدہ پوجا کا چلن پہلی صدی عیسویں کے بعد ملتا ہے،بلکہ ایک تاثر یہ تاریخی حلقوں میں پایا جاتا ہے کہ،بدھ مت اور جین مت کے جواب دعوی میں ہندو مت نے جب بت کو بطور موضوعی تصور سے نکال کر معروضی ،تمثیلی،ٹھوس خارجی کمیت و کیفیت میں پیش کرنا چاہا تو پورانی کتھاوں کے ارتقا کا وہ سلسلہ شروع ہوا جس نے ہندو بت پرستی کو فروغ دیا۔

ویدوں سے گمان یہ ہونے لگتا ہے کہ برہما ہی اصل ایشور یا پرمیشور ہے مگر سوامی دیانند سمیت کئی شارحین کا اصرار ہے کہ پرم پرمیشور جو سب کا خالق ہے وہ وشنو ہی ہے، یہ اس ضمن میں اس وقت غیر یقینیت کا شکار ہونے لگتے ہیں ۔ہم جب انکی رگ وید کا سامنا ستیارتھ پرکاش سے کرتے ہیں ،کیونکہ وہاں وہ وشنو بھگتوں کے ساتھ ساتھ وشنو کی بھی بے عزتی کرتے بھی نظر آتے ہیں جبکہ دوسری طرف وہ رگ وید میں وہ وشنو کو ہی پرمیشور گرداننے لگتے ہیں۔

ہندووں کے مذہبی تصوراتی کتھاوں میں یہ فلسفیانہ نقطہ بھی ملتا ہے کہ جب نا یہ عالم تھا اور نا پرکرتی تھی تو جب کچھ بھی نہیں تھا ماسوائے شونے کے ، شونے یا صفر(ہ) حالت میں ایک انڈہ سے وشنو پیدا ہوا اس سے بتدریج برہما اور شیو نمودار ہوئے۔مگر حیران کن بات یہ ہے کہ کل ہندی فلسفہ اور عقاید ،تصور پرمیشور،ویدوں کی اصلاحی پہلو سے جو اندازہ سامی مذاہب اور دیگر مذاہب سے تقابلہ میں سامنے آتا ہے وہ برہما کے ایشور ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مگر چونکہ پورانی کتھاووں میں برہما کی بابت وہ رنگینیت،قوت،اور اسرار دیکھنے کو نہیں ملتے ہیں جو دیگر کی بابت ملتے ہیں تو اسکی اہمیت کی بنیادیں گرنے لگتی ہیں،ہندو لوگ ویسے بھی ہمیشہ سے تکثیری معاشرت و مذاہب کی طرح انسانی روپ کے خداووں میں زیادہ دلچسپی رکھتے چلے آئے ہیں ۔جبھی برہما کا ارتقا بقائے دایمی میں وہ بت پرستانہ صنعت و حرفت قایم نہیں کرپاتا ہے جو شیو اور وشنو کرپائے ہیں ،لوگ عموماً بے وفا ہوتے ہیں جبھی انھیں پالنے والے اور تباہ کرنے والے روپ پیدا کرنے والے سے زیادہ دلفریب لگنے لگتے ہیں ،عین یہی معاملہ عیسائیت میں عیسی کی باپ پر فتح کے روپ میں سامنے آیا ہے، چناچہ اسی طرح،مسلمانوں میں بھی بنا بتوں کی مذہبی شخصیت پرستانہ تکثیریت رنگ پکڑنے لگی ہے،چناچہ برہما کے چاہنے،ماننے والے گھٹ گھٹ کر ختم ہوگئے ہیں اور وشنو کے بھگت و منادر بڑھتے چلےگئے ہیں، آج کل عصر حاضر میں موجودہ جدید تاریخی صدی میں ہندوستان کے قوم پرست حلقوں اور انقلابیوں کو شیو لبھانے لگا ہے،یوں شیو صدیوں بعد پھر طاقتور طریقہ سے واپس آگیا ہے۔

معلوم پڑتا ہے کہ وشنو کے قد و قامت کو اسکے اوتاروں اور اسکے حامیوں نے جو جلا صدیوں کے ارتقا کے ساتھ بخشی اس میں سب سے زیادہ کردار راماین اور مہابھارت نے دیومالائی طور پر ادا کیاہے،راماین میں جہاں ہم وشنو کے دو اوتاروں پرشو رام اور رام کو ایک دوسرے کے مابعد دیکھتے ہیں،عین ویسے ہی مہابھارت میں کرشن نظر آتے ہیں جبکہ پرشو رام ،کرن،گرو درون و بھیشم کے گرو کے طور پر دکھتے ہیں، چناچہ یہ دکھتا ہے کہ صدیوں کے سفر بھی انکو زندگی قید سے نجات نہیں دلا سکے ہیں۔

برہما کے ساتھ ہندووں کی زیادتی اور اسکا ہندو دیو مالائیت میں کردار:

ہم لوگ ہندووں کو برہما کو داستانوں اور کتھاووں میں خالق کاینات ہونے کی مجبوری کے ساتھ قبول کرنے پر مجبور پاتے ہیں اور ویدوں کے منبع اس بوڑھے بچہ کی شخصیت تناقضات کا مجموعہ نظر آتی ہے ،ایک طرف اسکی کمزوری ہندووں کتھاوں میں یہ دکھائی جاتی ہے کہ وہ ویدوں تک کی حفاظت کے لئے بقیہ دو دیوتاوں کا محتاج دکھتا ہے،دوسری طرف راون جیسا بلوان اور طاقتور فرد جس نے شیو کو خوش کرنے کے لئے کیلاش پربت اٹھالیا تھا،زندہ رہنے کے وردان سے طاقتور شستر تک برہما سے لیتا دکھایا جاتا ہے۔

یعنی ،ہندو داستانوں میں برہما ایک ایسا پرقوت پارس پتھر ہے جو سب کو روشنی،آشا ،قوت تو دے سکتا ہے ،مگر بقیہ دو دیووں کی بس ہاں میں ہاں ملانے کے ماسوا کچھ نہیں اختیار نہیں رکھتا ہے، وہ دوسروں کو برہما ستر یا قوت پر مبنی وردان تو دے سکتا ہے مگر خود کی حفاظت کے لئے شکتی استعمال نہیں کرسکتا ہے، چناچہ راجہ دکش جسے برہما کا بیٹا گردانا جاتا ہے،جسکی بیٹی ستی کا شیو شوہر ہوتا ہے،اسکو جب شیو سزا دیتا ہے مگر برہما چو کرنے کی بھی جرات نہیں دکھاتا ہے،جب ہندو عقیدہ والے ایسی باتیں پنڈتوں اور ذاکروں سے سنتے ہیں تو وہ برہما کی پوجا کرنے اور اس سے بقیہ دو دیوتاوں جیسی عقیدت رکھنے سے خود کو دور رکھنے پر مجبور پاتے ہیں،کیونکہ یہ دیومالائیں برہما جی کو کسی خدا کی جگہ آرکیٹیکٹ یا ٹھیکے دار دکھاتی نظر آتی ہیں جسے شیوایند وشنو انٹرپرایز نے بھاڑے پر رکھا ہوتا ہے،یہ معاملہ مسلمانوں میں مذہبی شخصیت پرستی نے خفیہ ،خلوتی روپ میں کچھ ایسے روپ میں ظاہر کیا ہے کہ اس پر کوئی کھل کر بات کرنے کی جرات بھی اس لئے نہیں دکھا پاتا ہے،کیونکہ پاکستان و بھارت میں سلفی یا وہابیوں کی قلیل تعداد اور ان سے فکری دوری ،ان سے مسلسل

جنگ و جدل نے ایک معذوریت کا روپ اختیار کرلیا ہے۔کئی تصوف پرستوں نے اللہ کے اختیارات و وظایف اس سے لیکر اپنی من چاہی شخصیتوں کی جھولی میں ڈال دئے ہیں،سورہ اخلاص کو لوگوں نے بس بیٹے ،بیوی اور باپ کے رشتوں سے اگے دیکھنا چھوڑ دیا ہے،کیونکہ تمام اولیا کو جاھل عوام نے یہ اتھارٹی اپنے اپنے ابا و اجداد کے عقاید کے ورثہ سے دے دی ہے کہ وہ عذاب،اولاد و مال برکت اللہ کی جگہ بانٹتے پھریں۔

<u>برہما جی کا اصل رب کون ہے؟</u>

جب ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں تو ہندو لکھاری اسکا حل اپنے زور قلم سے پیدا کرکے سوالات کے جوابات تخلیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اسکا ایک روپ ذیل کے ان گھڑے گئے سوالات کے روپ میں نظر آتا ہے جو ہندوؤں میں بت پرستی اور تری مورتی کی ثقافت کے صدیوں بعد پیدا ہوا اور عوام کے اذہان کو ان کے ذریعہ تری مورتی کی طرف لایا گیا،مکھن لال کھتری کے سامنے اس قسم کے جب مسایل آئے تو کچھ کو اس نے مہا بھگوت پوران کی کتھاوں سے نمٹانے کی کوشش کی اور بقیہ کو سُکھ ساگر جیسی ہندو مذہب کی قاموسی کتاب سے حل کرنے کی کوشش کی ہے،اسی قسم کے سوالات کا حل کتھا کی صورت میں پریم ساگر میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

یہ بیانیہ بھی حیران کن ہونے کے ساتھ ساتھ خود میں تضاد لئے بیٹھا ہے،چناچہ :

نارد منی نے اپنے پتا برہما جی! سے اس وقت پوچھا جب وہ پرمیشور کے دھیان میں بیٹھے تھے کہ :مجھے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ کہ آپ سے بھی بڑا کوئی ہے،جسکا دھیان کرکے اور اسکی اجازت و اگیا سے آپ کل نظام کائینات بناتے و چلاتے ہو،آپ مجھے بھی اسکے نام ،صفات بیان کریں؟

تب انکے پتا برہما جی ! نے انھیں بتایا کہ:نارد مجھ سے بڑے اور میرے مالک بھگوان ہیں،جن سے انیک برہما اور برہمانڈ[119] ظاہر ہوئے،اور سارا سنسار و کائینات انہی کے کھیل تماشہ ،مایا

---

[119] چودہ طبقات۔

گیری ہیں۔میں بھی اُسی بھگوان کی کرپا ،عنایت و حکم سے سارے معاملات چلاتا ہوں۔تمام دیوتا اور انسان انہی کی روشنی سے عقل و عرفان حاصل کرتے ہیں۔

پھر مابعد برہما جی! خود کی پیدایش کا حال انھیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

جب نارابن(وشنو) کی ناف سے کنول کا پھول نکلا تو ہم اسی سے ظاہر ہوئے،،تب میں نے اس بابت غور وفکر کیا کہ بھلا میں کہاں سے آیا ہوں ؟جب کچھ سجھائی نا دیا تو تو انھی کا گیان کیا تو مجھ پر عقدہ کھلا کہ میں تو نارابن کی منشا سے پیدا ہوا ہوں۔ہم میں سے کوئی کہاں انکی ابتدا(آد) اور انتھا و آخر ہونے کی جستجو و تحقیق کرسکتا ہے،کیونکہ وہ برہم پرمیشور یعنی سب سے بڑے بھگوان ہیں۔[120]

یہ بحث اور اسکا مشاہدہ النفس ،ہندوی تپسوی،تصوف کی مایا بازی کا ایک سادہ مگر نادر و نایاب نمونہ ہے،اس میں عہد نامہ عتیق و قران میں ابراہیم ؑ کی خدائی جستجو و تحقیق سے فیض یابی کے نمونے ملتے ہیں۔یہ ایک حد تک برہما کی شکست اور وشنو کی خدائی کا اعلان ہے،اس میں ایشور و پرمیشور کی جو دو صفات ابتدا و انتھا کا ذکر ملتا ہے،جو اللہ کے اسما میں سے دو صفات الاول و الآخر سے تحریک یافتہ معلوم پڑتے ہیں ،یا ماضی میں اہل ہند کی توحید کی ان باقیات کی خبر دیتی ہے،جسکی روسے برہما کو یہ امر محقق ہوا کہ وہ خدا نہیں ہے ،بلکہ اصل خدا وشنو ہے۔

برہما کی بابت ارشد راضی نے جو فلسفیانہ حال منو شاستر کے ترجمہ میں پیش کیا ہے وہ بھی اس ضمن میں فلسفیانہ فکر کے شیدائیوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے،وکی پیڈیا پر بھی اس بحث کو وہیں سے اخذ کیا گیا ہے:

برہما پیدائش کے لیے مستعمل لفظ سے مشتق برہما ' غیر شخصی ' کائنات کا وہ اعلیٰ ترین اور ناقابل اصول ہے جس کی رو سے ہر چیز کا ظہور ہوا اور جس میں سب کچھ واپس لوٹ جاتا ہے۔ اس کا کوئی جسم نہیں، غیر مادی اور ابدی ہے۔ اس کا کبھی آغاز نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی

---

[120] مکھن لال:سُکھ ساگر:سکندھ:۲۔ادھیائے :۵۔صہ:۱۰۹،۱۱۰۔نول؛ کشور۔پریس۔۱۹۲۷:لکھنو:واضح رہے کہ میں نے ثقیل ہندی بحث کو حتی الامکان اوردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے ،ورنا،ریختہ پر جو پریم ساگر و راماین وغیرہ ،نول کشور کی موجود ہیں انکی اوردو ملی ہندی سے بات سمجھنا کافی مشکل محسوس ہوتا ہے۔معج

انجام ہوگا۔ مادہ اور شعور ہر دو کا جوہر اسی سے اٹھتا ہے۔ مسبب الاسباب اور کائنات کا پس منظر ہے۔ ' برہما کبھی آرام نہیں کرتا غیر متعیر ہے ' کبھی غیر موجود نہیں ہوتا ہے، اگرچہ اس کا مقام وجود نہیں بتایا جاسکتا ہے '۔ شعور اور روح کے بنیادی کائناتی سرچشمہ ہونے کے باعث برہما بنیادی یا کائناتی ذات ہے جو فرد کے روحانی باطن کا سورج بن سکتا ہے۔ چنانچہ کائنات سے لے کر ایٹم تک ہر شے یا وجود کی ذات کا اصل جوہر خود برہما ہے ۔[121]

(تذکیر و تانیث سے ماورا) ' محیط کل بالذات قوت '۔ برہما کے مصدر برہما ' برہ ' کا لغوی مطلب ' افزائش یا نشو و نما ' ہے۔ اگرچہ رگ وید میں پروہت کے لئے مستعمل براہمن مذکر استعمال ہوا ہے۔ لیکن برہما نہ ہی مذکر اور نہ ہی لاصنف کے طور پر مذکور ہے۔ چناچہ بعد کے ادب میں برہما کائناتی وحدت کے مساوی قرار پایا گیا ہے۔ لہذا برہما کے متعلق تصور کی جڑیں بھی نامعلوم زمانوں سے چلے آنے والے مسلہ سے تعلق رکھتی ہے کہ انسان کا اپنے گرد و پیش اور پھر اور بالائے ارضی کائنات سے کیا تعلق بنتا ہے ۔

کائناتی وحدت کے تصور کی تشکیل کو واضح اور ادوار میں بانٹا جاسکتا ہے۔ پہلے ویدی دور کا تعلق برہما کی اس تعبیر سے ہے جو اپنشد میں ملتی ہے۔ جب کہ دوسرے دور کا تعلق ویدانت کے تشکیلی دور سے ہے۔ پہلے دور کا آغاز اوائل ویدک عہد سے ہوا جب فطرت کی بالائے فہم قوتوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے مساوی قوت کا جادو پیدا کیا جا رہا تھا ۔

جس طرح ہندوؤں کی مذہبی زندگی وحدت کے تصور نے نفوذ کیا، بالکل وہی اثر برہما کے متعلق آتما پر ماتما کے تصور پر ہوا۔ وشنو اور شیو کی دو الگ معبودوں کے حوالوں سے تفریق کم ہونے لگی اور وہ ایشور یعنی عالم کل کے مالک کی صورت میں متحد ہو گئے۔[122]

جدید ہندومت کا فکری و علمی تغیر:

در حقیقت ہندو مذہب نامی شہ میں اعتقادی تغیر،درون خانہ فرقہ وارانہ،مسلکانہ،ویدانتی و ثقافتی تغیرات،شاخ در شاخ پھیلی مظاہری عبادت پرستی،ان سے منسلک ،ثقافتی،رسوماتی رنگینیوں اور جہالتوں نے برہمنوں،سے پنڈتوں تک ویدوں میں موجود عبارتوں کے تعین کو انتہائی پیچیدہ اور

---

[121] منو:دھرم شاستر:مترجم:ارشد راضی:نگارشات :لاہور:۲۰۰۷:حواشی:ب:صہ:۳۰۹۔

[122] ایضاً:صہ:۳۰۹،۳۱۰۔

گنجلک بنا کر رکھ دیا ہے،اس امر کا تعین کرنے میں صحرا نوردی مسالک کی عوامی قوت کے سبب کچھ دریافت کرنے سے قاثر رہتی ہے کہ ریت میں تری مورتی میں سے کونسا خدا چھپا بیٹھا ہے۔برہما کی بابت تخلیقی قیاس آرائیوں کو رشی نارد کے استفسار اور برہما کے خود سے بھی برتر وجود کو ماننے کی روایت نے برہما کو مذید کمزور بنا کر رکھ دیا ہے،اور وہ خود وشنو کی ناف سے بطور فرع نکلتا دکھتا ہے،شیو پرست بھی اس ضمن میں ایسی داستانیں اور کتھائیں کتھا نویسوں کے سبب بہت کچھ کہنے کے قابل ہوجاتے ہیں ،اور اس بحث میں کسی قدیم سند کو سرے سےہمیت دینا قابل عمل تصور ہی نہیں کیا جاتا ہے۔

چناچہ جب اصول دین کے نام کی کوئی شہ ہندووں سے تاریخ کے ساتھ ساتھ انکی کمزوریوں کے سبب معلوم کی جاتی ہے،تو وہ برہمن کی زبان سے خارج کہیں ڈھونڈھنے کو نہیں ملتی ہے،اور انکے لسانی کمالات کے نتایج کی صورت میں نوپور جیسی عورتیں جنم لیتی ہیں،جن کو شدت پرست،ہندودتا پر کامل اعتقاد کرنے والی بی،جے پی جیسی جماعتیں مہا بدتمیزی کی اسناد دے کر میدان میں چنگھاڑنے چھوڑ دیتی ہیں،جو اپنے دھرم کی مبادیات کو بس ہندو برہمنوں ،پنڈتوں اور جعلی پروفیسروں کے دم پر بیان کرتی پھرتی ہیں،ماخذاتِ برہمنیہ تک انکی براہ راست خاص رسائی سرے سے ہی نہیں ہوتی ہے۔

اس میں کسی خاص قسم کے شک کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہندووں میں برہمن گیری یا پنڈت،سوامی گیری روایتی و عملی طور پرنسلی و خاندانی نوعیت کی حامل جانی جاتی ہے،یہ نسل ومذہب کی بابت ہر الم غلم شہ اپنی نسلی خاندانی بنیادوں کے سبب بیان کرنے کا روایتی حق رکھتی ہے،تری مورتی کو ان سے وابستہ منادر کے فروغ اور بت پرستی کے ارتقائی چلن میں اسی گروہ کا خاص ہاتھ ہے۔یہاں بھی انھونے برہما کو تکثیریت کے تناظر میں تیسرے درجہ کا بھگوان بنا کر رکھ دیا ہے،کیونکہ اسکی مشابہت اس ضمن میں سامی مذاہب سے بلعموم اور مسلمانوں کے خدا سے بلخصوص ہونے کے سبب برہما کو متروک خدا بنا کر رکھ دیا گیا ہے،عین ایسے ہی مسلمانوں نے خدا سے چھین کر سب کچھ اسکی مخلوق کو نوازنے کے ضمن میں بندر بانٹ کا اختیار اپنے من چاہے زعم شدہ اولیا اللہ یا صوفیا کو دے دیا ہے۔اب اللہ بس نماز کے سبب عقیدوں میں زندہ نظر آتا ہے،ورنا اسلام میں شخصیت پرستی بلخصوص سادات کی شخصیت پرستی کا چلن غلو کی حد سے

بھی تجاوز کرچکا ہے،اس ضمن میں مرزا محمد علی جہلمی،اسحاق جھنگوی نے تمام حدود پھیلانگ لی ہیں۔

بحث:۱۲۔

ہندو مت کیسے ہندوستان میں واپس مضبوط ہوا؟

تاریخی جستجو و تحقیق سےاخذ و تحقیق کے بعد قیاس ممکن ہے کہ آریاوں نے مقامی اقوام کو اگر چہ منسخر ضرور کیا تھا ،مگر خود انکو بھی مفتوحہ علاقوں میں بتدریج مقامی رسم و رواج اور مقامی پوجے جانے والے خداووں کی علامتیں مورتیاں لبھانے لگیں تھیں ،چناچہ مقامی شکست خوردہ اقوام نے وجود کی شکست کو ذہنی فتح میں تبدیل کر رکھدیا تھا،آثار باقیہ سے یہ مشاہدہ ہوتا معلوم پڑتا ہے کہ ،یہ چلن دوسری تیسری قبل مسیح میں زیادہ تیزی سے جڑیں پکڑنے لگا تھا۔ چناچہ بدھ مت اور جین مت ہندوستان سے پسپا ہورہے تھے،ہندو مت اصلاح اور ریاستی سرپرستی میں پروان چڑھنے لگا تھا،چونکہ بت پرستی ایک عالمی مذہبی رواج کا درجہ رکھتی تھی۔

گپتا شاہی خاندان کی ہندومت کے فروغ کے لئے خدمات:

چناچہ کنکشا کے بعد جب بدھ مت کی ریاستی سرپرستی کمزور ہونے لگی تو ہندو مت کی واپسی و رجعت کے امکانات بتدریج ترقی کی جانب گامزن ہونے لگے،اسی طرح موریا خاندان کے بعد ہندوستان میں گپتا خاندان ۳۲۱ تا ۵۵۰ عیسویں تک مگدھ کی ریاست کا حاکم رہا،معلوم پڑتا ہے کہ انھونے سنتھین بیرونی حملہ آوروں کو بھی روکنے کی کوشش کی تھی ،اور برصغیر میں ریاست مگدھ کی حدود کو بہت حد تک وسیع کردیاتھا۔

یہی خاندان اصل میں ہندوستان میں بدھ مت کے زوال اور ہندومت کے عروج کا سبب بنا ،کیونکہ یہ خاندان اول وشنو پوجا کیا کرتا تھا،اور آہستہ آہستہ وشنو سمیت ذیلی دیوی دیوتاوں کے بت گھروں میں نظر آنے لگے اور جلد یہ معاملہ ریاستی سرپرستی کے دایرہ کار میں داخل ہوگیا ۔چناچہ بت عبادتی معبدوں یعنی مندروں میں عام عوام کے لئے نصب کئے جانے لگے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیو کی پوجا اسی خاندان کے آخری دنوں میں رواج پانے لگی تھی۔

گپتا میں سے سمدر گپت نے ہندو مذہب کو جو فروغ دینے کی کوشش کی تھی اسے اسکے مابعد چندرگپت ثانی جسے اکثر بکرما جیت بھی کہتے ہیں(؟) نے باقاعدہ ٹھوس بنیادوں پر آگے بڑھایا،مگر بتایا جاتا ہے کہ یہ کوئی متعصبی قسم کا آدمی نہیں تھا، بلکہ اس نے داہر کی طرح بدھ مت والوں کا جینا محال نہیں کیا تھا،بلکہ بہ حیثیت مجموعی انکے ساتھ کافی وسیع المشرب واقع ہوا تھا۔بکرما جیت کے رتن کالی داس کی شکنتلا نامی ناول(؟) یا خیالی کتھا سے بہت سے مابعد ہندو مصنفین نے تاریخی مواد چننے کی کوشش کی ہے ،کالی داس کی باتوں سے ٹھاکر دواروں اور شوالوں کا ذکر معلوم ہوتا ہے،جنھونے مابعد مندروں کی لڑی قایم کرنے میں کافی مدد بہم پہنچائی تھی ۔بکرما جیت کی بابت ہندو مصنفین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے،کہ ادبی ،مذہبی انقلاب کے ساتھ ساتھ یہ دور فتوحات کا بھی دور تھا،دھنانن کے مگدھ سے موریا تک اور پھر ان دونوں حکمران خاندانوں کے بعد گپتاوں نے مگدھ کو قنوج کے عروج سے قبل بڑی سلطنت بنادیا تھا۔

چناچہ چندر گپت ثانی(۳۸۰ تا ۴۱۵) یا بکرماجیت(؟) نے شمال مغرب کی طرف بڑھ کر دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے پنجاب ، سندھ،گجرات و مالوہ سے بیرونی مغربی حملہ آور خاندانوں کی حکومت ختم کرکے اپنے راجدہانی قایم کی تھی۔[123]

یوں جہاں جہاں گپتا کا راج قایم ہوتا گیا تھا، معلوم پڑتا ہے کہ وہاں وہاں ہندو مت پھیلنے لگا ،بلاذری اور فرشتہ کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے راستہ ابن قاسم کی یلغاروں اور فتوحات کے دوران بھی بدھ مت والوں کا سندھ اور شمال مغربی ہندوستان یعنی موجودہ پاکستان کے علاقہ جات بلخصوص ٹیکسلا وغیرہ تک وجود موجود تھا، اور بدھ عقاید کے حامل لوگ کافی تعداد میں وادی سندھ کی تہذیب کے علاقوں میں موجود تھے،اور اس دور کا وادی سندھ کا علاقہ موجودہ پنجاب و افغانستان تک وسیع سمجھا جاتا تھا،جہاں چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں اور قبایل جا بجا پھیلے ہوئے پائے جاتے تھے،اور ہندو حکمران ان پر کافی سختیاں اور پابندیاں عاید کیا کرتے تھے،یوں ریاستی سطح پر بتدریج مقامی بدھ مت ہندوستان سے ایشیا پیسفک کے ممالک اور لنک تک جاپھیلا، مگر وہ دوسری جانب بتدریج

[123] https://ur.wikipedia.org/wiki/%DA%AF%D9%BE%D8%AA%D8%A7_%D8%B3%D9%84%D8%B7%D9%86%D8%AA

ہندوستان سے رخصت ہوتاگیا ،کیونکہ بدھ مت کی بڑی تعداد نے مسلمانوں کی فتوحات کے بعد یہاں اسلام قبول کرنا شروع کردیا تھا ،بقیہ ادہیڑ عمر لوگوں کے ساتھ ہندوستان سے رخصت ہوتا گیا۔

اسلام و ہندو مت کی فنی تفریق:

نو پور شرما کا کہنا ہے کہ مسلمان اجنبی (ایلین) قوم ہیں ،اگر چہ وہ اس امر کو کھل کر اظہار نہیں کرتی ہے، مگر خود کی باتوں کے جواز کے لئے ڈھکے چھپے اور کبھی کبھار کھلے انداز میں بھی یہ بات کہہ دیتی ہیں،ایک حالیہ ویڈیو میں وہ نرم گفتاری سے کہتی پائی گئیں کہ مجھے شور شرابا کرنے والا کہا جاتا ہے،مگر میں بہت نرم گفتار ،عزت و احترام سے پیش أنے والی مہلا ہوں جسے یہ سنسکار(اخلاق و تعلیم) گھر سے ملے ہیں، لہذ اجب کوئی ہمارے مندروں،خداووں کو برا بھلا کہے گا یا ،ہمیں کافر اور گناہ گار کہے گا تو ہم بھی جواب دینگے،نوپور نے اس دوران،انسانی حقوق اور دہشت گردی کی بات بھی کی تھی،جس سے یہ تاثر ملا کہ مسلمان لوگ سارے کے سارے قدامت پسند ہیں،مقامی کافروں کا قتل عام بلا وجہ مذہبی وجہ سے کرنا حلال جانتے ہیں،ابھی حال ہی میں ہندوستان کے ایک کالج کے استاد نے ایک مضمون میں بلا وجہ مسلمانوں کی بابت یہ بات بیان کی ہے،جسے ایک مسلم طالبہ نے تمام دھمکی و دباو کے باوجود سوشل میڈیا پر اپنی وکیل کے ساتھ پیش کردیا ہے۔
ہم دیکھتے ہیں کہ نوپور نرم الزامی سے گناہ کو ثواب،حق کو باطل،نیکی کو بدی میں بدل کر شراب کا نام حلال شری رام رکھ رہی ہے۔

موصوفہ ویسے کس قسم کے سنسکار کی حامل ہیں وہ تو خود اس بارے میں بخوبی جانتی ہیں، اور کچھ ماجرا اوپر گزر چکا ہے،چناچہ اپنی جامعہ کی حیات میں بھی اسکا عین دور صدارت میں لونڈے لپاڑوں کی سنگت میں بدمعاشی کرنا اسکے کھلے ماضی کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ ویسے بھی خاتون کے دھرم کے کیا کیا مسلمات ہیں تو اس ضمن میں سوامی جی کے ناقدانہ دروس و اقتباس ہم سابقہ سطور میں گوش گزار چکے ہیں۔

ایک دو باتیں منھ کا ذایقہ بدلنے کے لئے ہندوستانی گرو رجنیش اوشو کی جو ماضی قریب میں وید اور ہندوستانی کتھاوں کو نئے تناظر میں پیش کرچکاہے اسکا بیان پیش کرتے ہیں چناچہ وہ کہتا ہے کہ: عیسائیت ،ہندو مت،بدھ مت،جین مت یہ حقیقی مذاہب نہیں ہیں،عیسیٰ حقیقی ہیں مگر عیسائیت جھوٹی ہے،بدھا ٹھیک ہے مگر بدھ مت غلط ہے۔ہم نے بدھا کو دیو مالائی کردار بنادیا ہے۔بدھا اور عیسیٰ کے ساتھ جو داستانیں منسوب ہیں وہ جھوٹی ہیں،حقیقی فرد کہیں غایب ہوگیا ہے،ہم نے انکے گرد اتنی گرد جمع کردی ہے کہ حقیقی آدمی اس میں کھوگیا ہے۔[124]

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ فنی تعریف و شرح کی رو سے ہندو مت کوئی باقاعدہ علمی تناظر میں مذہب نہیں ہے ،بلکہ یہ ایک کثیر رنگی،کثیر رخی،عقاید،نظریات،کتھاوں،رسم و رواج اور غلبہ کا ارتقائی ،کثرت پذیر ملغوبہ ہے۔یہ ایک عمرو عیار کی زنبیل اور کتھاوں میں موجود کمبھ کرن کے معدے کی مانند رسوم نامہ ہے جو ہر ایک شہ ہضم کرلیتی ہے،اور انھیں اپنا بنا کر چلانے میں دلچپسی رکھتا ہے،یہ درون خانہ بقائے دایمی کا ایک کھیل تماشہ ہے۔

جبکہ اسکے برخلاف اسلام توحید کا دین ہے، اور ہندو مت کثرت کا دین ہے،اسلام مقابلہ کرتا ہے اور ہندومت دوسروں کو خود میں ضم کرکے ہضم کرجاتا ہے،یوں یہ کثرت سے کثرت کو جنم دیتا چلا جاتا ہے۔،ہندومت کی جوہریت میں مفاہمت کا جذبہ عوام کے برخلاف موجود ہے،مگر اسلام توحید و شرک کے معاملہ میں بیرون خانہ اور درون خانہ کسی سے مفاہتِ دینی کا سرے سے قایل نہیں ہے۔

اگر چہ اسلام بطور دین اہل کتاب سے مفاہمت کسی نا کسی تناظر میں کرسکتا ہے،مگر عین کفر و بت پرستی سے اسکی مفاہمت کسی حال میں بھی ممکن نہیں ہے، اگر چہ یہ ایک الگ بات ہے کہ جوازِ وجود ،اور عبوری دور کے لیے وہ کفر کے برابر برابر ،صبر سے اچھے دور کی تلاش میں زندگی کچھ وقت کے لئے بطور مصلحت بسر کرسکتا ہے۔جبکہ ہندوستانی آئینی سیکولرازم اور ہندوی مذہبی تکثیری فکر کی رو سے توحید ایشور کی مشابہت میں ایک خدا پر اعتقاد کی درون خدا روایت کی رو سے ہندو مت میں جگہ بناسکتی ہے۔مگر اسلام میں بطور دین عہد،مفاہمت سیاسی بنیاد پرعبوری دور یا

---

[124] گرو رجنیس:اوشو:نیا دور ۔نیا انسائَفکشن ہاوس ۔لاہور۔۲۰۱۲:صہ:۱۶۹،۱۴۰۔(مترجم:عقیل عباس سومرو)
Eng.Translation Of:Osho:The new men for the New millennium.

ذمی اصول کی روسے کچھ حد تک تو ممکن ہے مگر عقایدی طور پر بلکل فکری اتحاد و اتفاق ممکن نہیں ہے،جبھی اسلام سے مسلہ ہونا اور مسلمان سے مسلہ ہونا دو الگ الگ اشیا کا نام ہے۔

۔ہندوستان کا مسلمان اپنی تاریخ،اجداد اور دھرتی سے تعلق کےسبب ہندو کے ساتھ صدیوں سے مقامی بن کر رہتا چلا آیا ہے۔جیسے آریائی حملہ آور دراوڑوں پر غلبہ پاکر انکے بت پوجنے لگے تھے،ایسے ہی مسلمان ہندو قوم کے ساتھ ساتھ رہ رہ کر مقامیت میں ڈھل گیا ہے، اسنے بجبر ہندو کو کبھی ہندو نہیں بنایا تھا،نا اسکے دین میں اسکی کوی گنجایش سرے سے موجود ہے۔پھر ساتھ ساتھ اسکے عقاید ہندووں کے ساتھ ساتھ رہ کر ان سے متاثر بھی ہونے لگے تھے ، بلکہ تصوف نے اسے شرک کے نئے نئے کھیل تماشہ، مزاروں،پیروں،فقیروں کی پرستش کا ذریعہ سجھا دیا ہے،یوں دونوں شیر و شکر ہوکر رہنے لگے تھے۔

ہندووں کا جو طرز عمل نئی دعوت اور انقلابی پیغامات کی بابت رہا ہے اس پر اوشو یہ تبصرہ کرکے ہندو مذہبی فطرت کو آشکار کردیتا ہے کہ:

اگر عیسیٰ ہندوستان میں پیدا ہوتے تو انھیں سولی پر لٹکایا نہیں جاتا،ہندوستانی برباد و تباہ کرنے کے بہت سے طریقے جانتے ہیں۔وہ اسکو پوجنا شروع کردیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ:تم خدا ہو،تم اوتار ہو جو زمین پر آئے ہو،ہم ہمیشہ تمہاری عبادت کرینگے مگر کبھی تمہاری بات نہیں مانیں گے۔بھلا ہم تمہاری پیروی کیسے کرسکتے ہیں ۔کیونکہ ہم ٹھرے فانی تم ٹھرے ماورا الوجود،ہم تمہارے پاوں چھویں گے ،تمہاری پرستش کریں گے،مگر ہمیں تبدیلی کی بابت مت بتاو،ہم عام انسان ہیں تم ماورا الانسان ہو،ہم انسان ہیں اور تم دیدار ایشوری سے بھرہ مند ہو۔[125]

نوپور کا اصرار ہے کہ مسلمان اجنبی ہیں ،مگر ہمیں دہمکاتے ہیں اور ہمارے خداوں کی بے عزتی کرتے ہیں،محترمہ بتوں کی جتنی بے عزتی بالی ووڈ کرتا نظر آتا ہے اتنا تو شاید ہی کوئی کرسکتا ہے،ہم سوامی جی کے ضمن میں ہندو عقاید،بتوں،عالموں اور دیوتاوں کی عظیم بے عزتیاں پیش کرچکے ہیں،ہم بتاچکے ہیں کہ بطور تقابلی ادیان کے محقق و طالب علم ہم نے یہ دیکھا ہے کہ نوپور اور بھارتی جنتا پارٹی کی مسلمان مخالف بھاشا کی موادی و زبانی جڑیں بہت قریب ہی بل کھا کر سوامی جی کی آریا

[125] ایضاً:۱٦۹۔

سماجی جماعت سے جاملتی ہیں بلکہ اسلام ،پیغمبرِ اسلام،قران و مسلم مذہبی قابل احترام شخصیات پر لعن،طعن انکی تضحیک ،تنقید و تردید میں انکا ماخذ صاف صاف سوامی دیا نند سروستی کی کتب ستیارتھ پرکاش،رنگیلا رسول اور دیگر آریاسماجی مواد ہے۔

آریاوں کی بابت ایک علمی بحث:

سوامی جی کا اصرار ہے کہ ہندو کبھی ایشور کے ماسوا کسی کی پوجا ووجا نہیں کیا کرتے تھے،یہ دیوی دیوتا درحقیقت سوامی جی رو سے ایشور کی تخلیق کردہ قوتوں کے نام ہیں، انکا یہ بھی کہنا ہے کہ آریا بھی ایشور پرست ہوا کرتے تھے۔جہاں تک لفظ آریا کا تعلق ہے تو یہ :سنسکرت زبان کا اصل لفظ 'آریک' ہے اور اس سے ماخوذ اردو مستعمل 'آریہ' ہے۔ جو اردو میں سب سے پہلے ایک بیان کی رو ١٨٨٥ء میں "تہذیب الخصائل" میں مستعمل ملتا ہے۔ چناچہ یہ تک کہا گیا ہے کہ یہ عزت و احترام سے کسی فرد کی عزت کے لئے کہا جانے والا لقب ہے ،جسکا نسلی تعلق ظاہر کرنا جایز نہیں ہے،جیسا کہ ایک لغوی بیان ہے کہ:

آریہ کے لغوی معنی ہیں نیک شریف برادری والے، یہ دراصل کسی نسل کا نام نہیں ہے۔"[126]

ریختہ اوردو لغت میں لکھا گیا ہے کہ:

١۔ ایرین، وسط ایشیا کی ایک قدیم قوم جو وہاں سے اٹھ کر ہند اور یورپ میں پھیل گئی۔

٢۔ آریہ قوم کی زبان یا بولی (بیشتر بھاشا وغیرہ کے ساتھ)۔

٣۔ ہندووں کا ایک مذہبی فرقہ جس کے بانی سوامی دیاند سرسوتی مانے جاتے ہیں؛ ہندو۔

بطور صفت استعمال:

۴. شریف، معزز، نیک (آدمی)۔[127]

[126] http://urdulughat.info/words/218-%D8%A2%D8%B1%DB%8C%DB%81
[127] https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-aary?lang=ur

اس ضمن میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ بھارتی چینلز سے نشر کئے جانے والے دیومالائی ڈراموں میں عورتیں اپنے بڑوں،شوہروں اور بھائیوں کو عزت و احترام سے نام لئے بغیر ان سے مخاطب ہوتے ہوئے انہیں صفت آریہ سے مخاطب کرتی نظر آتی ہیں،یعنی کہتی ہیں کہ اے باعث عزت و احترام والے انسان۔

<u>سید احتشام حسین اس ضمن میں تحقیق سے لکھتے ہیں کہ:</u>

’’آریہ قوم کے لوگ کوہ ہند وکش کے سلسلوں کو عبور کرکے ہندوستان کے شمالی مغربی علاقوں میں داخل ہوئے۔ جہاں ان کا مقابلہ دراوڑ قوم سے ہوا جو اس وقت تہذیبی عروج کی منزلوں سے گزر چکے تھے۔ شہروں میں رہتے اور قلعوں کا استعمال جانتے تھے لیکن غالباً فن جنگ میں آریوں سے پیچھے تھے۔ اس لئے آویزشوں، جنگوں اور پرامن رابطوں کے بعد آنے والے پنجاب اور سندھ میں آباد ہو گئے۔

ان باتوں کا علم ہمیں رگ وید کے بعض حصوں سے ہوتا ہے جن کی تصنیف کا سلسلہ آریوں کے ہندوستان آنے سے پہلے شروع ہو چکا تھا اور جس کی تحریری ترتیب کا زمانہ تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح کا بتایاجاتا ہے۔ آریوں نے ہندوستان کے قدیم باشندوں (دراوڑ اور آسٹرک اقوام) کو داس اور دسیو کہا تھا، اپنی فتح اور ان کی شکست پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند سو سال کے اندر پورے شمالی ہندوستان پر ان کا اقتدار پھیل گیا تھا اور یا تو داس لوگ جنوبی ہند کی طرف چلے گئے تھے یا پھر تقریباً غلامی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

اس درمیان میں اگرچہ آریہ دراوڑی تہذیب اور مذہب سے متاثر ہوئے تھے لیکن عملاً یہ ہوا کہ آریائی تہذیب اور زبان کے سوا شمالی ہند میں کوئی قابل ذکر عنصر باقی نہیں رہا۔ آریوں کے مختلف گروہ (یا گوتر) مختلف اوقات میں آئے، ان کی زبانیں ایک ہوتے ہوئے بھی بالکل یکساں نہ تھیں لیکن ہندوستان کے قیام کے دوران میں اس سے ایک ادبی نشوونما ہوئی جسے ویدک سنسکرت ادب کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگ اس سے ملتی جلتی زبانیں بھی بولتے رہے ہیں،جن کے ارتقا کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔کیونکہ جب دسویں صدی قبل مسیح میں لکھنے کا رواج عام ہوا اس وقت انہیں محفوظ نہیں کیا گیا تھا۔ ان کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ رگ وید کے بعد جب دوسرے وید مرتب کئے گئے، تو بتدریج مذہبی رسوم کے متعلق رسائل تیار کئے گئے تو ان میں بہت سے ایسے الفاظ بھی شامل ہو گئے جو رگ وید میں نہیں پائے جاتے تھے۔

اسی طرح بعد کی تحریروں میں ایسے الفاظ کی تعداد بڑھتی رہی، یہاں تک کہ بعد کے خالص سنسکرت ڈرامو ں میں عام لوگوں کی زبان سے بول چال کی زبانیں استعمال کرائی گئی ہیں۔ اس طرح یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سنسکرت کے ساتھ ساتھ کچھ دوسری بولیاں بھی وہاں رائج تھیں۔ یہ آریائی زبان پچھم سے پورب کی جانب بڑھتی چلی گئیں اور تاریخی تقاضوں کے مطابق ارتقا پذیر ہوتی اور بدلتی رہی۔

علمائے لسان نے آسانی کے لئے ہند آریائی کے ارتقا کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ان کا مطالعہ عام طور سے انہیں کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہر زمانی تقسیم کی طرح اس میں بھی قطعیت تسلیم کرنا مشکل ہے کیونکہ لسانی ارتقا وقت لیتا ہے اور مسلسل عمل سے وجود میں آتا ہے۔ اس کو کسی مختصر وقفے میں محدود کرنا غلط ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس ارتقا کی رفتار یکساں اورمتعین نہیں بلکہ تاریخی، جغرافیائی اور مختلف سماجی اثرات کے تابع ہوتی ہے۔ چنانچہ ہند آریائی کے ارتقا کی مختلف منزلیں اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

عام طور سے یہ داستان پندرہ سو سال قبل مسیح سے شروع کی جاتی ہے۔ اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

۱۔قدیم ہند آریائی ۱۵۰۰قبل مسیح سے ۶۰۰قبل مسیح تک۔
۔۲۔ (وسطی ہند آریائی ۶۰۰قبل مسیح سے ۱۰۰۰تک۔
۳۔ (جدید ہند آریائی ۱۰۰۰ء سے حال تک۔۔

اس میں اتنی ترمیم کی جا سکتی ہے کہ وسطی اور جدید آریائی کے درمیان ۸۰۰ء سے ۱۴۰۰ء تک تقریباً ۶۰۰ سال کا اور دور قائم کیا جائے جسے اپ بھرنشوں کا دور کہا جائے۔ اس طرح ہند آریائی کے ارتقا کی تاریخ تین کے بجائے چار ادوار میں تقسم کی جا سکتی ہے۔ یہ کس حد تک مناسب ہے اس کا تذکرہ آگے کے صفحات میں آئےگا۔

آریہ قوم کے ہندستان میں داخل ہونے کے بعد سے تاریخ عالم میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اگرچہ اس دور کی تاریخ کے بہت سے گوشے اس وقت تک تاریکی یا نیم تاریکی میں ہیں لیکن جو معلومات حاصل ہو گئی ہیں ان کی روشنی میں بہت سے اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں۔ یہ

باتیں بحث طلب ہیں کہ آریہ اصلاً کہاں پیدا ہوئے اور کب کب ان کے گروہ اپنی اصل سے جدا ہوکر یورپ اور ایشیا کے مختلف حصوں میں آباد ہوئے لیکن اب یہ بات یقینی طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ یہ لوگ وسط ایشیا سے چل کر ایران کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئے تھے اور وہیں سے ان کے مختلف گروہ تقریباً پندرہ سو سال قبل مسیح سے ہندوسان میں آنا شروع ہو گئے۔ ان کے ہندوستان آنے سے پہلے کی تاریخ بھی لسانی مطالعہ کے لئے بہت ضروری ہے لیکن اس کا ذکر مختصراً ہی کیا جا سکتا ہے۔

آریوں کا اصل وطن ایشیا اور یورپ کا وہ مشترک خطہ قرار دیا جاتا ہے جو یورال اور بحیرہ کیسپن سے وادی ڈینوب تک پھیلا ہوا ہے۔ یہیں ان کے قافلے اپنی زبانوں کے ساتھ جنوبی یورپ اور ایران کی طرف نکل گئے۔ ایران میں وہ کتنے دنوں تک رہے اس کے متعلق یقینی معلومات موجود نہیں ہے۔ منتشر ہونے سے پہلے ان کی زبان جسے محض آریائی بھی کہہ سکتے ہیں، جدید لسانی اصطلاح میں ہند یورپی (انڈویوروپین) کہی جاتی ہے اوراس کے اسی نام کے تحت وہ سارے لسانی گروہ رکھے جاتے ہیں جو اسی سے وجود میں آئے۔ ماہرین لسانیات نے اس سے بھی پہلے کی لسانی شکل کو ماقبل ہند یوروپی (پروٹو انڈویورپین) کہا ہے، جو مفروضہ زیادہ اور حقیقت کم ہے۔

بہرحال اس ہند یوروپی کی وہ شاخ جو ایران میں سرسبز ہوئی، ہند ایرانی کے نام سے موسوم ہوئی۔ علماء کا خیال ہے کہ اس وقت ایران میں اس کی کوئی شکل موجود نہ تھی، بلکہ آریوں کے مختلف گروہ ملتی جلتی مختلف زبانیں بولتے تھے۔ غالباً ان کی تہذیبی زندگی بھی ایک سطح پر نہیں تھی لیکن بڑی حد تک وہ ایک مکمل اور ترقی یافتہ زبان بنانے میں کامیاب ہو چکے تھے اور خانہ بدوشی کی زندگی سے گزر کر زراعتی اور اقامتی زندگی کے دائرے میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ خوبصورت، ذہین اور مہم جو افراد تھے اور جدھر بڑھتے تھے کامیاب ہوجاتے تھے۔ تقریباً پندرہ سو سال قبل مسیح ان کے بعض گروہ شمال مغرب کی طرف سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور پھر کئی سالوں تک ان کے قبائل آتے رہے۔ یہ سارے قبائل ہند ایرانی بولتے ہوئے آئے اور لسانی ارتقا کی اس منزل میں داخل ہو گئے جسے ہند آریائی کہتے ہیں۔

اس کے بعد کی سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ ہند ایرانی کی ایرانی شاخ کا ارتقاء ایک ڈھنگ سے ہونا شروع ہوا اور ہندوستانی کی شاخ کا دوسرے ڈھنگ سے۔ اسی دوسری شاخ کے ارتقاء کی داستان ہندوستان میں زبانوں کی مسلسل تاریخ پیش کرتی ہے۔ بعض علماء نے اس ہندوستانی شاخ میں پشاچی

کو بھی شامل کر لیا ہے۔ جس کی مختلف شاخیں کشمیر میں پائی جاتی ہیں اور جسے بعد میں ہندوستانی علماء نے پراکرتوں میں شمار کیا ہے۔ بعض ماہرین نے اس کا نام دردی یا دردائی بھی لکھا ہے۔

ہند آریائی کی ابتدائی شکل کا تقابلی مطالعہ کرنے والا ایران کی ابتدائی زبانوں کا مطالعہ کرنے پر مجبور ہوگا کیوں کہ ان کی باہمی مشابہت بہت سے الفاظ کی اصل ہی کے سمجھنے میں معین نہ ہوگی بلکہ ان کے ایک ہی اصل کی شاخیں ہونے کی توثیق کرےگی۔ اوستا اور رگ وید کی زبانیں ایک دوسرے سے اتنی مماثل ہیں کہ لسانی نقطہ نظر سے ان کے ایک ہونے کے متعلق کوئی شک نہیں رہ جاتاہے، اگرچہ تاریخی تفاوتوں میں سے ان کے ارتقا کی شکلیں بعد میں بالکل بدل گئیں، یہاں تک کہ اب صرف ماہرین زبان ان کے مشترک ماخذ کا علم رکھتے ہیں۔ زرتشتی اوستا کا پہلوی میں تبدیل ہونا، پھر پہلوی یا فارسی قدیم کا مختلف علاقوں میں مختلف شکلیں اختیار کرنے کے بعد جدید فارسی میں تشکیل پانا، اسی طرح اپنی تاریخ رکھتا ہے جیسے ہندوستان میں ہند آریائی کا ویدک سنسکرت کی شکل اختیار کرنا، پھر پراکرتوں کا پھیلنا اور جدید بھاشاؤں کو جنم دینا ایک لسانی تاریخ کا حامل ہے۔

ہندوستان میں آریہ قوم کے داخلے سے پہلے کون سی قومیں آباد تھیں اور ان کا لسانی ورثہ کیا تھا؟، اس کا تذکرہ صرف چند محققوں اور مؤرخوں کے یہاں ملتا ہے جن کو پیش نظر رکھ کر ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی نے ان انسانی گروہوں کا تذکرہ کسی قدر محتاط انداز میں کیا ہے۔ جو پانچ چھ ہزار سال قبل مسیح ہی سے ہندوستان میں وارد ہو گئے تھے۔ جبکہ یہ معلومات بھی کوئی قطعی اور آخری نہیں ہیں۔ اس لئے ہندوستان کی لسانی تاریخ کے سلسلے میں انہیں یقینی طور سے استعمال نہیں کیا جا سکتا تاہم ان سے واقفیت ہند آریائی تاریخ کے سمجھنے میں مفید ہوگی۔

کیا ہندوستان میں انسان اول روز سے موجود تھا؟

اگرچہ ہندوستان میں انسانی جسم کے بہت قدیم ڈھانچے دستیاب ہوتے ہیں لیکن یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہاں انسان پیدا ہوئے ہیں یا نہیں؟۔ قیاس یہی ہے کہ یہاں نوع انسانی کے ابتدائی نمونے باہر ہی سے آئےتھے۔ چنانچہ سب سے پہلے آنے والے، جن کے بعض آثار اب بھی دستیاب ہو جاتے ہیں حبشی نسل کے وہ لوگ تھے جو غالباً افریقہ سے سمندر کے کنارے کنارے چل کر ہندوستان پہنچے۔

انہیں ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی نے نیگریٹو Negrito کے نام سے موسوم کیا۔ ان لوگوں کو زراعت یا گلہ بانی کا علم نہیں تھا بلکہ ابتدائی حجری عہد کی تہذیب کے علمبردار تھے۔ ان نوواردوں کے گروہ جنوبی ہندمیں پھیل گئے اور پھر شمال مشرق ہند سے ہوتے ہوئے برما چلے گئے۔ وہاں سے نکل کر انڈمان کے جزیروں میں بس گئے۔

ان کے آثار ملایا اور سماترا کے بعض جزیروں اور فلپائن کے مجموع الجزائر میں اب بھی ملتے ہیں۔ جنوبی بلوچستان، دکن اور تبتی برمی علاقوں میں بسنے والے قبائل میں ان کی نشانیاں اور خصوصیات موجودہیں حالانکہ اکثر و بیشتر ان کی تہذیبی علامتیں بعد کے انسانی گروہوں میں جذب ہو گئی ہیں۔ لسانی حیثیت سے ان کا وجود صرف انڈمان کے جزیروں میں رہ گیا ہے جہاں ان میں دوسری نسلوں کی آمیزش کم سے کم ہوئی ہے۔ ہندوستان کے لسانی خزانے میں ان کے چند کھوٹے اور مشکوک سکوں کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

دوسری قوم کے لوگ جن کے ہندوستان میں آنے کا سراغ ملتا ہے، بحیرۂ روم کی طرف سے آئے۔ انہیں [128]یا اسٹرک[129] کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بس جانے کے بعد ان کی شاخیں اپنی زبان لئے ہوئے ملایا، انڈونیشیا، ملیشیا اور بعض دوسرے جنوبی مغربی خطوں تک جا پہنچیں۔ ان میں بعض منگولی، نیگرو اور قفقازی قبائل کی آمیزش ہوتی گئی۔ کچھ گروہ ہند چین کی طرف جاکر مان کھمیر اور کمبوڈی قبائل میں تبدیل ہو گئے، کچھ نکوبار گئے اور وہاں نکوباری کہلائے۔ آسٹریلیا کے بعض نیم وحشی گروہ اور سیلون کے ودا بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ آسام کے بعض قبائل اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور قدیم کھاسی قبیلے ان کے مورث اعلیٰ تھے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھاسی منگولی نسل کے ہوں اور انہوں نے ہندوستان کے اس علاقے میں پہنچ کر آسٹرک زبان اختیار کر لی ہو۔ موجودہ ہندوستان میں نسلی اختلاط کے باوجود آسٹرک نسل اور زبان کی نمائندگی کول یا منڈانسل کے لوگوں سے ہوتی ہے جن میں سنتھالی، ہو، منڈا، کوروا، بھومیجے اور کرکو وغیرہ شامل ہیں۔ جنہوں نے اپنی بولیوں کی قدیم لسانی خصوصیات برقرار رکھی ہیں۔ انہوں نے پہلے تہذیبی ارتقاء کی جو منزلیں بھی طے کی ہوں، ہندوستان میں آکر ان کو تانبے اور لوہے کا استعمال معلوم ہوا اور زراعت کے ابتدائی طریقے اختیار

[128] Proto--australoid
[129] Austric-

کرکے انہوں نے پہاڑی ڈھلوانوں پردھان کی کاشت کی۔ غالباً انہوں نے نہ تو جانور پالے اور نہ دودھ استعمال کیا۔ بیس کے عددکو چیزوں کے گننے کے لئے استعمال کرنے اور چاند کے گھٹنے بڑھنے سے دنوں کا حساب کرنے کا رواج بھی انہیں کے زمانے سے ملتا ہے۔

آسٹرک قبیلے شمالی اور وسطی ہندوستان میں آباد ہو گئے اور غالباً آریوں کے آنے سے قبل وہ دراوڑوں کے ساتھ مل کر ترقی کرتے رہے۔ ان کے کئی مذہبی عقائد مثلاً تناسخ وغیرہ بعد میں ہندو مذہب افکار کا جزو بن گئے۔ ان کے بہت سے الفاظ دراوڑی اورآریائی بولیوں میں شامل ہو گئے۔ خود گنگا ندی کا نام انہیں کا دیا ہوا ہے۔ یہ لفظ کھیانگ، کیانگ، کھانگ کھونگ اور بعض دوسری ملتی جلتی شکلوں میں متعدد ہند چینی، سیامی اور انامی بولیوں میں ملتا ہے جس کے معنی ہیں ندی یا پانی۔ لسانی تغیرات کے ماتحت یہ گنگ بنا اور پھر گنگا۔

ہندوستان کے قدیم باشندے دراوڑ افراد بھی بیرونی مہاجرین سے تعلق رکھتے تھے:

آسٹرک قبائل کے ہندوستان میں آنے کا صحیح زمانہ نہیں بتایا جا سکتا لیکن اسے پانچ ہزار سال قبل مسیح سے پیچھے بھی نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ دراوڑ نسل کے لوگ ان کے بعد ہندوستان میں داخل ہوئے اور ان کی آمد کا زمانہ بھی تقریباً یہی ہے۔ بعض علماء نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ آسٹرک اور دراوڑ تقریباً ایک ہی زمانے میں آئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آسٹرک ہند چین سے اور دراوڑ بحیرہ روم کی طرف سے آئے۔ ماضی قریب میں ہنگری کے ایک ماہر لسانیات ہیوسی ویماس نے آسٹرک بولیوں کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ان کا تعلق یورالی خاندن کی زبانوں سے ہے لیکن ابھی دوسرے علماء نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اس امکان کا انکار نہیں کیا جاتا کہ کوئی کول یا منڈا کی تشکیل پر یورانی زبان کا اثر پڑا ہو۔

بہرحال یہ لسانی خاندان ہندوستان میں ایک ایسی شکل میں پایا جاتا ہے جس کی ایک انفرادی حیثیت ہے۔ اب اس خاندان کی زبانوں کے بولنے والے آہستہ آہستہ کم ہوتے جارہے ہیں کیونکہ وہ جن بڑے لسانی خطوں میں آباد ہیں وہاں کی ترقی یافتہ زبانیں حاصل کرتے جا رہے ہیں اور خود ان کی بولیوں

کا دائرہ محدود ہوتا جا رہا ہے۔ آسام، بنگال، بہار، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے بعض حصوں میں وہ پائے جاتے ہیں جو آسٹرک گروہ کی بولیاں آج بھی بولتے ہیں۔

ہندوستان میں آنے والوں کا تیسرا بڑا گروہ ہے جنہیں دراوڑ کہا جاتا ہے۔ اس نسل کے لوگ بھی بحیرہ روم ہی کی طرف سے آئے اور ابتداً وادی سندھ میں بسے، پھر آہستہ آہستہ ملک کے دوسرے اور خاص کر شمالی حصوں میں پھیل گئے۔

دراوڑ تہذیب کے جو نشانات ہڑپا (مغربی جنوبی پنجاب) اور موہن جوداڑو (سندھ) میں پائے جاتے ہیں، ان سے اگر کچھ معمے حل ہوئے ہیں تو کچھ الجھ بھی گئے ہیں ۔ تاہم اب یہ بات یقین کی حد تک تسلیم کر لی گئی ہے کہ آریوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے بھی یہاں ایک تہذیب کا نشوونما ہوا تھا جوایک ترقی یافتہ زبان کے بغیر ناممکن تھا۔ کھدائی میں جو کتبے اور تحریریں ملی ہیں وہ ابھی تک پڑھی نہیں جا سکی ہیں۔ لیکن یہ عام خیال ہے کہ ان کا تعلق قدیم دراوڑ تہذیب سے ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس کا رشتہ سمیری اور بابلی تہذیب سے بھی ہو۔

لسانی نقطہ نظر سے دراوڑ تہذیب کا مطالعہ اس لئے بہت اہم ہے کہ اس وقت بھی ہندوستان کی تقریباً ایک تہائی آبادی دراوڑ زبان کی مختلف شکلیں استعمال کر رہی ہے۔ تقریباً سارا جنوبی ہند، شمالی سیلون اور بلوچستان کا ایک علاقہ (جہاں برا ہوئی زبان رائج ہے) اسی زبان کے زیر نگیں ہیں اور اس کی کم سے کم چار زبانیں تامل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم ہندوستان کی قومی زبانوں میں شامل ہیں۔ غیر آریائی زبانوں کا یہ سب سے بڑا خاندان لسانی اور ادبی حیثیت سے ملک کی مشترکہ قومی تہذیب کا ایک عظیم الشان ورثہ ہے۔ سنسکرت سے متاثر ہونے کے باوجود ساخت کے اعتبار سے دراوڑ زبانیں آریائی زبانوں سے اس قدر مختلف ہیں کہ دونوں کا الگ الگ زندہ رہنا اور ترقی کرنا لازمی ہے۔

دراوڑ جڑنے والی یا اتصالی ہے تو آریائی، اشتقاقی، اس لئے ہندوستان کے لسانی ورثہ کا مطالعہ کرنے والے اسے کسی حالت میں بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کی ایک مشترکہ سرکاری یا قومی زبان بنانے کا مسئلہ، دراوڑ زبانوں کی موجودگی، قدامت اور ترقی پذیر ادبی سرمایہ کی وجہ سے اور زیادہ مشکل ہو گیا۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود دراوڑ کی مختلف بولیوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کی بولی بغیر سیکھے ہوئے سمجھ نہیں سکتے۔ ان

کا نشوونما بھی یکساں طور پر نہیں ہوا ہے، جتنی ترقی تامل کی ہوئی ہے، اتنی دوسری دراوڑ زبانوں کی نہیں ہو سکی اور وہی سب سے کم سنسکرت سے بھی متاثر ہوئی ہے۔

ہندوستان کے لسانی علاقوں سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اتنی بات جانتا ہے کہ تاریخ کے زمانہ معلوم سے دراوڑ زبانیں جنوبی ہند میں محدود ہیں۔ آریائی زبان کے قدیم قواعد نویسوں نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے اس لئے ہندوستان میں لسانیاتی ارتقا کا مطالعہ کرنے والوں کو ان سوالوں کا تسکین بخش جواب نہیں ملتا کہ جب دراوڑ ہندوستان میں آئے تو آسٹرک زبان بولنے والوں سے ان کا اختلاط کس طرح ہوا؟ دراوڑ صرف شمالی ہند میں آباد ہوئے یا پورے ملک میں؟ ان کی زبان ایک ہی تھی یا ان کے مختلف قبائل مختلف زبانیں بولتے تھے؟ جب آریہ ہندوستان میں آئے تو کس طرح ساری دراوڑ قوم وندھیاچل کے اس پار چلی گئی؟ کیا اس وقت شمالی ہند میں آسٹرک اور دراوڑ زبانوں کے علاوہ کوئی اور زبان بھی بولی جاتی تھی؟

ہمیں بس اتنا ہی معلوم ہے کہ آریوں کے آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد جنوبی ہند میں تامل (مدراس) تیلگو (آندھرا) کنڑ (میسور) اور ملیالم (کیرالہ) مختلف علاقوں میں پھیل گئیں اور مختلف اوقات میں مختلف آریائی اثرات قبول کرتی رہیں۔ یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ آریوں نے دراوڑی مذہبی عقائد، تہذیب اور افکار سے کیا کیا لیا اور انہیں کیا کیا دیا۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے، یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سنسکرت نے دراوڑ زبان پر زبردست اثر ڈالا ہے اور سنسکرت میں بھی کچھ دراوڑ الفاظ شامل ہو گئے ہیں ۔

اس دوران میں ہندوستان کی شمالی مشرقی سرحد سے کچھ تبتی چینی اور منگلولی قبائل بھی آئے لیکن نہ تو وہ ملک کے دوسرے حصوں میں پھیل سکے اور نہ ان کی زبانوں نے یہاں کے لسانی سرمایہ میں اضافہ کیا کیوں کہ ان کا دائرہ عمل نہ صرف اس وقت محدود تھا بلکہ اب تک محدود ہے۔

اس بحث سے ہم یہ اندازہ قیاسی بنیادوں پر قایم کرسکتے ہیں کہ ناصرف مظاہر پرست بلکہ غیر بت و مندر پرست آریائی حملہ آور بھی اس خطہ میں بیرونی اضافہ تھے بلکہ جن سے انھونے سیاسی و حکومتی غلبہ قایم رکھ کر یہ سرزمیں چھینی اور جنھیں انھونے خود سے کمتر و نچلہ جانکر آریائی قبایل شودر و اچھوت بنایا،انہی سے انھونے بت پرستی سیکھی اور پھر انہی کو انھونے ان سے اخذ

کردہ دیوی دیوتاوں کے قایم کردہ منادر میں جانے سے روک دیا، یوں ،مسلمانوں کو اجنبی و بیرونی قرار دینے والے دونوں ہندو گروہ بھی بیرونی ایلین ثابت ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں آریائی زبان کی تاریخ کے متعلق اکثر یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ آج تک ہندوستان کی اتنی مربوط اور مسلسل تاریخ کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی ہے اور ہر دور میں اس کے ارتقا کی نشان دہی واضح مثالوں سے کی جاسکتی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ خیال بہت کچھ حقیقت پر مبنی ہے۔ غیر ملکی مستشرقین، علمائے لسانیات اور ہندوستان کے قدیم ماہرین السنہ نے آریائیوں کے مختلف آمدی و رہاشی ادوار پر اتنا مواد یکجا کر دیا ہے کہ متنازعہ اور مختلف فیہ نتائج کے باوجود اس پر تاریخ زبان کی ایک مضبوط عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے، تاہم یہ بھی ایک غور طلب حقیقت ہے کہ ابھی تک نہ صرف ہند یوروپی اور ہند ایرانی کی صحیح اور مربوط تاریخ ہمارے سامنے نہیں آئی ہے بلکہ خود ہند آریائی کے متعلق بعض حقائق کا انکشاف نہیں ہوا ہے اور اس کے کئی گوشے ابھی تک تاریکی میں پڑے ہیں۔

ہندوستان میں ہند آریائی کے ارتقا کی داستان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی ہے،جب تک کہ آریوں کے ابتدائی وطن، مختلف خطہ ہائے زمین پر ان کے داخلے، دوسری نسلوں اور قوموں سے ان کے تعلقات کی نوعیت اور ان کی سیر وسفر کی زمانی اور مکانی صورت حال کا صحیح علم ہمیں حاصل نہ ہو جائے۔ جہاں تک ہند آریائی کے ارتقائے مابعد کا تعلق ہے، ہمیں ان باتوں کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ جس وقت آریہ ہندوستان میں آئے تھے، اس وقت ان کی زبان یا بولیاں ارتقاء کی کس منزل پر تھیں۔ ہندوستان میں کون کون سی قومیں آباد تھیں اور کون سی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ آریہ، جب تقریباً سارے شمالی ہند میں پھیل گئے تو اس علاقے کے بسنے والوں کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا اور کس حدتک ان میں تہذیبی اور لسانی اختلاط ہوا،یہ سب سوالات محققین کے نزدیک تاحال تشنہ طلب واقع ہوئے ہیں۔

مستند سے مستند محققوں کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی سارے نقوش واضح نہیں ہوتے ہیں ۔ یہ ضرور ہے کہ جتنا وقت گزرتا جاتا ہے، ابتدا کی بعض قیاس آرائیاں یا تو غلط ثابت ہو رہی ہیں یا یقین کی شکل اختیار کرتی جارہی ہیں اور تاریخ کی واقفیت کے ساتھ زبان کی واقفیت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ علم الآثار، علم الاقوام، بشریات، عمرانیات اور دوسرے سماجی اور طبعی علوم کی مددسے مختلف علاقوں کی زبان اور زندگی کے متعلق معلومات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

اس لئے ہند آریائی کا تاریخی اور توضیحی مطالعہ کس قدر آسان ہو گیا ہے۔ پھر بھی ایک عام مطالعہ کرنے والے کوچند بنیادی باتوں پرنظر رکھنا ضروری ہے۔

ہند آریائی کے مطالعے کے لئے ایک طرف یامکؔ، پاننیؔ، پاتن جلیؔ، ہیم چند اور دوسرے قدیم ہندوستانی علماء کے خیالات اور نتائج سے واقفیت ضروری ہے۔ دوسری طرف اس سلسلہ تحقیق کا علم ناگزیر ہے جس کی ابتدا سر ولیم جونس کے ان خیالات سے ہوئی تھی جو اس نے سنسکرت گاتھک، یونانی، لاطینی، کلٹک اور قدیم ایرانی کے باہمی تعلق کے متعلق ۱۷۸۶ء میں ظاہر کئے تھے اورجس سے یورپ میں علم اللسان اور تقابلی لسانیات کا آغاز ہوا اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر اسے ایک آزاد علم کی حیثیت حاصل ہو گئی۔‘‘

زبان کی ساخت کا مطالعہ ممکن ہے کسی ملک کی تاریخ، جغرافیہ اور عام تہذیبی حالات کے جانے بغیر کسی حد تک ہو بھی جائے لیکن اس کی سماجی حیثیت، ارتقاء اور اہمیت کا اندازہ دوسرے سماجی علوم کی مددکے بغیر بالکل ناممکن ہے، اسی وجہ سے ہند آریائی کے ہندوستان میں پھیلنے، دوسری زبانوں سے متاثر ہونے یا انہیں متاثر کرنے، مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے اور تاریخی تقاضوں کے ساتھ ساتھ خود کو بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگ ہونے کے لئے نئے سانچوں میں ڈھلنے کی کہانی چند تاریخی حقائق کو سمجھے بغیر نہیں بیان کیا جا سکتی‘‘۔[130]

چناچہ دیکھا گیا ہے کہ:

شمالی ہند میں آریاؤں کا تسلط قائم ہو گیا اور مقامی باشندے اُن کے غلام بن گئے یا جنوب کی طرف بھاگ گئے تو انھوں نے اپنے قومی نام پر قدیم ہندوستان کا نام آریہ ورت یعنی آریاؤں کا وطن رکھا۔[131]

---

[130] سید احتشام حسین:ہند آریائی :مسلمانوں کی آمد سے پہلے۔ ریختہ اوردو
https://www.rekhta.org/articles/hind-e-aaryaai-musalmanon-ki-aamad-se-pahle-syed-ehtisham-husain-articles?lang=ur

[131] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A2%D8%B1%DB%8C%DB%81_%D9%88%D8%B1%D8%AA

بحث:۱۳۔

اہل یورپ کے ہندووں پر احسانات

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لسانی پہلو کے ساتھ ساتھ مذہبی پہلو کے تناظر میں قدیم ہندوستانیوں کے متعین اور بالاتر دیوی اور دیوتاوں کی بابت کچھ کہنا مشکل ہے، چناچہ مابعد یورپی مورخین اور محققین جنھونے مسلم تاریخ گہنانے اور ہندووں کو تاریخی تسلی دینے کے لئے ہندی تاریخ اور تہذیب کی جانچ پڑتا ل کرنی چاہی تھی تاکہ مسلمانوں کے بلمقابل ہندووں میں یورپی طرز کی ملی ،نسلی،وطنی،مذہبیت پیدا ہوسکے ۔

اس ضمن میں چناچہ ،ایسٹ انڈیا کمپنی نے سنسکرت کی ترقی و فروغ کے لیے تحقیقاتی امدادی رقوم مخصوص کی تھیں،علمائے یورپ نے اس ضمن میں ویدوں کی تحقیق و طباعت کو ممکن بنایا تھا،ہندو قوم جو صدیوں سے تاریخ نگاری سے تغافل برت رہی تھی اسکو اسکے ذاتی ویدی کلچر و تہذیب کی طرف متوجہ کروایاگیا تھا،یہاں سیاسی مطلبی تاریخ اور آزاد محققانہ تاریخ میں مقابلہ بازی شروع ہوگئی،ہندی تہذیب کے ضمن انگریزوں کے ساتھ ساتھ ،فرانسیسی،جرمن ،ولندیزی اور اطالوی محققین بھی میدان میں اترے اس طرح تحقیقات میں تغیر،وسعت اور مطالب اور ماخوذات کی وسعت پیدا ہوئی۔علمائے یورپ جنکی تحقیقات کو آج بی۔جے۔پی،راشٹریہ سیوک،اور سنگھ پریوار رد کرتے پھرتے ہیں،آزادی قبل انھونے اپنے دلایل اور قوم پرستی کی ابتدا انہی کی ذمین و افکار سے متاثر ہوکر کی تھی۔

<u>وادی سندھ کے مابعد کی مذہبی جوہریت:</u>

وادی سندھ کی دریافت اور اسکے اکتشافات اور حجریاتی معلوم شدہ ڈھانچہ نے ویدی ثقافت کے دعووں میں اضطراب و بے چینی پیدا کردی،چناچہ تقسیم ہند کے مابعد ہندوستان کی حکومت نے اپنی تاریخی جڑیں بنانے اور تعمیر کرنے کے لئے یہ دعوے شروع کئے کہ وادی سندھ کی تہذیب اور آریائی دونوں ہی مقامی افراد تھے۔وادی سندھ کے بعد آریائی دور آیا،انھونے وادی سندھ کے

بودھوی کون نما یعنی پہاڑی نوک کے اسٹوپی نما چھوٹے موٹے میناروں،عمارتوں اور کھلونا بتوں کو شیو کے لنگ کا مشابہ قرار دیا ،مگر مزے کی بات یہ کہ مابعد ویدک دور اور چاروں ویدوں میں بلا تفسیر عبارتیں ،تری مورتی کی بابت کچھ خاص یقین سے معلومات فراہم کرنے سے قاصر ہیں ،وہاں جو کچھ ملتا ہے وہ ،قیاس و تاویل پر متعین کیا جاتا ہے،کچھ دیوی دیوتا مظاہر پرستی کی بتوی تجسیم کے سبب اندر،ردر ،سوم اور اگنی کی صورت میں ملتے ہیں،مگر ان مظاہر قدرت یا فطرت کی کچھ صفات و خصایل کو کیسے دیوتا کی تجسیم کرکے تاویل کی گئی اسکا فیصلہ کرنا قیاس سے ماورا ہوکر ناممکن رہ جاتا ہے۔

دوسری طرف ویدوں سے ہمیں مہان پرماتما ،ایشور کا تصور ملتا ہے،جو برہما بمعنی خالق کے روپ سے مشابھہ ملتا ہے،وادی سندھ کے مردانہ پروہتی بت ،جسے چاہئے پروہت مانا جائے یا دیوتا اسکے روپ اور بوڑھے بچہ برہما کے روپ میں کافی مشابہت دیکھنے کو ملتی ہے۔

وادی سندھ کی تہذیب ۱۵۰۰ قبل مسیح اور بارہ سو قبل مسیح کے درمیان کی تہذیب ہے،جسکی پیداوار وہ ویدک کتب ہیں جو صدیوں کے ارتقا سے موجودہ تجسیم حاصل کر پائی ہیں، انکے مابعد کتبی تناظر میں دور شجاعت آتا ہے،جس میں راماین اور مہا بھارت کی تحریر سازی کی ابتدا ہوچکی تھی،انکے بعد ہمیں شاستروں کا دور ملتا ہے جو منو ۸۰۰ قبل مسیح سے چوتھی صدی قبل مسیح کی ٹیکسلوی،چانکیہ کی ارتھ شاستر تک محیط ملتا ہے،اسی دوران چھٹی قبل مسیح میں بدھوی اور جینی مذہب اور کتب کا چلن دیکھنے کو ملتا ہے۔

یہ دور چوتھی صدی قبل مسیح تک ان مذاہب کی فتح اور حکومتوں کی پشت پناہی کے سبب انکے عروج اور ہندوی مذاہب کی پسپائی اور خاموشی کا دور دکھائی دیتا ہے۔مگر اصل میں یہی دور ان مذاہب کے مابعد زوال اور بت پرستی اور انکی پناہ گاہوں کے منادر کے عروج کا دور نظر آتا ہے۔ہندی مذہب نے یہاں اپنی کشش ثقل،وسیع القلبی سے ان دونوں مذاہب کے مہاتماوں کو اپنے دین میں بطور اوتار شامل کرلیا تھا۔

<u>بدھ مت میں بت پرستی اور فرقہ پرستی کی ابتدا:</u>

ہندی تہذیب ایک خدا اور کئی وسعت شدہ خداوں کی جماعت پر اعتقاد کی علمبردار تھی،جبکہ جینوی اور بدھوی تہذیب میں انکے مہاتما بھگوان یا ایشور کی بابت خاموش تھے،بدھا نے بھی

اس بابت کسی سوال کا واضح جواب دینے سے لاادریوں کی طرح انکار کیا تھا۔کہ خدا کا وجود موجود ہے یا نہیں ہے ،اگر ہے تو کس قسم کا اور کہاں ملتا ہے؟بدھ مت کے دو فرقوں ہنایان اور مہایان میں اس بابت علمی فکری بعد،و تصادم رونما ہوا جس نے مہایان کو مجبور کیا کہ وہ بدھا کے بت کو ہی بت بنا کر پوجنے لگیں، یوں مہایان بت پرست اور بدعتی فرقہ بنے اور ہنایان ،ایک قدیم فرقہ و خالصیت کا شکار ہوئے مگر مابعد مہایان ہی اصل بدھ فرقہ تصور کئے جانے لگا۔چناچہ بت پرست مہایان فرقہ سے مقامی برہمنوں نے ایک نیا منادری اسٹوپن کلچر سیکھا،اسٹوپا کی ٹوپی سمٹ کر شیو لنگ بن گئی،اور یہ مابعد شیو اور پاربتی کی لنگ و یونی کا اجتماعی نشان بنکر شیو بھگتوں کی تسلی کا سامان پیدا کرنے لگی۔

<u>بدھ مت کے مدِ مقابل ہندو مت میں رونما ہونے والی جوہری و فکری تبدیلی:</u>

چناچہ مقامیت اورنظریہ ضرورت کی کوکھ سےیہاں گو ماتا کی حیات کے تحفظ کا چلن پیدا ہوا،کیونکہ گوماتا کی ضرورت کھیتی باڑی سے دودھ،دھی ،مکھن اور پنیر تک ،جین مت،بدھ مت اور ہندو مت کو پڑتی تھی ۔چناچہ اس منطق اور سبزی خور معاشرت و تمدن کی بقا کے لئے گائے پورانی کتھاوں میں مقام معبودیت و تعظیم کی منزل پر جاکر براجمان ہوگئی۔

اسرایلی ماخذات اور ان سے اخذ شدہ مسلم تفسیری غیر محقق سرمایہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اول بت پرستی دنیا میں شیت علیہ سلام جو آدم ؑ کے بیٹے تھے کی وفات کے بعد انکے بت کی صورت میں پھیلی اور اسکی کیا کمیت و کیفیت تھی بت پرستی کی یہ اولین شکل کس نوعیت کی حامل تھی اس بابت یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے۔

قران حکیم میں نوح ؑ کی قوم کے ذکر میں جو آیات آئی ہیں ان سے اتنا تو واضح ہے کہ قوم نوح ایک اللہ کے تصور کے منکر تھے ،اور آٹھ نو سو سال تک وہ نوحؑ کی دعوت توحید کا رد کرتے رہے۔ قیاس ممکن ہے کہ ،میسوپوٹامی تہذیب میں جو بت پرستی تھی،وہ قوم نوح سے ان تک منتقل ہوئی تھی اور سمیریا کے راستہ ہندوستان تک جا پہنچی تھی،کیونکہ کچھ ماہرین آثار قدیمہ کے دعووں کے مطابق سمیری تہذیب اور وادی سندھ کی تہذیب میں روابط قایم ہوچکے تھے، اور یہ روابط ،معاشی تھے یا مذہبی نوعیت کے حامل تھے اس بابت بس قیاس آرایاں ہی کی گئیں ہیں۔

قوم نوح کے بتوں کی بابت مولانا صفی الرحمان مبارک پوری کا کہنا ہے کہ انھیں عمرو بن لحئی نے جو عرب میں بت پرستی متعارف کروانے والا تھا، اس نے انکو ،ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کے ارتحال کے عرصہ بعد شام سے درآمد کرکے کعبہ میں منتقل کیا تھا۔ود،سواع،یغوث،یعوق اور نسر کے مکہ میں فروغ نے مکہ کو دین ابراہیمی سے بت پرستی مشرکیت کی طرف منتقل کردیا تھا۔[132] صحیح بخاری کی کتاب التفسیر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدعت عمرو بن لحئی کی ہے،ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سبب اس پر سخت عذاب نازل ہوتا ہے۔

ابراہیم اور اسمعیلؑ کے صدیوں بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وادی سندھ کی تہذیب ماحولیاتی تبدیلیوں،قحط سالی،بیرونی حملہ آوروں کے حملوں،دریائے سندھ کے رخ بدلنے سے معدوم ہوتی جارہی تھی،کمزور ہوتی پر امن تہذیب یافتہ حضروی تمدن کو جنگجو ،حملہ آور خانہ بدوش آریائی قبایل نے شکست فاش سے دوچار کرکے یہاں کی بقیہ آبادی کو غلام بنا کر انھیں گنگا جمنی وادی میں ہانک کر لے گئے تھے اور ،انہی سے مابعد شودروں اور اچھوتوں کی تقسیم پیدا ہوئی تھی۔اسی مابعد کے دور میں آریایوں نے سنتان دھرم کی سرزمین پر غلبہ پاکر،بتدریج مظاہر پرستی سے بت پرستی کی طرف پیش قدمی شروع کردی تھی۔

اگر ہم ویدوں اور دور شجاعت کی داستانوں کا مطالعہ و مشاہدہ کریں تو یہ اندازہ یا گمان ہونے لگے گا کہ وہاں ذات ،پات کی تقسیم کی جکڑ بندیاں،اور تری مورتی کی کرشمہ سازی اس نوعیت کی حامل نہیں تھیں ،جیسی آج سمجھی جاتی ہیں اور ،جیسی آج کل سادھو پنڈت بیان کرتے پھرتے ہیں۔

اہل ہند کی مذہبی کتب و داستانوں میں موجود اختلاف:

بلکہ ایسا صاف محسوس ہونے لگتا ہے،کہ ا ن مختلیف نسخوں میں قطع و برید کرنے کے ساتھ ساتھ انکی شروحات میں بنیادی تبدیلی کی گئی تھی۔،والمیکی کی قدیم راماین جس نسبت سے ملتی اور مطالعہ میں زیر بحث آتی ہے،مغل دور کے تلسی داس میں اور قدیم والمیکی کی تفصیلات میں فرق نظر آتے ہیں،انہی تفصیلات میں مذید اضافہ ادبی چاشنیوں اور جدید دیومالائی سالانہ ڈراموں نے نمودار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔یہ بلکل ایسا معاملہ بن چکا ہے کہ

---

[132] مولانا صفی الرحمن مبارک پوری۔الرحیق المختوم۔صہ:۔۵۷

جیسے قران حکیم کی تفسیرات اور شروحات میں غیر محقق حاطب الیل قصہ پرست،جذبات بھڑکاو،بدعات کے حامل افراد نے کرشمہ سازی کرکے امت کو مذہب کی حقیقی تفسیر و تشریح سے دور کردیا ہے،جب کوئی محقق مفتی اس قصہ باز مفتی کے مقابل کوئی محقق شہ بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے،تو پھر یزیدی ،حسینی ،گستاخ اور وہابی کی صدائیں بلند کرکے تحقیق کو قبر کی راہ دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

منو سمرتی اور ارتھ شاستر نے ہندو سیاسی و قانونی فلسفہ پر جو اثرات مرتب کئے اس نے برہمنی ،کشتری مفاہمت کی راہیں استوار کیں ساتھ انکو مالایت کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے ویش نامی کاروباری طبقہ پر بھی کچھ رہم کرنا پڑا ،برہما کے قدموں سے پیدا ہونے والی بے عزتی کو برداشت کرنے والے شودر کو سب کی خدمت کا بوجھ اپنے وجود پر اٹھانا پڑا،بھیل،تامل ،اور کالی آسٹریلوی نسلی جھلی والوں جن سے آریائیوں نے یہ ملک چھینا تھا ،جن سے بت پرستی سیکھی تھی ،انھی کو اپنے چرنوں پر بٹھادیا گیا۔

جدید ہندو فرد و ادارہ کا ظھور نو:

تاریخی مشاہدہ و جستجو سے یہ عقدہ کھلتا محوس ہوتا ہے کہ معاملات میں تبدیلی کی اول اول صدائیں برطانوی دور کی آزاد،سیکولر،لبرل فکر کی مقامی تعلیمی و تربیتی فضا نے پیدا کیں،جب ہندو نو تعمیر شدہ اور بیرونِ ملک جامعات میں ،گئے،جب انھونے سمندر پار دوسروں کی سرزمیں پر جاکر انکے علوم سیکھے ،یورپ کی ترقی دیکھی،محنتی طبقہ اور صنعت کار کا باہمی تعلقات اور اسکے سبب معیشت کا پہلنا پھولنا دیکھا،اڑتے ہوائی جہاز،بھاپی کشتیاں اور بحری جہاز دیکھے تو انکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

پھرجب انھونے مغربی سماجی علوم بلخصوص،علم سیاسیات،علم عمرانیات،تاریخ ،اور معاشیات کے مباحث اور جدید مغربی فلسفہ ک جولانی و طولانی دیکھی اور اپنا اور اپنی قوم کا تجزیہ کیا تو چونک کر رہ گئے چناچہ ،اس ضمن میں راجہ رام موہن رائے ان صدیوں کی بدعات کے خلاف ابھر کر سامنے آئے ،عورتوں کے حقوق کی باتیں شروع ہوییں،پھر آریا سماج نے بت پرستی ،نسل پرستی،عورتوں کے حقوق ،ویدوں کے طرف رجعت کی باتیں کی،علیگڑھ تحریک ،مابعد جنگ آزادی براہ راست جب انھونے مجموعی طور پر برطانوی حکومت اور اسکے فضایل

دیکھے اور محسوس کئے تو اندازہ ہوا کہ ان برطانویوں کے علوم حاصل کرنا،انکی طرح سوچنا اور انکی طرح بننے میں ہی ہمارے بہتری ہے۔

چناچہ ان ہندووں نے ،کانگریس اور مسلم لیگ کے وجود دیکھے،ساواکر،بال گنگا تلک،لالہ راجپت رایے ،نہرو،بوس،اور بھگت سنگھ کو دیکھا ،سنا اور مانا تو انکا ورلڈ ویو بدلنے لگا،تقسیم بعد بی جے پی نے دوبارہ اس ورلڈ ویو کو خود کے خود ساختہ تعمیر شدہ سناتن دھرمی قدامتی ویو سے تعمیر کرنا چاہا،تو انھونے ویدوں،پورانوں کے تحفظ کے لئے آریائی دور کو مقامی تاریخی رنگ دینا چاہے،چناچہ انھونےا س دھرتی پر خود کی موجودگی و قدامت کے جواز کے لئے علوم و تاریخ کی نئی تشکیل سازی پر توجہ دی چناچہ اس سے نمٹنے کے لئے انھونے ہندو ہیروں کی فیکٹری قایم کرنی چاہی اور اسکے لئے بطور قربانی کے بکرے یا بلی چڑھانے کے لئے مسلمانوں اور مغربی اقوام کو خارجی ،،بیرونی حملہ آور قرار دے دیا گیا۔

<u>ہندووں اور انگریزوں کا اسلام مخالف رویہ و حکمت عملی:</u>

حق و سچ تو یہی رہا ہے کہ نتیجتاً ان دونوں اقوام نے ہمیشہ بہ حیثیت مجموعی،کسی ریاستی سطح پر ہندو نسل کشی اور مذہبی تبلیغ کاری سے اسلام اور عیسائیت پھیلانے کی کسی منظم و مدبر کوشش سے پرہیز کیاتھا ،بلخصوص اہل یورپ و برطانیہ نے بطور محکوم جو عزت و وقار ،مواقع ہندو قوم کو انکی بت پرستی کے باوجود مسلمانوں سے نفرت میں فراہم کئے وہ پشت پناہی تاحال ،معاشی،سیاسی اور جدید فکری وابستگی کے سبب تاحال بعد از تقسیم ہند بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

ماضی میں مابعد تقسیم ہند انگریزوں نے بخوبی مشاہدہ کرلیا تھا کہ ،مسلمان کو فکری ومجموعی طور پر زیر کرنا آسان ثابت نہیں ہوگا،چناچہ انھونے مشنریوں کو اور آریا سماجیوں کو مسلمانوں کی کفر سازی،شدہی اور ارتداد کے ضمن میں کھلی چھوٹ دے دی تھی ،جسے فکری آزادی کے دایرہ کار سے جواز فراہم کیا گیا، چناچہ عیسائی علما و محققین کو اہم سرکاری عہدوں پر فایض کیا گیا،پادری فنڈر اور سر ولیم میور جیسوں نے اسلام،اور پیغمبر اسلام اور انکی شریعت پر تابڑ

توڑ حملے شروع کئے،ولیم میور ہندوستان میں شمالی ہند میں ایک صوبہ کے لفٹینٹ گورنر کے ہدے پر فایض تھے انھونے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات قدسیہ پر حملے کئے اور لایف آف محمد نامی کتاب تحریر کی،جسکا جواب سرسید احمد خان نے خطبات احمدیہ کے نام سے پیش کیا، فنڈر کی کتب تو موجودہ مرتدین اور ملحدین اسلام پر اعترضات کے لئے بطور غذا بروئے کار لارہے ہیں،چناچہ عیسائیوں کے ساتھ ساتھ سنگھ پریوار ،اور آریا سماجیوں نے شدھی اورسنگھٹن سے مسلمانوں کو ہندو بنانا چاہا،مابعد آزادی ہندووں نے چاہے وہ کانگریس سے تعلق رکھتا ہو یا ھر اسکا بی۔جے۔پی سے تعلق ہو بہ حیثیتِ جموعی دونوں نے ہی کسی نا کسی روپ و شکل میں اپنی اپنی فکرو حکمت عملی کے مطابق مسلمانوں کو دیوار سے لگا کر ختم کرنا چاہا،یا پھر انھیں اقلیتی کمزوری کے خوف تلے جینے پر مجبور کردیا گیا یوں ہندوستانِ جدید میں مسلمانوں کا درمیانہ طبقہ بتدریج گھٹتا گیا،اور ان میں مجموعی طور پر غریب طبقہ بڑھتا گیا،مسلمانوں نے مسلسل ہندو مسلم فسادات اور پڑوسیوں کی نفرت اور طوطا چشمی دیکھ کر،اپنے لئے مخصوص ایسے علاقوں میں رہنا منظور کرلیا جہاں،بغیر نظم و ضبط کے رہنے ،اور بنیادی سہولت کے فقدان نے معیار زندگی کو مذید متاثرکیا ،اور یوں کچھ مسلمان ہندو حلیہ اختیار کرنے لگے تو کچھ وسیم رضوی کی طرح شروع میں صحابہ کرام پر بھونکتے نظر آئے، پھر مابعد ایک قدم آگے بڑھ کر موصوف نے قران کو نبی پر اترتے کلام کی جگہ ،انکا لکھا کلام قرار دے دیا،پھر بلآخر وہ وقت بھی آیا کہ جب موصوف کامل ہندو ہوگئے اب نا انہیں ویدوں میں کوئی سقم نظر آتا ہے اور نا انکو اتنی ہمت حاصل ہے کہ انھیں انسانی کارنامہ یا ارتقائی وجود قرار دے سکیں۔

وادی سندھ کی تہذیب کی جانب بی۔جے۔پی کا لگاو و انسیت:

بی۔جے۔پی۔ کے بھاڑے کے مورخین نے وادی سندھ کی تہذیب کی تحریر کے مطالعہ سے ناواقف دنیا کو یہ باور کرایا کہ یہ تہذیب درحقیقت ہندووں کی ایک مقامی اعلی سایئنٹفک تہذیب تھی ،ہندوستان پورے پاکستان پر بلعموم اور سندھ پر بلخصوص قبضہ و غلبہ کا خواں ہے کیونکہ انکے مطابق انکی تاریخ اس خطہ کی خود میں شمولیت کے بغیر ناممکن ہے،وہاں ملنے والے بتوں سے یہ عیاں نہیں ہے کہ یہ بت پرستی کے لئے تھے یا پھر ایک فنی نمونہ کے ماسوا کچھ نا تھے،ان بتوں کی خدوخال اور طول و وسعت بھی عبادت کے لئے بنائے گئے بتوں کے مقابل کافی کم ہے، مگر بت پرستی بھی اس دور کی غالب روایت کی رو سے خارج از الامکان بھی

نہیں ہے ،اگر چہ وہاں سے کچھ بت ملے ضرور ہیں مگر وہ کس کے ہیں ،کس کے نہیں ہیں،عبادت کے لئے ہیں،یا بس سنگتراشی کا نمونہ و کھلونا ہیں اس پر بس قیاس آرائی ہی جاری ہیں۔

<u>آریائی حملہ آوروں کا فکری و مذہبی تغیر و ارتقا:</u>

خیر اتنا طے ہے کہ آریائی آمد سے قبل جب آریائی ،وسط ایشیا سے پنجاب اور وادی سندھ سے ہوتے ایران اور یورپ خانہ بدوشی حالت میں گزر رہے تھے،تو وہ کسی مخصوص خدا اور بت کے عبادت گزار نہیں تھے وہ،مظاہر پرستی اور فطرت پرستی کی روش پر قایم تھے،جب آریائی قبایل کے کچھ گروہ یہاں ٹھر کر رہایش اختیار کرنے لگے اور جب وہ زرعی معاشرت سے واقف ہونے لگے تو انھونے شہری حضروی تمدن سے سکونتی رہایش سیکھ کر انھونے ایک جگہ ٹک کر رہایش اختیار کرکے زراعتی خوراک پر تکیہ کرنا سیکھ لیا،بلکہ واضح طور پر معلوم پڑتا ہے کہ شروع ادوار کے آریائی قبایل باقاعدہ گوشت خور ہوا کرتے تھے،اشوا میدھ جیسی قربانیاں کرتے تھے، اور یگ و قربانیوں کی بھینٹ چڑھا کر اسے کھایا کرتے تھے۔

برہمن ادب نے انھیں بتدریج کشتری ثابت کرکے اور خود کو برہما جی کی دماغ کی تخلیق بیان کرکے خود کا علمی دست نگر بنالیا، چناچہ انھیونے دیگر اقوام کو نسلی و مذہبی تقسیم بندی کا شکار کرکے انھیں بتدریج تحریفات و کتبی شروحات کے ذریعہ سے گو ماتا کے زندہ رہنے کے فواید دودھ،دہی،مکھن اور پنیر کے فواید کی طرف راغب کیا گیا اور خود کی آمدنی کا سامان، ویدانتی تصوف کے آبیاری سے کیا گیا چناچی انھونے سادھو سنتوں کو سبزی کی خوراکی رحمانیت کی راہ دکھا کر اور گوشت کی جلالیت کی طرف توجہ دلا کر بزی خوری کو رواج دینے کے سفر کا آغاز کیا اور اس ضمن میں عبادت و تپسیا میں خوراک کے کردار کی حکمت سکھانے پر توجہ مرکوز کی گئی۔

چناچہ ہم جانچتتے ہیں کہ مابعد یہ ہی تصور مسلم عبادتی تصوف میں خوراک کے معاملہ میں در آیا کہ غیر شادی شدہ سنیاسی یا مسلم عارف و سالک جو بھی ہو اسکے لئے گوشت بھگوان تک رسائی میں رکاوٹ گردانا گیا،انھیں بتایا گیا کہ اسے کھانے سے بندہ خواہش نفس کا محکوم ہوجاتا ہے،اس میں حیوانی جلال عود آتا ہے،وہ عبادت و نرم مزاجی ،سکون ، اطمینانِ قلب ،توجہ کی

جگہ خواہش نفس کے کھیل تماشوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے ،چناچہ گوشت خوری کو شہوت ،ہوس،لڑائی جھگڑے کا مخزن گردانا گیا،اور مراقبہ کی راہ کی دیوار قرار دیا گیا،جبکہ سبزی خوری کو تھنڈا،نفس پر قابو پانے اور ایذا رسانی سے دور ہونے کا وسیلہ گردانا گیا ،یوں برہمن ایک باشعور تھنڈا،متین ،باعلم انسانیت پرست فرد گردانا گیا،شودر اور اسور گوشت خور بدبودار سمجھے گئے،اور انھیں اس قابل سمجھنا ہی چھوڑ دیا گیا کہ وہ برہمن کے زیر سایہ چلنے والے مندروں میں قدم رکھ سکیں،ان بتوں کی عبادت کرسکیں جنکو مابعد شکست کے آریائی ویدی سماج نے انہی سے اخذ کرکے انتہائے کمال تک جاپہنچایا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں ایک طرف تقسیم بھارت کے بعد ہندو آریائیوں کو مقامی قرار دینے لگے تھے وہیں،پنڈت سوامی دیانند سروستی کا یہ اصرار رہا ہے کہ آریایوں نے بعد میں توحید نہیں سیکھی تھی بلکہ وہ اول روز سے ایک ایشور کو ماننے والے لوگ تھے۔

بلکہ وہ یہاں تک کہتے ملتے ہیں کہ اہل یورپ اور بعض ہندو آریاوں کا ویدوں میں مادی خداوں کی موجودگی کا دعوی بھی غلط ہے ،کیونکہ اول روز سے آریائی ،اندر،ورون،اگنی کے ناموں سے اسی ایک مہا پرمیشور کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں ۔پھر ذیل میں انھونے ویدوں کے مختلیف متنوں سے یہ امر ثابت کرنے کے لئے حوالے پیش کئے ہیں۔[133] ہم یہ پڑھتے ہیں کہ اسی کتاب کے شروع کے پانچ بابوں میں سوامی جی نے ایک اور واحد ایشور اور ،اسکی پرارتھنا،عبادت،ذات و صفات،توحید،اسکے مادی روپ سرروپ کی نفی میں کافی محنت سے کام لیا ہے۔[134]

---

[133] سوامی دیا نند سرسوستی:رگ وید :ایک مطالعہ:مترجم:نہال سنگھ:نگارشات۔لاہور۔۲۰۲۱۔صہ:۳۹۔

[134] ایضا:صہ:۵ تا ۵۴۔

بحث:۱۴۔

دراوڑوں کی تہذیبی داستان

آریائی ہندوی فتح درحقیقت ان سے قبل کے پرانے قدیم مہاجر ۱۴ زبان بولنے والے دراوڑوں کی شکست اور مغلوبیت کی تاریخ ہے اس ضمن میں ای مارسڈن کا مندرجہ ذیل اقتباس پڑہنے کے قابل ہے:

دراوڑ کے آباؤاجداد کے حال سے ہم ایسے ہی ناواقف ہیں، جیسے کول کے بزرگوں سے، ممکن ہے کہ دراوڑ دھات کے زمانے کے لوگوں کی اولاد سے ہوں، ممکن ہے کہ یہ بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں، جس سے کول تعلق رکھتے تھے۔ کیا تعجب ہے کہ مدتوں تک ملک کے زرخیز حصوں میں رہتے رہتے کول کے بعض فرقے اپنے پہاڑی بھائی بندوں سے زیادہ زور آور اور مہذب ہوگئے ہوں اور دراوڑ ان کی اولاد سے تعلق رکھتے ہوں۔ بعض عالموں کا یہ خیال ہے کہ دراوڑ شمال مغرب کے ملکوں سے ہند میں آئے۔ زمانہ دراز تک شمالی ہند میں آباد رہے اور کول سے لڑتے بھڑتے جنوبی ہند میں جا داخل ہوئے۔

بعضوں کا یہ خیال ہے کہ دراوڑ جنوب سے آ کر ہند میں داخل ہوئے مگر جنوب میں کہاں سے؟ اس بارے میں بھی دو آراء ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اس بڑے ملک سے آئے تھے جو کسی زمانے میں ہند کے جنوب میں دور تک بحر ہند میں پھیلا ہوا تھا، مگر اب سمندر میں بیٹھ جانے کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ دوسری یہ کہ وہ ان جزیروں سے آئے تھے جو ایشیاء کے جنوب مشرق میں آسٹریلیا تک پھیلے ہوئے ہیں اور ماضی میں خشکی کے ذریعے اس سے ملے ہوئے تھے، مگر اب وہ خشک زمین سمندر میں ڈوب گئی ہے۔

دراوڑ مویشیوں کے بڑے بڑے گلے رکھتے تھے۔ انہوں نے وہ گنجان بن کاٹے، جن سے ملک پٹا پڑا تھا۔ زمینیں صاف کیں اور ان میں کھیتی کیاری کا کام شروع کیا۔ یہ گاؤں میں رہتے تھے۔ ہر ایک گاؤں کا ایک مقدم یا مُکھیا ہو کرتا تھا۔ گاؤں کے سب لوگ اس کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ سانپوں اور درختوں کو بھی پوجتے تھے۔ وہ اپنے دیوتاؤں سے محبت نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے ڈرتے تھے، اور ان سے دعا اور التجا کرتے تھے تو اس بات کی کہ انہیں نقصان اور ایذا نہ پہنچائیں۔ دراوڑ کا خیال تھا کہ ان کے دیوتا خون نوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے خوش کرنے کو وہ مرغوں، بکروں اور بھینسوں کی قربانیاں کیا کرتے تھے۔

ہم کو معلوم ہے کہ قدیم زمانے میں شمالی اور جنوبی ہند میں دراوڑ کے بڑے بڑے شہر آباد تھے اور ان کی بہت سی قومیں اور نسلیں وہاں آباد تھیں۔ بڑے بڑے علاقوں میں راجا راج کرتے تھے۔ ہر ایک گاؤں کا مقدم راجہ کو غلے کی پیداوار کا ایک حصہ دیتا تھا۔ دیہات کے بندوبست اور انتظام کے قاعدے اول اول انہوں نے ہی بنائے تھے۔ ان میں سے بہت سے قاعدے ابھی تک جاری ہیں۔ یہ بڑے تاجر تھے۔ آرین نسل کے ہند میں وارد ہونے سے پیشتر ہی یہ لوگ تجارت کے لیے سمندر کے راستے دوسرے ملکوں میں ساگون کی لکڑی، ململ، مور، ہاتھی دانت، صندل کی لکڑی اور چاول بھیجتے تھے۔ بڑھئی، جلاہے اور لوہار کا کام اچھی طرح جانتے تھے۔ غرض کہ اس ابتدائی زمانے میں بھی یہ لوگ مہذب تھے۔

چناچہ معلوم پڑتا ہے کہ دراوڑ لوگ کول کے پہلو بہ پہلو رہتے تھے، مگر ان سے زور آور، شمار میں زیادہ اور تہذیب میں بڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے زیادہ زرخیز زمینیں تو آپ لے لیں اور باقی کول کے لیے چھوڑ دی تھیں۔ بہت سی جگہوں میں دراوڑ اور کول مل جل کر ایک ہو گئے۔ جب قوم پر قوم اور فرقے پر فرقہ باہر سے آ کر ہند میں آباد ہونے لگا تو اول اول دراوڑ اور کول نو وارد لوگوں سے خوب لڑے، اور پھر ان میں مل جل گئے۔ اس طرح سے نئی نئی قومیں اور نسلیں پیدا ہو گئیں۔ شمال کے بیرونی ملکوں سے نو وارد قوموں کا ایسا تانتا لگا کہ ایک مدت کے بعد شمال مغربی ہند میں جس کو اب پنجاب، کشمیر اور راجپوتانہ کہتے ہیں۔ کول اور دراوڑ کا نشان تک باقی نہ رہا۔ ہاں شمالی ہند کے وسطی حصے گنگا کی تلہٹی اور کل وسط ہند کے علاقوں میں معلوم پڑتا ہے کہ ان کا زور موجود تھا۔ ان حصوں کی آبادی میں ان کی کثرت موجود تھی۔ اس امر کی شہادت ان اضلاع کے باشندوں کے رنگ، سر کی بناوٹ، آنکھ، ناک اور

قد میں موجود ملتی ہے۔ ان باتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اضلاع کے باشندوں کی بعض قوموں میں کم و بیش دراوڑ اور کول کا خون ضرور ملا ہوا ہے۔

جنوبی ہند کے ان باشندوں کی شکل میں جو اصل سے دراوڑ ہیں، بہت کم فرق آیا ہے۔ وہ ابھی تک دراوڑ کہلاتے ہیں۔ ہزاروں برس تک سخت گرم ملکوں میں بسنے کی وجہ سے ان کے رنگ بہت سیاہ ہو گئے ہیں۔ اب یہ لوگ ہند کے اور حصوں کے باشندوں کی نسبت بہت کالے ہیں۔ جنوبی ہند میں دراوڑ کی تعداد اب 5 کروڑ 80 لاکھ ہے۔ یہ 14 مختلف زبانیں بولتے ہیں اور ہند کے بعض حصوں میں کچھ قدیم دراوڑ قومیں ابھی تک ایسی ہیں کہ ان کو ہندو کہنا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور دراوڑوں کی طرح انہوں نے تہذیب حاصل نہیں کی۔ تھی یہ دکن کے شمال کے پہاڑی ملکوں میں آباد ملتے ہیں۔ جبکہ گونڈ اور کھانڈ ان میں سے بڑی قومیں ہیں۔ں، جن میں تامل، تلگو، ملیالم اور کنڑی اوروں سے زیادہ بولی جاتی ہیں۔[135]

ہم پاکستانی اگر ان مذکورہ بالا اقوام اور نسلوں کی جانچ پڑتال کے لئے انکے قد و کاٹھ،رنگ ،نسل،چھرہ مھرہ،ناک اور پیشانی کے نمونہ ملا کر انکا مقابلہ پاکستان کی ہندو قوم کے نمونے سے تقابلہ کریں تو ہمیں کافی حد تک مماثلت دیکھنے کو ملے گی،جیسا کہ مجھے معلوم چلا ہے کہ کراچی میں سندھ و دیگر علاقوں سے آکر خانہ بدوش جو جھوپڑ پٹیاں قایم کرکے رہتے ہیں انکی زیادہ تعداد کسی نا کسی حد تک بھیل و کول نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

<u>چناچہ کچھ دعوے دار یہ تک لکھتے ہیں کہ:</u>

۲۵۰۰ قبل مسیح کے قریب ہندوستان پر آریہ نسل کے لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ اس وقت پورے ہندوستان میں دراوڑ نامی نسل کے لوگ آباد تھے۔ آریاؤں نے ان کو جنوب کی جانب دھکیل دیا اور انہوں نے وہاں اپنی بستیاں بسا لیں۔ دراوڑ ہی ہندوستان کے اصل باشندے ہیں جبکہ آریہ تو وسطی ایشیا کی جانب سے ہندوستان میں آئے تھے۔ یہ لوگ بہت سے قبائل میں منقسم ہیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی زبان ہے۔ لیکن بنیاد مشترک ہے۔

---

[135] ای مارسڈن،تاریخ ہند:اخذ کردہ:ڈیلی پاکستان:
https://dailypakistan.com.pk/03-Mar-2022/1409826

دراوڑ اپنے زمانے کی مہذب اقوام میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے تقریباً چھ ہزار سال قبل مسیح تک زمین سے گیہوں، جو، کپاس اور گنا اگانے اور روئی سے دھاگا بنا کر کپڑا تیار کرنے کا راز معلوم کر لیا تھا۔ جب کہ یونان، سمیریا اور روم کے لوگ سوتی پارچہ بافی سے قطعاً نا آشنا تھے۔ یہ لوگ تانبہ(ے) اور کانسی کے اوزار بناتے تھے۔ لوہے کا استعمال انھوں نے آریاؤں سے سیکھا۔ آریاؤں نے لنگ پوجا، دھرتی پوجا، بھوت پریت اور خبیث ارواح کا تصور انھی سے لیا اور ان کے بہت سے دیوی دیوتاؤں کو اپنا لیا۔ مورخین کے بموجب کرشن جی بھی دراوڑ ہی تھے۔ کیونکہ ان کو سیاہ فام بتایا گیا ہے۔ جب کہ آریا سفید فام تھے۔

دراوڑی تمدن کوہستان شوالک سے دریائے تاپتی اور نربدا تک اور کوئٹہ سے بیکانیر اور کاٹھیا واڑ تک پھیلا ہوا تھا۔ اسے ہڑپائی تمدن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے دو مرکزی شہروں میں موہنجو دڑو کے علاوہ ہڑپہ بھی تھا۔ بعض علما آثار قدیمہ نے دراوڑی تمدن کے زمانے کا تعین ۲۵۰۰ ق م اور بعض نے ۳۲۵۰ ۔۔۔۱۷۵۰ ق م کیا ہے۔ گویا دراوڑی تمدن مصر اور سمیریا کا ہمعصر تھا۔[136]

مورخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہندوستان قدیم کی قدیم قوموں میں سے بھیل،گونڈِ،اور کول یہ تین قومیں بر صغیر کی قدیم ترین اقوام میں شمار کی جاسکتی ہیں اور یہ بات بھی مورخین کہتے ملتے ہیں کہ ان کا اصل وطن کہاں پایا جاتا تھا وہ ابھی تک معلوم نہیں کرسکے ہیں بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ لوگ پاک و ہند کے اصل باشندے تھے مگر کچھ کا یہ کہنا ہے یہ شمالی مغربی دروں سے پاک و ہند میں وارد ہوئے تھے اور آج کل یہ لوگ صوبجات متوسط اوڑیسہ اور وندھیاچل کے پہاڑی علاقو ں میں آباد ہیں اور ان کا نسلی امتیاز یہ ہے کہ ان کا قد پست ،چپٹی ناک، اور انھونے بال گھنے رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ تبتی اور چینی زبانیں بولتے ہیں یہ آج بھی وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور دور حاضر کی جدید سائنسی ترقی بھی ان کو ترقی نہیں دے سکی ہے۔

[136] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D9%88%DA%91

منگولوں کی ہند میں آمد:

چناچہ برصغیر کی تہذیب و تمدن کی ترقی میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ پرانے رواجوں کے تحت زندگی گزارنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اس کے بعد منگول پاک و ہند میں وارد ہوئے اور انہوں نے تبت اور منگولیا سے یہاں آکر برصغیر میں ایک نئی سرے سے زندگی کا آغاز کیا منگولوں کے بارے میں یہ بات عام ہے کہ یہ فطرتاً شرپسند اور لڑاکا قسم کے لوگ ہوتے ہیں مگر برصغیر کے منگول بڑے پر امن رہے ہیں اور انہوں نے بھی تہذہبی ارتقا میں کوئی خاص مقام حاصل نہیں کیا ہے۔اس لئی یہ بھی بھیل گونڈ اور کول کی طرح رہتے ہیں یہ نسلی طور پر پست قد زرد رنگت اور ابھرے ہوئے گال کے مالک تھے اور یہ شمالی مشرقی دشوار گزار راستوں کے ذریعے پاک و ہند میں داخل ہوئے تیسری قوم دراوڑ تھی یہ بہت ہی تہذیب و تمدن یافتہ تھی اس نے برصغیر کے تمدنی ترقی میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل کیا یہ جنوبی ہند میں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہےً یہ شہری زندگی کو بہت پسند کرتے تھے اس لئے یہ لوگ زیادہ تر تجارت سے وابستہ رہے اور آج بھی ہندوستان میں دراوڑی تجارت ہی کرتے ہیں بہت سے مورخین کا کہنا ہے کہ دراوڑی تہذیب و تمدن آریائی نسل میں مدغم ہو گئی جس سے ہندی سماج ترقی کر گیا اور پھر دراوڑی نسل کے بعد ہندوستان میں آریہ نسل آئی ۔[137]

---

[137] نذیر عالم: اقوام عالم:اور ملٹی نیشنل کلچر
https://dailybaadeshimal.com/ur/%D8%A7%D9%82%D9%88%D8%A7%D9%85-%D9%BE%D8%A7%DA%A9-%D9%88-%DB%81%D9%86%D8%AF-%D8%A7%D9%88%D8%B1%D8%8C-%D9%85%D9%84%D9%B9%DB%8C-%D9%86%DB%8C%D8%B4%D9%86%D9%84-%DA%A9%D9%84%DA%86%D8%B1/

بحث:۱۵۔

قوم پرست ہندوستانیوں کے مقامیتی مفروضہ و دعوے کا رد

چناچہ اہل ہند کا یہ دعوی کرنا کہ بس مسلمان ،یورپی،مغل و انگریز وغیرہ ہی یہاں ہجرت کرکے آنے والی اقوام کا حصہ تھے اور انکے برخلاف دراوڑ یا آریائی یہاں اذل سے پیدا ہوکر رہایش پذیر تھے ،یہ ایک خود ساختہ یک طرفہ ذاتی قوم پرستی کے تحفظ پر مبنی دعوی ہے،جسکا رد مندرجہ بالا سطور میں کردیا گیا ہے۔ یہ امر ادیام عالم کی تاریخ میں معروف ہے کہ اول انسانی نسل دجلہ و فرات کے بیچ میسوپوٹامیہ کی وادی میں موجود تھی[138] ۔

اور وہیں سے کل دنیا میں بتدریج،ست رفتار ارتقا نے انھیں خوراک،قوت،رہایش اور تحفظ کی تلاش میں کل دنیا میں منتشر کردیا، چناچہ علاقائی بعد و دوری سے رنگ،نسل ،زبان کا تغیر رونما ہوا،اظہاری ابلاغ کے تغیر نے صوت و آواز کے اشتراک سے نت نئی زبانوں کو پیدا کیا،یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یورپ و ایشیا میں اول زمینی راستہ موجود تھا جو ارتقائی ماحولیاتی تغیر سے سمندر کے زیر چلا گیا،یوں زمینی راستہ منقطع ہوگیا،اہل افریقہ بھی اب دعوی کرنے لگے ہیں کہ انھونے زمانہ قدیم سے ہی سفرکا آغاز کردیا تھا،یوں انکی ،آسٹریلیا کے قدیم مقامی باشندوں،شیدیوں،ہندوستانی دراوڑی اقوام کی جسمانی رنگتیں،چھرہ مہرہ کے نقش و نگار کی یکسانیت بھی ان دعووں کو کچھ بنیاد فراہم کرتی دکھتی ہے،جس سے قیاساً و استخراجاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں شروع روز سے ہی اقوام کی حجرت و مہاجرت ہوتی رہی ہے،یوں صرف مسلمان اور اہل مغرب ہی یہاں بسنے اورحکمرانی کرنے والے کوئی نئے نرالے مہاجر نہیں رہے ہیں بلکہ انکے ساتھ ساتھ زمانہ قبل مسیح سے بلکہ پتھر کے دور سے کانسی کے دور تک بھی یہاں مہاجرت دیکھی گئی ہے۔

---

[138] اگر سامی المذاہب کتب بلخصوص،توریت،اناجیل،زبور ،قران مجید،احادیث مبارکہ یا ان میں موجود بنی اسرائیل سے اخذ کردہ اسرائیلی روایات،دجلہ و فرات کے آثار قدیمہ کو دیکھا جائے تو یہ قیاس ممکن ہے۔

ہندوستانی تہذیب ایک مخلوط و اشتراک پذیر تہذیب ہے:

آل احمد سرور کا کہنا ہے کہ:

یہ بر صغیر جسے جنوبی ایشیا بھی کہتے ہیں در اصل تین تہذیبی دھاروں کا گہوارہ ہے۔ ایک جنوبی ایشیا کی تہذیب ہے جسے سہولت کے لیے دراوڑی تہذیب کا حامل کہہ سکتے ہیں۔ دوسری جنوبی مشرقی ایشیا کی تہذیب ہے جس کا سلسلہ بنگال سے ملایا اور انڈونیشیا تک پھیلا ہوا ہے، اور تیسری وسط ایشیائی اور مغربی ایشیائی تہذیب ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ اور تہذیب ان تینوں عناصر کا مرکب ہے اور ہم ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے اصلی باشندے سے پروٹونیگر وایڈ[139] تھے، جن کے جانشین آج بھی انڈمان اور نکوبار میں ملتے ہیں۔ پھر دراوڑی تہذیب ملک پر چھا گئی اور اسے آریوں کی آمد نے وندھیاچل سے جنوب میں دھکیل دیا۔

تہذیب کیا ہے،مذہب و تہذیب کا تعلق؟:

’’تہذیب نام ہے اقدار کے ہم آہنگ شعور کا جو ایک انسانی جماعت رکھتی ہے۔ جسے وہ اپنے اجتماعی ادارات میں ایک معروضی شکل دیتی ہے، جسے افراد اپنے جذبات و رجحانات، اپنے سبھاؤ اور برتاؤ میں، اور ان اثرات میں ظاہر کرتے ہیں جو وہ مادی اشیا پر ڈالتے ہیں۔‘‘

اس تعریف کی وضاحت میں انہوں نے تہذیب کو مذہب اور تمدن سے ممیز کیا ہے۔ روحِ مذہب کو یعنی اس واردات کو جو ہم پر حیات و کائنات کی حقیقت اور اس کے مقصد کو منکشف کرتی ہے اور اس اعتبار سے اقدار کو سند قبول بخشتی ہے۔ اسے تہذیب کا حقیقی جوہر کہتے ہیں اور ساری تہذیب کو اس

---

[139] Protonegroed-

کا ظہور، لیکن جہاں مذہب اس ہیئت معروضی کے معنی میں آئے جس میں واردات حقیقت مشخص ہوتی ہے تو وہ مذہب کو تہذیب کا محض ایک جز سمجھتے ہیں۔ خواہ یہ کتنا ہی اہم جز کیوں نہ ہو۔

تمدن و تہذیب کی تفریق:

تمدن اور تہذیب اکثر ہم معنی سمجھے جاتے ہیں لیکن **عابد حسین** کے نزدیک **تمدن** تہذیب کے مادی پہلو کی ایک ترقی یافتہ حالت کا نام ہے۔ ان کے الفاظ میں اگر تمدنی زندگی کے تکلفات قوموں کو مذہب اور اخلاق سے بے پروا کر دیں یا انہیں اتنا آرام طلب بنادیں کہ وہ اپنی حفاظت کے قابل نہ رہیں تو تہذیب کو نئی زندگی بخشنے کے لیے ایک کھوکھلے اور فرسودہ تمدن کو مٹانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہندوستان ایک قدیم سماج ہے مگر یہ ایک نئی قوم ہے۔ قومیت کا یہ تصور **مغرب** سے آیا ہے۔ محبتِ وطن شروع سے رہی ہے اور انسان کی فطرت ہے، مگر ہندوستانی قومیت جدید دور کی پیداوار ہے اور ابھی یہ ساری زندگی کا دستورالعمل اور ہر دل کی دھڑکن نہیں بنی ہے۔ پھر ہندوستانی قومیت میں مختلف علاقوں کی قومیتیں اپنا اپنا تشخص بھی رکھتی ہیں، جنھیں ہم امتیازی خصوصیات کہہ سکتے ہیں۔ پھر بھی یہ ساری قومیتیں مل کر ہندوستانی قومیت اور اس کی تہذیب کی تکمیل کرتی ہیں۔ اس لیے ہندوستانی تہذیب کی کوئی جامع تعریف ہندوستان کے جلوہ صد رنگ، اس کی ہمہ گیری اور اس کے باوجود اس کی وحدت کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

ٹائلر[140] نے ۱۸۷۱ء میں کہا تھا:

law ,morals ,art ,belief ,knowledge includes which whole ,Complex that is Culture of member a as man by acquired habits and capabilities other any and ,custom society.

’’کلچر یا تہذیب وہ پیچیدہ کل ہے جس میں علم، عقیدہ، آرٹ، اخلاق، قانون، رسم و روا ج اور وہ تمام صلاحیتیں اور عادتیں شامل ہیں جو آدمی نے سماج کے ایک فرد کی حیثیت سے اکتساب کی ہیں۔‘‘

[140] Tylor-

اس تعریف کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسکالروں کے دواسکول ہو گئے۔ ایک نے کروبر[141] کی قیادت میں کلچر یا تہذیب کے سانچوں کا نظریہ پیش کیا، دوسرے نے سماجی ساخت پر زیادہ زور دیا۔

<u>کروبر کی کلچر کی تعریف یہ ہے:</u>

’’تہذیب، سبھاؤ اور برتاؤ کے ان سانچوں سے عبارت ہے جو ظاہر یا پوشیدہ ہوں اور جو علامات کے ذریعہ سے حاصل کئے گئے ہوں یا دوسروں تک پہنچائے گئے ہوں، یہ علامات انسانی گروہوں کے مخصوص کارناموں پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان میں آرٹی فیکٹس[142] متشکل ہوتے ہیں، تہذیب کی روح روایت، (یعنی تاریخ کے عمل سے وجود میں آنے والے اور منتخب) افکار ہوتے ہیں، خصوصاً ان سے منسلک قدریں، تہذیب کے نظام ایک طرف عمل کی پیداوار کہے جا سکتے ہیں .اور دوسری طرف عمل کو متاثر کرنے والے۔ تہذیب گویا ایک طور پر اکتسابی بیوہار ہے، مگر اس میں صرف بیوہار پر نہیں بیوہار کے معیاروں پر توجہ ہوتی ہے، جن میں ایک آیڈیالوجی سے اخذ کئے ہوئے سبھاؤ اور برتاؤ شامل ہیں۔ گویا تہذیب زندگی کے فن اور تفریح کے آداب سے عبارت ہے. جس کے پیچھے کچھ سماجی قدریں ہیں۔ یہ قدریں کچھ تو آفاقی اخلاقی قدریں ہیں اور کچھ سماج کی ایک مخصوص منزل کی ضرورت کی آئینہ دار۔ اس لیے ا ب یہ مان لیا گیا ہے کہ کوئی تہذیب کسی دوسری تہذیب سے اعلیٰ یا اسفل نہیں ہوتی۔ ہاں بعض تہذیبوں میں آگے بڑھنے کی صلاحیت زیادہ ہو جاتی ہے۔‘‘

قدیم ہندوستانی تہذیب کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے تمدن[143]پر زیادہ زور دیااترقی[144] پر کم۔ یہ تمدن مستی اندیشہ ہائے افلاک سے سروکار زیادہ رکھتا تھا۔ زمین کے ہنگاموں کو سہل کرنے کا عزم اس میں کم تھا۔ اسی لیے اسے ہماری تاریخ کے وسطی دور میں نئی ٹیکنالوجی کی مدد سے نئے خون کی ضرورت ہوئی اور ایک عرصے کی کشمکش کے بعد اسے یہ وقار نصیب ہوا جو مغل دور کی خصوصیت ہے۔

---

[141] Krolber.
[142] Artifacts.
[143] Civilization
[144] Progress

اس تہذیب پر مذہب کا سایہ تھا مگر اس نے دنیا کے کاروبار شوق کی اہمیت کو سمجھ لیا تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں جینے کا سلیقہ سیکھ لیا تھا۔ اس کی فکر پر تصوف کا اثر تھا جو ہمہ اوست کے فلسفے کا مظہر تھا۔ اس میں صوفیوں کے ارشادات اور بھگتی تحریک کی تعلیمات کے اثرات نے ایک رواداری پیدا کر دی تھی جو مذہبی کٹّر پن سے گریز کرتا تھا، اور سچائی کا جلوہ ہر رنگ میں دیکھنے پر اصرار کرتا تھا۔ اس میں مذہبیت کے ساتھ رندی، عقیدے کی پختگی کے ساتھ برتاؤ میں وسیع الخیالی اور رواداری، شہریت کے لوازمات کے ساتھ فطرت سے قرب، دھرتی سے تعلق کے ساتھ ذہن کی آزاد پرواز، سبھی کچھ تھا۔ [145]

ارياوں نے ہندوستان میں وسط ایشیا سے موجودہ خیبر پختون خواں کے پہاڑی دروں کے ذریعہ اس سرزمیں پر قدم رکھا تھا،اسی طرح یہ گمان بھی موجود ہے کہ موجودہ افغانستان کے راستہ ،یعنی خراسان کے ایران سے متصلہ علاقوں سے ہوتے ہوئے ،دوسری طرف موجودہ ترکی کے علاقوں سے یورپ میں جا داخل ہوئے۔انکی ایک لھر افغانستان اور ماضی کے گندھارا کے علاقے سے جو ماضی میں یعنی زمانہ قبل از مسیح سے موجودہ دور کے وسط تک برصغیر کا ایک علاقہ تصور کیا جاتا تھا۔میں آکر رکی ،اور گمان ہے کہ ان میں سے ایک لھر ایران کی طرف جانکلی ،مگر چونکہ اس خطہ میں قوم پرستی ایک مغربی تصوراتی دین ہے ،جبھی لوگ اپنی اپنی جدید متحد شدہ اقوام کو اپنی الگ نوع،صنف ،تاریخ،نسل اور ایک خاص خطہ میں اپنی قدامت کے تناظر میں تعمیر کررہے تھے،چناچہ پٹھانوں نے بھی خود کو اس قومی تناظر میں ایک خودمختار قدیم قوم ظاہر کرنا چاہا،یوں خان اور پٹھان ایک ہی لفظ کے اظہاریہ تصور کئے جانے لگے،حلانکہ خان ترک اقوام میں مشہور ایک لقب تھا،جن سے روابط سے یہ لاحقہ پشتونوں کی شناخت کا اہم ذریعہ بن گیا۔

جو شروع میں ایک فوجی عہدہ سے بڑھتا ہوااس مقام پر پہنچا جہاں سے وہ ،عزت و جرات کا مخصوص قومی اظہاریہ بن کر رہنے لگا، مگر مابعد شمال مغربی سرحدی برصغیر میں اب انتظامی لفظ سے آگے بڑھ کر یہ لفظ قومی،قبایلی اور لسانی شناخت کا ذریعہ بن گیا ،افغان تاریخ پرخاکسار نے ایک سلسلہ مکالمہ ڈاٹ کام پر شروع کیا تھا مگر جلد انکو میری تحریریں ہضم نا ہوسکیں یوں میں وہ سلسلہ جاری نا رہ سکا مگر اس میں ،میں نے زمانہ قدیم سے سردارداود خان تک کا دور اختصار کے ساتھ محقق کیا تھا۔پٹھان ریاست و سیاست کی جدید ابتدا احمد شاہ درانی کے خاندان سے ہوتی ہے۔اور بطور آزاد و

---

[145] آل احمد سرور:اوردو اور ہندوستانی تہذیب:ریختہ:
https://www.rekhta.org/articles/urdu-aur-hindustani-tahzeeb-aale-ahmad-suroor-articles?lang=ur

خودمختار افغانستان نامی ملک ۱۹۱۹ میں انگریزوں اور افغانوں کے مابین ڈیورنڈ لاین کے تسلیم کئے جانے کے بعد معاہدہ پنڈی کی کوکھ سے نمودار ہوا تھا۔

گندھارا اور ٹیکسلا کی تہذیبیں ایک بدھوی تہذیب تھیں جن کے آثار قدیمہ پاکستان میں موجود ٹیکسلا کے علاقے سے وہاں کے عجایب خانے تک دیکھنے کو ملتے ہیں،عظیم مفکر چانکیہ بھی اول یہیں سے تعلق رکھتا بتایا جاتا ہے۔یہ علاقہ پھیلتا ہوا موجودہ افغانستان کے علاقوں میں موجود گندھارا تہذیب تک جا محیط تھا۔بامیان تک بدھوں کے تعمیری نمونے تہذیبی طور پر بکھرے پائے جاتے ہیں،مہابھارت میں موجود کوروں کی ماں ،گندھاری اور ماما شکونی کا تعلق یہیں سے بتایا جاتا ہے۔

اس بابت **<u>جواہر لال نہرو</u>** کی مشہور تاریخی کتاب میں موجود ایک خط میں یہ تبصرہ قابل غور ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:جس ملک کو آج افغانستان کہا جاتا ہے وہ ملک اس زمانہ میں اور اسکے بعد عرصہ میں ہندوستان کا حصہ رہا ہے،اس شمال مغربی ہندوستان کے حصہ کو گندھارا کہتے تھے۔شمال میں اور سندھ ،گنگا کے میدانوں میں آریاوں کی بڑی بڑی بستیاں آباد تھیں۔

<u>آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:</u>

روایت میں یوں مشہور ہے کہ جنوب میں سب سے پہلے جس آریہ نے قدم رکھا وہ اسکا نام رشی آگستیہ تھا۔یہی شخص آریہ تہذیب اور آریا مذہب کا پیغام سب سے پہلے دکن میں لیکر گیا تھا۔[146]

نہرو کہ مطابق آریا نے دراوڑوں سے کھیت باڑی سکھی،ان پر غالبہ پایا،ان میں بھی یونان والوں کی طرح جمہوری اقدار اور شراکت کاری کا تصور ملتا تھا،انکے گاوں دیہات،کی سطح تک جمہوری پنچایتی ،علاقائی (لوکل گورنمنٹ) حکومت کی جمہوری شکلیں مختلیف شکل میں موجود تھیں۔مگر یہ جمہوریت صرف آریاوں تک نافذ العمل تھیں،مغلوب اقوام اس نعمت کی افادیت سے دور رکھی جاتی تھیں۔کیونکہ وہ اتنے مغرور تھے کہ اپنے علاوہ دوسروں کو ذلیل سمجھتے تھے[147]،یہ بات قریبا سب کامیاب حملہ آور میں ڈھونڈھنے سے مل جاتی ہے،میں نے دیکھا ہے کہ کراچی میں پہاڑی علاقوں سے

---

[146] جواہر لال نہرو۔تاریخ عالم پر ایک نظر۔نگارشات،لاہور۔۲۰۲۱۔صہ:۵۸،۵۷۔
[147] ایضاً۔۵۹۔

آکر تعلیم پانے والے شمالی علاقہ جات کے لوگوں میں بھی یہ جراثیم پائے جاتے ہیں وہ یہاں آکر اپنی دولت ،عظمت ،شجاعت،وسیع و عریض سرسبز زمینوں کی کہانیاں سناتے دکھتے ہیں ،مگر وہاں کے انصاف پسند سچے لوگ انکی امارتی دعووں کی خود تردید کرتے نظر آتے ہیں چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہرو کے بیان کی رو سے آریہ نے غیر قوموں سے اختلاط اور نسلی تحفظ کی قدیم روایت کو جاری و ساری رکھنے کی کوشش کی تھی،نہرو بتاتے ہیں کہ سنسکرت میں ورن کا لفظ ذات کے لئے مروج ہے جسکے معنی رنگ کے لئے جاتے ہیں[148] جس سے آریوں کی ذات کے گورے رنگ سے تعلق رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

بہت حد تک اسی طرح کا دعوی ہٹلر کا اعلی آریائی نسل کی بابت پایا جاتا ہے،چناچہ نہرو یہ بھی بتاتے دکھتے ہیں کہ آریاوں نے محنت پیشہ طبقہ کو غلام بناکر انھیں جمہوری شرکت کاری سے دور کردیا تھا[149]،اسی قسم کا تصور یونانیوں کی دیوار بندی کی سیاسی ثقافت میں دیکھنے کو ملتا ہے۔یعنی کہ بہت حد تک برہمنوں اور کشتریوں کے اعلی طبقات نسلی ،علمی ،سیاسی،مذہبی،و حکومتی تفاخر کی مستقبلی تعمیر کے لئے ضرورت و تحفظ کی کوکھ سے پیدا ہوئے تھے۔

کشتریوں کو یہ جواز نئی منادر ایمپایر نے عطا کیا تھا،انھی سے انھونے بت پرستی سیکھی تھی،لہذا انھونے برہمنوں کو خوش کرنے کے لئے انکی مذہبی و علمی برتری تسلیم کرلی اور انکو زیادہ پریشانی بھی نہیں ہوئی کیونکہ پوجا پاٹ کی ذمہ داری لیکر برہمنوں نے خود کو ایک خاص شعبہ سے مخصوص کرکے انکی حکومتوں کو صدیوں نسلوں تک قایم رہنے اور دوسروں کو سیاسی غلام بنانے کا جواز فرایم کردیا تھا،یہیں سے برہما کا روپ سکڑنے لگا وشنو کا روپ تعمیر ہونے لگا،جب برہمنوں کو اندازہ ہوا کہ بقیہ تینوں ذاتوں کو ایک خوف و رعب کے زیر سایہ رکھنا ضروری ہوگیا ہے تو شیو کو ردر کی پرچھایہ سے نکال کر تری مورتی کا تیسرا انگ تحریف کرکے پیش کیا گیا اور اسے پورانی مسالہ سے قایم کیا گی تھاا،ان تین تری مورتی کے جزوں میں تین ناری قوت کے مظہر قایم کئے گئے۔

ہم بار بار لوگوں کے اذہان میں کچھ باتیں راسخ کرنے کے لئے نئے حوالوں کے ساتھ انکو دھرا کر ذہن نشین کرانے کی عاجزانہ کوشش میں خود کو مگن کئے ہوئے ہیں ،چناچہ ہم اس نوپور شرمائی بحث میں اس نقطہ کو پھیلانے پر خود کو مجبور پاتے ہیں کہ مسلمانوں اور یورپی اقوام کی مانند ہندوستان کے اکثر باشندے ،اور نسلیں خود بلذات مہاجر اقوام کی نسل سے تعلق رکھتی ہیں ، اور یہ الگ امر ہے،کہ

[148] ایضاً
[149] ایضاً

انکی رہایشی قدامت مابعد دور کے مہاجرین سے مقابلتاً نئی سمجھی جاسکتی ہے، چناچہ صرف یہ کہنا کہ صرف آریائی دور میں یہاں مہاجرت ہوئی ہے اور ما بعد میں ایسا کوئی سلسلہ شروع نہیں ہوسکا یہ تصور بھی جوہری طور پر غلطی پر مبنی ہے۔

ہر دور میں ہندوستانی برصغیر میں حملہ آور یا مہاجرین کسی نا کسی روپ میں اندر در آتے رہے،یہ ملک چھوٹی چھوٹی متعدد سلطنتوں،راجواڑوں کا مخرن رہا ہے، اور یہ امر واضح ہے کہ یہ برصغیر کبھی ایک اکھنڈ اور واحد ملک نہیں رہا ہے،بلکہ کئی سلطنتوں اور ریاستوں کا مجموعہ السیاست رہ چکا ہے۔اشوکا،اور کچھ گپتاوں،راجہ ہرش کے ماسوا کوئی مقامی ہندو حکمران یہاں کوئی باقاعدہ بڑی سلطنت قایم نہیں کرسکا تھا۔مسلمانوں نے سب سے پہلے اس ملک میں ہر طرف فتوحات کرکے اپنا اقتدار کل ملک تک محیط کیا ،مگر انکو ہمیشہ بنگال اور دکن میں غلبہ قایم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی،اسی طرح اورنگزیب کو دکن تک غلبہ کے قیام کے لئے اپنے قیمتی ماہ و سال ،ضایع کرنے پڑے، جبکہ یہ انگریز تھے جنھونے اپنے سب مخالفین کی کمزروریوں سے فایدہ اٹھا،کر صنعت وحرفت،جدید ذرایع ابلاغ،فوجی تربیت اور اسلحہ سازی کی جدت سے اس بڑے براعظم کو بہ قوت و تدبیر اپنے زیر دام لاکر برما،لنکا،سے لیکر شمال ،مغربی ہندوستان تک کل برصغیر کو اپنے واحد گرفت میں رکھا کر چلا کر دکھایا۔

چناچہ نوپور کا اور بی ۔جے۔پی کا ستاتن دھرمی،آریائی منصوبہ ایک حقایق سے دور خود ساختہ تاریخی منصوبہ قدیم تاریخ کی جرح پھٹک سے زمین بوس ہوکر رہ جاتا ہے۔

اول یہ کہ ویدی دبستان فکر سے تری مورتی پراجیکٹ تک کی تحریک مابعد آریائی دور کی پیداوار ہے،آریایوں کا بیرونی حملہ آور ماقبل تقسیم ہند ایک جانی مانی تاریخی بات تسلیم کی جاتی تھی،جسے جدید ہندوستان کی قوم پرستی نے بالی ووڈ کمیا سازی سے دھندلانا چاہا ہے۔

<u>رشی آگستیہ کی اہمیت و مقام:</u>

نہرو کے مطابق مہا رشی آگستیہ وہ پہلا فرد تھا[150] جس نے جنوبی یعنی دکن تک ویدی ،ہندوی پیغام پہنچایا،بلکہ کئی انسایکلو پیڈیاز کے مطابق رشی آگستیہ کا جلال و کمال ایسا خطرناک تھا کہ بڑے بڑے دیوتا،رشی منی،انکے شراپ سے ڈرا کرتے تھے،انھونے مغرور پہاڑوں تک کو خود کے تعمیل حکم

---

[150] ایضاً

میں سجدہ کی حالت کروا کر چھوڑا تھا،وندیا چل کے پہاڑوں کی بابت ایسی داستانیں پورانوں سے ہم تک پہنچ پاتی ہیں۔

بلکہ ہمیں اس ضمن میں رامایں اور مہابھارت سے بھی انکی موجودگی کے ثبوت ملتے ہیں یعنی انھونے کئی سو سال کی عمر پائی تھی،انکی بابت کہا جاتا ہے کہ انھونے راون کو شکست دی تھی اور رام و سیتا نے انکا آشیروادحاصل کرنے کے لئے انکی طرف سفر بھی کیا تھا،اور انھونے راون کو ہلاک کرنے کے لئے وشنوئی تیر کمان اور سونے کی تلواررام کےسپرد بھی کی تھی[151]۔کچھ لوگوں کے مطابق رشی آگستیہ نے ہی جنوب و دکن کے علاقوں سے شیو پرستی کا آغاز کیا تھا ،اس کا مطلب یہ ہے کہ،آگستیہ آریائی تہذیب کے پھیلاو کے ترجمان اور موسس تھے،اور اس آرائی تمدن کے موسس و نمایندہ آواز تھے،جنھونے آسوروں یعنی جاہل مقامی آبادی کو اپنے جلال و علم سے زیر بار کیا تھا۔چناچہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسوروں کو مارنے کے ماہر کہلاتے تھے،لہذا پورانوں کی رو سے وہ ایک صاحب جلال پرقوت صلاحیتوں کے حامل ایسے رشی تھے ،جن سے دیو راج اندر سمیت دیوتا بھی ڈرا کرتے تھے۔[152]

عالم و جاھل قوم کی تفریق اور پورانوں کی کرشمہ سازی:

سوامی دیانند کے بیانیہ کی رو سے آریائی ایک عالم قوم تھے اور اسور ،راکشش،جاھل مفتوح افراد تھے،یہ ساری داستان سازی برہمن ذات اور رشی پیشہ کے رعب،دبدبہ ،جلال،قوت اور تباہ کن روحانی قوتوں کے حامل ہونے کی عکاسی کرتی ہے، انکے دم پر مغلوب اقوام کے سامنے ذات پات کی تقسیم بندی کا جواز فراہم کرکے انھیں تقدیر کے لکھے پر ایمان لانے کو تیار رکھنا مطلوب تھا،واضح رہے کہ انہی تبلیغ کاروں نے شیومت کے روپ میں تباہ کاری،اور عذاب کے خدا کا تصور قایم کرکے لوگوں کو مغلوب کیا تھا،اس طرح ہم دیکھتے ہیں انھونے پورانوں کے اسور اور راکششوں کو شیو کا بھگت بنا کر پیش کیا تھا،مابعد دور میں ان پوارانی داستانوں کو ثابت کرنے کے لئے یہ تحریف کتب میں کی گئی کہ پوران بھت حد تک وید ،رامایں اور مہابھارت سے بھی قدیم ہیں،مگر سوامی دیا نند سمیت ،سنسکرت اور

---

151 https://www.aanmeegam.in/en/agastya-rishi-history/

152 والمیکی-رامایں-ارنیہ کانڈ-اتر کانڈ-شیام کاشی پریس-متھرا

ہندو ویدک ادب کی بین الاقوامی متنی تنقید کرنے والے محققین پورانوں کو کافی جدید اور ارتقائی بیان کرتے ہیں۔

دراصل بنا پورانوں کے خاتمہ کے ہم ویدوں کو توحیدی ثابت نہیں کرسکتے ہیں،جہاں تک قلیل التعداد قدامت پرست آریائی تاریخی منصوبہ سازوں کا تعلق ہے،انکی جیسی سوچ والے ہندو محققین ،شرک و کفر کے گڑھ ہندوستان میں نا ہونے کے برابر پائے جاتے ہیں،جس برہما جی کی قوت تخلیق سے کچھ واحد ایشور سازی کا مقدمہ مضبوط کرنا ممکن تھا،انہی کو ہندوؤں نے بے دست و پا کر نراین و شیو کے ہاتھوں کا کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے۔چناچہ وشنو کو ہی ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد اصل ایشور قرار دیتی ہے،مگر جدید مابعد تقسیم ہندوستان کی ہندوستانی ریاست میں شیو کا قدو قامت،دھرتی پرست ہندو قوم پرستوں میں دن بدن بڑھتا جارہا ہے، جبکہ بالی ووڈ نے اسے آسمان پر جاپہنچایا ہے۔

نراین کی نیلی رنگت کچھ محقق آرا کی رو سے دراوڑ مذہب و تمدن کی پیداوار ہے،جبکہ رشی آگستیا کی تحریک کی گود سے ردر کو آریائیوں نے دیوتا کا درجہ دے دیا جو بتدریج ترقی کرتے کرتے ،تری مورتی کا سب سے تباہ کن دیوتا بن گیا،اور اسی دیوتا کے ذریعہ منو کی ذات پاتی تقسیم بندی کو حدود میں رکھنے کی کوشش کی گئی ،چناچہ پورانوں کے اسور ،بھوت ،پریت سے لیکر ،سوامی جی کے جاھل راکشش تک ہم دیکھتے ہیں کہ سب ہی بقیہ لوگ شیوا کے بھگت بنتے گئے،جنوبی دکنی خطہ اور بنگال میں شیو اور اسکی زوجہ کالی کو جو مقبولیت حاصل ہوئی، اسکو ناگن ڈراموں نے اور عروج دیا۔

بحث:١٦۔

وادی سندھ کی تہذیب نسلی تناظر میں

ماضی میں کونسی قوم وادی سندھ کی تہذہب اور اس سے قبل یہاں وادی سندھ کے تمدن کی مالک تھی اس بابت ہم تاریخی کتب،اس دور کے عصری روزنامچوں،تاریخی آثار سے کچھ کہنے کی حالت میں نہیں ہیں کیونکہ مسلمانوں کی آمد سے قبل تک یہاں کے لوگوں میں تاریخ نویسی نا ہونے کے برابر تھی۔ مابعد مسیح کی راج ترنگی کے ماسوا جسکا تعلق کشمیر سے تھا ہمیں کوئی تاریخی کتب دیکھنے کو نہیں ملتی ہے،ہندوؤں نے خود میں موجود کسی محقق و قدیم تاریخ کی کمی پورانی داستانوں سے پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں،ابھی تک یہ بھی طے نہیں ہوپایا ہے کہ آسٹریلیا کے افریقی خد و خال کے قدیم باشندوں اور دراوڑوں میں سے کون آریائی آمد کے وقت موجود تھا،یا یہ کہ قدیم افریقی نما آسٹریلوی جثہ کے لوگ یعنی جو یہاں زمانہ قدیم میں دراوڑی تہذیب کی تہذیب و تشکیل سے قبل یہاں وارد ہوئے دراوڑ انھی کی نسل وفرع سے تعلق رکھتے ہیں یا یہ دو مخلوط نسلوں کا ملاپ تھا۔وادی سندھ کا انڈس اسکرپٹ یا رسم ا لخظ چونکہ تاحل ہنوذ پڑھا نہیں جاسکا ہے،جبھی آثار قدیمہ کے شعبہ سے اس بابت کچھ خاص کہا نہیں جاسکتا ہے۔

مگر عظیم جم غفیر اس بابت متفق ہے کہ آریائی بیرونی حملہ آور تھے،اور انھونے دراوڑوں کو مفتوح کیا تھا،مگر واضح رہے کہ نا آریائی ہندوستان میں یک مشت وارد ہوئے تھے اور نا وہ ایک واحد خطہ سے آئے تھے ،بلکہ انھونے صدیوں کے ارتقا میں مختلیف نسلوں اور گروہوں کو مختلیف راستوں سے ہندوستان،ایران اور یورپ جاتے دیکھا تھا۔سمیری تہذیب اور وادی سندھ کی تہذیب میں تجارتی روابط اور تعلقات کے کچھ آچار ملے ہیں ،چناچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان زمینی اور سمندی تجارت ہوتی تھی،جنوبی ہند و مدراس میں جو آبادی بستی ہے وہ اکثر دراوڑی بنیادیں رکھتی ہے،جبھی آریائی آخری لھر جنھیں ہانکتے ہوئے مفتوح کرتے ،جنوب لے گئی اور ذات پات کے نچلے پائیدان پر رکھا وہ اغلباً دراوڑی تھے۔

آریائی اول وسط ایشیا میں رہتے تھے ،اور گندھارا یعنی افغانستان ہندوستانی برصغیر کا حصہ تھا اور اسکی سرحدیں وسطی ایشیا سے ملتی تھیں بلکہ یہ ایک حدِ فاضل کا علاقہ تھا چناچہ یہاں سے یہ خانہ بدوش شجاع و بہادر قبایل ہندوستان وارد ہوئے،انھونے دراوڑوں سے مقابلہ کیا ،شروع شروع نے ممکناً حد تک دراوڑوں نے انکو روکا اور پسپا کیا ہوگا، مگر مابعد انکی بدتریج بڑھتی لھریں، اور مسلسل آمد نے انھیں بدریجا کمزور کرکے شکست فاش سے دوچار کیا، معلوم پڑتا ہے کہ شروع میں آریائی شمال مغرب،افغانستان اور پنجاب تک محدود رہے ،پھر وہ سے اتر پردیش تک جاپہنچے ،وہاں سے وندیا چل کی طرف گئے مگر جنگلات اور پہاڑی سلسلوں نے انھیں ایک حد سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا جبھی جنوب تک انکا اثر محدود رہا،چناچہ یہاں دراوڑ زیادہ موجود رہے[153] اور اسے ویدوں اور پورانوں میں راکششوں کی سرزمین جیسا ظاہر کیا گیا ہے۔

آریائی خود کو خوبصورت طاقتور،اور اعلی نسل کا سمجھتے تھے ،جبھی انھونے برہمنوں سے بہت سے ایسے قوانین بنوائے جنکی رو سے غیر آریائی سے شادی بیاہ ناجایز تصور کیا گیا[154]،یہ ریتی رواج مابعد ارتقا کے ساتھ اخلاقی و قانونی رسم بن کر ذات پات کے طبقاتی نظام میں ڈھل کر اس سطح پر نمودار ہوئی جسے منوئی سماجی تقسیم بندی کہا جاتا ہے۔

آریائی چعنکہ خانہ بدوش قبایل تھے جنھونے اپنی جرات و شجاعت سے مفتوعہ سرزمین کے باشندوں کو اپنا محکوم بنا لیا تھا،اور مابعد ویدی،شجاعتی،شاستری اور پورانی ارتقا نے انھیں مظاہر پرستی سے بت پرستی کی طرف راغب کردیا تھا چناچہ ،انھونے اپنی آریا بمعنی شریف ذات کو پوتر اور غیر مخلوط بنانے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ خود میں سے جنگجو طبقہ کو کشتری تسلیم کرکے حکومت و دفاع کی ذمہ داری انکو سونپ دی دی جائے۔ جبکہ جس طبقہ نے قیاساً علم دین ،وید،شاستر اور پورانی ادب کی تشکیل سازی اور تشریح سازی کرنی تھی اسے برہمن مان لیا گیا اور اسے مذہبی فکر کا شارح اور ماہر ہونے کے سبب سب سے اول و اعلی مقام درجہ بندی میں عطا کردیا گیا،جبکہ تجارت و صنعت و حرفت کے درمیانی مال دار ٹیکس ادا کرنے والے طبقہ کو ویش قرار دیا گیا اور ان سب کی خدمت کرنے کے لئے مفتوح اقوام کو شودر کی نچلی ترین درجہ بندی میں مقید کردیا گیا،آریائی چونکہ اس سر زمیں میں

---

[153] نھرو:ایضاً:صہ:۵۳۴،۵۳٦۔
[154] ایضاًصہ:۳۳۱۔

خانہ بدوشی کرتے کرتے آئے تھے ،چناچہ یہاں رہایش پذیر ہوکر انہونے کھیتی باڑی کرنا سیکھ لیا،اور ایک جگہ بس کر شہر بسانے کے فن کو جبکہ وہ مقامی مفتوح اقوام سے اخذ کرچکے تھے۔

بحث:۱۷۔

آریایوں میں گائے کی پرستش کی ابتدا

مگر چونکہ دورِ خانہ بدوشی میں چوپائے انکی خوراک کا اہم استھان تھے لہذا وہ انکا کافی احترام کیا کرتے تھے ،بلخصوص،گائے اور بیل کا احترام ان میں سمیری تہذیب اور دیگر ایشیائی تہذیبوں کی طرح پایا جاتا تھا،چناچہ شروع دور میں جب وہ خانہ بدوش تھے،اور یوپی اور دھلی تک نہیں پہنچے تھے ،انکی خوراک میں گائے بھی ہوا کرتی تھی،مگر بدریج برہمنوں کی ترغیبات نے اور گائیوں کے تحفظ،بقا،بدھ مت اور جین مت سے قبول شدہ اثرات نے انھیں گائے کے گوشت کے کھانے سے مجتنب کردیا اور اور سبزی خوری کی طرف راغب کیا،مگر ان میں ویدوں اور رزمیہ شجاعتی نظموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہےکہ دیوتاوں کو قربانی چڑھانے کے لیے چوپائے بشمول گائے کی قربانی عام تھی جسے وہ شروع شروع میں پرشاد سمجھ کر کھا بھی جاتے تھے،چونکہ گائے دودھ،مکھن،گھی،پنیر جیسی طاقتور خوراکوں کی پیداوار اور دستیابی کا اہم مخزن تھی،اور منادر میں پروہت ان سے بہت کچھ فواید پاتے تھے،لہذا انھونے گائے کا احترام پروان چڑھانے کی کوشش کی ،جو بتدریج ارتقا کے ساتھ دیوی پوجا تک پہنچی۔

<u>جیسا کہ پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں کہ:</u>

گائے ،بیل سے بھی کھتی کے کاموں میں ،اور روزانہ کی زندگی میں بھی انکو بہت مدد ملتی تھی،گائے تو دودھ بھی دیتی تھی،جس کی وہ بہت قدر کرتے تھے،اسی لئے وہ ان جانوروں کو خاص طور پر دیکھ بھال کیا کرتے تھے،اور ان کے گن گایا کرتے تھے۔ایک زمانہ گزرنے کے بعد گائے کے گن گائے جانے کی وجہ سے اصل بات تو لوگ بھول گئے اور انھونے اسے پوجنا شروع کردیا۔[155]

155 ایضاً:صہ:۵۳۱۔

ہندو محققین اور جدید مورخین نے اگر چہ اس امر کا ابطال کرنے کی کوشش کی ہے کہ گائے کا کھانا ہندو مذہب میں کوئی اتنا بڑا پاپ یا گنہ نہیں تھا جیسا اج اسے دکھایا جارہا ہے،اصل میں اس بحث کے پیچھے جین مت کے اثرات کارفرما تھے،جسے ہندوں نے ان سے اخذ کیا،اور سبزی بانس کھانے کے چلن کو اہمیت دی،چناچہ مابعد مغل دور میں اکبر بھی اس قسم کی فکر کا شکار ہوا تو سرکاری سطح پر اکبر پر جینی عالموں کے اثرات اور دین الہی کے اجرا نے حکومتی و ریاستی سطح پر ایک ایسے چلن کا آغاز کیا جو خود اس دھرتی کے سب سے بڑے مذہب میں خاص اہم نہیں سمجھا جاتا تھا مگر مابعد مسلم دشمن توحید پرست آریا سماجی ،سوامی دیا نند نے اس چلن کو عام کرنے کی کوشش کی ،چونکہ برطانوی ہند کے اکثر ہندو گائے کا گوشت کھاتے تھے،چناچہ انھونے مسلمانوں ،اور ہندووں میں کھانے پینے کی تفریق ملحوظ نظر رکھنے کے لے یہ دعوی کیا کہ دور قدیم سے گو پوجا عام تھی اور اسکی ہتھیا ایک مذہبی و سماجی گناہ ہے۔اگر چہ سوامی جی گو پوجا پر یقین نہیں رکھتے تھے ۔

<u>چناچہ ہندوستانی مورخ ڈی۔این ۔جھا بی۔بی۔سی اوردو کے لئے اپنی ایک تحریر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:</u>

لوگوں میں یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ ہندوستان میں صرف مسلمان ہی ہیں جو گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ یہ بالکل ہی بے بنیاد خیال ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی تاریخی بنیاد نہیں ہے۔قدیم ہندوستان کے ویدک ادب میں ایسی کئی شواہد ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بھی گائے کے گوشت کا استعمال کیا جاتا تھا۔ جب یگیہ (ایک مذہبی تقریب) ہوتی تھی تب بھی گائے کو قربان کیا جاتا تھا۔اس وقت یہ بھی رواج تھا کہ اگر مہمان آ جائے یا کوئی خاص شخص آ جائے تو اس کے استقبال میں گائے کوذبحح کیا جاتا تھا۔شادی بیاہ کے رسم میں یا پھر گھر باس (نئے گھر میں آباد ہونے کی رسم) کے وقت بھی گائے کا گوشت کھلانے کا رواج عام ہوا کرتا تھا۔ یہ عہد گپت (تقریبا ۵۵۰- ۳۲۰ عیسوی) سے پہلے کی بات ہے۔

گائے کی ایک پوجا گوپاشٹمی کے نام سے ہوتی ہے،چناچہ گائے ذبح کرنے پر کبھی پابندی نہیں رہی ہے۔ لیکن پانچویں صدی سے چھٹی صدی عیسوی کے آس پاس چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے وجود میں آنے اور زمین عطیہ کرنے کا رواج عام ہوا۔اسی وجہ سے کاشت کاری کے لیے جانوروں کی اہمیت

بڑھتی گئی۔ بطور خاص گائے کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔ اس کے بعد کی مذہبی کتابوں یہ باتیں سامنے آئیں کہ گائے کو ذبحح کیوں نہیں کرنا چاہئے۔
رفتہ رفتہ گائے کو نہ مارنا ایک نظریہ بنتا گیا، ۔پانچویں اور چھٹی صدی تک دلِتوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس وقت برہمن مذہبی اصولوں میں یہ بھی ذکر کرنے لگے کہ جو گائے کا گوشت کھائے گا وہ دلِت ہے۔اسی دوران اسے قابل تعزِیر بنایا گیا یعنی جس نے گائے کو ذبح کیا اسے کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔پھر بھی ایسی سزا نہیں تھی کہ گو کشی کرنے والے کی جان لی جائے، جیسا کچھ آج لوگ کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوکشی کو برہمن کے قتل کے زمرے میں رکھا گیا۔

اس کے باوجود اس کے لیے کسی سخت سزا کا قانون نہیں تیار کیا گیا تھا۔سزا کے طور پر صرف اتنا طے کیا گیا کہ گائے کوذبح کرنے والے کو برہمنوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔مذہبی کتب میں یہ کوئی بڑا جرم نہیں ہے اس لیے زمانہ قدیم میں اس پر کبھی پابندی نہیں لگائی گئ۔البتہ اتنا ضرور ہوا کہ مغل بادشاہوں کے دور میں کہ راج دربار میں جینیوں کا عمل دخل رہا اس لیے بعض مخصوص موقعوں پر گائے ذبحہ کرنے پر پابندی رہی۔سارا تنازع انیسویں صدی میں شروع ہوا جب آریہ سماج کی تشکیل ہوئی اور سوامی دیانند سرسوتی نے 'گورکشا' کے لیے مہم چلائی۔

اور اس کے بعد ہی یہ امتیاز سامنے آیا کہ جو 'بیف' فروخت کرتا اور کھاتا ہے وہ مسلمان ہے۔اسی کے بعد فرقہ وارانہ کشیدگی کا بھی آغاز ہوا۔ اس سے پہلے فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوتے تھے۔ویسے گوونش کی ایک پوجا ہوتی ہے جس کا نام 'گوپاشٹمي' ہے۔ اس کے علاوہ گائے کے لیے علیحدہ کوئی مندر نہیں ہوتے تھے۔کہیں کسی نے مندر بنائے ہوں تو یہ الگ بات ہے کیونکہ یہاں مندر تو فلمی ستاروں کے بھی بنائے گئے ہیں۔

اصل سوال یہ ہے کہ ریاست یعنی حکومت کھانے پر اپنا قانون چلا سکتی ہے یا نہیں؟جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ملک کی اکثریت کے جذبات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بیف پر پابندی لگانا چاہیے تو ساتھ آپ انھی میں سے ایک طبقہ کے جذبات کو ٹھیس بھی پہنچا رہے ہیں۔وہیں ایک دوسرے طبقے کے کھانے پینے پر آپ قدغن بھی لگا رہے ہیں، ملک میں دلت بیف کھاتے ہیں اور کھلے عام کھاتے ہیں، قبائلی

کھاتے ہیں۔جنوبی بھارتی ریاست کیرالہ میں برہمنوں کو چھوڑ کر باقی سب کھاتے ہیں۔ تمل ناڈو میں بھی ایک بڑا طبقہ ہے جو بیف کھاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ حکومت صرف توہمات پر چل رہی ہے۔[156]

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گو ماتا کہ ہر انگ میں کوئی نا کوئی ایک مہان دیوی دیوتا براجمان رہتی ہے،اور اسکے فصلات بشمول،پیشاب اور گوبر بھی پوتر اور صحت مند ہیں،ہندو قوم حاملہ عورتوں کی صفائی سترائی،بچوں کی گھٹی ،نہانے دھونے سے لیکر صبح سویرے اوشدی یا جام صحت کے طور پر صبح سویرے لینے تک عقیدہ گائے سے وابستہ رکھتے ہیں۔بلکہ مدھیا پردیش کے وزیر اعلی شیو راج سنگھ نے یہ تک بیان دیا تھا کہ اس سے ملکی معیشت میں عمدگی پیدا کرکے نمو و بالیدگی تک پیدا کی جاسکتی ہے۔

<u>چناچہ اوردو نیوز میں کی چودہ نومبر ۲۰۱۱ کی اشاعت میں انکا یہ بیان رقمبند کیا گیا ہے کہ:</u>

انڈین ریاست مدھیا پردیش کے وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ نے کہا ہے کہ گائے، اس کے گوبر اور پیشاب سے ملک کی معیشت بہتر ہو سکتی ہے۔انڈین نیوز چینل این ڈی ٹی وی کے مطابق وزیر اعلیٰ نے سنیچر کو ایک تقریب میں کہا کہ حکومت نے گائے کے لیے پناہ گاہیں تیار کی ہیں، لیکن لوگوں کو بھی کچھ کرنا چاہئے۔ان کا کہنا تھا کہ ’اگر ہم چاہیں تو گائے، اس کے گوبر اور پیشاب سے ملک کی معیشت کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ حکومت نے لکڑی کے استعمال کو کم کرنے کے لیے گائے کے گوبر سے تختے تیار کیے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ جانوروں کے ڈاکٹر ریسرچ کر کے بتائیں کہ گائے کے فضلے کو کس طرح چھوٹے کسانوں کے کاروبار کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔انڈیا میں گائے اور اس سے نکلنے والی ہر چیز کو ’مقدس‘ سمجھا جاتا ہے۔گذشتہ دنوں انڈیا کے ایک گاؤں میں گوبر میلہ منعقد کیا گیا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ گوبر سے ان کی صحت بہتر ہوتی ہے اور دور دراز انڈین شہروں سے ہر سال لوگ اس میلے میں شرکت کرتے ہیں۔

اس میلے میں شریک ایک کسان مہیش نے بتایا کہ ’اگر کوئی بیماری ہے تو اس کا علاج ہو جائے گا۔‘کچھ ہندو مانتے ہیں کہ گائے اور اس کے اندر سے نکلی ہر چیز مقدس اور صاف ہے۔انڈین وزیراعظم نریندر

---

[156] https://www.bbc.com/urdu/regional/2015/04/150405_beef_eating_dn_jha_mb

مودی نے گائے کی حفاظت کے لیے کافی اقدامات کئے ہیں اور بہت سی انڈین ریاستوں میں اسے ذبح کرنے پر پابندی عاید ہے۔مودی کی بھارتیہ جنتا پارٹی کے کچھ اراکین یہاں تک کہتے ہیں کہ گائے کے پیشاب میں کورونا وائرس کا بھی علاج چھپا ہے۔[157]

ہندووں میں گوشت خوری پر قدغن کی بد عادت جین مت سے نفوذ پذیر ہوئی ہے،اس میں برہمنوں کی مالی زندگی کے فواید بھی پوشیدہ ہیں،کچھ انکے متصوفانہ عبادتی عقاید،جمالی بننے کے خواہش کے تقاضے بھی کار فرما ہیں انہی سے مسلم پیری ،فقیری کرنے والے پیروں فقیروں نے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔چناچہ مسلم تعویذ ،گنڈوں کی کتب ،صوفیوں کی خوراک کی بابت بحثوں میں بھی یہ عقیدہ ملتا ہے کہ جذبات پر قابو پانے انھیں تھنڈا رکھنے کے لئے دال سبزی کا استعمال کرنا چاہئے اور گوشت سے پرہیز کرنا چاہئے چناچہ گوشت خور صوفی جلالی الطبع اور سبزی خور جمالی الطبع واقع ہوئے ہیں،مشہور عملیات کی کتاب شمع شبستان رضا کو میں نے بچپن میں پڑھا تھا اس کتاب میں ایسی کئی بحثیں اور عملیات کے لئے اس پر قدغن کی گفتگو مجھے آج بھی یاد ہیں۔

مگر اتنا طے ہے کہ سارے مسلم صوفی گوشت خوری کو حلال گردانتے ہیں اسکے حرام اور ناجایز ہونے کا میری نظر میں کوئی بھی معتقد نہیں ہے،جمالی و جلالی ضابطہ بازی ایک ذاتی ترجیحاتی نظام سےزاید کچھ نہیں ہے۔

جبکہ ہندووں میں بقول بی۔بی۔سی یہ دعوی ملتا ہے کہ گائے کو ذبح کرکے کھانے والے کو مارنا گناہ نہیں ہے مگر بقول بی۔بی۔سی اسکا علمی ماخذ کیا ہے ،دعوے دار ہندو اس امر سے واقف نہیں ہیں ،درحقیقت یہ دعوی کہ قدیم آریائی یا ہندو سرے سے گوشت خور نہیں تھے کم علمی،جہالت،اپنی تاریخ اور مذہبی کتب کے عدم مطالعہ اور برہمنوں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ہندو لوگ انگریزی ،ناولوں اور ہندوستانی فلسفہ پر لاتعداد کتب چھاپتے پھرتے ہیں ،مگر انکا تحقیقی مطالعہ کافی سطحی اور مخصوص لسانی۔قومی۔اور مذہبی حدود بندیوں میں مقید ہونے کے سبب محدود ہے۔

وہ اپنی مذہبی کتب کو بذات خود مطالعہ کرنے میں زیادہ دلسپی نہیں لیتے ہیں،بلکہ پورانی کتھاووں،سوامیوں کے ذکر،مذہبی خطبات اور بالی ووڈ،ہندی دیومالائی سیریز پر زیادہ توجہ دیتے ملتے ہیں،لے دے کر انکی معلومات پورانی کتھائیں رہ جاتی ہیں ۔

[157] https://www.urdunews.com/node/618341

درحقیقت ہندووں میں یگیہ اور عبادت کے دوران ،یا پوجا کے بعد یگیہ کا پرشاد کھانا ضروری جانا جاتا ہے،اسکا انکار دیوتا کا اپمان یا بے عزتی تصور کی جاتی ہے،قدیم شاستر اور ویدوں میں گوشت کا یگ میں استعمال کرکے کھانا لکھا ہے۔

<u>چناچہ جو اس گوشت یا پرشاد کو نہیں کھاتا ہے وہ نرک یا دوزخ میں جاتا ہے[158]</u>

<u>منو سمرتی کے درج ذیل بیانات اس ضمن میں آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں چناچہ منوجی لکھتے ہیں کہ:</u>

۱۔گوشت خور روزانہ شکار کرکے کھاتا ہے،اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے،اس لئے کہ کھانے والے اور کھائے گئے (جانور) دونوں خالق(برہما) نے پیدا کیے ہیں۔[159]

۲۔دیوتاوں کو مقرر کردہ ضابطہ بتاتا ہے کہ یگیہ میں گوشت خوری گناہ نہیں ہے،چاہے گوشت خریدا گیا ہو،یا اس نے خود ہلاک کیا ہو،یو کہیں سے گوشت ملا ہو۔[160]

۳۔لیکین جو شخص(مقدس رسوم میں) گوشت کی دعوت ک اانکار کرتا ہے ،وہ مرنے کے بعد اکیس جنم تک جانور کے روپ میں رہتا ہے۔[161]

۴۔برہمن ہر گز اس جانور کا گوشت نہیں کھائیگا،جسے سنسکار نہیں کیا گیا ہو،لیکن بدائی کے قانون کی پیروی میں مقدس کلام سے پاک کیا گیا گوشت وہ کھا سکتا ہے۔[162]

۵۔خود سومبھو نے جانوروں کو یگیہ کے لئے پیدا کیا ہے،چناچہ یگیہ کل(عالم) کی بھلائی کے لئے بنائے گئے ہیں،چناچہ (جانوروں کا) یگیہ کی نیت سے ذبح کرنا قتل نہیں ہے۔[163]

---

[158] وشنو دھرموتر:پوران:صہ:۱۴۰:۱۔اشلوک:۴۹،۵۰۔
[159] منو مہاراج:منو سمرتی:نگارشات:لاہور:۲۰۰۷:باب۵:صہ:۱۲۲:اشلوک عدد:۳۰۔
[160] ایضاً:اشلوک:۳۱۔
[161] ایضاً:اشلوک:۳۵۔
[162] ایضاً:اشلوک:۳۶۔
[163] ایضاً:۳۹۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ویدوں میں بھی یگیہ میں قربانی کے گوشت کا ذکر ملتا ہے اور اس مقصد کے لئے اسے حلال و جایز گردانا گیا ہے،چناچہ مہا بھارت میں یدھشٹر بھیشم سے جب اپنے مردوں کو ثواب پہنچانے کا پوچھتا ہے تو بھیشم مختلیف اجناس اور گوشت کی قربانی پر گائے اور بیل کی قربانی کی برتری اور فضلیت کا ذکر کرتا ہے،بتاتا ہے کہ بھینس کے گوشت سے گیارہ ماہ پن یا ثواب پہنچتا رہے ،گائے کے گوشت سے ساری زندگی،اور جوان بیل سے بارہ سال تک مرحومین کو ثواب ملتا ہے۔[164]

<u>رگ وید میں ذکر ہے کہ:</u>

جب میں دھرم والوں کو ناستکوں پر فتح دونگا تو انکی ضیافت بیلوں کے گوشت سے کرو۔[165]

بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر کہا گیا ہے کہ:لڑکیوں کی شادی پر جواب بیل کی ضیافت کرنی چاہئے۔[166]

اس میں ذکر ملتا ہے کہ راج دیو اندر گوشت کے شوقین تھے وہ بچھڑا،بھینس،گائے اور گھوڑے کا گوشت کھایا کرتے تھے۔[167]

ہوسکتا ہے کہ کوئی ہندو کہے کہ یہ ہم نے تو کسی پنڈت سے نہیں سنا ہے ،اور یا ہم ویدوں میں اسکا ذکر نہیں پاتے ہیں تو ہم کہ سکتے ہیں کہ :،بھائی تم کیسے ذکر پاوگے تہمارے ویدوں میں سے کچھ کے نزدیک تعداد ۱۳۰۰ سے تجاوز کرجاتی ہے،بہت سے انہیں صدیوں میں ارتقا پذیر تحریف یافتہ قرار دیتے ہیں،اگر چہ آریا سماجی اور سوامی جی کے معتقد انکے الوحی ہونے کے دعوے دار ہیں ، بلکہ انکا یہ ماننا ہے کہ ان ویدوں میں متنی تحریف نہیں ہوئی ہے بس تشریح و توضیح میں تحریف و بگاڑ پیدا ہوا ہے۔مگر انکے مسلمانوں اور احمدیوں میں باہمی مناظروں میں جب یہ بحث ہوئی تھی تو وہ اسکا کوئی شافی جواب فراہم نہیں کرسکے تھے۔

---

[164] مہابھارت:انوشاشن پرو:۸۸

[165] رگ وید:ج:۲:۲۷:۱۔۔

[166] ایضاً:۱۰:۸۵:۱۳

[167] ایضاً:۱۷:۳:۱۔

ہم متون کے اخفا پر منو شاستر سے ہی ایسی عبارتوں کی شہادت دے چکے ہیں ایک شہادت اور بطور ذکر وید قدیم مذید پیش کردیتے ہیں جو ذیل میں آرہی ہے کہ:

کس جانور کو صرف منش یگیہ،دیو یگیہ اور پتر کرم میں ہی مارا جاسکتا ہے،ویدوں میں اسی طرح لکھا ہے (مزید)ویدوں کے معنی جاننے والا برہمن،کشتری،اور ویش جو مذکورہ بالا مقاصد کے لئے کسی جانور کو ہلاک کرتا ہے۔بمع اس جانور کے بہت بابرکت ثواب حاصل کرتا ہے۔[168]

اگر ہم مذ کورہ بالا حوالہ جات کا مطالعہ و مشاہدہ کریں توبخوبی اندازہ قایم کرسکتے ہیں کہ ہندومت میں قدیم مذہبی مستند آرا کی رو سے ویدی مواد درون خانہ گوشت اور گائے کے ذبح کرکے کھانے کی بابت کوئی ممانعت کی مدلل دلیل فراہم کرنے سے قاصر ہے،ارتقائی طور مذہبی ترجمان برہمنوں کی مذہبی ،کاروباری ضروریات،آرئیوں کی مظاہر پرستی،سابقہ خانہ بدوشیت،چاوپاوں سے عقیدت،دودھ ،مکھن،پنیر کے وسیع ذخایر کی خواہش روز مرہ کی خوراک میں انکے استعمال ،فطرت پسندی جیسے محرکات،اور سب سے بڑھ کر بدھ مت اور جین مت سے اخذ کردہ افکار اور رسومات نے غیر محقق طور پر گوشت خوری پر قدغن کا رواج عام کردیا ہے۔

بلکہ ہم تاحال آج بھی کل ہندوستان میں بشمول ہندو، قوم کو گوشت خوری کرتے دیکھتے ہیں بلخصوص برہمنوں سے ہٹ کر،بکری،مرغی اور مچھلی کا گوشت کھانے کا عمل معروف عام ہے۔وید،مھابھارت،راماین سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادات کے لئے قربانی کرکے انکا گوشت کھانا اور اسکو پکا کر پرشاد باٹنا پنے یا ثواب کا کام ہے۔

اور اسکے کھانے کا انکار اکیس جنم کی سزا کا مرتکب بناتا ہے،اس تناظر میں مسلمانوں کا تحدید کے ساتھ قربانی کے لئے گائے کا ذبح کرکے ایشور ،پرمیشور اللہ تعالی کی جناب میں رسم ابراہیم کے اتبع میں بانٹنا ایک پنے کا کام ہے،ہندووں کے قدیم دیوتا بارش اور گرج و چمک،بجلی کے دیوتا اندر دیو جو کل دیوتاوں کے راجا ہیں سے ثابت ہے کہ وہ گوشت کھاتا تھا یعنی کل دیوتا اسکی سورگ یعنی جنتی سبھا میں گوشت اڑایا کرتے تھے ،جبھی ہندووں کا اپنے قدیم سنسکار کے مخالف جاکر جدید افکار اور

---

[168] منو:محولہ بالا:صہ:۱۲۳:اشلوک:۳۲،۳۱۔

شروحات کی روشنی میں انکار اور بے گناہ مسلمانوں اور دلتوں کو قتل کرنا مذہبی نہیں بلکہ عصبیت،لسانیت،وطن پرستی پر مشتم جاہلانہ متعصبانہ عمل ہے،جس پر انکو پرمیشور سے توبہ کرکے دوبارہ رام کا کلمہ پڑھ کر سچا اور پکا ہندو بننا چاہئے اور خود مسلمان کو گائے سستے داموں فروخت کرکے انکی قربانی میں مدد کرنی چاہئے۔

کتاب کی سترہ بنیادی بحثوں کے محققانہ نتایج کا نچوڑ:

مذکورہ بالا کل بحث سے یہ ثابت ہوا کہ موجودہ ہندو جو مسلمانوں کی شدہی کے قایل اور خواہشمند ہیں انکا خود کا یہاں کا قدیم اورحقیقی باشندہ ہونا تاریخی،جغرافیائی،نسلی اور بشریاتی تحقیق اور ثبوت کا محتاج ہے۔دوسرا یہ ظاہر ہوا کہ ہندو بحت سے جن عقاید کی بنیاد پر مسلمانوں پر ظلم وجبر روا رکھے ہوئے ہیں،وہ خود انکی ماخذاتی قدیم کتب سے اخذ شدہ بیانات نہیں ہیں۔اس بحث سے تیسرا امر یہ واضح ہوا کہ اہل ہندوستان مقامی،خالص افکار کے نام پر مغربی افکار و نظریات کی رو سے اپنے خصموں بلخصوص مسلمانوں کو برت رہے ہیں،جمہوریت سے دہشت گردی،قوم پرستی سے وطن پرستی تک کے تصورات انھونے مغرب سے اخذ کئے ہیں،چوتھی بات یہ نکھر کر سامنے آئی ہے کہ ہندوستان بھی ایک پاکستان کی طرح مقروض ملک ہے،پانچویں بات یہ ابھر کر سامنے آئی ہے کہ بھارت نہرو و گاندہی کے آدرش سے دور جاپڑا ہے اور خطہ کا پولیس مین بننے کے لئے امریکہ اور مغرب کا آلہ کار بن چکا ہے اور اس ضمن میں ان ممالک سے مخلیف مدووں میں امداد و بھیک لینے والا بن چکا ہے،چھٹی بات یہ دکھتی ہے کہ،بی۔جے۔پی کا آریائی منصوبہ یا پراجیکٹ تاریخی طور پر فیک اور مصنوعی پراجیکٹ ہے،دراوڑوں اور آریائی سمیت کسی کی بابت بھی یقین سے کہنا مشکل ہے کہ وہ اس دھرتی کے اصلی پتر روز اذل سے رہے ہیں۔

ساتویں بات یہ جما کر پیش ہوئی ہے کہ بی،جے۔پی اور سنگھ پریوار کی مسلم مخالف تنقیدی افکار کی جڑیں سوامی دیانند سروستی کی آریہ سماج تحریک سے جاملتی ہے،نوپور شرما،نوین کمار اور پرگیا ٹھاکر سب انہی پرانی جنگ آزادی کے بعد کی مناظراتی شردھا ننطی روح و فکر کو نئے ریسرچ کے نام پر بیچ رہے ہیں بلکہ ڈالڈا گھی کو یہ متعصب لوگ اصلی گھی کے نام سے پیش کررہے ہیں۔

آٹھویں بات جو پیش ہوئی وہ یہ ہے کہ ہندو مذہب فنی طور پر مذہب نہیں ہے ،بلکہ مختلیف ثقافتی جزووں،رسومات،وطن پرستی اور تکثیر پرستی کا ملغوبہ ہے۔نوین شہ یہ ہے کہ ہندوں جن اڑتے گھوڑوں اور کم عمر شادیوں پر معترض ہیں ،وہ سب مواد انکے تاریخی ادب میں مسلم قصص سے زیادہ ملتا ہے،پوران تو بلکہ ایسے قصص ،بے سروپا ،دیو مالائی داستانوں کا مخزن ہیں۔

دسویں بات یہ ہے کہ نوپور شرما شروع روز سے کٹر متعصبانہ،قوم پرست جذبات سے ملغوب سنگھ پریوار کی مسلم مخالف بدتمیز و گستاخ طالب علم رہنما رہی ہے جسے بی۔جے پی نے ترقی دیکر مادری

جماعت کا رہنما بنادیا اور وہ بھی اسکی بدتمیزیوں اور گستاخیوں کے صلے میں موصوفہ کو بنایا گیا ہے۔

گیارہویں بات یہ بتائی گئی ہے کہ صرف پاکستان قرضوں کی دلدل میں نہیں پھنسا ہوا ہے بلکہ اسکے مقابل بھارت بھی داخلی و خارجی دونوں سطح کے قرضوں کے جال میں پھنس چکا ہے،اور جن بڑے محفوظ زرایع پر وہ اعداد و شمار کی جنگ میں نازاں ہے ،اور جس فوج پر وہ نازاں ہے،اسکے وسیع رقبہ،عظیم التعداد آبادی جسکا بڑا طبقہ غربت کی سطح سے نچلے تک زندگی بسر کررہی ہے کی ضروریات کے تناسب سے یہ ذرایع بہت قلیل معلوم پڑتے ہیں ۔

بارہویں بات عیاں ہوئی ہے کہ وید آریائی تہذیب کی پیداوار ہیں،ان سے قبل انکا کوئی وجود نہیں تھا اور یہ وید بتدریض ارتقائی طور پر مقامی سطح پر مدون ہوئے تھے ،ساتھ ساتھ یہ بھی جان لینا چاہئے کہ آریائی بھی خارجی حملہ آور تھے۔

تیرہویں بات یہ ثابت ہوئی کہ جس گائے کی پرستش کا دعوی ہندو حضرات کرتے پھرتے ہیں اور جسکی قربانی کو جدید دور میں انکے ہاں پاپ تصور کیا جاتا ہے وہ بذات خود ایشور کی قربانی کے ضمن میں ایک عظیم پنے کا درجہ رکھتی ہے۔

چودہویں بات یہ ثابت ہوئی کہ ہندو مت کی ابتدا میں بت پرستی کا تصور و وسعت ویسی موجود نہیں تھی جیسی آج کثرت و وسعت سے نظر آرہی ہے،پندہرویں بات یہ آشکار ہوئی ہے کہ وحدت و کثرت کی عبادات کے ضمن میں ہندو مذہب میں کوئی متفقہ رائے و حکم نہیں ملتا ہے، بلکہ ویسٹرن ڈایورسٹی کے تھسس یا دعوے سے مماثل تنوع فکری کے داخلی و ضمنی دایرہ کار کی رو سے ہندو قوم ایک خدا سے کروڑوں خدا تک کو پوجتے ہیں مگر انکی یہ متنوعیت داخلی نوعیت کی حامل ہے،مسلمانوں کی توحید ان سے ہضم کرنا مشکل ہے مگر دوسرے طرف دیانندی توحید تمام اختلاف و دلایل کے باوجود انکے نزدیک داخلی فرقہ ہونے کے سبب قابل قبول و احترام کے قابل ہے۔

سولویں بات یہ نہاں ہوئی ہے کہ پورانی کتھائیں جن سے بت پرستی کثرت سے دیوی دیوتاوں کی انجمن ثابت ہوئی ہے وہ بذات خود خو ساختہ اور گھڑے گئے قصص الدیو ہیں،اور بت پرستی کی فکر کا مخزن و منبع ہیں ۔

سترہویں بات یہ بیان کردی گئی ہے کہ نوپور اور اسکے ساتھی ایک اور مسجد شہید کرکے وہاں شیو مندر بنانا چاہ رہے ہیں،اٹھارویں بات یہ گوش گزاری گئی ہے کہ تری مورتی میں سے برہما بطور خالق ایشور کہلانے کے لایق تھا مگر سوامی جی سمیت کثرت سے ہندو نراین وشنو جی کو ایشور مانتے ہیں۔

انیسویں چیز یہ دیکھنے کو ملی ہے کہ شروع دور میں کوئی تری مورتی پرستش نہیں ہوتی تھی،شیو کو کوئی نہیں پوجتا تھا،رشی آگستیہ نے جنوبی ہند کو شیو پرستش کی طرف راغب کیا ، چناچہ اس ضمن میں پہلے سے ماجود مقامی دیوتا ردر جو بجلی و کڑک کا دیوتا تھا اسے شیو تک ترقی دے دی گئی،بیسویں بات یہ کہی گئی ہے کہ برہما کو ہندووں نے تیسرے درجہ کا بے اختیار ،متروک خدا بنا کر رکھ دیا ہے۔

اکیسویں بات یہ دھیان میں لائی گئی ہے کہ مسلم تصوف پر ہندو ویدانت اور وحدت الوجودیت کا غلبہ شروع روز سے کافی طقتور طریقہ سے رہا ہے،بائیسویں چیز جو سامنے آئی وہ یہ ہے کہ آرائیوں نے نسل پرستی اور رنگت کی افضلیت کا فلسفہ برہمنوں سے بنوا کر مغلوب دراوڑی قوم کو غلام بنا کر اس مغلوب و مظلوم قوم کو شودر کے درجہ پر فایض کردیا ہے،تیسویں بات یہ ہے کہ مسلمانوں اور انگریزوں سے قبل یہاں کوئی متحدہ عظیم برصغیر ہند نامی دیش موجود نہیں تھا،یہ برصغیر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ایک چھوٹا براعظم تھا، چناچہ کچھ ماضی کی حکومتوں نے نسبتا بڑی سلطنتیں قایم کی تھیں جیسے ،موریا ،اور گپتا کے دور میں دیکھا گیا ہے،چوبیسویں بات یہ گنوائی گئی کہ ہندووں نے کیسے آہنسا اور بت پرستی ،منادر کا کلچر،اور کچھ مخصوص افکار بدھ مت اور جین مت سے اخذ کئے تھے۔پچیسویں بات یہ ہے کہ فاتح آریائی قوم نے مفتوح دراوڑوں کے مذہبی افکار اور بت پرستی سے خود کو ملوث کرکے خود کو بھی بت پرستی کی طرف راغب کرلیا تھا ،اور یوں آریائیوں میں مذہبی انجماد و تغیر کا آغاز ہوا تھا،اب تک بحث کے نتایج یہاں تک مابعد ہم ہندو قوم پرستی اور نوپور کے پیغمبر اسلامﷺ پر اعتراضات کا علمی جایزہ آخر میں پیش کریں گے۔

حصہ دویم

بحث: ۱۔

ہند ،ہندومت،ہندوستان اور ساورکر

یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ سابقہ صفحات میں جدید وطن پرست،قوم پرست،دھرتی ماں کے بچاری سنگ پریوار کے میں عظیم ہندوستان،اسکے اٹوٹ انگ ہونے کا حال بیان کردیا گیا ہے جبکہ ،تاریخ میں کل ہندوستان نامی برصغیر نامی خطہ میں ہندو حکومت کی بابت بہت کچھ مختصر مگر جامع انداز میں کہہ دیا گیا ہے۔مگر پھر بھی بہت سی چیزیں اور ان سے متعلقات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ بحث کو مذید نکھار کر پیش کیا جائے۔چناچہ ذیل میں سردست ہم اس سے متعلقہ کچھ علمی افادات پیش کرنے کی عاجزنہ کوشش کرتے ہیں۔

ہم پہلے ہی یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی اس برصغیر میں آمد سے قبل اس خطے میں سرے سے کوئی متحدہ ،جامع ایسی حکومت موجود نہیں تھی جو چاروں ابعاد[169] سے ہندوستان کے چار اقطاب تک اپنی حکوت رکھتی ہو، لہذا گپتا اور قنوج کے ہرش چندر کے دور کے مابعد کا دور راجپوت دور کہا جاسکتا ہے ،کیونکہ انکی چھوٹی ریاستیں ابن قاسم کی آمد تک باہم ایک دوسرے سے دست گریبان تھیں،بدھ مت کا دور زوال کنشکا کے دور کے بعد تیزی سے جاری و ساری تھا،اور گپتا دور میں انکا زوال مذید تیز ہوگیا تھا۔

اگر چہ ابن قاسم کی آمد تک بدھ مت والے ٹیکسلا،شمال ،مغربی سرحدی علاقوں،اور افغانی خراسان میں موجود تھے،مگر خدا بیزار بدھ مت پر ایشور پرست،تکثیریت پر مبنی دیوتا پرستی نے غلبہ حاصل کرلیا تھا۔چناچہ مقامی ہندووں اور بیرونی حملہ آوروں کی مخلوط نسل سے پیدا ہونے والے راجپوتوں نے جلدی اپنی شجاعت ،دلیری سے اس خطہ میں کئی سو چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں قایم کرلیں،اور ابن قاسم

---

[169] Dimentions.

کی آمد تک انکا کافی چلن قایم ہوچکا تھا۔ابن قاسم نے اگر چہ سندھ کی وادی سے مرکزی ہندوستان تک کے کچھ علاقہ فتح کئے تھے ،مگر مابعد ان مسلم علاقوں پر ہندو سلطنتوں کے دباو،مسلمان علاقوں کے باہمی تصادم و مسایل نے انکو کافی حد تک سکیڑ کر رکھ دیا تھا۔

چناچہ مابعد ابن قاسم کی فتوحات کے دور میں اموی اور عباسی سلطنتیں زیادہ تر فارسی علاقوں سے ملحقہ سندھ و مکران کے علاقوں تک کچھ حلقہ اثر اسی طرح قایم رکھ پاتی تھیں جیسے انکی پیشرو پارسی حکمران قایم رکھ پائے تھے۔

مسلمانوں کو اس علاقہ میں واپس غلبہ دلانے میں مابعد ۱۰۰۰عسویں سے ۱۰۳۰ عیسویں تک محمود غزنوی کی فتوحات نے نمایاں کردار ادا کیا تھا،مگر محمود نے ہندوستانی حکمرانوں کو باجگزار اور اطاعت گزار بنانے سے زیادہ وہاں قبضہ قایم رکھنے میں کچھ خاص دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا ، بلکہ اس نے بس پنجاب کو سلطنت غزنویہ سے منسلک کرنے کے بعد مرکزی ہندوستان میں باقاعدہ مسلسل حکومت قایم کرنے کے ضمن میں کچھ زیادہ دلچپسی نہیں لی تھی، جبکہ اسکے بعد اسکے جانشین نسبتاً کمزور و نااہل ثابت ہوئے۔

یہ سلطان محمد غوری تھا جس نے تراین کی دوسری جنگ سے ہندوستان میں باقاعدہ مسلم سلطنت کا چلن ڈالا،اسکے جانشینِ ہندوستان قطب الدین ایبک وہ فرد تھا جس نے اسکے بعد خاندان غلاماں کی داغ بیل ڈالی اور یوں سلطنت دھلی کے دور اقتدار میں جو ۱۲۰۶ سے ۱۵۲۶ تک جو حکمران خاندان گزرے انھونے مسلم حکومت کو شمال سے جنوب ،مشرق سے مغرب تک وسیع کیا،جسے مابعد مغل دور کے عروج میں عالمگیر نے دکن تک جاپہنچایا،اور دکن ہی اسکی موت کے بعد مغل سلطنت کے زوال کی وجہ بنا۔

انگریزوں نے مغلوں سے بھی آگے بڑھ کر اپنا غلبہ و اقتدار ،افغانستان،سری لنکا،برما،نیپال،بھوٹان،نیپال اور مالدیپ تک کسی نا کسی ہیت و کفیت میں جاپہنچایا۔یوں انگریزوں نے سلطنت کی وسعت برصغیر پاک و ہند کے ہندوستان سے کل جنوبی ایشیا تک جاپہنچای تھی۔

چناچہ مودی جی اور سنگھ پریوار کے سارے خود ساختہ تاریخی منصوبے تاریخی تخیل کی وسعت کے ماسوا کچھ نہیں ہیں،اپنی ہندو قوم کو وہ اس ماضی کا خواب سنا رہے ہیں جو کبھی شرمندہ تعبیر ہی نہیں ہوا تھا۔

ظاہر ہے موریا خاندان کی کچھ نسبتاً مقامی وسیع فتوحات اورکنشکا کے دور کے کارناموں کو جو بدھی تہذیب کے کھاتے ہیں کو ہندو مت کی سیاسی تہذیب میں سمونا سنگین زیادتی ہوگی،اسی طرح قنوج اور مگدھ کی ریاستیں بھی ایک حد سے زیادہ سیاسی وسعت،غلبہ و قوت نہیں رکھتی تھیں،کہ انکو کل بر صغیر تک جاپہنچایا جاسکے۔دراصل بین الاقوامی فتوحات ،یا سمندر پار غلبہ کی بابت سناتن دھرم کچھ پیش کرنے سے قاصر ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر آریاوں،سے مسلمانوں وہاں سے انگریزوں تک بیرونی اقوام کے سیاسی ریلوں اور حکمرانی کے سامنے ہمیشہ سربسجود رہا ہے،جسکا انکار کسی غیر متعصبی حقیقت پسند مورخ کے لئے ممکن نہیں ہے۔

<u>لفظ ہندو کی لغوی و ادبی اصلیت:</u>

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ضروی ہے کہ لفظ ہندو کی اصل کیا ہے؟تاکہ مابعد کی بحث کو سمجھنے میں ہمیں آسانی میسر ہو،

جہاں تک لغوی بحث کا تعلق ہے محققینِ لسان کے ایک بڑے طبقہ کا کہنا ہے کہ لفظ ہندو سندھو کی بگڑی ہوئی شکل ہے،اور جو خود دریائے سندھ یا انڈس سے لیا گیا ہے،وادی سندھ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں تبت سے شمالی علاقہ جات سے بہتا ہوا دریائے سندھ بہہ کر نیچے جس وادی میں اترتا ہے اور وہاں سے سمندر میں جاملتا ہے اسکے سندھ کہتے ہیں،ماضی کی وادی سندھ میں موجودہ سندھ پنجاب سے بھی آگے تک علاقہ شامل تھے۔

مشہور بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ عربوں نے اول یہاں کہ لوگوں کو وادی سندھ کی نسبت اور بت پرستی کے عقاید کو ایک لفظ میں پرونے کے لئے ہندو کہہ کر پکارا، مگر علم السان کے ماہریں اس بحث کو آریاوں تک جاملاتے ہیں ،جن سے قوم پرست ہندووں کو بڑی عقیدت ہے۔

ہندو فارسی زبان کا لفظ ہے ،چونکہ ایرانی بھی بہت سوں کہ نزدیک آریائی ہیں جبھی انھونے کالے ہندووں یعنی کول،بھیل دراوڑیوں یا تاملوں کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ،چونکہ ہندوستان میں رہایش پذیر آریائی گورے تھے جبھی انھونے کبھی خود کو ویدوں اور سمرتیوں تک ہندو نہیں کہلوایا تھا بلکہ غور سے مطالعہ،تحقیق و مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ،رگ وید اور منو سمرتی کا دامن لفظ ہندو سے بچا ہوا ہے ،فارسی آشکانیوں نے جب سندھ پنجاب،مکران وغیرہ تک اپنی حکمرانی کو وسعت دی تو انکے ہاں مکران کے اس پار کے لوگوں کے لئے ہندو لفظ عام ہونے لگا اور ہندوستان وہ مقام کہلوایا

جہاں کے استھان میں ہندو بسا کرتے تھے، چناچہ حافظ شیرزی کی طرف منسوب ایک شعر میں بھی یہ لفظ بیان کیا جاتا ہے،جس میں وہ فرماتے ہیں کہ۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

بخال ہندواش بخشم سمرقند و بخارا

یعنی کہ اگر وہ شیرازی معشوق ہمارے دل کو تھام لے

تو اس کے سیاہ تل کے عوض سمرقند و بخارا کے علاقہ بخش دوں

یہاں اس شعر میں شیرازی نے ہندو سے مراد کالا تل لیا ہے،اب بتائیں نوپور جی! آپ کیا کالی ہیں جو ایسی باتیں سنیں گی؟ویدوں میں جو گیت دیکھنے کو ملتے ہیں ان میں ویدی مصنفین اپنے گوری گوری رنگتوں پر پھولے نہیں سماتے ہیں،اور آپ ویدی بابا جانوں کی مرضی کے خلاف چلی جارہی ہیں۔ جبکہ فارسی زبان میں اس کے معنی غلام کے لئے بھی لئے جاتے ہیں چونکہ یہاں کے لوگوں کو انھونے اکثر کان میں بالی پہنے دیکھا تو ان کو گمان ہوا کہ یہ غلام ہیں جبھی انہیں ہندو کہہ کر پکارنے لگے۔

دریائے سندھ کی جانب نسبت کرکے اس دریا کے آس پاس بسنے والوں کو سندھو کہا جاتا تھا۔ سنسکرت کا ''س'' فارسی میں ''ہ'' سے بدل جاتا ہے، مثلاً سفت اور ہفت یا موریہ اور ہوریہ۔ سندھو اور ہندھو یا سومایا ماہ اور ماس وغیرہ؛ چنانچہ آریوں کا جو پہلا گروہ ہندوستان آیا انھوں نے سندھو ندی جو ایران اور ہند کی سرحد پر پڑنے والی پہلی ندی سمجھی جاتی تھی کو ہندو کہا اور اس سندھو ندی کے پار جتنے لوگ بستے تھے انھیں ہندو کہا گیا ہے۔

ہندو مذہب کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہاں مقامی نمودار ہوکر رواج پذیر ہوکر پنپنے والی مختلف مذہبی رواجوں،رسوموں،عقاید و نظریات کے ملغوبے کو کہا جاتا ہے،مگر ان مختلیف فکری دھاروں میں وہ

بڑا وجود جس نے سب مقامی مذہبی ،افکر ،نظریات،یا رسومات خود خود میں ضم کرکے بتدریج ان پر غلبہ پاکر خود کی انفرادیت و برتری قایم کرکے اکثریت کا من مونھ لیا اسے ہندو مت کہتے ہیں۔

چناچہ بادی النظر میں ہندو دھرم مجمع الاضداد کا نام ہے ،جسکی دیگر ادیان کی طرح کوئی متفقہ تعریف ممکن نہیں ہے،اس میں وحدت سے کثرت تک سب کچھ ملتا ہے،مگر غالب ترین شہ خدائی تکثیریت سمجھی جاتی ہے،جسکا ایک اعلی ترین مظہرتری مورتی کی صورت میں پایا جاتا ہے جن کے ذیل دیوی دیوتاوں کی تعداد مابعد ہزاروں کروڑوں تک جاپہنچتی ہے،اگر چہ ہم ان تینتیس کروڑ ،لاکھوں یا کم تعداد میں ہزاروں خداوں کے کل ناموں سے واقف نہیں ہیں مگر انکے شاستروں اور ساگروں میں مدلل طور پر ایسا ہی بیان کیا گیا ہے،اگر کوئی کل مظاہر کاینات و مخلوقات کو خدا مانکر پوجنے لگے تو انکے اسما الاعداد شاید تینتیس کروڑ کو جاچھوئیں؟اس کی ایک تصوفی مجتمعی صورت وحدت الوجودی ویدانیت کی صورت میں بھی ملتی ہے۔

<u>چناچہ جواہر لال،نہرو تلاشِ ہند(ڈسکوری آف انڈیا) میں گاندہی جی کا اس بابت ذیل کا حوالہ نقل کرتے ہیں کہ:</u>

’’پُر امن طریقہ سے حق کی جستجو کا نام ’ہندو مت‘ ہے۔ آدمی خدا کو مانے بغیر بھی اپنے آپ کو ’ ہندو کہہ سکتا ہے۔ ہندومت حق کی جستجو کا دوسرا نام ہے۔ ہندومت حق و صداقت کا مذہب ہے۔ حق ہمارا خدا ہے۔ ہمارے یہاں خدا سے انکار کی مثالیں موجود ہیں لیکن حق سے انکار کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے‘‘[170]۔

<u>گاندہی جی کے بیانیہ کی تخریب و تردید:</u>

میرا خیال ہے یہاں گاندہی جی پھر لوگوں کو نرم گرم میٹھی گولی دیکر سلانے کی کوشش کر رہے ہیں، کیا وہ سلفیانہ طور پر اس سوال کی وسعت و گہرائی کو نہیں جانتے ہیں کہ حق کیا ہے،پر علمی معرکہ آرائی نراجیت و غیر مختتم نتایج پر جاکر رکتی ہے،حق کا دعوی کرنا آسان ہے مگر اصل میں

---

[170] جواہر لال نہرو:تلاشِ ہند:ج:۱:صہ:۱۳۵۔(اس کتاب کے اوردو ترجمہ کو کئی پاکستانی مطبع چھاپ چکے ہیں)

محققا نہ طور پر حق کیا ہے اسکو فیصلہ قضا کرنا انتہائی مشکل عمل ہے ،ویسے یہ ایک بڑی علمی بحث ہے ۔جسکے جواب کا یہاں مقام نہیں ہے،ہر مکتبہ فکر کی نگاہ میں اسکا موقف اور نظریہ عین حق ہوتا ہے، صوفیوں کو بھی اللہ کے اسما و الصفات میں سے اسم الحق زیادہ بہاتا ہے اور وہ اسکی ہی ضرب و تکبیر میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

چناچہ اہل فلاسفہ کے ہاں حق کا کامل دعوی وجودی نقطہ نگاہ سے خود محل نگاہ ہے،کچھ کی نگاہ میں حق بلوجود اضافی قدر کا حامل ہے۔حق موجود کی ایسی حالت کا نام ہے جو موجود، وجود اور حادثات سے بلشعور مخلوق کواگاہ کرواتی ہے،حق تلخ بھی ممکن ہے میٹھا بھی ممکن ہے، اور کڑوا اور ناپسند و غیر محبوب بھی ممکن ہے چناچہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کریلا بھی حقیقی وجود رکھتا ہے اور گنا بھی حقیقی وجود رکھتا ہے،جبھی دونوں کی صفات کڑوا اور میٹھا حق بیک وقت حق ہیں،دن بھی حق ہے رات بھی حق ہے مگر ایک وقت و مکان میں دن و رات کا اجتماع ناممکن ہے،روشنی کی موجودگی تاریکی ہے اور تاریکی کی عدم موجودگی کا نام روشنی ہے۔

گاندہی جی کا یہ بیان خود اپنے آپ میں اجمتماع الضدین سموکر بھی خود کے حق ہونے یا پھر ایک حالت میں اسکی تلاش کی جستجو کرنے کی لاحاصل اور ،بلا منزل کوشش و بیانیہ کے ماسوا کیا ہے۔انھیں خود اس بات کا اقرار ہے کہ ہندو مت میں خدا کا انکار ملتا ہے،انکو یہ بھی اصرار ہے کہ ہندو مت میں حق کی جستجو کا نام ہندو مت ہے،مگر وہ اور تاحال کل ہندو مت ایک اور واحد خدا کے حق کو اپنا نہیں سکے ہیں۔

ایک اور واحد ایشور اور اسکے اقتدار اعلیٰ،ذات و صفات کے ساتھ حق و انصاف سے کام نہیں لے سکے ہیں،ہزاروں سالوں سے موجود انکا ڈھیلا ڈھالا مذہب ہندو مت گاندہی جی کے قول کی روشنی میں تاحال اپنا کوئی متفقہ اور واحد و مقبول خدا دریافت نہیں کرسکا ہے،وہ کبھی اسے برہما کی شکل میں دیکھتا ہے،کبھی وشنو کی شکل میں مانتا ہے ،کبھی شیو کے ارتقا پر آکر رک جاتا ہے۔پھر مفاہمتی اور بقائے دایمی کی نگاہ سے تینوں کو ہی حق جانتا ہے،پھر ایک قدم آگے بڑھ کر ہر ایک فرقہ ماسوائے برہما کے وشنو اور برہما کی باہمی برتری کے دلایل لیکر سامنے آتا ہے۔ چناچہ معلوم پڑتا ہے کہ ہندو مت کی موجودہ شکل خالق کو اتنا اہم نہیں مانتی ہے بلکہ سنبھالنے والے اور تباہ کرنے والے کو اہم مانتے ہیں،انکی نگاہ میں برہما کا درجہ دونوں دیوتاوں سے کمتر درجہ کا حامل ہے ، اس کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ برہما میں سامی المذاہب کے گاڈ،الوہیم یا اللہ سے مشابہت پائی جاتی ہے۔جبھی برہما کے گنتی کے سات آٹھ منادر کے سوا ہمیں کسی مندر کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔

گاندہی جی نگاہ میں ہندو مت حق و صداقت کا مذہب ہے ،یہ انکی ذاتی نگاہ کا تکثیری فتور ہے،جسے مہاتما بننے کی بدنگاہ نے اندھا کانا کرکے رکھ دیا ہے،کہ انہیں حق کے خلاف مخلوق کی پوجا ہی حق دکھائی دیتی ہے،انہیں سب شرک و کفر،بت پرستی ،منادر کی صنعت گری بھی حق دکھتی ہے،وہ اپنی زوجہ کے واحد شوہر اور اپنے بچوں کے اکیلے پتا ہیں،مگر انہیں خدا کا بنا کسی کی اولاد ہونے یا باپ ہونے اور کل کاینات کے خالق مالک،غوث،غریب نواز ہونا قابل قبول نہیں ہے،انکو رب کی واحدانیت قبول نہیں ہے،وہ بس اس عقیدہ کا سیاسی مہاتما کے روپ میں احترام کرسکتے ہیں مگر اسے قبول نہیں کرسکتے ہیں،ذات پات،چھوت ،چھات بھی انکی نگاہ میں حق وسچ اور عین صداقت ہیں،شاید موجود کا وجود انکی نگاہ مٰن ھق و باطل کا معیا رہے،وہ کیوں ،کیسے ،کس طرح ہیں یہ انکے نزدیک نا اہل ہے اور نا حق کی دریافت کا سوالنامہ ہے۔اگر برہمو سماج،آریا سماج کی اصلاحی تحریکوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو گاندہی جی کی سیاسی تکثیریت خود کٹر ہندووں کو بھی قبول نہیں ہے ،سوامی جی ویدوں کی شانوں کو بڑھانے کے چکر میں مسلم دشمنی میں نڈھال ہوکر حق سے دور ہوگئے حلانکہ منزل کے قریب آرہے تھے،اور گاندہی جی باطل کو ہی حق جانکر راستہ نا پاسکے،بس انھونے غیروں کے خداووں کی بابت گستاخی سے گریز کیا۔

گاندہی جی کے آخری کلمات پھر دوبارہ کثرت و وحدت میں مفاہمت کو ظاہر کرتے ہیں اور ویدانتی تصوف والے حق کو خدا قرار دیتے ہیں،یعنی ایک خدا ہو یا کروڑوں انکی نگاہ میں سب حق سمجھے جاسکتے ہیں،کیونکہ ہندو فرد و معاشرے انکے وجود کو عین حق مانکر وحدت کی کثرت میں دیکھ لیا ہے،عین اسی طرح انکی نگاہ میں امن اور آہنسا ہی اصل حق ہیں،حق کے یہی معنی بہت حد تک مسلم صوٖفیوں کے ہاں مشہور ہیں مگر خدا کا بلحق ہونا مخلوق کے بھی بلحق ہونے کی عکاسی کرتا ہے۔انکی نگاہ میں اصل حقیقت اللہ ہے باقی سب فرع ہیں ،اصولی طور پر کل کائینات و مخلوقات الحق کے کل کے جز ہیں ،جبھی کثرت بھی منقلب شدہ وحدت ہے اور وحدت منتشر بصری مظاہر شدہ کثرت ہے۔جبھی صوفی شبلی،بایزید،منصور و سرمد کو عین حق جانتے ہیں ،انکی نگاہ میں لوگوں کے اذہان و شعور انکی زبان کو خود کے شعور کے مطابق تراجمہ شکل میں منتقل نہیں کرپائے ہیں ،حلانکہ خود صوفی عام و خاص کی توحید کا فرق روا رکھتے ہیں اور ایسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جنکو عامتہ الناس سمجھ نا پائیں،اور جب کوئی عالم فاضل انکو کفر قرار دے تو صوفیوں کی رو سے وہ زیادتی کا

مرتکب ہوتا ہے،کیونکہ وہ ادا کردہ معنی مفہوم کی تفہیم و ابلاغی تشکیل سے قاصر ہوتا ہے،ہندو اس فن میں انکے بھی باپ ہیں،اور مسلم ہندوی صوفی تو خالصاً بلواسطہ انکے ہی چیلے چانٹے ہیں۔

گاندہی جی کے برخلاف نہرو ہندو دھرم کی بابت بے لاگ سیدھی سیدھی بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''یہ لحاظ عقیدہ ہندو ازم غیر متشکل پہلو دار اور ہر شئے برائے ہر کس کا معتقد ہے۔ اس کی تعریف متعین کرنا سخت دشوار ہے بلکہ مروج معنوں میں اسے دیگر ادیان کی طرح مذہب کہنا بھی مشکوک ہے۔ اس نے ماضی میں بھی ارفع و ادنیٰ اور کبھی کبھی تو متضاد رسوم و افکار کو گلے لگایا ہے۔ اس کی اصل روح زندہ رہو اور رہنے دو میں پوشیدہ ہے''۔

چناچہ ہم نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ ہندو دھرم اس لحاظ سے غیر تاریخی مذہب ہے کیونکہ نا اسکا کوئی ادارہ جاتی وجود ملتا ہے،نا اسکا کوئی موجد ،بانی و مبدا ملتا ہے اور نا کوئی مخصوص و متعین اصول یا دین نما ضابطہ حیات پایا جاتا ہے۔ہندو مت جوہری طور پر تکثیریت،مفاہمت،رواداری،اور متنوعیت سے لبریز رسوم نامہ کا تدریجی نام ہے،مگر اسکا موجودہ ارتقا عصر حاضر میں وطنی جبلتی تعصب پر آکر جم چکا ہے،یعنی بی۔جے پی اور سنگھ پریوار کی فکر نے اسکی جوہریت کو کمزور و نڈھال کرکے رکھ دیا ہے،اس کھیل تماشہ کو آریا سماجیوں اور سنگھ پریواریت نے جب سے شروع کیا ہے، تب سے اصل ہندو مت بس بالی ووڈ کی فلموں اور ڈراموں سے خارج انسانیت شکن ،قاتل اور متعصب روپ میں نمودار ہوچکا ہے،مگر انکا یہ اصرار ہے کہ وہ سب سے زیادہ سنجیدہ،متین،انسانیت پرست،امن پسند اور روادار لوگ ہیں۔

بحث: ۲۔

جدید ہندو قوم پرستی کا ارتقا: جدید ہندو اسما الرجال کی روشنی میں؟

ہندو مت میں تعصب پیدا کرنے میں سوامی دیا نند کی آریا سماجیت نے جو راہ دکھائی تھی اسے مابعد بال گنگا تلک،ساورکر،ڈاکٹر مونجے،سوامی شردھا نند،انند پال اور لالہ لاجپت رائے نے انتہا تک پہنچایا تھا،مگر اسکو جو وطنی سیاسی روپ ساورکر نے دیا تھا وہ اسے ان سب میں ممتاز بنادیتا ہے بلکہ سنگھ پریوار کا امام اعظم بنا دیتا ہے۔

چناچہ بہت حد تک کچھ دلایل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ممکن ہے کہ موجودہ جدید سناتن دھرمی ،عظیم ہندوستانی برتری و افضلیت کا منصوبہ سواکر کی سیاسی کوکھ کا نتیجہ ہے،جبکہ ہندو مت میں توحید سمو کر بت پرستی کا انکار کرکے مسلمانوں کو ہندومت کی طرف راغب کروانا سوامی دیانند کا کھیل تماشہ تھا،سوامی جی لوگوں کو مسلم تاریخی ،مذہبی ،و روحانی شخصیات پر لعن طعن کرنا سکھایا اور مابعد تقسیم ہند نوپور شرما جیسی ناریوں نے انہی کے تیر کش سے مسلمانوں کے سینہ چھلنی کرنا شروع کردئے، جبکہ اسے وطنی اور سیاسی درجہ تک سواکر لے گئے تھے،بیان کیا جاتا ہے کہ ساورکر ایک ملحد تھے،یہی ندیم۔ایف۔پراچہ کی سموکر کارنر(ڈیلی ڈان کراچی) میں تحقیق بیان کی گئی ہے۔

<u>وکی پیڈیا میں ساورکر کا تعارف مختصراً کچھ یوں کیا گیا ہے :</u>

ونایک دامودر ساورکر **ونایک دامودر ساورکر** (ہندی: विनायक दामोदर सावरकर)

جنھیں ان کے مداح ویر ساورکر کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ہندوتوا نظریے کے بانیوں میں تھے۔ ان کا جنم ۲۸ مئی، ۱۸۸۳ء میں مہاراشٹر کے ناسک ضلع کے بھاگر گاؤں میں ہوا تھا۔ ان کی ماں کا نام رادھا بائی ساورکر اور باپ دامودر پنت ساورکر تھے۔ دونوں کی چار اولاد تھیں۔ ویر ساورکر کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ ان کی ابتدائی تعلیم ناسک کے شیواجی اسکول سے ہوئی۔ محض ۹ سال کی عمر میں ہیضے کی بیماری میں ان کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے کچھ سال بعد ان کے والد کا بھی

۱۸۹۹ء میں طاعون کی وبا میں انتقال ہو گیا تھا۔ چناچہ اس کے بعد ان کے بڑے بھائی نے خاندان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ ساورکر بچپن سے ہی باغی فطرت کے حامل تھے۔ جب وہ گیارہ سال کے تھے تبھی انہوں نے وانر سینا (بندروں کی فوج) کے نام سے ایک گروپ بنایا تھا۔

وہ ہائی اسکول کے دوران بال گنگادھر تلک کی شروع کی گئ شیواجی اتسو اور گنیش اتسو کیا کرتے تھے۔ مارچ ۱۹۰۱ میں ان کی شادی یمنا بائی سے ہوگئی۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے ڈگری کے لئے پونے کے فرگوسن کالج میں داخلہ لیا۔ مگر معاشی بد حالی کی وجہ سے ان کی کلی تعلیم کا خرچ ان کے سسر یعنی یمنابائی کے والد نے اٹھایا تھا۔ ساورکر آگے چل کر ہندو مہا سبھا اور راشٹریہ سویم سیوک سنگھ سے منسلک ہوئے۔ بھارت کی آزادی کے لیے بھی کچھ کوششیں انہوں نے کی تھیں، جس کی وجہ سے انہیں کالے پانی کی بھی سزا ہوئی تھی، مگر بعد میں انہوں نے انگریزوں سے معافی مانگ لی جس کے نتیجے میں ان کو رہا کردیا گیا۔[171]

اس پورے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ساورکر صاحب بچپن سے ماں باپ کی کمی کے سبب ہندو مذہب کی اساطیر سے شدید متاثر ہوچکے تھے،اس ضمن میں انھیں ہنومان اور سکھدیو کی وانر سینا نے بہت متاثر کیا تھا ،شاید انکو خود میں اور ہندومان میں بھی کچھ مشابہت دیکھنے کو ملی تھی،مگر جس نے بھی رامیان پڑھی ہوگی وہ پہچان لیگا کہ ہنومان جی جیسا پوتر دل،نیک پن،عدم تعصب اور اطاعت گزاری کے وصف ان میں پیدا ہونہیں سکے تھے،ساتھ یہ بھی معلوم چلتا ہے کہ وہ مشہور قوم پرست بال گنگا تلک سے بھی متاثر تھے،تیسری بات یہ معلوم چلی ہے کہ انکو جب کچھ سیاسی اچھل کود کرنی پڑی اور اسکے نتیجہ میں کالا پانی دیکھنا پڑا تو اس تجربہ نے انکو حقیقت کی طرف راغب کردیا اور انھونے اس وقت کے باپ یعنی انگریز سرکار کو اپنا باپ مانکر انگریزوں کو اپنا مرشد مان لیا تھا، حلانکہ ساواکر پراجیکٹ انگریز اور مسلمان دونوں کو اجنبی اور بیرونی حملہ آور غاضب تصور کرتا ہے،اور جسے سنگھ پریوار نے بی۔جے۔پی کی حکومتی ادوار میں بزورِ قوت ہندوستان بھر میں نافذ کردیا ہے۔

---

171 https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%88%D9%86%D8%A7%DB%8C%DA%A9_%D8%AF%D8%A7%D9%85%D9%88%D8%AF%D8%B1_%D8%B3%D8%A7%D9%88%D8%B1%DA%A9%D8%B1

بال گنگا تلک :

بال گنگا تلک کا جدید قوم پرستی میں بہت بڑا مقام ہے،ساورکر سے جناح تک جیسے لوگ انکی قدر کیا کرتے تھے،جناح تو غالباً مابعد اس بابت شاید کچھ منحرف ہوگئے ہونگے (واللہ علم) مگر ساورکر نے انکی فکر کو اور پروان چڑھایا ، چنچہ چچا تلک ۱۸۵۷ء میں کونکن کے ایک متوسط برہمن خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ انھونے دکن کالج پونہ سے ۱۸۷۷ء میں بی اے اور ۱۸۷۹ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا تھا۔ ۱۸۸۰ ء میں وہ نیو انگلش اسکول سے منسلک ہوئے اور پھر ۱۸۸۵ ء میں فرگیوسن کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۰ ء میں انھوں نے اسکول اور کالج دونوں کی ملازمت ترک کر دی اور مراٹھی زبان میں "کیسری" اور انگریزی زبان میں "مراہٹہ" جاری کر کے اپنے آپ کو پوری طرح صحافت اور جدوجہد آزادی کے لیے وقف کر دیا اور پھر انھیں مابعد بتدریج ایک سربرآوردہ سیاسی رہنما کی حیثیت حاصل ہوتی گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ انکل تلک سنسکرت اور ریاضی کے بھی عالم تھے۔

۱۸۹۳ء میں انھوں نے انگریزی میں "اورین کے نام سے انھونے ایک عالمانہ کتاب لکھی جو ویدوں کی ابتدا اور ان کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اس کتاب نے بیرونی محققین کو بھی ان کی طرف متوجہ کروایا۔ انھیں انکی باغیانہ تحریروں کی بنا پر ۱۸۹۶ء میں ایک سال کی قید بامشقت کی سزا دی گئی۔بتایا جاتا ہے کہ مشہور مستشرق و مشرقی لسانیات کے شوقین عالم میکس میولر نے بھی ان کی رہائی کے لیے کوشش کی تھی۔ چناچہ ایک سال کی قید کے بعد انھوں نے پنچانگ (علم نجوم کی تقویم) کی تیاری میں دلچسپی ظاہر کی ۔ ۱۹۰۱ ء میں انھوں نے اپنی کتاب "ویدوں کا وطن قطب شمالی" لکھی۔ ۱۹۰۸ء میں انھیں دوبارہ قید کر کے مانڈلے بھیج دیا گیا۔

اسیری کے زمانے میں انھوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "گیتا رہیسہ" لکھی جس میں گیتا کی تعلیمات کی کرم مارگی (ویدوں کا بتایا ہوا عملی راستہ) نقطہ نظر سے تشریح کی گئی ہے۔ ۱۹۱۹ ء میں وہ والنٹائن شیرول[172] کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعوٰی کرنے کی غرض سے لندن بھی گئے تھے۔ اس مصنف

[172] Valintine chirol.

نے تِلک کے بارے میں توہین آمیز جملے اپنی کتاب انڈین ان ریسٹ[173] استعمال کئے تھے۔ ان پر چلائے گئے اشتعال انگیزی کے ایک مقدمے کے دوران میں ممبئی کی عدالت میں کہا ہوا ان کا یہ جملہ تو ضرب المثل ہو گیاتھا کہ آزادی میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے لے کر ہی رہوں گا۔ ۱۹۲۰ء میں ممبئی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

بال گنگا دھر تِلک ایک ہندوستانی قوم پرست لیڈر تھے۔ اگرچہ وہ ایک پیدائشی برہمن تھے۔ مگر اس کی پرورش مہاراشٹر کے عام ماحول میں ہوئی تھی ۔ ان کے والد ایک مدرس تھے۔ جس نے ان کو مغربی تصورات سے آگاہ کروایا تھا۔ ۱۰ سال کی عمر میں وہ پونا چلے گئے تھے، جو مرہٹہ قومیت کا مرکز مانا جاتا تھا۔ تلک نے یہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ صحافت کا پیشہ بھی اختیار کیا تھا۔ اور اخبارات میں قومیت پر مضمون لکھنے شروع کردئے تھے۔ ہندوستان میں محمد علی جناح کے ساتھ انکے خاص روابط بیان کئے جاتے ہیں بلکہ انسایکلو پیڈیا بریٹینیکا کے مقالہ نگار کے مطابق ۱۹۱۶ کے لکھنو پیکٹ میں میں انھونے نا صرف دستخط کئے تھے بلکہ ہندو مسلم سیاسی تعاون میں معتدل مزاج کانگریس مخالفت کے باوجود اہم کردار ادا کیا تھا بقول وکی پیڈیا کے مقالہ نگار کے موصوف نے اینی بیسنٹ کے ساتھ انڈین ہوم رول لیگ قائم کی تھی۔ مگر بریٹینیکا کا مقالہ نگار کہتا ہے کہ انکی ہوم رول لیگ اینی بیئسنٹ کی لیگ سے الگ تھی۔

تلک نے مکمل آزادی ''سوراج'' کا مطالبہ کیا تھااور وہ کانگریس کی طرح ٹکڑوں میں بدتریج آنے والی مقامی برطانوی اقتدار کے دایرہ کار میں کی جانے والی اصلاحات کی جگہ کامل سوراج یا آزادی کے حصول پر یقین رکھا کرتے تھے۔ وکی پیڈیا کے مطابق جب ۱۸۸۵ء میں آل انڈیا کانگریس وجود میں آئی تو اس میں انتہا پسند گروہ کے لیڈر بن گئے تھے،

،مگر کئی دیگر ذرایع سے یہ معلوم ہوتا ہے اگر چہ وہ اجلاس میں شریک ہواکرتے تھے ،مگر وہ کانگریس کے سخت مخالف تھے۔بلکہ انھوں نے اس ضمن میں کانگرس میں اعتدال پسند گروہ کے مسجھے جانے والے رہنما لیڈر مسٹر گوپال کرشن گوکھلے کی زبردست مخالفت کی تھی اور کہا تھاکہ انگریزوں کو بزور ملک سے نکال دینا چاہیے۔ ۱۸۹۷ء میں تلک کو گرفتار کرکے ڈیڑھ سال کی سزا دی گئی۔ ۱۹۰۷ء میں کانگریس کے دونوں گروہوں میں زبردست چپقلش شروع ہوئی۔ مابعد انگریزوں نے تلک کو ۶ سال کی سزا سنا کر انھیں برما بھیج دیا گیا۔

---

[173] Indian Unrest-

تلک ایک جید عالم اور بے باک صحافی ہوا کرتےتھے۔ انھوں نے تاریخ، ہندو مذہب، شنکر آچاریہ کے فلسفہ، تاریخ ماقبل رامایں، شیواجی کی حیات، بودھی دور اور شک راجاؤں پر بھی لکھنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ "کیسری"نامی مراٹھی زبان میں انکے اخبار میں ان کے مضامین جذبہ حب الوطنی کی شدت و خلوص اور خطیبانہ انداز کی پختگی کے آئینہ دار سمجھے جاتے ہیں،جبکہ انگریزی زبان میں وہ مرہاٹا نامی اخبار وال نکالا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ قاری کو پیش نظر رکھتے اور نپی تلی صاف اور غیر مبہم بات کہتے تھے۔ ان کے خیالات کی بنیاد ہندو احیا پرستی اور کلاسیکی انداز فکر پر استوار تھی،اس تناظر میں انھونے ہندو دیو مالائی کرداروں دیوی دیوتاوں کی پوجا کو سیاسی علامت کے طور پر بروئے کار لانے کی کوشش کی تھی چناچہ انھونے ،پاربتی اور شیو کے بیٹے گنیش کی پوجا یعنی گنپتی پوجا کو ۱۸۹۳ میں رواج دیا تھا، اور مراٹھی باغی،غارت گر شیوا جی کو مسلمانوں کے خلاف آزادی کا رہنما بنا کر پیش کیا تھا اور اس سے دن منسوب کیا تھا چناچہ (۱۸۹۵)،۱۸۹۷ میں برطانوی حکومت نے انہیں عوام کو بغاوت کے لئے بھڑکانے اور بغاوت کے الزام میں جیل کی سزا دی تو انکو مقبولیت حاصل ہوئی اور انھیں لوک آمانئے یعنی عوام کا رہنما کہا گیا ، جہاں کانگریس ،خود کو برطانوی حکومت کی وفادار نمایدہ بنا کر پیش کرتی تھی اور اصلاح کے ذریعہ تبدیلی کی حامی تھی وہیں تلک ،ستیہ گرہ،انقلاب سے کامل تبدیلی کے حامی تھے۔

تقسیم بنگال کے مابعد ۱۹۰۷ تک انکی سرگرمیاں ،دہشت گردانہ اہمیت کی حامل ہوچکی تھیں،برطانوی مصنوعات کے مقاطعہ،اعمال حکومت پر حملوں،اور بغاوت کے الزام میں انکو ماخوذ کرکے انھیں میانمار(برما) میں چھ سال جیل کی سزا سنائی گئی اور قید رکھا گیا،انھونے بھگوت رسیہ میں اس قدامتی رائے کو ترک کیا کہ بھگوت گیتا ترک دنیا،یا ترک بغاوت کا درس دیتی ہے،بلکہ انکے مطابق وہ انسانی خدمت اور بے لوث جذبات کی امین ہے۔

،۱۹۱۸ کے دورہ برطانیہ ممیں وہ بھانپ گئے تھے کہ لیبر پارٹی کی قوت وہاں بڑھ رہی ہے اور مابعد ۱۹۴۷ میں اسی نے تقسیم ہند کو ممکن بنایا،ساتھ انھونے بیرونی قوتوں سے دوری کو پروان چڑھایا،مگر ساتھ شدت پسندی،دہشت گرد اعمال کی حمایت سے کراہت کا بھی اعلان کیا،یہاں ہم انکی بابت سابقہ معلومات اور اس منسوب بیانیہ میں واضح تفریق دیکھنے کو ملتی ہے ،شاید ارتقائی طور پر انکے شعوری فکری ضابطوں میں تبدیلی رونما ہوئی تھی،جناح سمیت کئی رہنما انکی کافی عزت کیا کرتے تھے،انھونے تحریک خلافت میں عدم تعاون کو بھی نقصان دہ قرار دیا تھا،ساتھ ساتھ ۱۹۱۹ کی مانٹیگو چیمسفورڈ

اصلاحات کو اپنانے کی سفارش کی تھی ،چناچہ ۱۹۱۸ سے ۱۹۲۰ کے درمیان انکی وفات بتائی جاتی ہے ،ہمیں اس بابت کچھ خاص معلوم نہیں ہے،گاندہی نے انھیں جدید انڈیا کا خالق گردانا تھا وہیں دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ نہرو انھیں انڈین انقلاب کا موسس قرار دیتے تھے[174]۔

تلک ہی جدید مودی کے گجرات کے تعصب کے موسس ہیں مگر اس میں بہت حد تک سوامی دیا نند اور سوارکر کا بھی تڑکا موجود ہے،مگر ساتھ ساتھ تقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ تلک کا مزاج مسلمانوں کے خلاف ساوارکر اور سوامی جی جیسا قطعی نہیں تھا،یہ انکی مصلحت پسندی تھی،قومی دھارے کی تشکیل و تعمیر تھی جو انھیں شیوا جی ہیرو محسوس ہوا ،مگر انکا مسلم مخالف رویہ مذہبی کم سیاسی نوعیت کا حامل زیادہ تھا،مگر وہ ساتھ ساتھ کافی حققیقت پسند فرد تھے ،جبھی مسلم مخالفت میں وہ ایک حد سے زیادہ نہیں جاتے تھے،جبکہ وہ ساوارکر اور سوامی جی طرح انگریزوں کی گود میں بیٹھنا بھی پسند نہیں کیا کرتے تھے۔

سمجھیں موجودہ ماہراشٹرمیں وشنو کی جگہ شیو اور شیوا جی کی پوجا کو پروان چڑھانا ،ہندو قوم کو وید ،بھگوت گیتا کی نئی تشریح تک لانے میں انھونے نے اہم، کردار ادا کیا تھا،گاندہی،کی سوراج،تحریک عدم تعاون،پر انھی کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں،یہ تقسیم بنگال کے بھی سخت مخالف تھے،اور سودیشی تحریک ،انگریزوں کی سول و حربی نافرمانی میں بھی پیش پیش تھے،انھونے تنسیخ بنگال کے لئے سخت کوشش کی تھی ۔ اس معاملے میں وہ اصلاح پسند گوپال گنیش اگرکر سے اختلاف رکھا کرتے تھے جن کی نظر مستقبل پر تھی۔ ان کی "گیتا رہسیہ" کا ترجمہ انگریزی کے علاوہ تقریباً ساری ہندوستانی زبانوں میں ملتا ہے۔ بلکہ مراٹھی اور انگریزی میں بھی ان کی سوانح عمریاں موجود بتایی جاتی ہیں۔[175]

حامد میر کا کہنا ہے کہ:

ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۶۷ء میں اپنی کتاب[176]

میں اشارہ دیا تھا کہ نہرو اور ساوارکر کی سوچ میں کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوا تھا بلکہ یہ سوچ وہی ہے جو آر ایس ایس کے لیڈر ساوارکر کی تھی، یہ اکھنڈ بھارت پر یقین رکھتے ہیں اور ناصرف کشمیر پر قبضے کی کوشش کرینگے بلکہ پاکستان کو بھی توڑنے کا منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اس کتاب

---

174 https://www.britannica.com/biography/Bal-Gangadhar-Tilak

175 https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A8%D8%A7%D9%84_%DA%AF%D9%86%DA%AF%D8%A7_%D8%AF%DA%BE%D8%B1_%D8%AA%D9%84%DA%A9

176 The Myth of Independence

کی اشاعت کے چار سال بعد پاکستان ٹوٹ گیا۔ بھٹو نے لکھا تھا کہ پاکستان کے خلاف ہر سازش میں بھارت کو امریکہ کی تائید حاصل رہی ہے اور آئندہ بھی حاصل رہے گی۔

یہ دونوں ملکر پاکستان کا وجود مٹانا چاہتے ہیں اور کشمیری پاکستان کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں بھٹو کو ہم نے پھانسی پر لٹکا دیا لیکن بھٹو کی وارننگ کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ دشمن کی نظر صرف آزاد کشمیر پر نہیں بلکہ پاکستان پر بھی ہے"۔[177]

حامد میر کا نہرو اور ساوارکر میں یکسانیت ڈھونڈھنا اور کشمیر کے تناظر میں نہرو کی حکمت عملی اجاگر کرنا یا تردید کرنا ،فی الحال ہمارے پیش نظر نہیں ہے ،مگر یہ ضرور دیکھنا باقی ہے کہ آر۔ایس۔ایس کے بانی ساواکر کا ہماری نوپوری بحث سے کیا تعلق بنتا دکھتا ہے۔

<u>ساوارکری بیانیہ:</u>

ساواکر ڈسکورس یا بیانیہ کی رو سے ہندوستان صدیوں سے ایک عظیم ملک رہا ہے،جس پر عرصہ دراز سے بیرونی حملہ آور وارد ہوکر لوٹ کھسوٹ کرتے رہے اور،اسے تاخت و تاراج کرتے رہے ہیں ،ساوارکر کی رو سے اصل ہندوستانی فرد وہی ہے جو یہاں پیدا ہوا ہو اور ہندو رسم و رواج ،تہذیب و تمدن کی پیداوار ہو۔اسکی رو سے مسلمان اور انگریز اور انکی تہذیبیں مقامی نہیں بلکہ بیرونی و خارجی نوعیت کی حامل رہی ہیں،جبکہ ہندوستانی دھرتی پر ہندوستانی رسم و رواج اور تاریخ سے وابستہ رکھتا ہندو ماں باپ اور پرکھوں کی پیداوار نسل چونکہ یہیں پیدا ہوئی،اور یہیں پلی بڑھی لہذا یہی یہاں کے اصل باسی ہیں،اس تناظر میں اسلام انکی نگاہ میں ایک خارجی دین ہے اور خارجی بیرونی حملہ آوروں کے ذریعہ یہاں وارد ہوا ہے اور یہاں آمد کے بعد اس دین نے مقامی آبادی کو تو مذہبی طور پر ضرور تبدیل کیا مگر بذاتِ خود انفرادیت قایم رکھنے کے لئے مقامی نہیں بن سکا ہے،جبھی ہندوستان انکا نہیں ہے۔

اول تو ہندوستان کس کا ہے،اسکا اصل باشندہ کون ہے؟کون یہاں اجنبی ہے،کون بیرونی ہے اس پر بہت کچھ اوپر کہہ دیا گیا ہے،اب مکھی پر مکھی مارنے میں زیادہ محنت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے

[177] https://dailypakistan.com.pk/02-Sep-2019/1015809

،دھرم کی راہ سے مسلمانوں پر حمل کرنے کی راہ دیا نند اور شردھا نند جیسوں نے سنگھ پریوار کو دکھائی تو دوسری طرف سیاسی تناظر میں اسے اکھنڈ ،کامل اور صدیوں سے متحدہ ملک کا تاریخی مگر غیر ثابت شدہ نسخہ ہندو قوم پرستوں کو ساواکر نے مغربی فلسفہ،تاریخ اور سیاست سے متاثر ہوکر تھمادیا،جسکو تاریخی مواد کے تناظرمیں محقق کرنا انکے بس کی بات نہیں ہے،مگر سیاسی جمہوری وطن پرستی کی راہ سے ممکن بنانے کی سعی گزرشتہ سوا سو سال جاری و ساری ہے۔

ساوارکر معلوم پڑتا ہے کہ جنگ آزادی کے تناظر میں موضوع بحث کو الگ طریقہ سے دیکھاکرتا تھا اور ہندو توا کے تناظر میں اسکا موقف مابعد جنگ آزادی انگریزی اقتدار کے تناظر میں کافی الگ نوعیت کا حامل تھا،چناچہ ساورکر کو اکثر محققین،انگریز ایجنٹ تک قرارد دیتے نظر آتےہیں جسکی بابت قطعیت سے کچھ کہنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح یہی ساوارک ماضی میں بھادر شاہ ظفر سمیت کئی جنگ آزادی کے مزاحمت کاروں کو ہیرو قرار دیا کرتا تھا جیسا کہ

<u>ڈاکٹر مبارک علی اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ:</u>

۱۸۵۷ کی جنگ میں ہندو اور مسلمان مل کر انگریزوں کے خلاف لڑے تھے۔ اس واقعہ پر پہلی کتاب انڈین وار آف انڈیپنڈنس، ویِنایک داموتھر ساوارکرنے ۱۸۹۰ میں لکھی تھی، جس میں ساوارکر نے بہادر شاہ ظفر، جھانسی کی رانی، نانا صاحب، حضرت بیگم اورحضرت محل وغیرہ کو ہیروثابت کیا تھا۔ کتاب چھپتے ہی انگریزوں نے اس پر پابندی لگا کر ساوارکر کو قید کر دیا تھا۔

ستم ظریفی یہ ہوئی کہ پھر یہی ساوارکر بعد میں ہندو توا کا بانی بنا،جو ہندوؤں کی انتہائی فرقہ پرست تنظیم تھی۔ اس طرح اس نے تاریخ کو مذہبی کر کے اس کا خاص کردار ختم کر دیا گیا۔ [178]

گوالکر و سوارکر کا موقف رہا ہے کہ اس روز سے جب سے مسلمان اس سرزمین پر اترے ہیں ہندو قوم پیہم بھادری وجرات سے انکو بھگانے میں مصروف عمل ہے،سوارکر اپنی قوم کو وہ بنانا چاہ رہا تھا

[178] http://nyazamana.com/2016/03/interview-dr-mubarik-ali/

جو وہ تھی نہیں،اور ہمیں اورنگزیب کی موت کے بعد سے ہی اس بابت شاید کچھ میسر آجائے یا ڈھونڈھ ڈھانڈ کر شیوا جی کو کھڑا کر پائیں جو ایک غارت گر،باغی فردتھا،جسے جب اپنا من چاہا مقام مل گیا تو وہ بھی سکون تان کر دنیا سے رخصت ہوگیا ،مگر آزادی ہند کے بعد بالی ووڈ اور سنگ پریوار کی سانجھے داری نے اس فکشنل پراجیکٹ سے تاریخی منصوبہ ثابت کرنے کے لئے ففتھ جنریشن وار کو بروئے کار لانے کی کوشش کی۔

<u>محمد آصف اقبال ہریانہ کی سیاست،ریاست اور مسلم حالت زار کے تناظر میں بھارتی کے طور پر ہندو توا پر تبصرہ کرتے ہوئے ناقل ہیں کہ:</u>

'' وہیں مسائل اور ان سے پیدا شدہ معاشرے کے علاوہ ایک اہم مسئلہ ریاست کے مسلمان ہیں۔یہ مسلمان آج تک اُس شدھی تحریک سے متاثر ہیں جنہیں شرعی نقطہ نظر سے مرتد کہا جاتا ہے۔شدھی کی تحریک سوامی دیانند سرسوتی سے وابستہ ہے۔شدھی یعنی صفائی یا پاکیزگی ،جس سے کسی بھی فرد بشر کو انکار نہیں ہو سکتا البتہ ان کی شدھی تحریک کا یہ مطلب تھا کہ ہندوستان میں جو مذہبی گروہ ہندوستانی معاشرت سے دور ہو چکے ہیں اُن کی شدھی تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ وہ ہندوستانی معاشرت کو پھر سے اپنا لیں۔شدھی تحریک کا آغازبنگال میں ہندو میلوں سے شروع ہوا اور با گذشت زماں ان میں تشدد کی تحریک بھی شروع ہوئی۔نو جوان ہندوں کو لاٹھی،تلوار و خنجر استعمال کرنے کے طریقے سکھائے جانے لگے۔

آریہ سماجی تحریک کے بعد راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کا قیام عمل میں آیا جس کی بنیاد ۱۹۲۵ءمیں کیشو بیلی رام ہیج ور(۱۸۸۹۔۱۹۴۰)نے ڈالی۔ ان کے بعد سدیسو اراوگولواکرو بالا صاحب دیورس اس کے سر براہ بنے جنہوں نے یکے بعد دیگرے ثقافتی وطن پرستی کو تنظیمی شکل دی اور یہ نظریہ جڑ پکڑتا گیا۔ہندو میلوں سے پہلے ہندو سبھاوں کی تشکیل ہوئی اور ۱۹۲۲ءمیں ان سبھاوں سے ہندو مہا سبھا کی تشکیل ہوئی۔۱۹۲۳ءمیں وی۔ ڈی۔ ساوارکر کا ہندوتوا کا فلسفہ سامنے آیا جس کے مطابق ہندو وہی ہے جو ہندوستان کو اپنی پترو بھومی (یعنی باپ دادا کی سر زمین) اور پنیہ بھومی (پاک سر زمین) مان لے ،بنابریں جو ہندو دھرم سے دور ہو گئے ہیں ان کو یہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستان ہی پترو

بھومی بھی ہے اور پنیہ بھومی بھی اور اِس کے علاوہ بھارت ماتا پر اپنے اعتقاد کے علاوہ انہیں ہندو سنسکرتی کی تعظیم کرنی ہو گی۔

جن مذاہب کا جنم بھارتی دھرتی پرہوا، یعنی بدھ مت،سکھ مذہب، جین مت ،ان کی قبولیت کیلئے کوئی شرط عائد نہیں ہوئی البتہ وہ مذاہب جن کا پنیہ بھومی میں جنم نہیں ہوا، وہ ظاہر ہے بھارتی سنسکرتی سے خارج مانے گئے۔ ویر ساوارکر ۱۹۳۶ءمیں ہندو مہا سبھا کے پردھان بنے اور ان کا فلسفہ ہندوتوا کے پرچارکوں کے لیے ایک لائحہ عمل بن گیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

ہندوستان میں بڑے پیمانہ پر اگر کسی ریاست میں مسلمان شدھی تحریک سے آج بھی متاثر ہیں تو وہ ہریانہ ہی ہے۔ہریانہ میں یہ متاثرین یا مرتدین آج ان تمام سماجی،معاشرتی،اورتہذیبی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں،جس میں ریاست کا ہر عام و خاص مبتلا ہے۔ان کے نام ،ان کی معاشرت اور سماجی زندگی کے شب و روز کے معاملات غیر مسلموں سے علیحدہ نظر نہیں آتیں،یہ مرتدین اسلام کی بنیادی معلومات تک سے نا واقف ہیں۔نماز روزہ سے ناواقفیت آج بھی اسی درجہ میں ہے،پیدائش اور موت کے شرعی مسائل سے یہ ناوقف ہیں۔علاقہ میں اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو جنازے کی نماز پڑھانے والا آسانی سے میسر نہیں ہوتا۔تعلمی پسماندگی،غربت،افلاس، بے روزگاری،اور چھوٹے موٹے اور معمولی کاموں میں مصروف یہ مسلمان،در حقیقت مسلم معاشرے کی کسم پرسی کے عکاس ہیں۔مزید یہ بھی ان تمام غیر اخلاقی و غیر تہذیبی رسم ورواج میں مصروف ہیں جن میں ریاست کا ایک عام انسان ہے‘‘۔[179]

<u>محمد صابر حسین ندوی کا ماننا ہے کہ:</u>

’’ساوارکر کی سوچ دراصل تشدد پر مبنی تھی، لیکن اس کے متبعین اسے عظیم لیڈر کا درجہ دیتے ہیں، اسی لئے انہیں ’’ ویر ساوارکر‘‘ کہا جاتا ہے، بلکہ گرو گولوالکر کی ایک کتاب میں انہیں ’’ راشٹریہ پتا‘‘ یعنی قوم باپ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، حالانکہ یہ گاندھی جی کے ساتھ خاص ہے۔ ساوارکر اپنی سوچ پر اٹل تھے، ان کی جہد مسلسل دیکھ کر لگتا تھا مذہب کی بنیاد پر ملک بنانے کی کوشش کامیاب ہوجائے۔ لیکن یہ سبھی جانتے تھے کہ ہندو ازم کوئی مستقل مذہب نہیں ہے، یہ دیومالائی افکار کا مجموعہ ہے، نیز اس میں موجود طبقاتی اذہان اور معاشرتی تفریق بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی، منوواد

[179] http://maiqbaldelhi.blogspot.com/2014/11/blog-post.html

ہندو سماج کا سب سے تاریک ترین سچ ہے، جس سے طبقہ واریت پیدا کی جاتی ہے، اور انسانوں کو ذات کی بنیاد پر تقسیم کردیا جاتا ہے، ایسے میں اہل علم و دانش کی جانب سے ہندوستان کو ایک جمہوری ملک بنانے کی طرف پیش قدمی کی گئی۔[180]

ساورکر ۲۸ مئی ۱۸۸۳ کو ناسک کے بھاگور نامی گاؤں کے ایک برہمن ہندو خاندان میں پیدا ہوئے۔جب ساورکر کی عمر محض ۱۲ سال تھی انہوں نے بمبئی اور پونے میں ہونے والے ہندو، مسلم فسادات کے دوران اپنے سکول کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنے گاؤں کی مسجد میں توڑ پھوڑ کی تھی۔انہوں نے اس کے بارے میں خود ہی لکھا تھا کہ :

''ہم نے اپنے دل کی آواز پر مسجد میں توڑ پھوڑ کی اور اس پر اپنی بہادری کا پرچم لہرایا۔''

ساورکر نے ابتدائی تعلیم ناسک اور پونے سے حاصل کی اور پھر وہ ۱۹۰۶ میں قانون کی پڑھائی کے لیے لندن چلے گئے۔انگریزوں کا وفادار بننے سے قبل ساورکر نے ۱۹۰۷ میں ۱۸۵۷ کی پہلی جنگ آزادی پر 'دا انڈین وار آف انڈپینڈنس' نامی کتاب بھی لکھی جس پر انگریز حکومت نے پابندی عائد کی تھی۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے مسلمانوں کو جنگ آزادی کا 'ہیرو' قرار دیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ سیلولر (کالا پانی) جیل میں قید و بند کے دوران انہوں نے دو اردو غزلیں بھی لکھیں، جو کچھ سال قبل سامنے لائی گئی ان کی 'جیل ڈائری' میں اردو رسم الخط میں لکھی پائی گئیں۔

ساورکر نے ۱۹۲۱ اور ۱۹۲۲ کے درمیان 'اسینشلز آف ہندوتوا' نامی کتاب لکھی، جس میں انہوں نے 'ہندوتوا' کا نظریہ پیش کیا تھا۔ پھر ہندو مہا سبھا کے بااثر رہنما کی حیثیت سے اس نظریے کو فروغ دیا۔ان پر الزام ہے کہ انہوں نے '<u>ہندوتوا نظریے</u>' کو ایک ایسے وقت میں سامنے لائے جب انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے ایک متحد محاذ کی ضرورت تھی۔''اسینشلز آف ہندوتوا'' میں ساورکر نے لکھا ہے کہ :

''مسلمان اور مسیحی 'ہندو راشٹر' کا حصہ نہیں ہو سکتے کیوں کہ ان کو سنسکرت نہیں آتی، ان کی رگوں میں آرین خون نہیں دوڑتا اور ان کے مقدس مقامات ہندوستان میں نہیں ہیں''۔

---

[180] صابر حسین ندوی: ساوارکر اور محمد علی جناح صحیح تھے
https://qalam.esabaq.com/sawarkar-muhammad-ali-jina-sabir-husain/

انہوں نے انگریزی اور مراٹھی زبان میں ۳۸ کتابیں لکھیں۔ تاہم زیادہ مقبول متذکرہ دو کتابیں (دا انڈین وار آف انڈپینڈنس اور اسینشلز آف ہندوتوا) ہی ہیں۔

<u>ڈاکٹر شمس الاسلام کے مطابق :</u>

'' ساورکر سیکولر آئین کے خلاف تھے اور ملکی نظام کو 'منوسمرتی' نامی مذہبی کتاب پر چلانے کے زبردست حامی تھے۔اتنا ہی نہیں وہ ترنگا جھنڈے سے بہت نفرت کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس کھادی کپڑے سے بنے جھنڈے کو میں کبھی نہیں مانوں گا۔'ساورکر پہلا شخص ہے جس نے ۱۹۳۷ میں احمد آباد میں ہونے والے ہندو مہا سبھا کے اجلاس میں کہہ دیا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔ مسلم لیگ نے تو ۱۹۴۰ میں قرارداد منظور کی تھی۔

۱۹۴۸ میں ساورکر پر مہاتما گاندھی کے قتل کی سازش میں ملوث ہونے کا الزام لگا، تاہم انہیں عدالت نے ثبوت نہ ملنے کی بنا پر بری کر دیا ''۔

<u>ڈاکٹر شمس الاسلام صاحب مذید کہتے ہیں:</u>

''اگر ساورکر کی تصویر بھارتی پارلیمان میں نصب کی جا سکتی ہے تو جناح (محمد علی جناح) کی بھی لگنی چاہیے۔دونوں دو قومی نظریہ پر یقین رکھتے تھے اور دونوں گاندھی سے نفرت کرتے تھے۔ دونوں نے مل کر سرکاریں چلائیں۔ بلکہ ساورکر کا گاندھی کے قتل میں ہاتھ ہے۔''ساورکر ۲۶ فروری، ۱۹۶۶ کو بمبئی میں اپنے گھر میں انتقال کر گئے۔ قبل ازیں انہوں نے یکم فروری، ۱۹۶۶کو ادویات لینا، خوراک کھانا اور پانی پینا ترک کر دیا تھا۔موت سے قبل 'آتماہتیا نہیں آتمارپن' کے عنوان سے لکھے اپنے ایک مضمون میں ساورکر نے کہا تھا کہ جب ایک انسان میں اپنے سماج کے لیے کام کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ فطری موت کا انتظار کرنے کی بجائے 'آتمارپن' اختیار کر کے موت کو دعوت دیں۔

ہندو قوم پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) ساورکر کو اپنا نظریاتی گرو مانتی ہے اور انہیں احتراماً 'ویر ساورکر' کے نام سے یاد کرتی ہے۔بی جے پی کے سینیئر رہنما اور وفاقی وزیر دفاع راجناتھ سنگھ نے ۱۳ اکتوبر، ۲۹۲۱ کو دعویٰ کیا تھا کہ ساورکر نے انگریزوں کو رحم کی درخواستیں مہاتما گاندھی کی تجویز پر دی تھیں۔

ان کا کہنا تھا: ’ساورکر کے متعلق جھوٹ پھیلایا جاتا ہے۔ بار بار کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رہائی کی خاطر رحم کی درخواستیں پیش کی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مہاتما گاندھی نے ان سے یہ درخواستیں پیش کرنے کو کہا تھا۔‘‘

راجناتھ سنگھ کے اس بیان پر بھارت میں ایک بڑا سیاسی تنازع کھڑا ہو گیا تھا۔ سیاسی جماعتوں کے علاوہ مورخین اور سیاسی مبصرین نے بھی اس بیان کو اصل حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش قرار دیا تھا۔تاہم راجناتھ سنگھ پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے قید و بند کی صعوبتوں سے پریشان ہو کر انگریز حکومت کو رحم کی درخواستیں لکھنے والے ساورکر کی حرکتوں کو جواز بخشنے کی کوشش کی ہے۔

سخت گیر ہندو تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی ترجمان میگزین پانچجنیہ کے سابق ایڈیٹر اور مصنف **<u>ترون وجے</u>** نے ستمبر ۲۰۰۴ میں بھارتی میگزین آؤٹ لک میں لکھا تھا کہ:

’’شیواجی (چھترپتی شیواجی مہاراج) کے پرجوش پیروکار کے طور پر ساورکر لڑتے ہوئے مرنا چاہتے تھے۔کوئی دوسرا راستہ نہیں سوجھا تو انہوں نے انگریزوں کو چھ خط لکھ کر اپنی رہائی کی درخواست کی۔ لیکن یہ تمام درخواستیں یکسر مسترد کر دی گئیں۔‘‘

<u>ڈاکٹر شمس الاسلام اپنی کتاب ’ساورکر: متھس اینڈ فیکٹس‘ میں لکھتے ہیں کہ:</u>

’سیلولر جیل کے قیدیوں کی طرف سے انگریز حکومت کو رحم کی درخواستیں لکھنے میں کچھ غلط نہیں تھا۔ درحقیقت یہ ایک اہم قانونی حق تھا جو قیدیوں کو حاصل تھا۔دوسری انقلابی شخصیات بھی تھیں جنہوں نے انگریز حکومت کو رحم کی درخواستیں لکھیں۔ جب ریجنلڈ کریڈاک سیلولر جیل کے دورے پر آئے تو ساورکر اکیلے نہیں تھے جنہوں نے ان کے سامنے رحم کی درخواست پیش کی تھی۔ بلکہ ساورکر کے علاوہ بھی کئی دوسرے لوگوں نے درخواستیں دی تھیں۔ تاہم یہ صرف ساورکر اور برندرا گھوس تھے جنہوں نے ذاتی آزادی کی خاطر اپنے انقلابی ماضی کو ترک کرنے کی بات لکھی ہے۔

دوسرے سینکڑوں انقلابی لوگ تھے جو سیلولر جیل اور دیگر جیلوں میں اپنی سزاؤں کی پوری مدت تک قید رہے۔ وہ (ہندو قوم پرست جماعتوں کے رہنما) بھگت سنگھ، چندر شیکھر آزاد، رام پرساد بسمل، اشفاق اللہ خان، سکھ دیو، راج گرو اور روشن سنگھ جیسے ہزاروں شہدا پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں

جنہوں نے کبھی رحم کی بھیک مانگی نا ہی اپنے موقف میں کوئی نرمی لائے۔سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ ساورکر جیسے بزدل کی تصویر نہ صرف مہاراشٹر کی اسمبلی میں بلکہ بھارتی پارلیمان میں بھی رکھی گئی ہے۔

دسمبر ۱۹۰۹کو مہاراشٹر کے شہر ناسک میں ایک ۱۷ سالہ جوشیلے ہندو برہمن نوجوان اننت لکشمن کنہارے نے تھیٹر ڈرامہ دیکھنے آئے انگریز سرکاری افسر **آرتھر میسن ٹیپٹس جیکسن** المعروف پنڈت جیکسن کو گولی مار کر قتل کر دیا۔

ناسک کانسپایریسی کیس:

پنڈت جیکسن کے متعلق تاریخ کے صفحات میں درج ہے کہ وہ سرکاری افسر ہونے کے علاوہ ایک ایسے تاریخ دان تھے جنہیں سنسکرت اور ہندوستانی تہذیب و ثقافت میں بڑی دلچسپی تھی۔نیز لوگوں میں ایک 'نیک انگریز سرکاری افسر' کے طور پر مشہور تھے۔ وہ اُس وقت ناسک میں ضلع مجسٹریٹ کی حیثیت سے تعینات تھے اور کچھ ہی دنوں بعد بمبئی میں کمشنر کا عہدہ سنبھالنے والے تھے۔

پھر اننت لکشمن کنہارے نے اس 'نیک انگریز سرکاری افسر' کو کیوں مارا؟ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ پنڈت جیکسن نے بحیثیت ضلع مجسٹریٹ ناسک ابھینو بھارت سوسائٹی یا ینگ انڈیا سوسائٹی کے شریک بانی گنیش دامودر ساورکر کی گرفتاری اور ان کے خلاف مقدمہ چلانے میں اپنا منصبی کردار ادا کیا تھا۔

ابھینو بھارت سوسائٹی کے دوسرے شریک بانی گنیش دامودر ساورکر کے چھوٹے بھائی ونایک دامودر ساورکر تھے جنہیں آج بھارت میں 'ہندوتوا نظریے' کا خالق اور بانی مانا جاتا ہے۔دونوں بھائیوں نے ابھینو بھارت سوسائٹی ہندوستان کی تحریک آزادی میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے قائم کی تھی۔انگریز افسر پنڈت جیکسن کے قتل کا یہ معاملہ ہندوستان کی تاریخ میں **'ناسک کانسپریسی کیس'** کے نام سے درج ہے۔ معاملے میں اننت لکشمن کنہارے سمیت تین لوگوں کو پھانسی دی گئی جبکہ کئی دیگر کو قید کی طویل سزا ملی۔'ناسک کانسپریسی کیس' کے ملزمان میں ونایک دامودر ساورکر بھی شامل تھے جن پر بعد ازاں پنڈت جیکسن کے قاتل اننت لکشمن کو پستول فراہم کرنے کا جرم ثابت ہوا۔مارچ ۱۹۱۰ میں برطانوی پولیس نے ساورکر کو لندن کے وکٹوریہ ریلوے سٹیشن سے گرفتار کیا۔ انہیں ہندوستان میں عدالتی کارروائی کا سامنا کرنے کے لیے جولائی ۱۹۱۰ میں ایک سمندری جہاز میں بٹھایا گیا۔

سات جولائی کو جب یہ جہاز فرانس کی بندرگاہ مارسیلز پر پہنچا تو انہوں نے چھلانگ لگا کر بھاگنے کی کوشش کی، مگر پکڑے گئے۔بمبئی پہنچنے پر دامودر ساورکر کو پونے کی یرودا سینٹرل جیل میں بند کیا گیا۔

۱۹۱۱ میں عدالت نے انہیں ناسک کے ضلع مجسٹریٹ پنڈت جیکسن کے قاتل اننت لکشمن کو قتل پر اکسانے اور حکومت کے خلاف سازش رچانے کے معاملات میں قصوروار قرار دے کر دو بار عمر قید کی سزا اور مجموعی طور پر ۵۰ سال قید کی سزا سنائی۔چار جولائی، ۱۹۱۱ کو انگریز حکومت نے ساورکر کو ایک ’سیاسی قیدی‘ کا درجہ دے کر انڈمان و نکوبار کے جزیرے پر واقع سیلولر جیل معروف بہ ’کالا پانی‘ منتقل کیا گیا۔

ڈاکٹر شمس الاسلام دہلی یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات کے سابق پروفیسر ہیں۔ وہ بھارت کی سخت گیر ہندو نظریاتی تنظیموں اور ان کے رہنماؤں کی ’اصلیت‘ پر کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان میں ’ساورکر: متھس اینڈ فیکٹس‘ بھی شامل ہے۔

انہوں نے انڈپینڈنٹ اردو سے گفتگو میں کہا کہ ہندو مہا سبھا کے رہنما اور ’ہندوتوا نظریہ‘ کے خالق ونایک دامودر ساورکر نے ایک لمبے عرصے تک جیل میں رہنے پر انگریز حکومت سے مکمل وفاداری کو ترجیح دی تھی۔’ساورکر نے ۱۹۱۱ سے ۱۹۲۰ تک انگریز حکومت کو کم از کم پانچ رحم کی درخواستیں دی تھیں۔ ان میں سے ۱۹۱۳، ۱۹۱۴ اور ۱۹۲۰ کی درخواستیں نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں موجود ہیں، جن کا متن ہندوتوا کے گرو کی اصلیت بیان کرتا ہے۔’۱۹۱۱ اور ۱۹۱۸ کی رحم کی درخواستیں، جو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں موجود نہیں ہیں، کا ذکر انہوں نے خود اپنی باقی تین درخواستوں میں کیا۔‘

انڈپینڈنٹ اردو کو ڈاکٹر شمس الاسلام اور ان کے ساتھی امت اندورکر کی وساطت سے ساورکر کی طرف سے ۱۹۱۳، ۱۹۱۴ اور ۱۹۲۰ میں لکھی گئیں رحم کی تین درخواستیں دستیاب ہوئی ہیں۔

۱۴ نومبر ۱۹۱۳ کو سیلولر جیل میں ذاتی طور پر انگریز حکومت کے محکمہ داخلہ کے رکن سر ریجنلڈ کریڈاک کو پیش کی جانے والی رحم کی اپنی درخواست میں ساورکر جی انگریز حکومت کے تئیں وفادار رہنے، اس کے لیے کام کرنے اور ’گمراہ نوجوانوں‘ کو حکومت سے جوڑنے کی باتیں کرتے ہیں۔

ساورکر کی رحم کی درخواست میں لکھا ہے کہ:

''لہٰذا اگر حکومت اپنے متنوع احسانات اور رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے رہا کرتی ہے تو میں آئین اور انگریز حکومت کا سب سے بڑا فرماں بردار اور پیروکار بنوں گا۔

''جب تک ہم جیل میں بند ہیں تب تک جناب عالی کی وفادار ہندوستانی عوام کے سینکڑوں ہزاروں گھروں میں خوشی دستک نہیں دے سکتی کیوں کہ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔لیکن اگر ہمیں رہا کیا جاتا ہے تو لوگوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑیں گے۔ وہ فطری طور پر حکومت کے لیے خوشی اور شکر گزاری کے نعرے بلند کریں گے۔ یہ وہ حکومت ہے جو سزا دینے یا بدلہ لینے سے زیادہ معافی اور اصلاح کی طرفدار ہے۔علاوہ ازیں میرے آئینی راستے پر چلنے سے ہندوستان اور بیرون ملک کے وہ سبھی گمراہ نوجوان، جو مجھے اپنا رہنما مانتے تھے، واپس آ جائیں گے۔

حکومت جس حیثیت سے چاہے میں اس کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ کیوں کہ میرا نظریہ پوری طرح سے تبدیل ہو چکا ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ آگے بھی میرا رویہ ایسا ہی رہے گا۔مجھے جیل میں رکھ کر کچھ حاصل نہیں ہو گا بلکہ رہا کرنے سے زیادہ حاصل ہو گا۔ طاقتور ہی معاف کرنے کا مادہ رکھتے ہیں اور اس لیے ایک بگڑا ہوا بیٹا حکومت کے موروثی دروازے کے ماسوا کہاں لوٹ سکتا ہے؟ پُر امید ہوں کہ حضور والا ان نکات پر الطاف و عنایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کریں گے۔'

ان کی تمام رحم کی درخواستوں میں ۳۰مارچ، ۱۹۲۰ کی درخواست زیادہ تفصیلی تھی اور دیگر درخواستوں کی طرح اس میں بھی انگریز حکومت کے تئیں پوری وفاداری اور خودسپردگی کی پیشکش کی گئی تھی۔

اس میں ساورکر لکھتے ہیں کہ :

''میں نے جوش میں آ کر اپنی جوانی خراب کر دی اور جیل سے رہائی میرے لیے نیا جنم لینے جیسا ہو گا۔''اس تفصیلی رحم کی درخواست میں وہ انڈمان کے چیف کمشنر کو سرحدی خطرات پر تجاویز دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسی لیے ۱۹۲۴ میں جب جنگ (پہلی عالمی جنگ) شروع ہوئی اور ہندوستان پر جرمن – ترک – افغان حملے کے خطرات تھے، میں نے حکومت کے سامنے ایک رضاکار کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

آپ اس پر یقین کریں یا نہ کریں میں آئینی راستے کا پوری طرح سے قائل ہوں اور اپنے اس ارادے اور ایمانداری کا اظہار کر چکا ہوں۔ پیار و باہمی احترام سے شرسار ہوں۔ برطانوی ڈومینین کی تقویت کے لیے اپنی خدمات کو پیش کرنے کے لئے پوری طرح سے ایماندار ہوں۔درحقیقت میں کسی ذات یا فرقہ یا لوگوں سے صرف اس بنیاد پر نفرت کرنا مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ ہندوستانی نہیں ہے۔لیکن اگر حکومت مجھ سے اس کے علاوہ ضمانت کے طور پر مزید کچھ چاہتی ہے تو میں اور میرا بھائی ایک طے شدہ وقت کے لیے جیسا کہ حکومت مناسب سمجھے، سیاست میں شریک نہ ہونے کا اقرار کرنے کو تیار ہیں۔'اس کے علاوہ میری صحت لگاتار خراب ہو رہی ہے۔ میں اپنے اہل خانہ کی نیک تمناؤں سے محروم ہوں۔ اب میں سکون سے ایک سبکدوش شخص کی طرح اپنی زندگی کے بقیہ ایام گزارنا چاہتا ہوں۔ اب میری زندگی میں ایسا کچھ نہیں ہے جو مجھے فعال سرگرمیوں کی جانب راغب کرے۔

'یا دیگر کوئی وعدہ، مثال کے طور پر کسی خاص خطے میں رہنے یا ہماری رہائی کے بعد ایک وقت مقررہ تک پولیس کے سامنے پیش ہو کر اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مطلع کرتے رہنا یا دیگر کوئی موزوں شرط جو کہ ریاست کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کے لیے ناگزیر سمجھی جائے، میں اور میرا بھائی بہ خوشی قبول کرنے کو تیار ہیں۔آخر میں، میں ان سینکڑوں سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لئے، جن میں انڈمان سے آزاد کیے گئے قیدی بھی شامل ہیں، حکومت کے سے اظہار تشکر کرتا ہوں، اس طرح ۱۹۱۴ اور ۱۹۱۸ کی میری درخواستوں کو جزوی طور پر منظور کیا گیا ہے۔اس لئے اب یہ امید بجا ہے کہ جناب عالی بقیہ قیدیوں کو بھی رہا کریں گے۔ کیوں کہ ان کے معاملے بھی آزاد کئے گئے قیدیوں کی ہی طرح ہیں، میں اور میرے بھائی کا معاملہ بھی اس میں شامل ہے۔

'خاص طور سے مہاراشٹر گذشتہ کئی سالوں سے کسی بھی قسم کے تشدد یا ایسی کسی قسم کی بدانتظامی سے پوری طرح سے پاک رہا ہے۔ان تمام بنیادوں پر مجھے یقین ہے کہ حکومت (میری رہائی پر) غور کرے گی۔ میں طے شدہ مناسب پابندیوں کو قبول کرنے کو تیار ہوں۔حکومت کے ذریعہ اعلان کیے گئے موجودہ اور متوقع اصلاحات سے متفق و کمر بستہ ہوں۔ شمال کی جانب سے ترک – افغان شدت پسندوں کا خطرہ دونوں ممالک کے سامنے یکساں طور پر موجود ہے۔ان حالات نے مجھے برطانوی حکومت کا

ایمان دار معاون، وفادار اور طرفدار بنا دیا ہے۔ اس لیے حکومت مجھے رہا کرتی ہے تو میں ذاتی طور پر ممنون رہوں گا۔میری ابتدائی زندگی شاندار توقعات سے مزین تھی۔ لیکن میں نے زیادہ جوش میں آ کر سب برباد کردیا۔ میری زندگی کا یہ بے حد خطرناک اور دردناک دور رہا ہے۔

رہائی میرے لیے نئی پیدائش ہو گی۔ حکومت کی یہ نوازش میرے دل اور جذبات کو اندرون تک متاثر کرے گی۔میں ذاتی طور پر صدا کے لیے آپ کا ہوجاؤں گا، مستقبل میں سیاسی طور پر ثمرآور رہوں گا۔ اکثر طاقت جہاں ناکامیاب ہو جاتی ہے وہاں درد مندی کامیاب ہو جاتی ہے۔توقع ہے کہ چیف کمشنر کو یاد ہو گا، ان کے پورے میعاد کار کے دوران میں نے ذاتی طور سے ان کے تئیں صدا ہی احترام کا اظہار کیا ہے۔ اس دوران مجھے کتنی ہی بار مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔یقیناً آپ کے من میں میرےلئے کسی قسم کا کینہ نہیں ہو گا۔ امید ہے کہ آپ مجھے مایوسی کی اس حالت سے باہر نکالنے کی غرض سے میری اس عرضی کو آگے بڑھانے کی مہربانی کریں گے۔'آپ عالی جناب، ہز ایکسی لینسی وائسرائے ہند سے میرے حق میں سفارش کریں گے کیا میں یہ آس لگا سکتا ہوں؟''

رحم کی کئی درخواستوں کے بعد ساورکر کو آخر میں دو مئی، ۱۹۲۱ کو انڈمان و نکوبار کی سیلولر جیل سے پونے کی یرودا سینٹرل جیل واپس منتقل کر دیا گیا۔یہاں سے پھر انہیں چھ جنوری، ۱۹۲۴ کو رتناگری ضلع سے باہر نہ جانے اور پانچ سال تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہ لینے کی شرط پر رہا کردیا گیا۔رہائی کے بعد ساورکر نے نہ صرف جدوجہد آزادی میں حصہ لینے سے گریز کیا بلکہ انگریز حکومت سے بھرپور وفاداری نبھائی۔

<u>ڈاکٹر شمس الاسلام کہتے ہیں کہ :</u>

اپنی قید کے دوران ساورکر نے انگریز حکومت کو کم از کم پانچ رحم کی درخواستیں دیں اور اپنی زندگی میں ۲۰ کے قریب حلف نامے لکھے۔'انہیں دو بار ۵۰ سال قید کی سزا سنائی گئی تھی لیکن وہ سیلولر جیل سے محض ساڑھے ۱۰ سال بعد ہی باہر آ گئے کیوں کہ اس نے انگریز حکومت کی مکمل بیعت کر لی۔جیل سے رہا ہونے کے بعد ساورکر کو انگریز حکومت ماہانہ پچاس روپے بطور وظیفہ دیتی رہی اور انہوں نے کئی بار وظیفے میں اضافے کی درخواست بھی دی۔

ساورکر کی انگریز حکومت سے وفاداری نبھانے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب نیتا جی (سبھاش چندر بوس) انگریزوں سے لڑنے کے لیے اپنی فوج تیار کر رہے تھے یہ شخص انگریز

فوج میں نوجوانوں کو بھرتی کرا رہا تھا۔ساورکر کی قیادت میں ہندو مہا سبھا نے انگریز فوج میں بھرتی کے سینکڑوں کیمپ لگائے اور اس نے خود کہا تھا کہ ہم نے ایک لاکھ لوگ بھرتی کیے۔'۱۹۴۲ کی ہندوستان چھوڑ دو تحریک کے دوران جب کانگریس پر پابندی عائد تھی تو ساورکر نے مسلم لیگ کے ساتھ مل کر سندھ، بنگال اور شمال مغربی صوبے میں سرکاریں چلائیں۔ اُس وقت صرف دو جماعتوں پر پابندی نہیں تھی ایک ہندو مہا سبھا اور دوسری مسلم لیگ۔

انہوں نے نہ صرف ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی مخالفت کی بلکہ ہندوؤں سے کہا کہ وہ حکومت کی نافرمانی نہ کریں۔ساورکر ہندوستان میں انگریزوں کے چلے جانے کے اعلان کے بعد نیپال کے ہندو بادشاہ کو اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے طرفدار تھے۔اس شخص نے ملکہ برطانیہ کو ٹیلی گرام بھیجا کہ اگر آپ ہندوستان کسی کے حوالے کرنے ہی جا رہے ہیں تو نیپال کے راجا کے حوالے کریں کیوں کہ نیپال کا راجا پوری دنیا کے ہندوؤں کا مہا راجا ہے۔''[181]

<u>گستاخ رسول پنڈت شردھا نند ،شدھی و سنگھٹن کا قصہ:</u>

سوامی دیانند کی آریا سماج تحریک کی کوکھ سے ہم دیکھتے ہیں کہ سوارکر اور مونجے کے عہد میں پنڈت شردھا نند گستاخ رسول بھی پیدا ہوا جس نے مسلمانوں کی شدہی کرکے انھیں ہندو بنانے کی تحریک کی بنیاد رکھی مونجے نے اسے سنگھٹن تک حربی ترقی دی،شردھا نند نے اس ضمن میں شدہی مہا سبھا کی بنیاد رکھی۔

<u>عبدالرافع رسول اپنے کالمی سلسلہ سری نگر میں اپنے کالم بعنوان :مودی کی قیادت میں شدھی تحریک</u> میں سوامی شردھا نند عرف بدتمیز شاہ کی بابت لکھتے ہیں کہ:

شدھی تحریک بھارت میں رہنے بسنے والی اقلیتوں سے تمام وابستگان بالخصوص بھارت میں رہ رہے مسلمانوں کوہندو بنانے اور انہیں ہندو مت میں داخل کرانے کی تحریک ہے۔ اس شرمناک تحریک کو آج '' **گھر واپسی تحریک کہا جاتا ہے**'' شدھی سے مراد کہ ہندوستان میں جن لوگوں کے باپ دادا نے کلمہ شہادت پڑھ اسلام قبول کرلیاتھااورمسلمان ہو گئے تھے انہیں دوبارہ شدھی یعنی پاک کر کے ہندو بنایا

---

[181] ظہور حسین:ہندو توا نظریہ کےبانی ساوارکر کی انگریزوں سے وفاداری کی کہانی۔
https://www.independenturdu.com/node/95131

جائے۔بھارتی مسلمانوں کو ویدک دھرم قبول کرنے کی دعوت دینا اور ہندئووں میں خودی اور خود اعتمادی کی روح پھونکنا اس تحریک کی بنیادی غرض وغایت ہے۔

شدھی تحریک متعصب ہندو سوامی دیانندا سرسوتی اور اس کے شاگرد سوامی شردھانند کی جانب سے ۱۹۲۰ میں شروع کی گئی تھی۔ اس تحریک کے تحت غیر ہندو بالخصوص مسلمانوں کو جبری طور پر اپنا مذہب تبدیل کرکے ہندو مت میں داخل کرانا تھا۔ انڈیا میں شدھی تحریک کے بانی سوامی شردھانند کو ایک ہیرو کی حیثیت دی جاتی ہے اور انڈین گورنمنٹ نے ان کے ڈاک ٹکٹ بھی جاری کئے ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ہندئووں کا اسلام کی طرف مائل ہونا اور پھرمشرف بااسلام ہونا ایک عام رجحان بن گیا تھا، اس رجحان کو ختم کرنے کے لیے شدھی تحریک نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ پھرسوامی شردھانند نے ۱۹۲۳میں بھارتیہ ہندو شدھی مہاسبھا کی بنیاد ڈالی۔ اس کا بنیادی ایجنڈا ان لوگوں کا جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا اپنے آبائی مذہب یعنی ہندوازم کی طرف واپس لانا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھتے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے موروثی مذہب سے بھٹکے ہوئے ہندو ہیں۔ لہٰذا ان کو کسی بھی قیمت پر اپنے موروثی مذہب کو قبول کروانا ہے۔

۱۹۲۸ میں شدھی تحریک کے بانی شردھا نند نے کھلے طور پراسلام کے عقائد اور اس کی تعلیمات پر ہتک آمیز اوربے جا اعتراضات والزامات چسپاں کئے۔ اور اس کے علاوہ اسلام کے عالم گیر پیغام اور احکامات کو دہشت گردی کو بڑھاوا دینے کا ایک بڑا ذریعہ قرار دیا اوراسلام کو امن وامان کے لیے خطرہ ٹہرایا گیا ۔ شدھی تحریک کا دوسرارخ سنگٹھن تحریک ہے۔ جس کا بنیادی مقصد ہندئووں کو ایسی تعلیم و تربیت سے روشناس کرانا کہ وہ اپنی حفاظت ،تعلیم و تربیت، نظم و نسق کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کا اچھی طرح سے مقابلہ کر سکیں۔سنگٹھن تحریک کا بانی انتہا پسند پنڈت مدہن مالویہ تھا جس کا مقصد ہندوستان کو مکمل طورپر ہندوبناناہے۔اس حوالے سے پہلے مسلمانوں کو ہندو ''شدھی بنانااگر وہ نہ مانیں توا نہیں سنگٹھن یعنی قتل کر نا تھا۔

سنگٹھن تحریک کا مقصد ہندئووں کو منظم اور ایک جنگجو فورس تیار کرکے مسلمانوں سے جنگ کرنا تھا۔ شدھی اور سنگٹھن تحاریک کی ترغیب پر مہاسبھا بھی سیاست میں ملوث ہو گئی جس نے مسلم دشمنی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ تھی سنگٹھن پارٹی مسلم دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھی کہ اس نے اعلان کر دیا کہ مسلمان ہندوستان میں غیر ملکی ہیں اگر واپس جانا چاہیں تو بہتر اور اگر ہندوستان میں رہنا چاہیں تو انہیں ہندومت قبول کرنا ہوگا۔بھارت کے طول وعرض کے شہروں اور دیہاتوں میں

سنگٹھن تنظیم کے مراکز بنائے گئے جہاں انتہا پسند ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں کے خلاف منظم کرنے کے لیے ورزشوں، لاٹھی، خنجر، تلوار اور بندوق استعمال کرنے کی تربیت دی جانے لگی ۔شدھی اورسنگٹھن کے عزائم خبیثہ بھانپ کراوراسکے خوفناک چہرے ،مہرے کودیکھ کرہی برصغیرکے مسلمانوں کے فہم وبصیرت کے حامل لیڈر قائداعظم محمد علی جناح ؒنے مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن پاکستان کے قیام کااعلان کردیااوررب العالمین نے ان کی مددفرمائی اوراس طرح پاکستان کاقیام عمل میں آیا۔ مودی کے برسراقتدار آنے کے بعد شدھی اورسنگٹھن کااحیاہوا،اور۲۰۱۴ سے تواترکے ساتھ یہ بات کہی جارہی ہے کہ’’ ہندوستان میں رہناہوئے جے شری رام کہناہوگا‘‘ ۔[182]

۱۹۲۰ کے مابعد ہم یہ سلسلہ قایم ہوتا دیکھتے ہیں کہ ماضی کے مودی کے ہیرو قوم پرست تشکیل ساز رہنماوں کے سبب انگلش ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے تعلقات بڑھتی ہوئی کشیدگی کی نذر ہونے لگے تھے۔ اس کشیدگی کی انتہا کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کہ دونوں فرقوں کی کشیدگی کی جو لہر شروع ہوئی اس کے سبب ۱۹۲۳عہ میں 11، اگلے سال ۱۸، 1925ء میں ۱۶اور اس کے ایک سال بعد یعنی ۱۹۲۶ء میں ۳۵اور اگلے ہی برس۳۷ افسوس ناک واقعات رونما ہوئے جو ہندو مسلم فسادات کا نتیجہ تھے۔ ہر سال ایسے واقعات بڑھتے رہے جب کہ چھوٹے اور معمولی نوعیت کی تکرار اور جھگڑے عام ہوتے جارہے تھے۔

ہندو قوم پرستوں کی نگاہ کانگریس،خلافت تحریک اور مسلم لیگ پر تھی،انکو محسوس ہونے لگا تھا،کہ اعتدال پسند شعبہ سیاست پر قبض فریقوں کے برخلاف ایک اور واحد ہندوستان کی قدیم قوم کے احیا کے نعرہ کے ذریعہ وہ متذکرہ بالا سیاسی قوتوں اور جتھے بندیوں کا ایک قوم پرستانہ فکری و نسلی توڑ کامیابی سے پیش کرسکتے ہیں۔چناچہ انکو محسوس ہوا کہ ملسمان آہستہ آہستہ ہندو سیاسی قوتوں کے برخلاف اپنی سیاسی اہمیت منوانے میں مگن ہوچکے ہیں،چناچہ انھونے کوشش کی کہ ہندو قوم میں اپنا مقام ماضی کے ہندوستان کے حکمران مسلمانوں کو جب ہندووں کے مقابل سب سے بڑی تعداد میں موجود تھے ،کے خلاف ہندووں کا ناصرف بھڑکایا جائے بلکہ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ تمہاری بڑی تعداد کے آبا و اجداد بھی یہاں کے قدیم مقامی افراد تھے،لہذا انکی شدہی کرکے اول مسلم قوم کی تعداد کو کم کیا جائے تو دوسری طرف ان مسلمانوں کو دشمن بنا کر پیش کیا جائے،اور ہندو قوم کی مسلم قوم

---

[182] عبدالرافع رسول:سری نگر: مودی کی قیادت میں شدھی تحریک:روزنامہ ۹۲ نیوز:۷۔دسمبر:۲۰۲۰۔
https://www.roznama92news.com/%D9%85%D9%88%D8%AF%DB%8C-%DA%A9%DB%8C-%D9%82%DB%8C%D8%A7%D8%AF%D8%AA-%D9%85%DB%8C%DA%BA-%D8%B4%D8%AF%DA%BE%DB%8C-%D8%AA%D8%AD%D8%B1%DB%8C%DA%A9

کے مقابل حربی و فکری تربیت کرکے مسلم قوم کو ہندوستان سے بھاگنے پر مجبور کیا جائے ،تحریک خلافت میں وہ عدم تعاون کی تحریک اور ہجرت سے اندازہ کرچکے تھے کہ مسلم قوم ایک جذباتی قوم ہے جو موقع ملا تو ہندوستان جیسے دارالحرب کو چھوڑ کر کسی مسلم اکثریتی داراسلام بھی واپس جاسکتی ہے،عین یہی حکمت عملی ان سابقہ تحریکوں کی جانشین بی۔جے۔پی نے بھی اختیار کرلی ہے۔

بقول عارف حسین :

انگریزوں کی آمد کے بعد مخصوص ذہنیت اور انتہا پسندوں نے ہندو مسلم تعلقات کو خراب کرنے کی کوششیں شروع کیں اور خیال کیا کہ انگریزوں سے ساز باز اور سازشیں کرکے اقتدار حاصل کرسکیں گے۔ہندو مسلم تعلقات خراب کرنے کی ابتدا ہندوؤں کی جانب سے ہوئی جنھوں نے پنڈت مدن موہن مالویہ، لالہ لاجپت رائے اور شردھا نند کی قیادت میں سَنگھٹن اور شدھی تحریکیں شروع کیں۔ سَنگھٹن کے معنی ایک ساتھ جوڑ کر مضبوطی سے باندھنا تھا۔ اس تحریک کا مقصد ہندوؤں کی تعلیم و تربیت کرنا، انھیں نظم و نسق اور مختلف امور کا ماہر بنانا، اور مخالفین سے اپنا دفاع سکھانا تھا جس کے لیے ایسے اسلحہ کا استعمال بھی سکھایا جاتا جس سے فسادات کی صورت میں مسلمانوں کے خلاف کام لینا مقصود تھا۔ ہندو نوجوانوں کو لاٹھیوں، اینٹوں کے ٹکڑوں اور بنوٹ کا دشمن پر استعمال سکھایا جارہا تھا۔[183]

شردہانند رسوائے زمانہ شدھی تحریک کا بانی اور ہندو مسلم فساد کا داعی تھا۔ اس کا اصل نام منشی رام تھا اور وہ مسلمانوں کے خلاف فرنگی سازشوں کا آلۂ کار تھا۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کی جو فضا برسوں کے اندر پیدا ہوئی تھی، شردھا نند اور اس کے چیلوں نے چند مہینوں میں اسے نفرت و انتشار میں بدل دیا۔ یہ لوگ گاوں گاوں پھیل گئے اور اسلام پر کیچڑ اچھالنے لگے۔ حد یہ کہ ان لوگوں نے براہ راست ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے شروع کر دیئے۔ شردھانند کے ایک چیلے نے ''جڑپٹ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں اس قدر سخت گستاخیاں بالکل عریاں الفاظ میں کی گئی تھیں کہ اس خباثت کا تصور بھی مشکل ہے۔

---

[183] عارف حسین:جدوجہد آزادی ۔شدہی و سنگھٹن تحریکوں نے ہندو انتہا پسند ذہنیت کو بے نقاب کیا۔:٦۔اگسٹ۔٢٠٢١
https://urdu.arynews.tv/hindu-muslim-unity-and-freedom/

توہین رسالتﷺ کفر کی آخری حد ہے۔ شردھانند کی لگائی ہوئی آگ ہر طرف بھڑک رہی تھی اور جاں نثار ان مصطفی ﷺ کے دل تڑپ رہے تھے۔ بگراس ضلع بلند شہر (یوپی) سے ایک نوجوان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا اور اس نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرنے والے اس گروہ کے سرغنہ کا قصہ پاک کرنے کی ٹھان لی۔

غازی عبدالرشید اور عشق رسولﷺ:

شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پروانہ غازی عبدالرشید تھا۔ ایک غریب مگر معزز گھرانے کا یہ فرزند جس کی خوش قسمتی پر کائنات ہمیشہ ناز کرے گی، دہلی سے افغانستان روانہ ہوا، اور وہاں سے ایک پستول خرید کر لوٹ آیا۔ اب غازی عبدالرشید تھا اور عشق رسول ﷺ کی بیقراریاں تھیں۔ جذبوں کی حرارت جوں جوں بڑھتی گئی اور اس عاشق رسول ﷺ کا چہرہ نکھرتا گیا۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا اور قدرت نے یہ موقع اسے جلد ہی فراہم کر دیا۔ 17 دسمبر ۱۹۲۶ء کو شردہانند دہلی میں اپنے مکان پر موجود تھا کہ غازی عبدالرشید ریوالور لے کر دن دہاڑے اس کے آ شرم میں جا پہنچا۔ ملت اسلامیہ کے اس غیور فرزند نے دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرد ہانند ملعون کو للکارا اور پستول کی لبلبی دبا دی۔ چھ گولیاں اس ملعون کے سینے میں پیوست ہو گئیں اور یوں بیسیویں صدی کے ایک بہت بڑے فتنے کی کہانی اپنے بھیانک انجام کو پہنچ گئی۔

گستاخان رسول اکرمﷺ کی ایک اجمالی فہرست:

ہمیں تاریخ میں عشق و عقیدت میں گستاخ رسول افراد کے عاشقان رسول کے ہاتھوں انجام کی بابت کافی کچھ ڈھونڈھنے سے مل جاتا ہے ذیل میں کچھ چیدہ چیدہ معروف نام اس ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں جو اس فہرست کو ناہی مکمل کرتے ہیں اور نا حرف آخر قرار دیتے ہیں:

گستاخ رسول "ابی بن خلف " حضورصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کےہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " بشر منافق " حضرت عمر رضی اللہ عنہ کےہاتھوں۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " ابو جہل " دو ننھے مجاہدوں معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "امیہ بن خلف " حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۲ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "نصر بن حارث " حضرت علی رضٰ اللہ عنہم کے ہاتھوں۲ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " عصما (یہودی عورت ") ایک نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۲ہجری میں قتل ہوئی

گستاخ رسول " ابو عفک " حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "کعب بن اشرف " حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسولؐ "ابورافع " حضرت عبداللہؓ کےہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "ابوعزہ جمع " حضرت عاصمبن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " حارث بن طلال " حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۸ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "عقبہ بن ابی معیط " حضرتعلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں۲ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " ابن خطل " حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں ۸ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " حویرث نقید"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۸ ہجری میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " قریبہ (گستاخ باندی ") فتحمکہ کے موقع پر قتل ہوئی۔

ایک گستاخ شخص (نام معلوم نہیں) خلیفہ ہادی نے قتل کروا دیا۔

گستاخ رسول " ریجی فالڈ (عیسائی گورنر") سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوںقتل ہوا۔

" یولو جیئس پادری " فرزند ابو عبدالرحمناندلس کے ہاتھوں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " راجپال " غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "نتھورام " غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

گستاخ رسول "ڈاکٹر رام گوپال " غازی مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۳۶ میں قتل‌ہوا۔

گستاخ رسول " چرن داس " میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۳۷ قتل ہوا۔

گستاخ رسول " شردھا نند " غازی قاضیعبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۲۶ میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " چنچل سنگھ " عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۳۸میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول " میجر ہردیال سنگھ " بابومعراج دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۴۲ میں‌قتل ہوا۔

گستاخ رسول بھوشن عرف بھوشو بابا عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۳۷ میں قتل ہوا۔

گستاخ رسول چوہدری کھیم چند منظورحسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۴۱ میں قتل‌ہوا۔

گستاخ رسول نینو مہاراج عبد الخالق قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۴۶ میں ہاتھوں قتل ہوا۔

گستاخ رسول لیکھرام آریہ سماجی کسی نامعلوم مسلمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھو قتل ہوا ۔

گستاخ رسول ویر بھان بھی کسی نامعلوم مسلمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ۱۹۳۵ میں قتل ہوا ۔

ہم تاریخِ پاک و ہند میں جھانکتے ہیں تو معلوم پڑتا ہے کہ غازی عبدالرشید جس داد و تحسین کے مستحق تھے وہ انکو ملی نہیں حلانکہ برصغیر میں مسلمانوں کے خلاف آریا سماج ،دیانند اور شردھا نند سے بڑا گستاخانہ فتنہ آج تک پیدا نہیں ہوا ہے،اور آج کی تمام ہندو تحریکیں جو مسلم مذہبی شخصیات کے خلاف گستاخی میں مصروف ہیں وہ سب دیانند اور شردھا نند کی باقیات ہیں،میں اوپر گوش گزار چکا ہوں کہ نوپور شرما اور اور بی۔جے۔پی کی بنیادیں اور اعتراضات بھی انہی چشموں سے پھوٹے ہیں ۔لہذا غازی علم دین سے بھی بڑی خدمت غازی عبدالرشید نے سرانجام دی تھی۔

کیونکہ شردھا نند کو اس دوران یہ مقام حاصل تھا کہ اسکا اٹھنا بیٹھنا تحریک خلافت کے دوران ،علی برادران اور گاندہی جی جیسوں تک کے ساتھ کبھی کبھار ہوجاتا تھا ۔اس نے اس دوران ہندو مسلم اتحاد کے نعروں میں اپنا قد و قامد ویسے ہی فرقہ وارنہ عوامی پیرائے میں بلند کیا تھا جیسے جنوبی افریقہ سے واپسی پر تحریک خلافت نے گاندہی کو فورا صف اول کا فرد بلکہ مہاتما تک بنوادیا تھا

۔مسلمانوں نے اسی شردھا نند کو جامع مسجد دھلی کے منبر تک بٹھا کر تقریریں کروادی تھیں،مگر درونِ خانہ اسکا باطن دیانند کی فکر سے پر تھا لہذا جب اس نے ۱۹۲۴ میں تحریک خلافت کو ختم ہوتے دیکھا،مسلم لیگ کو ملی و سیاسی معاملات میں غایب دیکھا،ہندو قوم پرست تنظیموں کا عروج دیکھا تو اس نے علی برادران کی جیل یاترا کے دوران بنا رہنما مسلم قوم کے مذہبی افکار و عقاید پر حملہ شروع کردئے ،اس عمل میں ہندوستان کے کئی چوٹی کے رہنما اسکے پشت پناہ تھےچناچہ غازی عبدالرشید نے اس بدبخت کو جھنم واصل کرکے ،ہندووں کے صف اول کے فکری رہنما کو اسکا اصل ٹھکانہ یاد دلوادیا تھا ۔ہندووں کے دائیں بازو میں کانگریس کے مسلمانوں سے نین مٹکہ کو بہت تشویش،ناراضگی اور کراہت سے دیکھا جارہا تھا ،[184]اس کا فایدہ متعصب قوم پرست،فرقہ جماعتوں نے اپنے سیاسی قد و کاٹھ کی تعمیر کے ضمن میں خوب اٹھایا۔

۱۹۲۴میں خود ترکی کی قومی اسمبلی نے خلیفۃ المسلمین کو معزول کرکے ترکی کی خلافت کا خاتمہ کردیا۔ مسلمانانِ ہندوستان بحیثیت قوم ایک بند گلی میں آگئے۔ مولانا محمد علی جوہر ان صدمات کی تاب نہ لاسکے اور وقت سے پہلے بوڑھے ہوگئے۔

<u>علامہ مودودیؒ صاحب لکھتے ہیں کہ:</u>

’’مسلمانوں میں ایسا انتشار پیدا ہوگیا تھا کہ ان کا کوئی حقیقی رہنما یا لیڈر ایسا نہ تھا جس پر وہ پوری طرح اعتماد کرسکیں۔ دوسری طرف ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوؤں کے عزائم کھل کر سامنے آگئے۔ ان کے مفادات کی نمائندگی گاندھی جی کررہے تھے‘‘۔[185]

اسی قسم کے پسِ منظر میں ہمیں ناموس رسالت کے دفاع میں مولانا ثنا اللہ امرتسریؒ کے قلمی جہاد کےساتھ ساتھ عملی جسدی جہاد میں غازی عبدالرشیدؒ اور غازی علم الدینؒ نمودار ہوتے نظر آتے ہیں چناچہ جب غازی عبدالرشیدؒ کا تذکرہ ہو اور ،غازی علم دینؒ کا ذکر نا ہو تو یہ کیسے ممکن ہے۔

<u>غازی علم دینؒ شہید کا قصہ:</u>

---

[184] Francis Robinson: Islam and muslim history in south asia:OUP:pp:222.
[185] پروفیسر خورشید احمد:مرتبہ:تحریکِ اسلامی:صہ:۸٦:ادارہ چراغ راہ

چناچہ انکا تعارف کرواتے ہوئے داکٹر فیض احمد چشتی لکھتے ہیں کہ:

غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۶۶:ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۰۸ء کو لاہور میں متوسط طبقے کے ایک فرد طالع مند کے گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ نجاری (بڑھئی) ان کا پیشہ تھا ۔ انکے والد طالع مند اعلیٰ پائے کے ہنرمند تھے ۔ وہ علم دین کوگاہے گاہے اپنے ساتھ کام پرلاہور سے باہر بھی لے جایا کرتے تھے ۔ چناچہ انکا بڑا بیٹا محمد دین تو پڑھ لکھ کر سرکاری نوکر ہوگیا لیکن علم دین نے ان سے انکا موروثی ہنر ہی سیکھا۔ علم دین نے بچپن ہی میں بعض ایسے واقعات دیکھے تھے جن کے نقوش ان کے دماغ پر ثبت ہوگئے تھے اور وہ مابعد بہت حد تک ان کی کردار سازی میں کام آئے۔ ماموں کی بیٹی سے منگنی تک علم دین کوگھر اورکام سے سروکار تھا۔ باہر جو طوفان برپا تھا اس کی انھیں خبرتک نہیں تھی۔ چناچہ اُس وقت انہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ گندی ذہنیت کے شیطان صفت راجپال نامی بدبخت نے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ایک دل آزارکتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کرکے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ حکومت کو راجپال کے خلاف مقدمہ چلانے کو کہا گیا، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالعزیز اور اللہ بخش کو الجھا کر سزا دے دی گئی۔ الٹا چور سرخرو ہوا اور کوتوال کے ساتھ مل گیا۔ اخبارات چیختے' چلاّتے رہے اور راجپال کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتے رہے۔ جلسے ہوتے رہے' جلوس نکلتے رہے، لیکن حکومت اور عدل وانصاف کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

مسلمان اگر چہ دلبرداشتہ ضرور ہوئے تھے لیکن سرگرمِ عمل رہے۔ اس دوران دلّی دروازہ سیاسی سرگرمیوں کا گڑھ تھا ۔ یہاں سے جو آواز اٹھتی تھی وہ پورے ہندوستان میں گونج جاتی تھی۔ علم دین ایک روز حسب معمول کام پر سے واپس آتے ہوئے دلّی دروازے پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر رک گئے۔ انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو پتا چلا کہ راجپال نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتاب چھاپی ہے اس کے خلاف تقریریں ہورہی ہیں۔ کچھ دیر بعد ایک اور مقررآئے جو پنجابی زبان میں تقریر کرنے لگے۔ یہ علم دین کی اپنی زبان تھی وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس سماعت شدہ تقریر کا ماحاصل یہ تھا کہ راجپال نے ہمارے پیارے رسول کی شان میں گستاخی کی ہے، اور وہ واجب القتل ہے، اسے اسکی شرانگیزی کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ لہذا علم دین گھر پہنچے تو والد سے تقریرکا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی تائید کی کہ رسول کی ذات پر حملہ کرنے والے بداندیش کو واصلِ جہنم کرنا چاہئے۔ چناچہ وہ اپنے دوست شیدے سے ملے اور اس سے راجپال اور اس کی کتاب کا ذکرکرتے تھے۔

لیکن یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ آخر یہ بد بخت راجپال کون ہے؟ اُس کی دکان آخر کار کہاں ہے؟ وہ اور اسکا حلیہ کیا ہے ؟ شیدے کو اپنے ایک دوست کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ متعلقہ شاتمِ رسول ہسپتال روڈ پر کتابوں کی دکان چلایا کرتا ہے۔ چناچہ بیرون دہلی دروازہ درگاہ شاہ محمود غوثؒ کے احاطہ میں مسلمانوں کا ایک فقیدالمثال اجتماع ہوا۔ اور علم دین بھی اپنے والد ماجد کے ہمراہ اس اجمتماع میں موجود تھے۔ اس تقریر نے بھی اُن کے دل پر بہت اثر مرتب کیا۔ اُس رات انہیں خواب میں ایک بزرگ ملے، انہوں نے کہا: ’’تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہورہی ہے اور تم ابھی تک سورہے ہو! تم اٹھو اور جلدی کرو۔ علم دین ہڑبڑا کر اٹھے اور سیدھے شیدے کے گھر پہنچے۔ پتا چلا کہ شیدے کو بھی ویسا ہی خواب نظرآیا تھا۔ دونوں ہی کو ان بزرگ نے راجپال کا صفایا کرنے کو کہا تھا۔ دونوں میں یہ بحث چلتی رہی کہ کون یہ کام کرے، کیونکہ دونوں ہی یہ کام کرنا چاہتے تھے۔ پھر قرعہ اندازی کے ذریعے دونوں نے فیصلہ کیا۔ تین مرتبہ علم دین کے نام کی پرچی نکلی تو شیدے کو ہار ماننی پڑی۔ علم دین ہی شاتمِ رسول کا فیصلہ کرنے پر مامور ہوئے۔ انارکلی میں ہسپتال روڈ پر عشرت پبلشنگ ہاؤس کے سامنے ہی راجپال کا دفتر تھا۔ معلوم ہوا کہ راجپال ابھی نہیں آیا ہے۔ اور جب وہ آتا ہے تو پولیس اس کی حفاظت کے لیے آجاتی ہے۔ اتنے میں راجپال کار پر وہاں آگیا۔ کار سے نکلنے والے کے بارے میں کھوکھے والے نے بتادیا تھا کہ یہی شیطان راجپال ہے، اور اسی نے وہ بدنام زمانہ کتاب چھاپی ہے ۔

راجپال ہردوار سے واپس آیا تھا، وہ دفتر میں جاکر اپنی کرسی پر بیٹھا اور پولیس کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لیے ٹیلی فون کرنے ہی والا تھا کہ علم دین دفترکے اندر داخل ہوئے۔ راجپال نے درمیانے قدکے گندمی رنگ والے جوان کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا لیکن وہ سوچ بھی نہ سکا کہ موت اس کے اتنے قریب آچکی ہے۔ پلک جھپکتے میں ہی غذی صاحب نے اپنے نیفے سے چھری نکالی، انکا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور سیدھا راجپال کے جگر پر جالگا۔ چناچہ چھری کا پھل راجپال کے سینے میں اترچکا تھا۔ انکا ایک ہی وار اتنا کارگر ثابت ہوا کہ راجپال کے منہ سے صرف ہائے کی آواز ہی نکل سکی اور وہ اوندھے منہ زمین پر جاگرا ۔

علم دین الٹے قدموں باہر دوڑے ۔ اس دوران راجپال کے ملازمین آگئے اور راجپال کے ملازمین نے باہر نکل کر شور مچادیا کہ: ارے اسے پکڑو پکڑو ۔ راجپال جی مارےگئے ۔ غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر والوں کو جس اس بات کا علم ہوا تو وہ حیران ضرور ہوئے لیکن انہیں پتا چل گیا کہ ان

کے نورِچشم نے کیا زبردست کارنامہ سرانجام دے دیا ہے اور اس نے ان کا سر فخرسے بلندکردیا ہے۔ چناچہ اس قتل کی سزا کے طور پر ۷ جولائی ۱۹۲۹ءکو غازی علم دین کو سزائے موت سنادی گئی جس پر ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو عمل درآمد ہوا۔ ان کے جسدِ خاکی کو مثالی اور غیرمعمولی اعزاز واکرام کے ساتھ میانی صاحب قبرستان لاہور میں سپردِ خاک کردیا گیا، لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں ان کا نام ناموس رسالت پرکٹ مرنے کے حوالے سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا ۔[186]

[186] https://faizahmadchishti.blogspot.com/2018/09/blog-post_5.html

بحث:۳۔

<u>ہندو قوم کی سیاسی و عملی فکر کی تبدیلی کا ماجرا:</u>

ہم اس بحث میں ان حضرات کا ذکر نوپور شرما اور اسکی سنگھ پریواری جنتا کی قدامت و جڑیں ظاہر کرنے کے لئے ظاہر کرہے ہیں،جنکا مسلم تعصب جانا مانا اور جنھونے سناتن دھرم،سنتان وطن یا ہندوانہ وطن پرستی کی سیاست کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنا دشمن قرار دیا ہے۔چناچہ ہم نے اس ضمن میں کچھ خاص خاص نام اوپر احوال کے ساتھ گنوادئے ہیں ، اور کچھ کا ذکر ابھی باقی ہے،دراصل ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد اور کانگریس کی تشکیل کے ساتھ ساتھ ہندو قوم پرست یہ جان گئے تھے،کہ مسلمان جو کبھی اس وطن کے آقا و مالک ہواکرتے تھے،اب کل عالم میں ضبو حالی کا شکار ہیں،اور ہم مقابلتاً تعداد،تعلیم،معیشت و قوت میں بھی ان سے زیادہ ہیں،اب ان میں کوئی ابن قاسم،غزنوی،غوری،علاوالدین خلجی،زنگی اور ایوبی پیدا نہیں ہوگا لہذا انگریزوں کے ساتھ روابط بنائے جائیں اور نوکر شاہی،سیاست و معیشت میں اپنا حصہ بتدریج بڑھایا جائے تاکہ جب انگریز اس سرزمیں سے رخصت ہوتو ہم اس پر حکومت کرنے کے قابل ہوں۔

وہ اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ انکا سامنا ایسی ہر صورتحال میں مابعد تاریخ،سیاست،مذہب اور سماجی پیرائے میں مسلمانوں سے ہی ہوگا جنکا ایک روشن ماضی اور تاریخ بھی رہی ہے اور یہ اپنے ماضی کو بنیاد بنا کر اپنے لئے ایک آزاد سرزمیں لینے کی کوشش بھی لازمی کرینگے تو انھونے ایک تو جنگ آزادی کی ذمہ داری کا بڑا حصہ مسلمانوں کے پلڑا میں ڈال دیا،دوسرا انھونے مسلمانوں کو مغربی قوم پرست سیاسی افکار و تاریخ کے تناظر میں اس وطن میں اجنبی،خارجی اور غازب قرار دینا شروع کردیا،اس ضمن میں جنوبی ہند و گجرات نے شیوا جی اور اسکی نسل کو یعنی مراٹھہ اتحاد کو مجاہدوں کا ہیرو اور ہندو انقلاب کا بانی قرار دینا شروع کردیا۔

ہندو قوم پرستی میں بنکم چٹرجی کا حصہ:

ہم پڑھتے ہیں کہ تقسیم ہند سے قبل بلکہ ،تقسیم بنگال اور کانگریس وزارتوں کے دوران بنگالی شاعر بنکم چٹرجی کا ترانہ جو اسکے ناول آنند متھ سے اخذ کردہ تھا کو لیکر قومی و جماعتی ترانہ کا روپ دےدیا گیا ،یہ ترانہ دراصل مسلمانوں کے خلاف زہر سے پر اور ہندو قوم پرستی کے احیا کی ایک کھلی نوید تھا،اس ترانہ کا نام وندے ماترم ہے جسے جدید دور میں مشہور نو مسلم اے۔آر رحمان نے جدید میلوڈی میں نظم کرکے پیش کیا تھا،اس وندے ماترم کا پس منظر اور حدود و اربع کیا ہے آئیں ذرا اس موضوع پر ذیل میں غور کرتے ہیں۔

چناچہ جہاں ایک طرف اس ترانہ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے‘ وہیں اس کی پرستش کرتے ہوئے اسے ’درگا‘ اور ’کالی‘ قرا ردیا گیا ہے اور دشمن کو نیست و نابود کرنے کے عزائم بھی ظاہر کر دیے گئے ہیں۔ اپنے مشمولات کے لحاظ سے بنکم چندر چٹرجی کی یہ نظم یوں بھی خالص مذہبی حیثیت کی حامل رہی ہے، جسے دیگر مذاہب کے لوگ کسی بھی صورت میں نہیں پڑھ سکتے تھے، اور اگر اس کے پس منظر کی مناسبت سے بات کی جائے تو مذکورہ نظم سے نہ صرف فرقہ پرستی کے جذبات کی بلکہ وطن دشمنی کی بھی بو آتی ہے۔

یہ نظم ۱۸۷۶ء میں ضرور لکھی گئی تھی مگر ابتدائی ۶ برسوں تک گمنامی میں پڑی رہی۔ اس نظم کو شہرت اس وقت ملی جب مغل حکمرانوں سے ہندوؤں کی جنگ کے موضوع پر بنکم چندر چٹرجی نے اپنا ناول ’آنند مٹھ‘ لکھا اور اس میں اس نظم کو شامل کیا گیا۔ چناچہ مذکورہ بالا ناول فرضی کرداروں پر مشتمل ہے‘ جس کا مرکزی کردار بھوانندہ نامی ایک برہمن سنیاسی ہے جو ہندوؤں کو مغل حکمراں کے خلاف اکساتا نظر آتا ہے۔ بادی النظر میں مذکورہ ناول فرقہ پرستی سے پوری طرح لبریز محسوس ہوتا ہے‘ جس کا ثبوت اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے‘ جس میں بھوانندہ ایک دوسرے کردار سے‘ جس کا نام مہندر ہے‘ کہتا ہے کہ :

’’ہمارامذہب‘ ہماری ذات‘ ہمارا وقار خطرے میں ہے اور جب تک اس ملک میں مسلمان رہیں گے‘ ہم کبھی سر اٹھا کر نہیں جی سکیں گے‘‘۔

مہندر کے اس سوال کے جواب میں کہ: کیا تم تنہا مقابلہ کرسکو گے؟ بھوانندہ کہتا ہے کہ :''جب تین کروڑ آوازیں بلند ہوں گی اور ۶ کروڑ بازوؤں میں لہراتی تلواریں ہوں گی تو کیا تب بھی میری ماتا کمزور ہو گی''۔

مہندر کو تب بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا تو وہ اسے لے کر آنند مٹھ مندر جاتا ہے' جہاں درگا اور کالی کی مورتیوں کے سامنے اس کے جذبات برانگیختہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے جوش دلاتا ہے۔ ایک جگہ پر اسی ناول کے ایک اور منظر میں ہندوؤں کو مسلمانوں کا قتلِ عام کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے جو بندے (وندے) ماترم کا نعرہ لگاتے ہوئے آپس میں سوال کرتے ہیں کہ:

''وہ دن کب آئے گا جب ہم مسجدوں کو مسمار کرتے ہوئے ان مقامات پر مندر تعمیر کرنے میں کامیاب ہوں گے؟'' حیرت اس وقت ہوتی ہے جب مذکورہ نظم کو مابعد وطن پرستی اور قوم پرستی میں بہہ کر ایک خود ساختہ جذبۂ حریت سے سرشار ایک تحریک کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے' جبکہ بنکم چندر چٹرجی کے کردار برہمن سنیاسی بھوانندہ نے اس ناول میں انگریز حکمرانوں کا استقبال کیا ہے۔ بھوآنندہ اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ:

''اب ہمارے جان و مال کو امان ملے گی کیونکہ مغل حکمرانوں کی جگہ پر انگریز آگئے ہیں''۔ علاوہ ازیں بذاتِ خود بنکم چٹرجی انگریز حکمرانوں کے وفادار تھے اور انگریزی حکومت میں ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدے پر کام کرتے ہوئے ۱۸۹۴ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

<u>کانگریسی سازش:</u>

بنکم چندر چٹرجی کی حیات میں معلوم پڑتا ہے کہ آنند مٹھ اور اس میں شامل نظم وندے ماترم کو کبھی تحریک آزادی سے نہیں جوڑا گیا تھا اور بہت ممکن ہے کہ انہوں نے خود اس کے لیے منع کیا ہو' کیونکہ وہ انگریزی حکومت میں ایک ملازم تھے۔ ۱۸۹۶ء میں پتہ نہیں کیسے کانگریس کو اس طرح کا الہام ہوا کہ مذکورہ نظم میں دیش بھگتی کی بات کی گئی ہے۔ دستیاب دستاویزات کے مطابق اسی سال کلکتہ میں منعقدہ کانگریس کے اجلاس میں پہلی مرتبہ رابندر ناتھ ٹیگور نے اسے پڑھا تھا اور اس کے دس سال بعد بنارس کے اجلاس میں سرلا دیوی چودھرانی نے اسے ترنم سے گایا تھا۔ تاہم اس نظم کو قومی اہمیت کا حامل اس وقت تسلیم کیا گیا جب لالہ لجپت رائے نے ''وندے ماترم'' نامی ایک جریدہ جاری کیا۔

کانگریس کا یہ کہنا بالکل جھوٹ پر مبنی ہے کہ اسے اتفاق رائے سے کانگریس کے اجلاس میں گایا جاتا رہا ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ صرف مسلمانوں نے ہی نہیں دیگر انصاف پسند لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی اور کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ کانگریس اجلاس میں اس نظم کو سب سے پہلے رابندر ناتھ ٹیگور نے ہی آواز دی تھی اور اس کی دھن بھی بنائی تھی، مگر جب اس نظم کو قومیت کی علامت بنا کر پیش کیا جانے لگا تو انہوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے ۱۹۳۷ء میں سبھاش چندر بوس کو ایک خط بھی لکھا تھا کہ:

''وندے ماترم کا بنیادی عقیدہ دیوی درگا کی پرستش ہے اور یہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی قسم کی بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بیشک بنکم نے درگا کو متحدہ بنگال کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا ہے مگر کسی مسلم سے یہ توقع نہیں کی جانی چاہئے کہ وہ حب الوطنی کے نام پر دس ہاتھوں والی درگا کی عبادت کرے گا''۔[187]

رابندر ناتھ کی اس وضاحت کے بعد کانگریس کے مسلم اراکین نے شدید مخالفت کی جس کی وجہ سے ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہنگامی طور پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ اس میں مسلمانوں کے اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ وندے ماترم کے ابتدائی 'دوبند' ہی گائے جائیں، جس میں ملک کی شان میں قصیدے کہے گئے ہیں۔ مذکورہ اجلاس میں آخری دو بند کی مخالفت جواہر لال نہرو نے بھی کی تھی۔

مگر مسلمانوں کے ساتھ کانگریس کی آنکھ مچولی اس کا پرانا وطیرہ رہا ہے۔ لہٰذا تقسیمِ ہند کے بعد متنازعہ نظم کو نہ صرف قومی نظم تسلیم کر لیا گیا بلکہ اس میں 'دو بند' کی وہ شرط بھی ہٹا لی گئی اور اس کے بعد سے آج تک ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ارجن سنگھ نے یہ حرکت قصداً نہ کی ہو، مگر چونکہ انہوں نے اپنی عمر عزیز کا ایک طویل عرصہ کانگریس کی تربیت میں گزارا ہے لہٰذا اس طرح کی ''غلطیاں'' ان سے بعید بھی نہیں ہیں۔[188]

---

[187] رابندر ناتھ کے منتخبہ خطوط، مطبوعہ کیمبریج یونیورسٹی
[188] روزنامہ انقلاب:بمبئی :تذکرہ کردہ:اسلامی ریسرچ ایڈمی :کراچی
https://irak.pk/vande-mataram-controversy/

<u>بندے ماترم کا اجمالی و معنوی ترجمہ:</u>

اس بابت ایک ہندو ویب رایٹر ترانہ کا ترجمہ و تعارف پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ہندوستان کا قومی ترانہ وندے ماترم ہے جسے بنکم چندر چٹوپادھیائے نے ۱۸۸۲ میں ناول آنند مٹھ میں لکھا تھا۔ دراصل یہ دو زبانوں بنگالی اور سنسکرت میں لکھا گیا تھا۔

کسی بھی قومی موقع پر ہماری مادر وطن کے لیے قومی ترانہ گایا جاتا ہے۔ اس گانے نے ہندوستان کی تحریک آزادی کے دوران ہمارے آزادی پسندوں کے لیے ایک تحریک کا کام کیا۔ یہ ایک بہت طاقتور ترانہ ہے اور اب بھی ہمیں اپنے ملک کی خوشحالی کے لیے لڑنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسے پہلی بار ۱۸۹۶ میں انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس میں رابندر ناتھ ٹیگور نے گایا تھا۔

میں ہندوستان کی آزادی کے بعد، اصل وندے ماترم کی دو خوبصورت آیات کو سرکاری طور پر ۱۹۵۰ ہندوستان کا قومی ترانہ قرار دیا گیا۔

بنکم چندر چٹرجی کو بنکم چندر چٹوپادھیائے کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ وہ ہندوستان کے عظیم شاعر اور مشہور ناول نگار تھے۔ انہوں نے وندے ماترم :۷ ۔نومبر۔ ۱۸۷۵۔ میں لکھا تھا جسے سرکاری طور پر ہندوستان کے قومی ترانے کے طور پر لےلیا گیا۔ یہ دو الفاظ (وندے ماترم) قومی ترانے کے بہت اہم الفاظ ہیں اور ہماری قوم(یعنی ہندووں اور ہندوستانی باسیوں) کے لئے بہت معنی رکھتے ہیں۔ یہ دو الفاظ بہت متاثر کن اور سب سے زیادہ طاقتور الفاظ ہیں جو ہندوستان کے بہت سے آزادی پسندوں نے بیان کئے ہیں جب انہیں انگریزوں نے سزا دی تھی۔

مادر وطن ہندو ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔ ہندوستان کے تمام عظیم جنگجو (لارڈ رام، چھترپتی شیواجی مہاراج وغیرہ) اپنی مادر وطن کے لیے پوری لگن کے ساتھ لڑے۔ بنکم چندر چٹوپادھیائے کلکتہ یونیورسٹی سے گریجویٹ تھے۔ جب انہوں نے "وندے ماترم" گانا ترتیب دیا تو وہ ایک سرکاری افسر تھے۔ انہوں نے بنگالی اور سنسکرت الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے گانا لکھا، جو پہلی بار ۱۸۸۲ میں ان

کے ناول آنند مٹھ (بنگالی میں لکھا گیا) میں شائع ہوا۔ پھر جلد ہی ان سے گانے کے لیے ایک خاص راگ کمپوز کرنے کو کہا گیا۔

وندے ماترم ایک بہت مشہور جذبہ ہے جسے آزادی پسندوں نے برطانوی راج سے آزادی حاصل کرنے کے قومی مطالبے کے طور پر ظاہر کیا تھا۔ ہندوستان کی تحریک آزادی کے دوران اس گانے نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ اس کا استعمال قوم پرستی کے جوش کو بڑھانے کے لیے کیا گیا اور پوری تحریک آزادی میں اسے ایک نعرے کے طور پر لگایا گیا۔ یہ گانا سب سے پہلے رابندر ناتھ ٹیگور (قومی ترانے کے مصنف) نے ۱۸۹۶ میں کلکتہ میں کانگریس کے اجلاس میں گایا تھا۔ کلکتہ کی دوسری کانگریس میٹنگ کے دوران پانچ سال بعد ۱۹۰۱ میں دھکینا چرن سین نے اسے دوبارہ گایا تھا۔

۱۹۰۵میں، اسے بنارس میں کانگریس کے اجلاس میں عظیم شاعرہ سرلا دیوی چودھرانی نے دوبارہ گایا تھا۔ اسی نام سے ایک رسالہ لالہ لاجپت رائے نے شروع کیا اور ۱۹۰۵میں اسی نام سے ہیرالال سین نے ایک سیاسی فلم بنائی۔ ۱۹۰۷ میں بھیکائی جی کاما کے ذریعہ ہندوستان کا جھنڈا پہلے ایڈیشن کے بیچ میں وندے ماترم لکھا گیا تھا۔

<u>ہندوستان کے قومی ترانے کے بول:</u>

وندے ماترم کے اصل ورژن سے دو آیات کو ہندوستان کے "قومی ترانے" کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔

وندے ماترم“
سوجلن
سلفلم ملیاجشیتلم
ششیا شیالن
ماترم وندے ماترم
سبراجیوٹسنا
پلکٹ یامینیم
پل کسومیت
ڈرمدل شوبھنیم سوہاسینیم
سمادھر
بھاشینیم
سکھدن وردن
”ماترم وندے ماترم

<u>وندے ماترم کے حقیقی الفاظ:</u>

وندے ماترم“
سوجلان سلفان، ملیجاشیتلم،
شیشیالالن، ماترم
سبراجیوٹسنا پلکیتامینیم،
پلکوسمیت ڈرمدل شوبھنیم سوہاسینم
سدھور بھاشینیم،
سکھدن وردم ماترم
سپتا کوٹی
گھاٹی-کال-کل-نناد کرالے کوٹ-بھوجادھریت-کھڑکروالے، ابلا
کین میٹ بالے۔
بہوبالدھرینی نمامی
تارینی رپودالورینی ماترم۔
تمی ودیا ، تمی دھرم تم ہی ہرد، تمی مرما تمم ہی پران: شرارے بھوتے تمی ما شکتی، ہردے تمی ما بھکتی،
تومرائی پرتیما گڈّی مندرے-مندر تما ہی درگا دشپرہرانادھرینی کملا کملدلویہارینی وانی ودیا تمیمی نعمامہ ،

املان اتولم سجلان
سفلم ماترم۔
وندے ماترم۔
شیلام سرلم سوسمیتم
بھوشیتم
دھرنم بھرنم ماترم۔
”وندے ماترم۔

ہندوستان کے قومی ترانے کا اردو میں معنی:

آب و ہوا کا کھانا میٹھا

پھل دار ماں ہے،

گورو سپلائینی ماں
ہم آپ کو تہہ دل سے سلام کرتے ہیں،

اے مادر وطن ہندوستان
بہت ہی مبارک جیوتسنا کے ساتھ،

پلکت سویامینی ہے۔

ڈرمدل لتاڑی کسومیت،

شوبھا خوشگوار ہے
اس نقش کو سنبھالو،

اے مادر وطن ہندوستان

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں

اے مادر وطن ہندوستان! اے وطن ہند
کمر مضبوطی سے کھڑی ہے،

ہم سوتی دھاگے کو روند رہے ہیں۔

کیا بات ہے دشمن تمہیں گھور رہا ہے۔
اے مادر وطن ہندوستان ہم کو دباؤ

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں،

اے مادر وطن ہندوستان، اے وطن ہند
آپ ہماری تعلیم ہیں،

آپ اعلیٰ دھرم ہیں۔

تم ہمارا دماغ ہو،

تم ہمارے الفاظ ہو۔
ہم تیری عبادت کرتے ہیں،

اے مادر وطن ہندوستان،

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں۔

اے مادر وطن ہندوستان، اے وطن ہند
آپ کا تاج ہمالیہ،

اُر مال جمنا گنگا ہے۔

آپ کے پاؤں پھڑپھڑاتے ہیں،

چمکتا پانی،آئیے ہم اپنا دل پیش کریں۔

اے مادر وطن ہندوستان،

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں،

اے مادر وطن ہندوستان، اے وطن ہند
ہم نے آپ کا بت اپنے ذہن میں رکھا ہے،

پھیلا کر ہم بھوون میں تیری خیر خواہی میں رہیں گے۔
آئیے ہم گونجیں، اے مادر وطن ہندوستان،

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں،

اے مادر وطن ہندوستان! اے وطن ہند
عبادت ہو یا مسلک، ہر انسان مرد ہے۔

ہم سب ہندوستانی ہیں، ہندوستان ہمارا گھر ہے۔
آئیں اس طرح غور کریں،

اے مادر وطن ہندوستان،

اے مادر وطن ہندوستان ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں
اے مادر وطن ہندوستان، اے وطن ہند[189]

آصف اقبال نے بندے ماترم پر بحث کے دوران اسکا ایک اوردو ترجمہ پیش کیا ہے جو مذکورہ بالا بھارتی ترانہ کی روح و جوریت سے بہت مماثلت رکھتا ہے بلکہ ترانہ معمولی ترمیم و تخفیف کے ساتھ بندے ماترم کا جدید روپ ہے چناچہ آف اقبال کا پیش کردہ ترجمہ کچھ یوں ہے:

ترجمہ:

"تیری عبادت کرتا ہوں اے میرے اچھے پانی، اچھے پھل، بھینی بھینی خشک جنوبی ہواوں اور شاداب کھیتوں والی میری ماں ، حسین چاندنی سے روشن رات والی، شگفتہ پھولوں والی، گنجان درختوں والی ، میٹھی ہنسی، میٹھی زبان والی، خوشی دینے والی، برکت دینے والی ماں ، میں تیری عبادت کرتا ہوں

[189] https://writeatopic.com/ur/india/national-song-of-india

اے میری ماں ۔ تیس کروڑ لوگوں کی پرجوش آوازیں ، ساٹھ کروڑ بازو میں سمیٹنے والی تلواریں ، کیا اتنی طاقت کے بعد بھی تو کمزور ہے اے میری ماں ۔

تو ہی میرے بازو کی قوت ہے، میں تیرے قدم چومتا ہوں اے میری ماں ۔ تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا مذہب ہے، تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد ہے ، تو ہی جسم کی روح ہے، تو ہی بازو کی طاقت ہے، تو ہی دلوں کی حقیقت ہے ، تیری ہی محبوب مورتی مندر میں ہے ، تو ہی درگا، دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملاہے، تو ہی کنول کے پھولوں کی بہار ہے ، تو ہی پانی ہے، تو ہی علم دینے والی ہے ، میں تیرا غلام ہوں ، غلام کا غلام ہوں ، غلام کے غلام کا غلام ہوں ، اچھے پھل والی میری ماں ۔ میں تیرا بندہ ہوں ، لہلہاتے کھیتوں والی مقدس موہنی، آراستہ پیراستہ، بڑی قدرت والی قائم و دائم ماں ، میں تیرا بندہ ہوں ۔اے میری ماں میں تیرا غلام ہوں ''[190] [191]
وندے ماا‌ترم کے دونوں تراجم اس بات کا کھل کر اقرار کرتے دکھتے ہیں کہ ،اس میں ہندو مظاہر پرستی کا جدید ریاستی تناظر میں احیا کیا گیا ہے،اور یہ ماترم اس امر کا گواہ ہے کہ مسلمان کے برخلاف ہندو جو تکثیریت پرستی کا عادی رہا ہے،دھرتی کو بی ایک دیوی ماں مان کر پجنے پر ایمان رکھتا ہے۔دھرتی بطور وطن اور دھرتی بطور ماں اور دھرتی بطور خدا یا دیوی تین الگ الگ میلانات،رجحانات اور موقف ہیں مگر ہندو تکثیر پسندی حسب معمول یہاں بھی ان تکثیری تثلیثی مواقف کو یہاں یکجا کردیا ہے۔

<u>اصف اقبال اس بابت تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:</u>

''آپ جانتے ہیں کہ وندے ماترم بنگلہ زبان کے مشہور ناول نگار بنکِم چندر چٹرجی کی ۱۸۸۲میں لکھی(لکھے گئے) ناول'آنندمٹھ'میں شامل ہے۔وندے ماترم ناول کا ایک حصہ ہے۔لیکن چونکہ چٹرجی مشہور شاعر بھی تھے لہٰذا اسے پہلی مرتبہ انہوں نے ۷،نومبر ۱۸۷۵،میں لکھا تھا۔ لیکن باضابطہ طور پر روندرناتھ ٹیگور نے ۱۸۹۶میں کانگریس کی منعقدہ میٹنگ ،کلکتہ میں اسے پہلی مرتبہ گایا تھایہ

---

[190] (یہ اردو ترجمہ، آل انڈیا دینی، تعلیمی کونسل لکھنو کا شائع شدہ ہے)۔
[191] https://mazameen.com/politics/%D9%88%D9%86%D8%AF%DB%92-%D9%85%D8%A7%D8%AA%D8%B1%D9%85-%D9%85%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D8%B3-%DB%81%D8%A7%D8%A6%DB%8C-%DA%A9%D9%88%D8%B1%D9%B9-%DA%A9%D8%A7-%D9%81%DB%8C%D8%B5%D9%84%DB%81-%D8%A7%D9%88%D8%B1.html

درست ہے کہ کانگریس اجلاس میں اس نظم کو سب سے پہلے رابندر ناتھ ٹیگور نے ہی آواز دی تھی اور اس کا دھن بھی بنایا تھا مگر جب اس نظم کو قومیت کی علامت بنا کر پیش کیا جانے لگا تو انہوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے ۱۹۳۷ میں سبھاش چندر بوس کو ایک خط بھی لکھا تھا کہ''وندے ماترم کا بنیادی عقیدہ دیوی درگا کی پرستش ہے اور یہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی قسم کی بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بیشک بنکم نے درگا کو متحدہ بنگال کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا ہے مگر کسی مسلم سے یہ توقع نہیں کی جانی چاہیے کہ وہ حب الوطنی کے نام پر دس ہاتھوں والی درگا کی عبادت کرے''۔ [192]

بنیادی طور پر یہ ناول اسلام دشمنی پر مبنی ہے، اور اس میں انگریزوں کو اپنا مسیحا ثابت کیا گیا ہے ۔ ناول میں مختلف پاٹ یا گیت''درگا'' کے سامنے گائے جاتے ہیں جو ہندو بھائیوں میں ماں کا مقام رکھتی ہے۔گیت میں بھارت کو''درگا ماں ''ثابت کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آزادی سے پہلے ہی یہ گیت متنازع بن گیا تھا۔ جواہر لعل نہرو، سبھاش چندربوس اور ڈاکٹر لوہیا جیسے عظیم رہنماوں نے اس گیت کی مخالفت کی تھی۔ اور جب بھارت کے قومی گیت کے انتخاب کی بات آئی تو ایک گروپ کی کوشش کے باوجود اس گیت کو قومی گیت میں شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ بنگلہ شاعر رابندرناتھ ٹیگور کے گیت 'جن گن من'کو بھارت کا قومی گیت بنایا گیا ۔جس میں ملک کی تعریف کی گئی ہے اور کسی کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی گئی ہے۔[193]

بنکم ٹٹر جی کے ناول آنند مٹھ اور بندے ماترم کے تناظر میں بی۔بی۔سی اوردو ڈاٹ کام میں مضمون نگار سنیل رمن کا یہ مضمون غور و فکر کے قابل ہے جس میں انکا اس بابت یہ نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے کہ:

''گورنر جنرل لارڈ کرژن نے متحدہ بنگال میں برطانوی حکومت کے خلاف تحریک پر قابو پانے کے لیئے سنہ ۱۹۰۵ میں بنگال تقسیم کر دیا تھا۔اس کے بعد 'وندے ماترم' برطانوی حکومت کے خلاف شروع کی گئی تحریک کا نیا نعرہ ہی نہیں بنا تھا بلکہ آزادی کی نئی دھن بن گیا تھا لیکن جس وقت آزاد

---

[192] رابندر ناتھ کے منتخبہ خطوط: مطبوعہ کیمبریج یونیورسٹی

[193] https://mazameen.com/politics/%D9%88%D9%86%D8%AF%DB%92-%D9%85%D8%A7%D8%AA%D8%B1%D9%85-%D9%85%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D8%B3-%DB%81%D8%A7%D8%A6%DB%8C-%DA%A9%D9%88%D8%B1%D9%B9-%DA%A9%D8%A7-%D9%81%DB%8C%D8%B5%D9%84%DB%81-%D8%A7%D9%88%D8%B1.html

ہندوستان کا آئین لکھا جا رہا تھا اس وقت ’وندے ماترم‘ کوقومی ترانے کے طور پر نہیں اختیار کیا گیا تھا۔

آئین مرتب کرنے والی کمیٹی کے صدر اور ہندوستان کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد نے ۲۴، جنوری ۱۹۵۰۔ کو کسی بحث و مباحثے کے بغیر ’وندے ماترم‘ کو قومی گیت کا درجہ دینے کا اعلان کر دیا اور کہا اس کی اہمیت اتنی ہی ہوگی جتنی قومی ترانے کی ہے۔وندے ماترم کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے۔ بنگال کے مشہور و معروف ادیبوں اور شاعروں میں سے ایک بنکم چندر چیٹرجی نے تقریبا ۱۸۸۰کے دوران وندے ماترم لکھا تھا۔اس میں ہندوستان کو ہندو عقیدت مندوں کی دیوی ’درگا‘ کا روپ بتاتے ہوئے ہندوستانیوں کو ان کی اولاد بتایا گیا تھا۔ ان کے مطابق ہندوستان وہ ماں ہے جو درد میں ڈوبی ہوئی ہے۔ ان کے اولادوں سے بنکم گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کی پوجا کریں اور اسے استحصال سے بچائیں۔

ہندوستان کو ’درگا ماں‘ کا درجہ دیے جانے کے سبب وندے ماترم کو مسلم لیگ اور مسلمانوں کا ایک طبقہ شک کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اسی وجہ سے ہندوستان کے پہلے وزیراعظم جواہر لال نہرو ’وندے ماترم‘ کو قومی ترانے کے طور پر قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ بنکم کی مادر وطن سے محبت پر کسی کو کوئی شک نہیں تھا لیکن ان پر سوال اس وقت اٹھے جب انہوں نے ۱۸۸۲ میں ’ آنند مٹھ‘ لکھا تھا۔اس ناول میں برطانوی حکومت سے پہلے بنگال پر حکومت کرنے والے مسلمان بادشاہوں کے خلاف ایسی نکتہ چینی کی گئی تھی جس سے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

وندے ماترم کو ’آنند مٹھ‘ کا ایک اہم حصہ بنایا گیا تھا۔ اس ناول کی کہانی ۱۷۷۲ میں بہار کے علاقوں پورنیہ، دانا پور اور ترہٹ میں انگریزوں اور مقامی مسلم بادشاہوں کے خلاف سنیاسی یعنی سادھوؤں کی بغاوت پر مبنی ہے۔جس وقت انہوں نے آنند مٹھ لکھا اس وقت ہندوستانیت اور قوم پرستی وجود میں نہیں آئی تھی۔ انگریزوں کے خلا ف آوازیں تو ضرور اٹھ رہی تھیں لیکن پورے طور پر آزادی کے مطالبہ میں بھی کچھ وقت باقی تھا۔آنند مٹھ میں بنکم نے مسلم بادشاہوں پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں’ ہم نے اپنا مذہب، برادری، عزّت اور خاندان کا نام کھو دیا ہے۔ ہم اب اپنی زندگی گنوا دیں گے۔ جب تک ان **آوارہ سوروں کو بھگا ئیں گے نہیں** تک تک ہندو اپنے مذہب کی حفاظت کیسے کریں گے‘‘۔

<u>مورخ تنیکا سرکار کا کہنا ہے کہ :</u>

''بنکم اس بات کو مانتے تھے کہ انگریزوں سے پہلے مسلمانوں کی وجہ سے بنگال کے حالات برے تھے۔بنگلہ اتیھاس سمبدھے کیتی کتھا نامی دیگر ناول میں بنکم نے لکھا تھا: 'مغلوں کی فتح کے بعد بنگال کی دولت بنگال سے دلی چلی گئی''۔

<u>لیکن ایک اورمورخ کے۔ این۔ پانی کر شکنر یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے خیال میں:</u>

'' بنکم کے کتابوں میں مسلم بادشاہوں کے خلاف بعض نکتہ چینی ضرور کی گئی تھی لیکن ان کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بنکم مسلم مخالف تھے۔ 'آنند مٹھ تخلیقی ادب کی ایک مثال ہے'۔ان کا کہنا تھا کہ بنکم برطانوی حکومت میں ایک اہلکار تھے اور آنند مٹھ میں انگریزوں کے خلاف لکھے گئے حصوں کو ہٹانے کے لیئے ان پر دباؤ بھی تھا۔مسٹر پانی کر کا کہنا ہے: 'انیسویں صدی کے اواخر میں لکھے گئے اس ادب کو پڑھنے کے لیئے اس وقت کے حالات کو سمجھنا ضروری ہے''۔[194]

<u>کیا وندے ماترم ایک حقیقی مسلمان یا مومن کے لئے قابل قبول ہے؟</u>

صاحب مضمون ممکن ہے کچھ حد تک اپنے دعوے میں درست ہوں ،انکا ایک مقصد شاید مسلمانوں کے جذبات کو تھنڈا کرنا اور مفاہمت کی فضا کے لئے کچھ فکری غذا فراہم کرنا مدِ نظر ہو،مگر ہم واضح طور پر جانچ پڑتال کرتے ہیں کہ بھارتی ترانے،بندے ماترم کے ترانوں کے کلمات مسلم افکار و نظریات اورعقیدہ توحید کی روح کے صریح منافی معنی و مفہوم کے حامل ہیں،اسلامی نظریہ تخلیق کی رو سے اللہ کے ماسوا نا کوئی معبود حقیقی اس کاینات میں یا اسکے پرے کہیں موجود ہے اور نا کوی دیوی دیوتاوں کا حقیقی وجود اصنمیات کے پرے کہیں موجود ہے نا ان کی ایسی جتھے بندی ہے جو اسکی ذات و صفات میں کسی بھی دایرہ کار میں شریک و سہیم ہوں ،بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندو دیوی دیوتا فرشتوں کی صنف کا انسانی مماثل رخ ہیں،جنھیں مالک کائینات نے عالم ،مخلوق،فطرت و قدرت یا پراکرتی کے مختلیف شعبہ حیات کی مختلیف ذمہ داریاں سونپی ہوئی ہیں۔چناچہ

---

[194] https://www.bbc.com/urdu/india/story/2006/09/060902_vande_matram_rs

زمین ہو یا سورج یا دیگر آسمانی کرے ،یا ستارے موٹے موٹے عام لفظوں میں یہ سب بس دیگر مخلوقات کی طرح مالک کائینات کی مخلوق کے ماسوا کچھ نہیں ہیں۔

اس تناظر میں بھارت ایک دیس ،کنٹری اسٹیٹ،یا ملک کے ماسوا کچھ نہیں ہے،کچھ حد تک احتراماً اپنے ملک کو دھرتی ماں ادبی مبالغہ آرائی میں کہنا مجازی پہلووں سے کوئی درست سمجھتا ہو،مگر مسلم قوم کی تشکیل و تدوین اور وطن سازی میں اس بندے ماترمی تصور کو علما و مفکرین کے ہاں قبول عام حاصل نہیں ہوسکا ہے،حد یہ کہ مسٹر جناح اور دیگر وکلا برادری سے تعلق رکھتے تحریک آزادی کے نیم لبرل افراد سے بھی اس قسم کے تصورات ہضم نہیں ہوپائے تھے۔

<u>مابعد تقسیم ہند مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں سیاسی و فکری کشمکش کا تجزیاتی جایزہ:</u>

بنگالی قوم کا تقسیم بنگال پر شور شرابا،قتل و غارت گری،بائیکاٹ،انکا تعصب کانگریس میں اس صوبہ کے ہندو افراد کا غلبہ اس امر کا واضح ثبوت تھا کہ بنگالی قوم بنگال کی تقسیم کبھی قبول نہیں کرسکتی تھی،اور یہ جذبات مسلمانوں میں بھی موجود تھے ،لہذا تنسیخ بنگال سے لیکر سقوط ڈھاکہ تک بنگالی ہندووں ،مکتی باہنی اور عوامی لیگ کی جدو جہد اس امر کی غماز ہے کہ بنگلہ تہذیب و تمدن اسلامی تہذیب و تمدن کی بالادستی کو کھلے دل سے قبول نہیں کرپائی تھی، عین اسی طرح عقل و حقیقت سے دور کھڑی مسلم لیگ بنگالی جذبات واحساسات کو صحیح طرح کبھی سمجھ ہی نہیں پائی تھی تنسیخ بنگال جس نے ان کے سیاسی فکری موقف میں تبدیلی پیدا کی تھی اس سے بھی اس جماعت نے مستقبل میں کوئی سبق حاصل نہیں کیا تھا ، چناچہ بنگالی مسلمانوں پر اقلیتی ہندو بنگلہ افکار کی برتری کے حامل ہندووں کا واضح غلبہ موجود تھا،جنھونے عوامی لیگ کو یہ باور کرایا کہ جمہوری راستہ سے پاکستانی مغربی علاقہ اسکی بالادستی قبول کرنے کا تیار نہیں ہیں۔

چناچہ انکو جو آبادی کی بنیاد پر عددی برتری حاصل تھی اس نے ان سے یہ تقاضہ کیا تھا کہ وہ اس برتری کو بنگلہ تہذیب و تمدن کے فروغ میں صرف کریں گے اور انکی کوشش ہوگی کہ وہ پاکستانی مملکت کے دایرہ کار میں موجود اتحاد میں غیر بنگالی مقتدر طبقہ کی سیاسی غلبہ سازی کی کوشش کی طاقتور طریقہ سے کامل مزاحمت کی جائیگی۔

بنگالیوں کو توقع تھی کی آزادی بعد وہ عدد کو معیار بنا کر نئی ریاست پر غلبہ پالیں گے ،مگر قوم پرستی کے مقابل موجود قوم پرستی کے جذبات اور مغربی علاقوں کی باہمی وحدت نے بنگالی تصور قبول عام نہیں ہونے دیا،دوسری بات یہ بھی تھی کہ اگر چہ بنگالی سیاسی طور پر زیادہ باشعور تھے،بغاوت اور حریت انکی صدیوں کی صفت میں شامل تھا،اسی طرح ، انکے مد مقابل مغربی پاکستان کے غالب تباہ کن فکری مواد میں شخصیت پرستی ،جنگ و جدل ،جاگیرداری ،پیری فقیری ،سرداروں کی عظیم و تکریم،اسلام کی بالاتری پر ایمان،فوج میں شمولیت اور چالاکی میں مغربی پاکستان والے پیچھے نہیں تھے۔

چناچہ بنگلہ زبان کو قومی زبان نا بنانا اور اوردو کو مسلم قوم اور اہل ہند کے مشترکہ لسانی سرمایہ کے طور پر قبول کرنے پر اصرار ،مغربی پاکستانی اشرافیہ کی سیاسی ہوس،حسد ،فضول خود ساختہ احساس برتری نے لسانی قومی بنیاد پر ٹکراو کو ناگزیر بنادیا تھا،پاکستان میں مسلم لیگ کے کمزور ہوتے کردار،اقتدار میں رہنے کے لئے اسکی عیاریاں چالاکیاں،کسی متفقہ مرکزی رہنما کی عدم موجودگی نے،پاکستان میں جمہوری سیاست کو پستی کی جانب گامزن کردیا تھا اور فوجی طالع آزما جن میں پنجابی،پٹھان اور مہاجر غالب تھے جمہوری اقدار نامہ کو اس وطن میں کمزور بنانے لگے تھے۔

بنگال کو اسکا وہ حق نہیں دیا گیا تھا، جسکا وہ جمہوری اقدار نامہ کی رو سے مستحق و طالب تھا،اس جگہ فکری طور پر جمہوری اقدار کے برخلاف لسانی،نسلی،علاقائی و قوتی حقیقتیں جمہوری آدرش پر دونوں طرف سے بھاری پڑتی جارہی تھیں،دوسرا بھارت کی مشرقی پاکستان کے ہندووں سے درپردہ تعلقات کوئی ڈھکے چھپے نہیں تھے چناچہ انکی کوششوں سے عوامی لیگ اور اسکی قیادت مجیب الرحمن کی قیادت میں لسانی قومی دایرہ کار میں نئے وطن کے درپردہ مطالبہ کو ممکن بنانے کے لئے مصروف عمل ہوگئ۔

عوامی لیگ کے عناصر جن خوابوں کو دیکھ کر مسلم لیگ کے ساتھ تحریک آذادی کے دوران تحریکی اشتراک میں شریک و سہیم تھے،اس میں یہ درپردہ خواہش بھی موجود تھی کہ ہم مسلم لیگ کے ذریعہ وطن کے مطالبہ کو متحدہ طور پر کامیابی سے حاصل کرلیں گے مگر مابعد تقسیم ہند ،نومولود سیاست کی بنگالی اکثریت ،جمہوری اقدار کےذریعہ بنگلہ اقدار کو ہی نئی ریاست میں غالب کردیگی ،اگر چہ جناح و مسلم لیگ مسلم ریاست بنانے کے خواب کو جگا کر وہاں اسلامی اقداراور فکری ضابطوں کو نافذ کرنے کا اعلان کرچکے تھے، لہذا اوردو کو قومی زبان اورملکی رابطہ سازی کا ذریعہ گرداننے کا معاملہ پہلے سے طے ہوچکا تھا۔

مگر ۱۹۴۸ میں ،ڈھاکہ میں جناح کی جانب ایک دورہ کے دوران سوال کے جواب میں اس اعادہ کو دہرانے کا کہ اوردو ہی پاکستان کی مستقل قومی زبان ہوگی کی مخالفت میں کچھ آوازیں ،ہندو بنگالیوں اور انکے کچھ مسلم موافقین کی جانب سے اٹھائی گئی تھی،مگر وہ اس وقت تک ،نومولود ریاست میں جناح جیسی قدآور شخصیت کے سامنے اتنی طاقتور آوازیں نہیں تھیں جتنا آج ہمیں باور کرایا جاتا ہے۔

لہذا حصول پاکستان کے مابعد مسلم لیگ کی بتدریج بڑہتی سیاسی کمزوری ،منافقت اور ابن الوقتی نے مقامی قوتوں اور مشرقی پاکستان کی سیاسی حرکیات کو تشکیل دینے والوں پر یہ امر واضح کردیا تھا کہ اب ان میں وہ دم خم نہیں رہا ہے، جو تقسیمِ ہند سے قبل مسلم لیگ میں چھ سات سال کے لئے نمودار ہوا تھا،چناچہ وفاق پر قبضہ کے لئے محاذ آرایاں شروع ہوگئیں ،ایوب خان نے اپنی کتاب :جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی اور صاحبِ شہاب نامہ نے اپنی اپنی کتب میں ایسی کئی سیاسی و اخلاقی بدعنوانیوں پر روشنی ڈالی ہے،مگر دراصل مسلم لیگ کی مابعد تقسیم ہند سیاسی کمزوریوں اور غیر تجربہ کاری نے لبرل طبقہ ،علاقائی اشرافیہ،جاگیرداری نظام ،اسکی شاخ سرمایہ دارانہ نظام ،سیاسی پیروں ،طالع آزما ملاوں ،نوکر شاہی اور فاجیوں کو کھل کر کھیل کھیلنے کا موقع دے دیا تھا ، چناچہ مابعد یہ سب اپنے نئے نئے رنگ ڈھنگ کے ساتھ میدان میں اتر پڑے مگر نوکر شاہی اور فوجی جنتا نے ان سب مذکورہ بالا طالع آزماوں کو چاروں خانے چت کرکے سب کچھ اپنے قبضہ میں کرلیا ۔

یوں فیصلہ کن طبقہ فوجی بنکر ابھرا ،افواج کی جانب سے بنگالی قیادت کو سول اور فوجی معاملات سے دور رکھنا ایسی آگ بھڑکاگیا جو بلاآخر مشرقی پاکسان کے سقوط کا سبب بن گیا۔

ایوب خان کی مطلق الامریت،لبرل سکولر آزاد خیالی ،آخری وقتوں میں غیر محتاط طرز عمل سب کچھ لے بیٹھے،اسی طرح اگر تلہ سازش کیس میں مجیب کو اس نے الزام لگا کر مابعد خود ہی بخش دیا ، یہ اسکی بہت بڑی غلطی ثابت ہوئی یعنی کہ وہ نا ہی فوجی مزاج اور اسکی افادیت کو منواسکے اور نا صحیح سیاست دان بن پائے،جس نے انکی فکری کمزوریوں اور ذہنی عدم استحکام کو واضح کردیا۔

بندے ماترم نے جو قوم پرستی،وطن پرستی اور لسانیت کی روح ہندو بنگالیوں میں پھونکی تھی اس نے قوم پرستی کو مذہب پرستی پر بالاتر کردیا تھا،مگر مسلم دانشور اس ماضی کی مثال کو فرموش کرکے حال سے باہر نکل کر ایک لنگڑا لولا مستقبل تخلیق کرنے کی فکر میں مگن ہوگئے تھے چناچہ مشرقی پاکستان والوں نے مجیب کی قیادت میں خود پر جمہوری دایرہ کار میں موجود اقلیت کے غلبہ کو قبول نہیں کیا،یعنی مغربی پاکستان اور اوردو میں اسلام کے بڑے علما سے عقیدت بھی انکو اس بابت قایل

نہیں کرسکی کہ اوردو کو بطور قومی زبان مانا جائے اور قربانی دیکر مغربی پاکستان والوں کے ساتھ ہی رہا جائے، کیونکہ اصل معاملہ اوردو کا نہیں اختیارات و قوت کی تقسیم کا کارفرما تھا جس میں اوردو کو بلی کا بکرا بنا کر سیاست کھیلنے کی ابتدا کی گئی تھی، اوپر سے پیٹ کی آگ ،مالی اونچ نیچ،روزگار میں عدم مساوات،تضحیک و تحقیر کے دو طرفہ جذبات کچھ ایسی حقیقی دنیا کے آئینہ دار تھے کہ جن کے سامنے اخلاقی پند و نصا یح کا سورج مدہم ہونے لگا تھا۔

ویسے بھی اس دور کی بالغ النظر بنگلہ قیادت اتنی باشعور ضرور تھی کہ وہ مغربی پاکستان کے مرکز میں بیٹھے حکمرانوں کی اصل منشا کو سمجھ سکتی تھی،اگرچہ مابعد سقوط کے ادب نے جو ظلم و ستم کی داستانیں ،کربلا کی داستانوں کی طرح مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کی تھیں عین اسی طرح مغربی پاکستان کی سول و فوجی قیادت کا غیر جمہوری اقدار نامہ جہاں مفاہمت کو مسلسل ناکام کر رہا تھا وہیں مجیب ،مشرقی پاکستان میں درپردہ اپنی ذاتی سرکاری نظمیہ بھارت کی حمایت سے خرید کر قایم کررہا تھا۔

ایوب دور میں مجیب کے چھ نقاط انکی اس خواہش کے آئینہ دار تھے کہ معاملات مذید ویسے نہیں چلیں گے جیسے ابتک چلتے آئے تھے، بھارت دوسری جانب باہر مغربی بنگال کی سرحدوں سے مشرقی پاکستان میں مسلسل جاسوس و امداد داخل کررہا تھا،مکتی باہنی کو امداد و فوجی تربیت کی فراہمی درحقیقیت مستقبل کے منظر نامہ کو بدلنے کی ابتدا تھی،ایوب خان کی آخری دور میں کمزور پڑتی گرفت ،یحیحی خان کا اقتدار میں آنا اس کا ملکی معاملات کے برخلاف حسن و شراب میں زیادہ دلچسپی ظاہر کرنا،فضول قسم کے نااہل مشیروں کے مشوروں پر عمل کرنا ،بھٹو کی بڑہتی قوت نے معاملات کو اس نھج پر پہنچادیا تھا ،جہاں سے سقوط کی گود میں بنگلہ دیش پیدا ہوا،اور بندے ماترم پھر تقسیم بنگال کے کئ عشروں بعد نئی بنگلہ ریاست کے قیام کا سبب بن گیا۔

<u>بنگلہ وطن،بنگلہ زبان اور ہندو بنگالیوں کا باہمی تعلق:</u>

تقسیم بنگال کے بعد برصغیر کی سیاست میں ہندو بنگالیوں نے ہر موڑ کی طرح اس دفعہ بھی یہ ثابت کردیا تھاکہ وہ چاہے مغربی بنگال میں ہوں یا مشرقی بنگال(مشرقی پاکستان) میں ہوں عقل،شعور اور سیاسی آدرشوں اور انکی حرکیات کو قابو میں رکھنا انہیں بخوبی آتا ہے،بندے ماترم ایک مسلم مخالف

ایسا ترانہ ہے جو دو الگ الگ موقف کے بطون کو ظاہر کرتا ہے،انکی رو سے ایک بطن منصوعی و اجنبی ہے دوسرا حقیقی و داخلی ہے،جب بھی اصلی و مجازی کی کشمکش شروع ہوگی،حقیقی بنگلہ دیش و وطن اجنبیوں کو خود سے خارج کردیگا اور یہاں اتحاد اس بنیاد پر قایم ہوگا کہ بنگلہ وطن ہر موجود حقیقیت پر فایق ہوگا اور بنگلہ زبان اس وطن کی حقیقی لسانی قوت ثابت ہوگی،جو دونوں حصوں کو ایک لڑی میں پرو کر رکھتی ہے،اسی زبان کے ساتھ ایک قدیم ہری بھری،بنگلہ ثقافت بھی موجود ہے،لہذا جو ان پر ایمان رکھے گا،وطن کی پوجا کریگا وہی حقیقی بنگلہ واسی مانا جائیگا۔

<u>دھرتی ماں کے تصور کا معاملہ:</u>

ہندووں کے مطابق پرتھوی یعنی زمیں و ارض بھی ایک دیوی ہے،مگر انکی یہ دیوی جس پر ہم سب بستے ہیں ،وہ دیوی سوائے ہند و نیپال کے کہیں پوجا کے قابل نہیں سمجھی جاتی ہے،حلانکہ دیوی ہونے کے ناطے اسے کل دنیا میں پوجا جان چاہئے اور دیوی کو کل زمیں کا مالک ہندو قوم کو بنانا چاہئے تھا،چناچہ جدید دور کے ہندووں نے ویسٹرن نیشنسلٹک ڈسکورس یا بیانیہ کے تناظر میں بالی ووڈ ففتھ جنریشن مورچہ سے دھرتی ماں ،وطن،کی پرستش کے تصور کو پروان چڑھایا، ویسےبھی وطنی جذبات جنگ جوئی کے جذبات و احساسات کو پروان چڑھاتے ہیں لہذا،بھومی،کی حفاظت اسکے ساتھ جنگی تباہ کاریوں کے تناظر میں جنوبی ہند ،مہاراشٹر اور بنگال میں تباہی کی تری مورتی کے جزئی دیوتا شیو اور اسکی بیگم صاحبہ پارورتی کی پوجا کی فوقیت کا چلن عام ہوا۔

آج بالی ووڈ سے ہندو پنڈتوں تک منہ میں رام رام، اوم نما نرائین کی باتوں کے مقابل اوم نما شیوائے کا چلن عام ہوچکا ہے،وشنو اور شیو میں سے کون بڑا ہے اب یہ دونوں کے ہی ماننے والے میں تنازع پر مبنی امر بن چکا ہےیہ بلکل ایسا ڈسکورس ہے جیسا سوشل میڈیا نے پروان چڑھایا کہ اہل بیت صحابہ کرام یا صحابیات سے الگ کوئی گروہ ہے،اور نسلی تناظر میں اہل بیت صحابہ کرام سے افضل ہیں،ب؛لپ انبیاکرام سے بھی افضل ہیں،اور انکے مطابق اہل بیت سے مراد صرف پنجتن پاک ہیں،ازواج المطہرات ،دیگر اقربا نبوی اس سے تعلق نہیں رکھتے ہیں،ماننے اور چاہئے والوں کی نگاہ میں سند و متن،تحقیق عدم تحقیق ،نصوص اور انکا معیار بھاڑ میں جائے ۔ اس بحث میں چونکہ انہونے خود اپنے جذبات سے جو فیصلہ کردیا ہے کہ فلاں فلاں افضل ہے ،لہذا وہی افضل ہے بھلے اس باب میں اللہ اور اسکے رسول یا صحابہ کرام سے جو بھی مروی ہو وہ رد ہوگا اور انکو جو قبول ہوگا وہی قابل قبول ہوگا،ہندو اور

مسلمان اپنے تری مورتی اور پنجتن مورتی سے عقیدت کے تناظر میں کبھی کبھی جذبات کے تناظر میں ایک ہی جگہ کھڑے نظر آنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں ،مگر ساتھ ساتھ دوسری طرف ایک دوسرے سے باہم مماثلت کے دعووں کو بھی سراً رد کردیتے ہیں۔

اسی طرح وطن کو گھر،آشیانہ،جائے رہایش مان کر اسکی بقا کے لئے لڑنا اور اسکی عبادت کرنا دوالگ الگ معاملات ہیں،میں اپنے وطن سے محبت کرتا ہوں،مگر میں اسکو سجدہ نہیں کرتا ہوں،اسکا ایک قومی ترانہ اور پرچم ہیں مگر میں انکو اہم جانتا ہوں مگر انکی پوجا نہیں کرتا ہوں۔

اسی تناظر میں وندے ماترم کا چٹرجی موقف دھرتی ماں کی نئی پیدایش پر مغربی سیاسی افکار کی ہندوی فکر کے ساتھ بندھن کو نتھی کرکے ناول آنند مٹھ میں دھرتی کے اصل پتر اور اجنبیوں کا تصور پروان چڑھاتا نظر آتا ہے، یہاں فرق یہ ضرور ہے کہ انگریزی مغربی افکار کو ہندی فکر کے شہد میں لپٹا کر اپنا ضرور لیا گیا ہے،مگر اسے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دھرتی کا دشمن اور اجنبی گردانا جاتا ہے،بندے ماترمی قومی دھارے نے مسلمانوں سے بھی یہی تقاضہ کیا تھا کہ وہ یا تو شدھی زدہ ہوجایں،یا پھر اپنے دین پر کاربند ضرور رہیں مگر ہندو توا کی بالادستی کو تسلیم کرکے ہندووں کے ساتھ انکا محکوم بنکر رہیں یا پھر ،تفضیلی بنکر دھرتی کو اصل مذہب بنا کر اسکی برتری اسلام پر مقدم تسلیم کرلیں،یوں مسلمانوں کو دھرتی پروجیکٹ سے ہندووانہ بدعتانہ منصوبہ تک ڈھکے چھپے انداز میں لانا آسان ہوجاتا ہے ۔

شدھی و سنگھٹن کے ان تصوراتی مجموعہ جاتی عقاید کی کوکھ سے خود ہندو فکر کا تصادم جاری تھا ،اسکے ایک طرف پرتشدد،ہندوی قوم پرستی ،کھڑی تھی، تو دوسری طرف نسبتاً ملایم کانگریسی اعتدالیت موجود تھی،مگر مقصود جسکو خود کو ہندو راج کا قومی اتحادی بنا کر پیش کرنا تھا ،جس میں اکثریتی ہندو قوم کے سبب ہندووں کو بالادست کرکے انکو مقتدر اعلی مقرر ہونا ناگزیر سمجھ لیا گیا تھا،مگر ساتھ ساتھ کانگریس کو دیگر اقلیتی گروہوں کی بلادست رہنما جماعت بیک وقت بننا بھی مطلوب تھا چناچہ کانگریس ہندو قوم کی اقلیتوں سے اشتراک عمل کے ساتھ نمایندہ جمہوری حکمرانی کا اپنا ذاتی منصوبہ رکھتی تھی۔اس ضمن میں یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عمومی طور پر کانگریس اور سنگھ پریوار کی منزل ایک تھی بس منہج و طریقہ کار میں تغیر و اختلاف پایا جاتا تھا۔

لالہ لاجپت رائے اور تقسیم ہند کا تصور:

اس بحث کی سرزمین پر کچھ لوگ مگر یہ امر بھانپ چکے تھے کہ ہندو مسلم مسلہ مسلسل بڑھتا جائیگا ،اسکا حل صرف کامل آزادی اور تقسیم سے ہی ممکن ہے،اس قسم کے تاثرات لالہ لاجپت رائے نامی مشہور آریا سماجی اور سوراج کے حامی میں کافی کامل ہوچکے تھے ،کچھ اطلاعات اور نصابی کتب پر نگاہ مارنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ جی کو بھی بی۔جے۔پی حکومت نے تقسیم ہند اور آزادی کے رہنماوں کی فہرست میں لالہ جی کو بھی ساوارکر کے ساتھ شامل کردیا ہے۔

چناچہ لالہ جی میں ۱۹۲۴ تک ہندوستانی تقسیم کے ہندوی مسلم منصوبے سے متعلقہ شعوری افکار کافی پختہ ہوچکے تھے،دراصل ہندوستان کی مسلم اور ہندو ملتوں میں تقسیم کی بحث اور دونوں کے لیےت علیحدہ علیحدہ آزاد وطن کا معاملہ،اس دوران اقبال کے دماغ میں موجود تھا اور نا جناح اور مسلم لیگ اس بابت کچھ کہنے کے قابل تھے،ہم ۱۸۹۲ سے ہندوستان میں اس قسم کی اٹھتی آوازوں کا مشاہدہ کر رہے تھے جب تک کانگریس ہی بن پائی تھی اور مسلم لیگ کا مابعد ۱۹۰۶ میں بننا باقی تھا،چناچہ مولانا عبدالحمید شرر،خیری برادران، سردار گل خان ،بمبوق سمیت کئی لوگ اس بابت کلام مکرر طور پر اقبال سے قبل ہی کرچکے تھے۔

یہ ایک الگ بات ہے کہ مسلم لیگ نام کی جماعت کے پلیٹ فارم سے یہ آواز مبہم انداز میں ۱۹۳۰ میں مسلم لیگ شفیع آلہ آباد اجلاس میں سنی گئی تھی مگر یہ اقبالی آاواز ہندوستان کے اندر مسلم صوبوں سے متعلق تھی،مسلم لیگ ،جناح اور اقبال اس دوران ہندوستان سے باہر آزاد وطن کی بابت کچھ کہنے،سننے،اور کرنے کے قابل ہی نہیں تھے،یہاں تک ۱۹۳۰ کی گول میز کانفرنس میں مولانا جوہر کی تقریر میں آزادی کے مطالبہ سے ۱۹۳۳ میں رحمت علی کے آزادی کے منصوبہ کی بازگشت سن کر بھی ہمارے ان زعما نے انھیں ترک کئے رکھا تھا،مگر ۱۹۳۶ مابعد ،،۳۷ کی کانگریس وزارتوں نے مسلم لیگ کو اپنی تنظٰم نو کرنے پر مجبور کردیا چناچہ انکو اس امر کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھاکہ کانگریس مسلم لیگ کو ختم کئے بغیر کبھی خوش نہیں رہ سکتی ہے اور انکے ساتھ نا ہی اتحاد ممکن ہے اور نا وہ مسلم لیگ کو اسکا جایز حق دینے کو تیار تھے یہی وہ تاریخ کا مقدر کردہ مقام تھا جہاں سےجناح کا اصلی دور شروع ہوتا ہے ۔

جناح اور مسلم لیگ ہند کا عروج:

دوسری جنگ عظیم کے آغاز نے برصغیر کے لوگوں میں جوش بھردیا تھا،انکو اب یہ امید ہونے لگی تھی ،بین الاقوامی طاقتی عدم توازن کو دور کرنے کے لئے قوتیں میدان میں آچکی ہیں،ہٹلر و مسولینی کے عروج جاپان و امریکہ کی قوت نے عالمی سیاست میں نئ ریاستی قوتوں کی طرف رجحان موڑنے شروع کردئے تھے،کانگریس وزارتوں میں ہندوتوا کے فروغ نے کانگریس کو ایک خالص ہندو اکثریت کی جماعت بنا کر پیش کردیا تھا،چناچہ جناح نے اپنے سابقہ موقفوں سے رجوع کرنا شروع کردیا۔ لہذا جناح نے اب رحمت علی اور سابقہ آوازوں کے اندر پنہاں بصیرت و حکمت کو سیاسی طور پر تنظیمی آواز میں بدلنا شروع کردیا تھا،مگر اس وقت تک بھی جناح صاحب ہندوستانی وفاق کے اندر ہی شمال مغربی ،مسلم علاقوں میں مسلم لیگ کی حکمرانی کے خواب کی تعبیر میں مشغولِ عمل تھے ،ساتھ ساتھ بنگال و پنجاب بھی آپکی خاص توجہ کے مرکز بنتے جارہے تھے،جیسا کہ لالہ جی کا اپنی ۱۹۲۷ تک لاٹھی چارج میں ہونے والی موت تک یہی موقف تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں رہنا مشکل ہے اور یہ بڑی اقلیت ہندو راج کے سامنے بڑ رکاوٹ ہے چناچہ اسکا حل یہی ہے ہندوستان کو ہندو اور مسلم ہندوستان میں بانٹ دیا جائے مسلم لیگ کامل آزادی اور ہندوستان سے خارج آزاد وطن کی بابت ۱۹۴٦ تک کسی واضح موقف کی حامل نہیں تھی، عین اسی طرح کانگریس میں شروع روز سے ہی وطن کے تقسیم کا منصوبہ موجود نہیں تھا،مگر ۱۹۴٦ کے بعد کی مشترکہ حکومت میں سردار پٹیل اور نہرو یہ سمجھ چکے تھے کہ مخلوط حکومت کا خواب عذاب بن سکتا ہے،چناچہ انہونے مولانا آزاد کی عدم تقسیم کی منصوبی بندی کا ناصرف رد کردیا بلکہ انہونے اس ضمن میں گاندہی کی فکر میں بھی تبدیلی پیدا کردی تھی۔

لالہ لاجپت رائے کا اجمالی خاکہ:

لاہور سے تعلق رکھنے صحافی وقار مصطفی بی-بی سی اوردو کے لئے لاللہ لاجپت رائے کا جو تعارف بیان کرتے وہ ذیل میں کامل پیش کیا جاتا ہے:

لالہ لجپت رائے ۲۸۔ جنوری ۱۸٦۵ کو برطانوی پنجاب کے موضع دھودیکے: لدھیانہ میں پیدا ہوئے تھے ۔ ان کے والد منشی رادھا کرشن اگروال ایک سرکاری سکول میں اُردو اور فارسی کے استاد تھے

اور سرسید احمد خان کے بڑے مداح تھے۔ لالہ لجپت رائے کی والدہ گلاب دیوی سماجی خدمت کے لیے جانی جاتی تھیں۔

لالہ گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وکیل بنے۔ والد لالہ رادھا کرشن کی سیاسی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر سیاسی زندگی کی ابتدا کی۔

سنہ 1892 میں لالہ لاہور منتقل ہو گئے۔ یہاں انھوں نے قوم پرست دیانند اینگلو ویدک سکول قائم کرنے میں مدد کی اور دیانند سرسوتی کے پیروکار بن گئے، جو جدید ہندو مت کے ایک اصلاحی فرقے آریہ سماج کے بانی تھے۔

اس وقت آریہ سماج دو دھڑوں میں بٹ چکا تھا، ایک دھڑا وہ تھا جو انگریزی کو سکول کے نصاب سے خارج کرنا چاہتا تھا اور دوسرا وہ جو انگریزی پڑھانے کے حق میں تھا۔ لالہ جی نے مؤخر الذکر (دوسرے) دھڑے کی حمایت کی اور پارٹی کے اندر اس حوالے سے اختلاف رائے کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اردو زبان میں اپنے کتابچے: ’غلامی کی علامتیں اور غلامی کے نتائج‘ میں وہ لکھتے ہیں کہ:

’’میری رائے میں ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ انگریزی زبان کے استعمال کو حتی الوسع کم کرتا جائے۔ اردو ہندی کے رسالہ جات منگوایا کرے اور اپنا تھوڑا بہت وقت اردو ہندی کے لٹریچر کے پڑھنے میں صرف کرے۔ صرف ان لڑکوں اور لڑکیوں کو انگریزی پڑھانی چاہئے جو پہلے اپنی زبان میں اچھی مہارت و لیاقت پیدا کر لیں۔ ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ قومی زبان کو ترقی دے اور غلامی کی اس علامت کو کم از کم اس قدر کم کر دے، جتنا حالات اس کو کم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔‘‘

لاہور کا نیشنل کالج بھی لالہ نے قائم کیا۔ آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے بھگت سنگھ نے دیانند اینگلو ویدک ہائی سکول اور نیشنل کالج دونوں میں تعلیم حاصل کی۔سنہ ۱۹۰۵ میں لالہ جی انگلستان چلے گئے۔ پنجاب میں سیاسی مظاہروں میں حصہ لینے کے بعد انہیں مئی ۱۹۰۷ میں بغیر مقدمہ چلائے منڈالے، برما (موجودہ میانمار) کی جانب جلا وطن کر دیا گیا۔ مابعد نومبر میں انہیں واپس آنے کی اجازت دی گئی جب وائسرائے لارڈ منٹو نے انکی بابت یہ فیصلہ کیا کہ انہیں بغاوت کے الزام میں پکڑنے کے لئے ثبوت ناکافی معلوم پڑتے ہیں۔

چناچہ جیل سے رہائی کے بعد لالہ سوراج پارٹی میں شامل ہو گئے۔ لالہ ذات پات، جہیز، اچھوت اور دیگر غیر انسانی طور طریقوں کے فرسودہ تصورات کے خلاف تھے۔پہلی جنگ عظیم کے موقع پر وہ امریکہ چلے گئے۔ شہر نیویارک میں انڈین ہوم رول لیگ آف امریکہ (۱۹۱۷) کی بنیاد رکھی۔ سنہ ۱۹۲۰ کے اوائل میں وہ ہندوستان واپس آئے۔ اسی سال انھوں نے کانگریس کے ایک خصوصی اجلاس کی قیادت بھی کی تھی جس میں موہن داس (مہاتما) گاندھی کی عدم تعاون کی تحریک کی ابتدا ہوئی تھی ۔،چناچہ ،سنہ ۱۹۲۱ تا سنہ ۱۹۲۳ تک وہ قید کی گرفت میں رہے اور رہائی پانے کے بعد قانون ساز اسمبلی کے رُکن منتخب ہوگئے۔

زاہد چودھری اپنی کتاب 'پاکستان کی سیاسی تاریخ' میں لکھتے ہیں کہ:

'' لالہ لجپت رائے نے سنہ ۱۹۲۴ میں لاہور کے ایک اخبار 'ٹربیون'' میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون میں پہلی مرتبہ برصغیر کی مذہبی بنیادوں پر تقسیم کا منصوبہ پیش کیا گیا تھا۔

اس منصوبے کے مطابق ''مسلمانوں کی چار ریاستیں ہوں گی،' صوبہ سرحد، مغربی پنجاب، سندھ اور مشرقی بنگال۔ اگر ہندوستان کے کسی اور علاقے میں مسلمانوں کی اتنی تعداد یکجا ہوجائے کہ ان کا صوبہ بن سکے تو ان کی بھی اسی طرح تشکیل ہونی چاہئے لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ یہ متحدہ ہندوستان نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان واضح طور پر مسلم انڈیا اور غیر مسلم انڈیا میں تقسیم ہو گا۔''

تاریخ دان حسن جعفر زیدی لکھتے ہیں کہ:

بانی پاکستان محمد علی جناح نے مارچ ۱۹۴۰ کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے انھی دنوں چھپی ''اندر پرکاش'' کی کتاب نکالی، جس میں لالہ لجپت رائے کا ایک خط شامل تھا جو انھوں نے ۱۶ جون ۱۹۲۵ کو کانگرس کے صدر سی آر داس کو لکھا تھا۔

بانی پاکستان نے یہ پورا خط پڑھ کر سُنایا تھا جس میں لاجپت رائے نے جو کچھ لکھا اس کا لب لباب یہ تھا:

''میں مسلمانوں کی تاریخ اور فقہ پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ آپ کو ہمارے لیے کوئی راہ نجات نکالنی چاہئے۔''

سنہ ۱۹۲۸ میں انھوں نے آئینی اصلاحات پر برطانوی سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے لیے قانون ساز اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے بھی کمیشن کا بائیکاٹ کیا تھا۔ ۳۰ اکتوبر کو سائمن کمیشن کے خلاف لاہور ریلوے سٹیشن پر احتجاج کے لیے ہزاروں لوگوں کا اجتماع تھا، جس کی قیادت کانگریسی رہنما لالہ لجپت رائے کر رہے تھے۔[195]

<u>لالہ جی نے ایک مضمون زبان کی غلامی ۔ علامات اور نتائج لکھا تھا جس میں وہ ہندو مسلم مسلہ پر کچھ کلام کرتے نظر آتے ہیں ذیل میں ہم وہ مضمون کامل پیش کرتے ہیں تاکہ قطع برید سے معنی ومفہوم سیاق و سباق میں کوئی حقیقی تبدیلی رونما واقع نا ہو:</u>

<u>چناچہ لالہ جی لکھتے ہیں کہ:</u>

’’غلامی کی علامتیں و نتائج مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ غلام کو اپنے آقا کی زبان بولنی پڑتی ہے ، یہاں تک کہ وہ آہستہ آہستہ اپنی زبان بھول جاتا ہے ، اور اس کی زبان وہی ہو جاتی ہے، جو اس کے آقا کی تھی۔
افریقہ کے حبشیوں کو یورپین اقوام نے غلام بنایا، وہ اپنی اپنی زبانیں بھول گئے اور جس قوم نے ان کو غلام بنایا ان کی زبان انہوں نے اختیار کرلی۔ ممالک متحدہ امریکہ میں جو حبشی غلام ہو کر گئے، انہوں نے انگریزی سیکھ لی اور اب انگریزی ان کی مادری زبان ہو گئی۔ اس وقت سارے ممالک متحدہ میں ایک بھی ایسا حبشی نہ ملے گا جو اپنی اصلی مادری زبان جانتا ہو۔ اسی طرح جو حبشی جنوبی یا وسط امریکہ یا میکسیکو میں غلام ہو کر گئے ، انہوں نے ہسپانیہ یا پرتگال کی زبان سیکھ لی۔ یوروپ میں جو حبشی جس جس ملک میں غلام ہو کر گئے انہوں نے وہاں کی زبان سیکھ لی۔

غلامی کے علاوہ جو لوگ ایک ملک و قوم کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں جاتے ہیں اور وہاں کی مستقل رہائش اختیار کر کے اپنے آپ کو ایک نئی قومیت کا رکن بناتے ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اپنی زبان بھول جاتے ہیں اور ان کے بچے اپنے نئے ملک کی زبان سیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح امریکہ میں جو

[195] https://www.bbc.com/urdu/pakistan-59825054

قومیں آباد ہوئیں ان میں سے اکثر نے دوسری یا تیسری نسل میں اپنی زبان بالکل بھلا دی۔ لیکن آزاد انسانوں کی حالت میں کچھ عرصہ تک اپنی پرانی زبان کے ساتھ انس و محبت بھی رہتی ہے ، چنانچہ امریکہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی ایسے ملیں گے جنہوں نے امریکہ کی مستقل رہائش اختیار کرنے اور انگریزی زبان سیکھ لینے کے باوجود بھی اپنی مادری زبان کو نہیں بھلایا۔ امریکہ میں قریباً دنیا کی تمام زبانیں بولی جاتی ہیں اور دنیا کی تمام لٹریری زبانوں میں اخبار و کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ یہ بقایا ہے اس محبت و انس کا جو آزاد انسانوں کو اپنی مادری زبان سے رہتا ہے۔

دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیٹکل انقلابات و پولیٹکل غلامی سے بھی زبانوں میں تبدیلیاں و انقلابات ہوتے رہتے ہیں، مثلاً عرب حملہ آور جہاں گئے وہاں انہوں نے عربی زبان کو پھیلایا۔ اس وقت مصر ، شمالی افریقہ کے تمام باشندوں کی خواہ وہ عرب نسل سے ہوں یا حبشی نزاد(نژاد) یا کسی اور نسل کے، زبان عربی ہے۔ برخلاف اس کے ایران و افغانستان کے باشندوں کی زبان فارسی ہے ، ترکستان کی ترکی۔ اسی طرح ہندوستان نے بھی ایک ہزار برس تک مسلمانوں کی پولیٹکل ماتحتی کے باوجود اپنی زبان کو نہیں چھوڑا، ہندوستانی زبان میں عربی و فارسی کے بہت سے لفظ شامل ہو گئے مگر ہندوستانی کی بنیاد اور ہندوستانی زبان کا ذخیرہ ہندوستان کی قدیم زبان ہی ہے۔ ہندوؤں نے ایک ہزار برس کی پولیٹکل ماتحتی کے باوجود اپنی زبان کو کسی بڑی حد تک تبدیل نہیں کیا، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے بھی ایک منٹ کے لئے بھی مسلمانی تہذیب کو اپنے سے برتر اور بہتر نہیں مانا۔

مسلمانی تہذیب کا ہندو مذہب و ہندو کلچر پر اچھا خاصا اثر پڑا اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا (ہے)، اور اسی طرح مسلمانی تہذیب و کلچر، مسلمانی مذہب و مسلمانی معاشرت پر ہندو تہذیب اور ہندو مذہب کا بھی نمایاں اثر پڑا(ہے)۔ لیکن تاہم ہندوؤں نے کبھی مسلمانوں کی برتری کو تسلیم نہیں کیا(تھا) ،(انھونے) پولیٹکل طور پر ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا(تھا)، مگر مذہبی طور پر، کلچرل طور پر یا اخلاقی طور پر اپنی ہار تسلیم نہیں کی (تھی)۔ مسلمانوں کے عہد میں لاکھوں ہندوؤں نے فارسی اور

عربی پڑھی ، کروڑوں[196] مسلمان ہو گئے مگر ہندوؤں کی عام جماعت نے نہ اپنا مذہب[197] تبدیل کیا اور نہ اپنی زبان تبدیل کی اور نہ اپنے طریق رہائش و معاشرت میں ایسی تبدیلیاں آنے دیں جس سے کوئی یہ کہہ سکے کہ وہ ہندو نہیں رہے۔ اصل میں اگر غور سے دیکھا جائے تو ہندوؤں نے پولیٹکل طور پر بھی کبھی اپنی شکست کو آخری قاطع تسلیم نہیں کیا(تھا)، وہ ہمیشہ اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہے تھے[198]۔

مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کو اپنا گھر و اپنا وطن بنا لیا (تھا) اور گو انہوں نے ہندوؤں پر حکومت کی (تھی) مگر ہندوؤں سے وصول شدہ ٹیکس کو کسی غیر ملک میں خرچ نہیں کیا(تھا)، انہوں نے بہت حد تک اپنی رعایا کی زبان اور ان کے کلچر کو اختیا ر کر لیا(تھا)[199]۔ مگر انگریزی راج میں ٹھیک اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ لاکھوں ہندو گھرانے اس وقت اس ملک میں ایسے ہیں، جن کے ارکان انگریزی تہذیب کو اپنی تہذیب سے برتر مانتے ہیں۔ اور جن کی کوشش یہ ہے کہ قریباً ہر بات میں انگریزوں کی نقل کریں ، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندو (اور)مسلمان دونوں اپنی قومیت کو گرا رہے ہیں اور اپنے مستقبل کے راستہ میں کانٹے بو رہے ہیں۔

میں انگریزی زبان کے مطالعہ کے خلاف نہیں(ہوں)[200]، نہ میں مغربی تہذیب کے برخلاف ہوں۔ میری رائے میں غیر زبانوں کی واقفیت اور غیر زبانوں میں سے انگریزی کی واقفیت ہماری تعلیم کا ایک ضروری جزو ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے اس امر کا رنج ہے کہ ہم اپنی زبان کی طرف سے غافل ہو کر ایک غیر زبان کو اپنے دل و دماغ پر اس قدر حکومت دے رہے ہیں جو ہم کو قومیت کے ایک ضروری معیار سے نیچے گرا رہا ہے۔

---

[196] لالہ جی نے یہاں مبالغہ سے کام لیا ہے،اول تو انکا انگریزوں کی آمد سے قبل مغربی افکار سے متاثریت سے قبل کسی متحدہ ہندو تحریک اور قوم پرستی کا دعوی غیر تاریخی معلوم پڑتا ہے ،دوسرا مسلمانوں نے چونکہ ہندووں پر جبر سے کام نہیں لیا تھا دوسرا مسلمانوں اور انکے مابین بہ حیثیت مجموعی نجی تعلقات اشرافیہ و شاہی خاندان کے ماسوا بہت قلیل تھے،دوسرا ان بارہ تیرہ سو سالوں میں خطہ میں وقت بِتانے،صوفیوں کے ہاتھوں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے قبول اسلام کے باوجود جب انگریز رخصت ہوئے تو کل ہندوستان میں سات کروڑ کے قریب مسلمان مختلیف شکلوں میں موجود تھے جن میں سے اکثریت ہندووانہ طرر عمل اور انکے عقاید سے متاثر معلوم پڑتی تھی۔معج

[197] ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ ہندو مذہب مذہبی تعریف اور ڈیفینیشن کی رو سے کسی ٹھیٹھ متفقہ و خالص مذہب کی تعریف پر پورا نہیں اترتا ہے۔معج

[198] ہمیشہ جدوجہد سے شاید انہونے شیوا جی مہاراج نامی ایک باغی سردار یا سکھ گرو اور انکے ماننے والوں کے مغلوں سے دور زوال میں تصادم کی طرف اشارہ کیا ہے۔معج

[199] شاید بے۔جے۔پی اور سنگھ پریوار سے تعلق رکھتے والے مورخین سے یہ بات ہضم نا ہوسکے۔معج

[200] قوس میں کئے گئے اضافہ میرے ہیں،کیونکہ انکی کمی کے سبب تحریر کا حسن ،سلاست و روانی متاثر ہورہی تھی۔معج

ہندوستان کے بعض صوبہ جات میں تعلیم یافتہ جماعت نے اپنی اس کمزوری کو اچھی طرح پہچان کر اس کو دور کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس کوشش میں ان کو پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مثلاً ہمارے بنگالی اہل وطن نے اس بارے میں بہت کچھ کیا ہے۔ بنگالی تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ سب ہی عموماً اپنی زبان کا استعمال نہایت شوق سے کرتے ہیں۔ اسی طرح ہماری مہاراشٹری و گجراتی بھائی بھی اپنی زبانوں کو بہت تقویت دے رہے ہیں، مگر اہل پنجاب اور یو۔پی والے اس بارے میں سب سے بڑے مجرم ہیں۔

اکثر تعلیم یافتہ پنجابی انگریزی میں گفتگو کرنا، انگریزی میں خط و کتابت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ سڑکوں پر چلتے پھرتے ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً نوجوان انگریزی میں باتیں کرتے ہیں ، ریل میں بیٹھے ہوئے بھی انگریزی میں گفتگو سنائی دیتی ہے ، خط و کتابت بھی بغیر ضرورت کے انگریزی میں ہوتی ہے اور سب سے ناقص یہ امر ہے کہ بہت سے پنجابی گھرانوں میں "ٹیبل ٹاک" بھی انگریزی میں ہوتا ہے۔ اس قدر انگریزی جاننا کہ جس سے میز پر کھانا کھاتے ہوئے انگریزی میں گفتگو کر سکیں، ہماری نئی مستورات کی تعلیم کا ضروری جزو سمجھا جاتا ہے۔

یہ ہماری غلامی کی قیمت اور اس کی زبردست شہادت ہے۔ دنیا کے پردے پر ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو ایک غیر زبان میں خط لکھے یا بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو غیر زبان میں خط لکھے ،لیکن اس ملک میں لاکھوں تعلیم یافتہ ہر روز یہ کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ہندوستانی کلب گھروں میں عموماً گفتگو انگریزی زبان میں ہوتی ہے ، یہاں تک کہ تعلیم یافتہ ہندوستانی جب سوشل موقعوں پر بھی اکٹھے ہوتے ہیں تو انگریزی میں گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں، وہ لوگ دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کرتے(ہیں)، بلکہ اب تو ان کی عادت ہی ایسی ہو گئی ہے۔

جب میں طالب علم تھا تو اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے یہ قاعدہ جاری کیا تھا کہ کوئی لڑکا اسکول کے احاطے میں سوائے انگریزی کے اور کوئی زبان نہ بولے ، اب بھی شاید بہت سے اسکولوں اور کالجوں میں یہ قاعدہ جاری ہے۔ اس کے علاوہ ہماری تعلیم کا بڑا بھاری حصہ انگریزی زبان میں ہوتا ہے ، ہم انگریزی کتابیں پڑھتے ہیں، انگریزی اخبار پڑھتے ہیں اور انگریزی میں ہی سوچتے ہیں۔ اس لئے انگریزی ہم کو زیادہ آسان پڑتی ہے۔

اور چونکہ اس میں سہولت ہے ، اس لئے اس سہولت کے شکار ہو کر ہم اس کے برخلاف کوئی جدوجہد نہیں کرتے(ہیں)۔ یہ ہماری قومی گراوٹ کی سب سے زبردست علامت ہے۔ ہماری کامیابی کا نشان انگریزی زبان کی واقفیت ہے ، ہماری سوسائٹی میں سب سے لائق وہ شخص(سمجھاجاتا) ہے جو انگریزی اچھی لکھتا اور انگریزی اچھی بولتا ہے۔ ہمارے پروفیسروں اور استادوں میں سب سے زیادہ تنخواہ اس کو ملتی ہے جو انگریزی زبان میں زیادہ لیاقت رکھتا ہو۔

آخر اس کا انجام کیا ہوگا ، یہ تو ممکن نظر نہیں آتا (ہے) کہ انگریزی ہندوستان کی قومی زبان بن جائے۔ بنگالی، مرہٹے، گجراتی، مدراسی سب اپنی اپنی زبانوں کو ترقی دینے میں مصروف ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ انگریزی نے جو رسوخ ان کے دل و دماغ پر حاصل کیا ہے اس کو کم کیا جائے۔ مگر پنجابی اس بارے میں بالکل کوئی کوشش نہیں کر رہے(ہیں) ، اس لئے ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے صوبہ کی کانگریس کمیٹی نے اپنی سیکریٹریوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آئندہ جملہ خط و کتابت ہندوستانی میں کریں، اپنی کارروائی ہندوستانی میں لکھی اور بہت جلد اپنا حساب کتاب بھی ہندوستانی میں کر لیں۔ لاہور کے قومی کالج میں بھی تعلیم ہندوستانی میں دینے کی کوشش کی جا رہی ہے ، چونکہ انگریزی ہمارے دل پر قابو پا چکی ہے اس لئے اس کو اپنے سنگھاسن پر سے اتارنے میں وقت لگے گا۔

میری رائے میں ہر ایک تعلیم یافتہ ہندوستانی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ انگریزی زبان کے استعمال کو حتی الواسع کم کرتا جائے۔ ہر ایک شخص کو چاہئے کہ ہندوستانی زبان میں مطبوعہ اخبارات خریدے اور پڑھے۔ اردو (و)ہندی کے رسالہ جات منگوایا کرے اور تھوڑا بہت وقت اردو(اور) ہندی کے لٹریچر کے پڑھنے میں صرف کرے۔ لڑکوں کی ابتدائی تعلیم میں انگریزی پانچ (۵) سال سے پہلے شروع نہیں ہونی چاہئے اور لڑکیوں کی تعلیم میں آٹھ (۸) سال قبل انگریزی نہیں پڑھانی چاہئے۔ صرف ان لڑکوں و لڑکیوں کو انگریزی پڑھانی چاہئے جو پہلے اپنی زبان میں اچھی مہارت و لیاقت پیدا کر لیں۔ صرف ایسی لڑکیوں کو انگریزی پڑھانی چاہئے جن کے لئے انگریزی زبان میں کم از کم اس قدر لیاقت پیدا کرنا ممکن ہو کہ وہ انگریزی کے لٹریچر کو پڑھ سکیں۔ ہر ایک ہندوستانی قوم پرست کے دل میں اپنی قومی زبان کے واسطے پیار و محبت ہونی چاہئے۔ ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ قومی زبان کو ترقی دے، اور

غلامی کی اس علامت کو کم از کم اس قدر کم کر دے، جتنی کہ حالات اس کو کم کرنے کی اجازت دیتے ہیں‘‘۔[201]

ہم اس امر کو بخوبی جانچ و پرکھ سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا بحث میں لالہ جی کی رائے قوم پرستانہ نوعیت کی حامل ہوکر بھی سوامی دیانند جی کی طرح تعصب میں اندھی ہوکر جہالت سے دور رہتی نظر آتی ہے،لالہ جی اس مضمون میں زبانوں ،بلخصوص مادری زبان اور انسانوں کا سیاسی ،وطنی،مذہبی ،سماجی اور ثقافتی تناظر میں جایزہ لینے کے بعد ہندو قوم کی بابت یہ بتاتے نظر آتے ہیں کہ وہ صدیوں سے اتنی باشعور رہی ہے کہ وہ کبھی سیاسی غلامی کے ماسوا تہذیبی،ثقافتی تناظر میں غلام نہیں رہی ہے، انکی فکر و نظر کی رو سے مسلمانوں نے اپنے ہزار سالہ اقتدار میں صرف جسدوں پر حکمرانی کی ہےلہذا ہندوؤں کی روح و فکر ہمیشہ سے ہندو کی ہندو ہی رہی ہے۔

انکی رو سے بہ حیثیتِ مجموعی ہندو کبھی کسی احساس کمتری کا شکار نہیں رہے ہیں بلکہ اپنی تہذیب و تمدن پر فخر کرنا انکی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے،ساتھ ساتھ لالہ جی یہ بھی مانتے نظر آتے ہیں کہ زبان کا غلامی سے بڑا گہرا تعلق بنتا ہے، چناچہ مسلم دورِ اقتدار میں بھی ہندو اور انکی زبان محفوظ و مامون تھی مگرانگریزی زبان نے ہندوستانی قوم کے لئے کئی مسایل پیدا کردئے ہیں۔

جیسے وہ مسلم دور میں ہندوستانی زبان سے جڑے رہے ،آج بھی جنوبی علاقوں اور بنگال کا بھی عین یہی معاملہ انکی مقامی زبان کے ضمن میں نظر آتا ہے ،مگر یوپی و پنجاب کے علاقوں میں لوگ انگریزی زبان و تہذیب کی غلامی کو زبان سے کھانے کی میز تک فروغ دیتے نظر آتےہیں،حد یہ کہ وہاں کے لوگوں نے اسے تمغۂ افتخار بنالیا ہے،گھر میں بھی مادری زبان کی جگہ انگریزی زبان نے لے لی ہے،وہ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں مسلم حکمران ہندوستان میں ہندوستانی بن کر یہیں کہ ہوگئے تھے ۔

[201] https://www.taemeernews.com/2021/02/language-slavery-lala-lajpat-rai.html

بحث:۴۔

تقسیم ہند کے بعد سنگھ پریوار کی حکمتِ عملی

جبکہ انگریزوں نے مقامی بننے کی جگہ مقامیوں کو سیاہ انگریز بنانے کی کوشش کی ہے۔چناچہ اس تناظر میں ہم لالہ جی کی اعتدال پسند تحریر کو اگر حقیقی سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیں تو اندازہ قایم کرسکتے ہیں کہ آریا سماج تحریک سے ،شدہی،و سنگھٹن تک وہاں سے سنگھ پریوار کی چھتر سایہ تلے پروان چڑھنے والی ہندو قوم بہ حیثیتِ مجموعی قومی فردیت سے یلکر قوم پرست تنظیم بندی تک جدید ہندو قوم پرستی بہت سے خوش فہمیوں اور تاریخی اغلاط کا شکار رہی ہے، اس سے قیاس ممکن ہے کہ غالباً ہٹلر سے عرصہ قبل ہندوستانی لوگ خود کی برتری کے دلایل کا معجونِ کبیر تیار کرچکے تھے جسکی چٹنی سے مابعدِ تقسیمِ ہند سنگھ پریوار نے ہندستانی اقتدار پر بی۔جے۔پی کے ذریعہ غلبہ پالیا ہے،اور بی۔جے۔پی نے اقتدار میں آکر تمام قوم پرست رہنماوں کو کانگریسی رہنماوں کی جگہ وطن کا حقیقی فریڈم فایٹر قرار دینے کے لئے باقاعدہ منظم پنج نسلوی کھیل تماشہ کا آغاز کردیا ہے۔

جس میں بالی ووڈ نے اسکا آلہ کار بنکر سیکولر رجحانات کی کوکھ میں قوم پرستانہ مذہبی افکار عامتہ الناس کے اذہان میں راسخ کرنے کی کافی کامیاب کوشش کی ہے، بلکہ اس میں کچھ حد تک کار ہائے نمایاں ہندوستانی عالمی معیشت و سیاسی نے بھی ادا کیا ہے اور ہندوستانی فخر و انتساب اب اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ ہندوستانی اب پاکستانیوں کو بھوکا ننگا ،قرضدار یا دیوالیہ کہنے لگے ہیں حلانکہ ہندوستان میں پاکستان کے مقابل غربت و افلاس کی وسعت و گہرائی کئی گنا زیادہ ہے۔

مگر جدید تعلیم و تربیت تک ایک بڑی مڈل کلاس کی رسائی اور دنیا بھر میں پھیلے ہندوستانیوں کی ترسیلات زر،اندرون ملک بیرونی ٹیکنالوجی کی منتقلی اور وہاں سے برامدات کی عالمی ترسیل نے ہندوستانی مقام کو عالمی سطح پر موثر بنا کر پیش کیاہے ،پاکستانی سیاست دانوں کے برخلاف ہندوستانی سیاست دانوں کی اپنی وطن و تہذیب سے محبت نے اسکو مزید جلا بخشی ہے،محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے لئے کانگریس نے جو خارجہ پالیسی اور عدم وابستگی کی حکمت عملی عالمی سطح پر

مابعدِ تقسیمِ ہند تعمیر کی تھی اور مقامی صنعت سازی کے فروغ اور درامدات پر جو پابندی عاید رہی تھی اس نے مستقبل کی ہندوستانی سیاست و معیشت کو مضبوط سے مضبوط بنادیا ہے، ورنا یہی بھارت بقول ہنری کسنجر ۱۹۹۱ تک آئی-ایم-ایف سے قرضہ لیا کرتا تھا-

ماضی میں بھی دیکھا گیا ہے کہ ہندوستانی ریاست نے نہرو کی قیادت میں ہندوستان کو عالمی سیاست اور ڈھڑے بندے کے ان جھمیلوں سے دور رکھا تھا-جنکا شکار ہمیں ہمارے سیاستدان اور فوجی طالع آزما اول روز سے بنائے ہوئے تھے،یوں ہم ہندوستان سمیت،کل سوشلسٹ دنیا کی مخالفت میں امریکی دھڑہ بندی کا ایسا حصہ بن گئے کہ جان چھوٹنے کا نام ہی نہین لے رہی ہے،اور دو ہزار بایس کے وسط سے دوہزار تیس کی ابتدا تک تاحال ہم ڈالر کی کمی شکار ہوکر گھٹنوں تک آچکے ہیں،مگر قوم شادی بیاہ سے لیکر خریداری تک ایسے آرام سے بیٹھی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے اور نا کچھ ہونے والا ہے-

امریکہ نے امداد ،ڈنڈے،پابندیوں ،اور دھمکوں سے ہمیشہ زیر قابو رکھنے کی کوشش کی ہے،اس نے ہمیں ایک ایسے قرضہ کے جالوں میں پھنسادیا ہے جس میں پھنس کر ہم آئی-ایم-ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن چکے ہیں ، اور صرف ایک ارب ڈالر کے قرضوں کے لئے انکی غلامی تک کرنے کو تیار ہیں،ہمارے نالایق حکمرانوں نے اپنی سیاسی و معاشی مصلحتوں اور دولت کمانے اور جمع کرنے کی چاہ میں اسی ارض وطن کا گوشت نوچنا شروع کردیا ہے،مغربی علوم اور سماجی علوم میں غیر مجتہدانہ نگاہ اور تقلید نے ہمینلے ڈوبی ہے،کہ ہم عالم سے جاہل تک نا ہی متعلقہ ان مباحث و مسایل کا سمجھنے کے قابل رہے اور نا ان سے ہاتھ پیر مارکر نکلنا چاہتے ہیں-اوپر سے مذہبی وابستگیوں اور قران و سنت سے دوری ،جاگیرداری ،پیری فقیری رشتہ ناطوں کی اشرافیہ اور ملا کریسی سے نتھ بندی نےمعاملات اور ابتر سے ابتر کردئے ہیں-

بحث:۵۔

نوپور شرما کا مذہبی تعصب و جہالت

نوپور شرما کا جو بیان سوشل میڈیا سے جنگل کی آگ کی طرح پھیلا وہ درحقیقت نوپور شرما کے اشتعال انگیز نہایت تیزی سے ادا کردہ گستاخانہ کلمات کے سبب پہلے نوپور شرما نے نہایت درجہ گستاخانہ انداز اختیار کرتے ہوئے یہ فراموش کردیا ہے کہ وہ آئین کی رو سے ایک سیکولر ملک کی موجودہ حکمران جماعت کی سیاسی،و حکومتی ترجمان ہے،یہ الگ بات ہے کہ یہ جماعت سنگھ پریوار سے تعلق رکھتی جماعتوں کا سیاسی روپ و مجموعہ ہائے حیات ہے ،لہذا اسے حکومت کی ذمہ داری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی اور بین الاقوامی مصلحتوں ،اقلیتوں کے مذہبی جذبات ،احساسات کی اہمیت و قوت کو بھی سمجھنا اور تسلیم کرنا چاہئے تھا۔اور بلخصوص وہ اقلیت جو بقول مسٹر جناح اقلیت نہیں ہر لحاظ سے اپنی تعداد ،تہذیب ،تمدن و ثقافت کے سبب ایک کامل قوم کی تعریف پر پورا اترتی ہے جو اس خطہ میں نا صرف عرصہ دراز سے بستی چلی آئی ہے بلکہ ساتھ ساتھ اس ملک ہندوستان پر ہزار سے حکمران بھی رہی ہے،اور جن سے انگریزوں نے یہ وطن چھینا تھا۔

یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ نوپور شرما غصہ اور جذبات میں مسجد کی جگہ مندر بنانے کے لئے شیو لنگ کی تنصیب کی بحث میں اتنی جذباتی ہوگئی تھی کہ چنگاڑ پڑی کہ تمہارے اُڑتے گھوڑے اور جو تمارے نبی نے چھ سال کی بچی کے ساتھ -----کیا تھا بلکہ خاکم بدھن ،ایک صاحب نوین کمار نے نعوذُباللہ اسے ریپ تک قرار دے دیا تھا ۔

کہنے کو یہ اعتراضات کئی پہلووں کا تسلسل بھی ہیں، مگر درونِ خانہ اسکی جڑوں میں مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات سے لیکر آریا سماجی ہندو جماعت کے اعتراضات و اشکالات کارفرما ہیں ۔بلکہ کہنے کو ۔یہ کوئی نئی چیزیں نہیں ہیں بلکہ جدید تاظر میں کثیر ازواجی نظام اور واحدانی ازواجی نظام

کے دایرہ کار کی بحثیں سمجھی جاسکتی ہےیں ،ساتھ ساتھ اس میں سماجی تناظر میں کم عمری کی شادی کے عدم جواز کو ابھارا گیا ہے۔

حلانکہ نوپور شرما سیکولر روایتوں میں پلنے بڑھنے کے باوجود ایک مذہبی سیاسی جماعت کی ترجمان بنی پھر رہی تھی ، اور وہ بھی ایسی مذہبی سیاسی قدامت پسند جماعت کی رکن ہے جو عمومی طور پر مذہبی دایرہ کار،فریم ورک کو سیکولر آئین سے بالاتر سمجھ کر اقلیتوں پر ظلم و جبر روارکھے ہوئے ہے-

نوپور شرما اور بی۔جے۔پی مغربی اقدار سے متاثر کٹر ہندو گروہ سے تعلق رکھتے ہیں:

نوپور شرما جن قدروں کی روشنی میں اسلام یا مسلمانوں پر معترض ہے وہ اقدار درحقیقت درونِ خانہ مشاہدہ النفس کی رو سے ہندو مذہب کی قایم کردہ اقدار نہیں ہیں، بلکہ یہ ویسٹرن ڈیموکریسی،فیمن ازم،لبرلازم،اور سیکولر سیاسی ثقافت و تہذیب کی پیداوار ہے۔ چناچہ جب جدید ریاستوں نے اپنے اختیارات و قوت کی افادیت و ہمہ گیری قایم کرنی چاہی تو انھونے سول عایلی قوانین میں قطع و برید سے کام لیا،یہاں انکے سامنے کئی مسایل اُٹھائے کھڑے تھے،جنکو انھونے شہری و تمدنی تربیت کے تناظر میں آئین ،و قوانین کے ذریعہ قانونی نقطہ نظر سے سنبھالنا چاہا، چونکہ جدید تہذیب درحقیقت عیسائی تہذیب کی ہی لادینی یا سیکولر فرع ہے۔

چناچہ عیسایت کو رد کردیا گیا۔

مگر عیسائیت میں موجود شادی کے ادارے سے کراہت اور رہبانیت کی طرف التفات نے عیسائیوں کو کافی حد تک واحدنی ازواجی نظام کو اپنانے پر مجبور کردیا تھا،طلاق لینے دینے میں کلیسایئی نظمیہ کی مداخلت اور عدم مداخلت کے تصورات جدید عدلیہ کو جدید مغربی تہذیب نے منتقل کئے ہیں،چناچہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ،فیڈرلسٹ پیپرز،سماجی علوم کی ترقی نے ریاستوں کو مجبور کیا کہ نکاحوں کو محدود کردیں،چناچہ جدید ریاست جو عیسائی باشندوں کی ترقی یافتہ دین بیزار ہیت و کمیت کا نام ہے،نے ایک مرد ایک عورت کے نکاح کو رایج کیا ، جس نے مابعد بتدریج نوآبادیاتی نظام کے دوران غلامی،جمہوری،آئینی مغربی تربیت کے ذریعہ محکوم اقوام کو بھی مجبور کیا کہ وہ اپنے سابقہ آقاوں کی اقدار کو برقرار رکھیں بلکہ یہ تک دیکھا گیا کہ وہ اس تناظر میں ان سے ایک قدم آگے بڑھ گئے،جیسا کہ پاکستان و بھارت میں عورت مارچ یا ناری مارچ کی بحث کے ضمن میں دیکھا جسکتا ہے۔ مغربی آقاوں نے عمومی کوشش کی کہ اپنے محکوم افراد کے ازواجی نظام کو پرانے خدوخال میں

بقائے دایمی کے کلیہ کے تناظر میں برقراررکھیں،چناچہ ہندوستان اوردیگر جگہوں پر کثیر ازواجیت پرکوئی قدغن عاید نہیں کی گئی، تاہم ہندوستان کی ریاست نے اپنے سیکولر آئین کے تناظر میں جو قوانین سول معاملات اور بلخوص عایلی خاندانی سماجیت کے تناظر میں بنائے انکی رو سے موجودہ کالی آقا قوم میں موجود قدیم کثیر ازواجی پدر سری معاشرت میں یہ تبدیلی پیدا کی گئی کہ اب ہندو مرد ایک وقت میں ایک ہی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے،مگر مسلمانوں کو انکے عایلی قوانین و شرعیہ کے تناظر میں یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی شریعت میں بیان کردہ ازواجی آخری تعداد یعنی چار عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں۔

حلانکہ ہندو مذہب کی دیوملائی تاریخ سے قدیم شاستری قانونیت تک اس پر نا تو قدغن عاید تھی بلکہ ہندو دیوی دیوتا سے ،انکے اوتاروں تک اور وہاں سے عام عوام تک مردوں کی کثیر ازواجی عملیت جاری و ساری تھی۔بلکہ کم عمر لڑکی سے نکاح یا وواہ سے لیکر کثیر ازواجی معاشرت تاحال ہندوستان کے ہندو میں جاری و ساری ہے بالیکا وودھو یا کم عمر کنیا سے وواہ پسماندہ علاقوں آج بھی مروج ہے،اسی طرح ایک ہندو مرد کی کئی بیویاں ہونا بھی عام بات ہے۔

کیا نوپور شرما کو یہ تفریق معلوم نہیں تھی کہ جو اعتراضات اس نے تعصب میں اندھا ہوکر وارد کردئے وہ سب مقدمات ہندو مذہب مسلم مذہب کے ساتھ مشترک طور پر اشتراک پذیر کرتا دکھتا ہے۔

<u>کثیر ازواجی نظام اور مادر سری نظام کا تعلق:</u>

کثیر ازواجی نظام اور پدر سریئت تاریخی و سماجی تناظر میں کوئی نئی شہ نہیں ہیں ،بلکہ یہ دنیا کی تاریخ میں ریاست کی ابتدا و انتھا کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے،مادر سری نظام جس میں عورت گھر کی سربراہ ہوتی تھی اور ایک نسل اس سے منسوب کی جاتی تھی اور وہ خود بھی کثیر ازواجی تناظر میں بیک وقت کئی شوہروں سے بیک وقت بندھن بنائے رکھتی تھی کو بعدِ ازاں دیکھا گیا کہ جواب دعوی ریاستی تمدنیت اور جنگ و جدل نے پیش کیا تھا،نسل،خاندان،مال،دولت جائیداد و سماجی محافظیت کے تناظر میں پدر سری معاشرت اور نسلیت کو رواج حاصل ہوا لہذا قدیم و جدید تاریخ درحقیقت پدر سری نظام کی تاریخ سمجھی جاسکتی ہے، ریاستی ادارے کی تخلیق و ابتدا کے ساتھ ساتھ تمام سامی و غیر سامی مذاہب پدر سری معاشرت کے تابع رہے ہیں،جدید نسائیت یا فیمن ازم نے اب پدر سری معاشرت کو جواب دعوی دینا شروع کردیا ہے،چناچہ عورت مارچ کے دوران پدر سری مخالفت و عنادیت کا شدت

سے نقد کیا جاتا ہے۔ چناچہ اگر نوپور ہندو مذہب کو بڑی توپ چیز نا سمجھتی تو ہمارے لئے علمی محاذ آرائی شاید مشکل ثابت ہوسکتی تھی ،نوپور شرما چونکہ بذاتِ خود ایک قدیم مذہب کی پیروکار ہے اور اس مذہب کو اپنی سیکولر ریاست سے بھی بالاتر سمجھتی ہے،جبھی وہ جھل و ڈھٹائی سے شیو لنگ کی تنصیب کے لئے دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کو استعمال کرنے اور اسکے وجود کو ملیا میٹ کرکے اپنے مذہب کے مندر کی تعمیر کے لئے خطرناک حد تک بضد نظر آتی تھی،اس تناظر میں وہ مذہبی تعصب یافتہ عورت کہلائی جاسکتی ہے،جس نے دوران بحث معاملہ کو اس رخ کی طرف موڑ دیا جو سرے سے تنازع سے خارج تھا۔

اب کیا نوپور شرما یا ہندو قوم صدیوں سے مسلمانوں کے ساتھ رہ کر اتنا بھی سمجھ یا معلوم نہیں کر پائے ہیں کہ آیا وہ کون سے معاملات ہیں جن میں مسلمان اور وہ یکساں موقف کے حامل سمجھے جاسکتے ہیں ، اسلا انہی سطور میں اوپر ذکر کردہ اجمالی خاکہ ہی اصل میں یہ ماجرا عیاں کرسکتا ہے کہ نوپور بی،جی۔پی میں آمد سے قبل ہی اس مواد کا مطالعہ و مشہادہ عامیانہ سطح سے جاری رکھے ہوئے تھی جو مسلمانوں پر نقد کے ضمن میں وارد ہوا تھا بلخصوص ہندو آریا سماجی مواد اسکو آگ جلانے کے لئے بہت کچھ مواد فراہم کررہا تھا۔

سوامی جی کے وہ نقد جو مسلمانوں پرانکی جانب سے وارد کئے گئے تھے وہ اس نے اپنا لئے تھے مگر انکے جو ناقدانہ افکار ہندو مت کے عقاید،افکار،سماج اور فرقہ جات سے متعلق تھے جنکے کچھ نمونے اوپر گزر چکے ہیں کو نوپور شرما واضح طور پر فراموش کرگئی ہے۔نوپور کے متعلقہ متنازعہ بیانات پڑھ کر جاہل بھی یہ تاثر لیکر اٹھے گا کہ موصوفہ جس ہندو مذہب کے لئے جل کڑھ رہی ہے یا لڑ مر رہی ہیں ، وہ بذات خود اپنے اسی مذہب سے بلکل ناواقف ہے، چناچہ نوپور شرما اور بی۔جے۔پی کئ جھلا یہ تاثر دیتے ملتے ہیں کہ جیسے قصص بازاری میں اڑتے گھوڑے صرف مسلمانوں کے یہاں ہی عقل و نقل کے خلاف پائے جاتے ہیں ۔

مگر یہ دونوں اپنے یہاں موجود مہان و پوتر پورانوں اور ،ساگروں اور شاستروں کے اندر موجود اڑن گھوڑے سے سوریا دیو کی بگھی کے اڑتے گھوڑے تک ،راون کے اڑن کھٹولہ سے ،رام کا اندر کی بگھی میں بیٹھ کر ہوا میں راون سے مقابلہ کرنےتک ،اندر کے اڑتے ہاتھی اراوت سے لیکر ،شیو کے بیل کی سواری نندنی پر سفر کرنے تک ،شیراوالی کالی مائی کا شیر پربیٹھ کر سفر کرنا،گنیش کا انسانی دھڑ اور ہاتھی کے سر جیسے بھاری بھر کم وجود کے ساتھ چوہے پر سواری کرنا ،کچھ یاد نہیں رہتا ہے اور نا ان قصوں کہانیوں پر انھیں کوئی اعتراض ہوتا ہے۔

بلکہ موصوفہ اور کل بی-جے-پی کا ان دیومالائی قصے کہانیوں پر کٹر اعتقاد قایم جدید ترقی یافتہ سائنٹفک قوم بننے کے دعوے کے ساتھ بھی قایم ہے، شیش ناگ،ناگن،واسوکی کے قصص ان سے ہضم ہوجاتے ہیں مگر معراج کے براق کے ذکر پر وہ بھڑک اٹھتی ہے، ممکن ہے کہ شاید نوپور کے مطابق یہ ہندو مذہبی کاپی رایٹڈ مواد کاسرقہ ہے،جسکو وہ کلیم کرنا چاہتی ہے؟۔

کیا کثیر ازواجی معاشرت صرف پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کا ہی تاریخی چلن رہا ہے؟:

نوپور کو قدیم آریائی لوگوں میں موجود کثیر ازواجی معاشرت ،راجپوت راجاووں کے حرم میں موجود کثرت سے بیویوں اور کنیزوں کی بابت بھی شاید کچھ یاد نہیں ہے یا پھر یہ خاتون جان بوجھ کر انجان بن رہی ہیں اور لوگوں کو بھی اپنے طرح جاھل اور غیر محقق تسلیم کرکے دھوکہ دہی کی مرتکب ہورہی ہیں۔

جہاں تک کثیر ازواجی بحث یا کم عمری کی بحث کا تعلق ہے تو ہمیں اسکا تقابلہ اسی دور سے کرنا ہوگا جس دور میں پیغمبر اسلام نمودار ہوئے ،یا آپکی بعثت سے قبل کی ازواجی تاریخ کس نوعیت کی حامل تھی ؟ چناچہ تاریخ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی بعثت سے قبل از تاریخ کے دور میں موجود تمام قدیم تہذیبوں بشمول ہندومت کے مردانہ کثیر ازواجیت کا چلن عام تھا،اس ضمن میں مصر کے چھبیس خاندانوں سے لیکر قدیم چینی و ہندوستانی تہذیب تک مثالیں کنگھالی جاسکتی ہیں۔

نیو انسایکلو پیڈیا بریٹینیکا میں بھی مقالہ نگار تسلیم کرتا ہے کہ کثیر ازواجی چلن زمانہ قدیم سے موجودہ عصر تک عام رہا ہے۔[202]

ویسے تو محمد زبیر والے معاملہ والی ویڈیو میں نوپور نے کثیر ازواجیت پر کوئی کلام نہیں کیا تھا،مگر عمر عایشہؓ کی بحث کا اول تعلق اس ضمن میں مناظراتی تناظر میں موجود کتب کا کثیر ازواجیت سے تعلق بنتا دکھتا ہے،دویم نوپور سمیت کئی ہندو اس مسلہ پر بھی ماضی میں کلام کرچکے ہیں۔جبھی اس کل بحث کو باہم نتھی کرکے رفع اشکال کے لئے دیکھنا ہوگا۔

ویدوں سے بایبل تک،رزمیہ نظموں سے راجائی حرم تک کثیر ازواجی کم عمری پر مبنی معاشرت کے آثار ہمیں باآسانی سے میسر آجاتے ہیں چناچہ ہم سب ہی اس امر سے واقف ہیں کہ ابراہیمؑ کی تین ازواج

---

[202] The New Encyclopedia Britanica, William Benton Publisher-15th Edition, Vol: VIII, P:97

تھیں بلکہ انکی ازواج کی تعداد چار تک تعداد بیان کی گئی ہے[203]،[204] ،ان میں سے اسمعیل ؑ کی والدہ حاجرہ بی بی اور اسحق ؑ کی والدہ سارہ کے نام قریباً تمام با علم صاحب مطالعہ مسلمان جانتے ہیں،عیسائیوں اور یہودیوں کی تعداد اس پر مستزاد ہے۔چناچہ دیکھا گیا ہے کہ نوح ؑ کے دور میں بھی کثیر ازواجیت کے قرائین کتب سے معلوم پڑتے ہیں۔[205]

یعقوب ؑ یعنی اسرائیل ؑ کا کثیر ازواجی ہونا،یعقوب ؑ کی بڑی بیوی کے بچوں کا چھوٹی بیوی کےبیٹے یوسفؑ سے جل کر انکو بیچ دینا تو کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے،چناچہ اسرائیل ؑ کی بھی چار ازواج کا حال ڈھونڈھنے سے معلوم پڑجاتا ہے۔[206]

چناچہ انکے مابعد ہمیں موسیؑ کی ازواج کی تعداد عہدنامہ قدیم اور اسرایلی روایات کی رو سے دو سے چار تک معلوم پڑجاتی ہے،[207]اسی طرح داود ؑ اور انکے بیٹے سلیمانؑ کا کثیر ازواجی ہونا صحیح و ضعیف،بلکہ عہدنامہ قدیم تک سے ثابت ہے،چناچہ داود ؑ کی بیویوں کا اسرائیلی عدد ۹ ہے[208] جبکہ سلیمان ؑسلیمان علیہ السلام کے پاس ایک سو زوجات موجود تھیں جس کا ثبوت صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث سے ملتا ہے :

<u>ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:</u>

’’سلیمان نے کہا کہ آج رات میں اپنی ایک سو عورتوں کے پاس جاؤں گا، اور ہرعورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرے گا، تو فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ لو، تو انہوں نے نہیں کہا اور ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تواس شب وہ سب ازواج کے پاس گئے تو ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں جنا صرف ایک نے آدھا بچہ جنا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : کہ اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ایسا نہ ہوتا اور ان کی ضرورت کو پورا کرنے کا باعث بن سکتا تھا۔‘‘[209]

---

[203] عہد نامہ قدیم(بائبل)کتاب پیدائش،باب:۲۱،درس:۱۔باب:۲۵،درس:۱

[204] حافظ عمادالدین ابو الفدااسمعیل ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر(البدایہ والنہایہ)دارالاشاعت کراچی،۲۰۰۸ء:ج:۱:صہ:۲۲۷،۲۲۶۔:

[205] عہد نامہ قدیم(بائبل)کتاب پیدائش،باب :۴:درس:۱۹

[206] عہد نامہ قدیم(بائبل)کتاب پیدائش،باب:۹،درس:۱

[207] عہد نامہ قدیم(بائبل)کتاب خروج،باب :۲،درس:۲۲۔ گنتی:باب:۱۲،درس:۱۔ استثنا ، باب ۲۱،درس :۱۰ -۱۳۔

[208] عہد نامہ قدیم(بائبل)کتاب سلاطین،باب:۱-۲سموئیل:باب:۱۹-۱۱ اورباب:۲۷

[209] بخاری:۵۲۴۲۔

جبکہ دوسری طرف صحیح مسلم[210] میں نوے عورتوں کا ذکر ہے اور ایک اور روایت جسے امام بخاریؒ نے جہاد کے لیے اولاد طلب کرنے کے باب میں تعلیقا ذکر کیا ہے اُس میں ننانوے عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یٰحییٰ اور عیسیٰ دونوں نے اگر چہ نکاح نہیں کئے تھے کیونکہ یہودی سازشوں اور انکےشہادتوں نے انکو اتنا موقع ہی فراہم نہیں کیا تھا کہ یہ دونوں بھائی نکاح کر پاتے چناچہ ناہی ان دونوں نے اس بابت کچھ مخالفت میں کہا اور نا ہی ایسا معلوم پڑتا ہے کہ شروع دور کے لوگ بلکہ عیسیٰ کے حقیقی شاگردوں میں اسکی مخالفت کا کوئی چلن ڈھونڈھنے سے ملتا تھا،چناچہ اس دور میں یعنی قدیم رومن دور کے یہودیوں اور عیسائیوں میں کثیر ازواجی چلن عام تھا۔[211]

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا ، کے ایک مقالہ کے مطابق :

شروع شروع میں معلوم پڑتا ہے کہ دور انبیا میں کثیر ازواجی نظام قایم تھا،مگر جب قلیل رقبہ اور زیادہ آبادی کا چلن بنو اسرائیل کے دور زوال میں بعد از عہد انبیا عام ہونے لگا،اور بیرونی اقوام یہودیوں کی بابت شکوک و شبہات کا شکار ہونے لگیں،یہودی اپنی الگ تھلگ نوآبادیوں یعنی گھیٹوز میں سمٹ کر رہنے لگے ،اور یہودی آبادی غربت و افلاس ،روزگار کی قلت کے سبب جب مالی،سماجی اور مذہبی مسایل کا شکار ہونے لگی تو[212] یہودی تالمودی شارحین اور ربیوں میں اس پر غور و فکر شروع ہوا چناچہ ربی گرشوم بن یہوداہ (۹۴۰:عہ)نے کثیر ازواجی نظام پر قدغنی ربائی نامہ یا فتویٰ جاری کیا مگر شیفارڈک یہودیوں میں یہ عمل ۱۹۵۰عہ تک جاری و ساری رہا،مگر ۱۹۵۰ میں اسرائیلی ربی اعظم نے ۱۹۵۰ ایک سے زاید خواتین سے نکاح کی ممانعت عام نافذ کردی ۔[213]

انجیل کے زمانہ نزول میں کثیر زوجگی کو قبول عام کادرجہ حاصل تھا ۔ اسی بنا پر انجیل مقدس میں اس موضوع پرکوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔عہد نامہ جدید میں ایک شادی کو پسندیدہ ضرور قرار دیا گیا ہے ،لیکن ایک سے زائد بیوی رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ابتداۓ عیسائیت کے بعدکئی سو برسوں تک کلیسا کی کسی مجلس کی جانب سے بھی اس کی مخالفت نہیں کی گئی تھی ۔یہی وجہ ہے کہ مذہبی اکابرین ، بادشاہوں اور امرا حضرات بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھا کرتے تھے،جس کو قابل قبول

---

[210] مسلم:۱٦۲۳۔

[211] انجیل متی، باب:۲۵،درس:۱-۱۲

[212] یہ تشریح و توضیح دیگر جگہوں سے لیکر بڑھائی گئی ہیں اصل انسایلکو پیڈیا میں یہاں تک الفاظ موجود نہیں تھے۔معج

[213] http://www.zindgienau.com/Issues/2019/April2019/images/unicode_files/heading11.htm
۱۸۳۔ -سید حامد محسن،غلط فہمیاں-اسلام کے متعلق بدگمانیوں کا ازالہ:اسلام سینٹر، بنگلور،۲۰۰۳ء:صہ: ۔۱۸۲

تصور کیا جاتا تھا۔البتہ' شارَلمانی عہد' کے اواخر دور میں دیکھا گیا ہے کہ ،غالباً اسلام کی کثیر ازواجی رعایت اور بتدریج بڑھتی فتوحات سے خایف ہوکر عیسائی دنیا نے ان سے تفریق کرتے ہوئے اب انکی معاشرتِ ازواج کی مخالفت شروع کردی چناچہ کلیسا کے حکم سے پورے یورپ میں اس کو منسوخ کردیا گیا۔ اس کے باوجود اسے کامل طور پر ترک نہیں کیا جاسکا تھا۔

ڈاکٹر شمیم اختر قاسمی کی تحقیق کی رو سے[214] یورپین مصنف 'وِیسٹر مَارک' کے مطابق اس زمانے میں بعض عیسائی فرقے اس کی بڑی شدت سے وکالت کرتے تھے۔۱۵۳۱ء میں عیسائیوں کے ایک فرقہ نے اس بات کی تبلیغ شروع کی تھی کہ جو فرد سچا عیسائی بننا چاہتا ہے ، اس کی کئی بیویاں ہونی چاہئیں،اسی طرح بعض فرقوں میں کثیر ازواجیت کی حمایت کا چلن ملتا تھا بلکہ معلوم پڑتا ہے کہ قرون وسطی میں یہودی ربی گریشر نے بھی یہ فتوی جاری کیا تھا کہ کوئی بھی فرد بلاتحدید جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کرسکتا تھا۔[215]

ہندوستان میں بھی ہمیں کثیر ازواجیت کا چلن عام ملتا تھا،چناچہ دور شجاعت کی کتب راماین اور مہا بھارت سے بھی اسکا چلن ملتا نظر آتا ہے،ویدک دور بھی اس سے کافی پر تھا،چناچہ مہارشی کشیپ سے راجہ دکش کی ساٹھ پتریوں(بیٹیوں) میں سے تیرہ کا وواہ ہوا تھا [216]جن میں سے چار کا بڑا چرچا ہے انکی پتنی آدیتی دیوتاوں کی ماں بیان کی جاتی ہے،دیتی آسور و راکششوں کی ماں تھی،وندا وشنو کی سواری گدھ گرود اور سورج دیو کی بگھی کو چلانے والے ارون کی ماں تھی۔اور کدرو،سانپوں کی ماں بیان کی جاتی ہے چناچہ وشنو پوران میں ان باتوں پر کافی قصص بیان کئے گئے ہیں۔

یہ بات ہندووں میں معروف ہے کہ رام ولکشمن کے والد راجہ دشرتھ کی تین پتنیاں تھیں جن سے انکے عظیم بچے پیدا ہوئے تھے۔اس طرح پانڈوں کے جد کی بھی دو بیویاں تھیں پانڈو کی دو بیویاں تھیں کنتی اور مادری۔ کنتی سے تین بیٹے یُدھشٹِر، بھیم اور ارجن پیدا ہوئے۔ مادری سے دو بچہ نکُل اور سہدیو پیدا ہوئے۔ یہ پانچ بھائی پانڈو کے نام سے مشہور ہوئے۔[217]

مہابھارت کے مطالعہ سے معلوم پڑتا ہے کہ پانڈو پتر ارجن کی چار بیویاں تھیں،ایک پنچالی پتری دروپدی تھی دوسری کرشن کی بہن سبھدرا تھی جو مشہور جنگجو ابھیمنو کی ماں تھی،اسکے علاوہ

214

215 ذاکٹر مصطفی سباعی:المراۃ بین الفقہ و القانون:صہ:۴۰۔

216 وشنو پوران:انس:۱۔ادھئاے:۱۵۔صہ:۶۴۔۔۶۶۔نو کشورپریس۔۔حضرت گنج۔وکرمی۔۔۱۹۳۶۔لکھنو۔

217 https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%DB%81%D8%A7_%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA

راج کماری الوپی۔اسکے علاوہ راجا منی پور کی بیٹی بھی اسکے وواہ میں موجود تھی۔شری کرشن کی بیویوں کی تعداد اٹھارہ سے لاکھ تک بیان کی جاتی ہے۔منو شاستر سے بھی معلوم پڑتا ہے کہ مرد بیک وقت دس بیویاں رکھنے کا حق محفوظ رکھتا تھا،اس بات کی تفصیل میں اواخر میں بیان کرونگا۔

جبکہ البیرونی نے بیان کیا ہے کہ:

اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد عورتوں سے وواہ ممکن ہے چناچہ برہمن کے لئے چار، چھتری کے لئے تین، ویش کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک کی اجازت دی گئی ہے۔[218]

ڈاکٹر مصطفی سباعی نے بیان کیا ہے کہ اکثر معاشروں میں کثیر ازواجی نظام میں تعداد ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں ملتی ہے۔[219]

لوگوں کو ایک غلط فہمی یہ بھی لاحق ہے کہ مسلمانوں یا نومسلموں میں کثرت ازواج کا چلن اسلام نے ڈالاتھا حلانکہ،درحقیقت اسلام نے عربوں میں پہلے سے موجود بلاتحدید ازواجی نظام کو محدود کرکے رکھدیا تھا،چونکہ نبی اکرم ﷺ کی ا زواج امتِ مسلمہ کی مائیں تھیں لہذا اپکی ازواج کی تعداد کو ان بارہ ازواج تک محدود کردیا گیا اور یہ قدغن عاید کردی گئی کہ آپ نا انکے بعد کسی سے مذید نکاح کرسکتے تھے اور نا آپکی ازواج اپکے بعد کسی اور سے نکاح کا حق محفوظ رکھتی تھیں۔یعنی اس تخصیص نے نبی اکرمﷺ اور آپکی ازواج المطہرات کو عموم سے خارج کرکے تخصیص کے دایرہ میں ڈال دیا تھا، جبکہ اہل عموم کے لئے اسے مذید محدود کرکے چار کی حد تک اس شرط کے ساتھ مقید کردیا گیا تھا کہ اگر وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل ہیں اور ان ازواج میں باہم مساوات سے کام لے سکتے ہیں تو انکے لئے نکاح جایز تصور ہوگا ورنا ،انکے لئے زاید نکاح کو ناپسند سمجھا گیا ہے اس تناظر میں ،معلوم پڑتا ہے کہ زمانہ قدیم میں غیر محدود ازواجیت کاپدری نظام قایم تھا۔

---

218 ابوالریحان محمدالبیرونی،فی تحقیق ماللہند،مطبوعہ حیدرآباد: ۱۳۷۷ھ:،صہ:۴۶۹-۴۷۰

219 المراۃ بین الفقہ والقانون،ص:۶۰-۶۵

چناچہ

ایک صحابی قیس بن حارثؓ کے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔[220]غیلان بن سلمہ ثقفیؓ کے پاس دس بیویاں تھیں۔نوفل بن معاویہؓ کے پاس پانچ بیویاں تھیں۔ان سب ہی حضرات کونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیاتھا کہ شریعتِ اسلامی میں بیک وقت چار بیویوں سے زائد رکھنے کی اب اجازت نہیں ہے ۔ان میں سے انتخاب کرکے چار کو روک لیا جائے، بقیہ کو معروف طریقے سے جدا کردیا جائے۔[221]

سورہ النسا میں اس کو مذید سخت کرکے عدل و انصاف اور برابری ازواج کی نصیحت سے مذید محدود کرنے کی تحدید کی گئی ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے بیک وقت چار نکاح کا درجہ رعایت کا ہے ناکہ فرض کا ہے چناچہ سورہ النسا میں صاف بیان کردیا گیا ہے کہ اگر انصاف کرسکو تو چار سے نکاح کرو ورنا تمہارے لئے ایک ہی کافی ہے،ذیل کی آیت سے یہی معنی و مراد معلوم پڑتی ہے:جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِکَ أَدْنٰى أَلاَّ تَعُولُوْا۔[222]

ماہر انسانیات' جَارج مَرڈاک' کی رپورٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق دنیا کی ۴۱۵ قوموں میں تعدد ازواج کا رواج قایم تھا۔ مرڈاک ہی کی ایک دوسری رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵۰ تہذیبوں یا معاشروں میں سے ۱۹۳ میں اس کا رواج پایا گیاہے ۔چناچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعداد ازواج کی اجازت و رعایت تمام قدیم تہذیبوں اور معاشروں میں کسی نا کسی شکل میں موجود تھی،اور اس پر قدغن کے پیچھے مغربی جدت پسند ،لذت پسند تہذیب کی اندہی غلامی موجود ہے،جہاں یہ لوگ ایک طرف ملکی آبادی کو زیر گرفت رکھ کر محدود رکھنا چاہتے ہیں جو جایز نکاح کو ناپسند کرتی ہے اور ناجایز روابط و تعلقات کو غیر محدود حد تک تسلیم کرکے انسانی حقوق کے دایرہ کار میں ڈال دیتی ہے۔

---

[220] حافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی: الجامع الترمذی:کتاب النکاح: باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نشوة۔
عبداللہ بن یزید ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ: کتاب لنکاح:باب الرجل یسلم وعنده اکثر من اربع نشوة

[221] فخرالدین رازی، التفسیر الکبیر، دارالکتب العلمیۃ، طہران، اشاعت ثانی، ج:۵، جزو: التاسع ، ص:۱۷۵، تفسیر زیر آیت

[222] النسا:۳۔

بحث: ۶۔

کچھ فکری گمراہیوں کا ازالہ

،یہ جانی مانی بات ہے کہ ہر عصر پر اسی کے دور کت احکامات نازل و نافذ ہوتے ہیں چناچہ قدیم دور اور قدیم مذاہب پر اس دور کی معاشرت ،تہذیب اور رواج کے تناظر میں اصول قایم ہوتے ہیں ،جدید عصری تاریخ قدیم تاریخ کو اپنا محکوم بنا کر انکے مستقبل کے حکم کو ماضی کے حکم و آثار پر نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے،باقی اللہ اس کل کائینات کا خالق و مالک و رزاق ہے اسکے اور اسکے رسول کی اجازت و عطا کردہ رعایت کل عالم کی حکومتوں اور معاشروں کے حکم و قدغن پر حاوی ہے اور اسکی شریعت کے آگے ہر حکومت،معاشرت و ریاست کا حکم و قدغن سر تسلیم خم کا درجہ رکھتے ہیں،میں اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ میں اس امر کو بلتحقیق ثابت کرچکا ہوں کہ انسانی حقوق کا فلسفہ حیات بشمول انسانی حقوق کے اعلامیہ ۱۹۴۸:جسے اقوام متحدہ نے نافذ کیا تھا کا اسلام کے فکری نظام سے سخت تصادم جاری ہے،چناچہ شریعت اسلامیہ کے تناظر میں مذکورہ بالا اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں موجود انسانی حقوق عین اسلام کے تصور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے منافی ہیں،کیونکہ دونوں کے ماخذات میں ہی مابعد الطبیعاتی بنیادوں پر عظیم بعد واقع ہوا ہے۔۔

نوپور شرما اور سنگھ پریوار کے تمام تنظیمیں بشمول بی۔جے۔پی عین اسی طرح فکری تضاد کا شکار نظر آتی ہیں جیسے مسلم جدت پسند بیک وقت دو کشتیوں میں ٹانگیں چیر کر بیک وقت تیرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اگر چہ بہت حد تک عصر حاضر کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں مگر اپنے بنیادی فکری علمیاتی ڈھانچہ کو سرنگوں کرنے کی قیمت پر ایسا نہیں ہونا چاہئے چناچہ ،جب کوئی قوم و فرد اپنی بنیادی خصوصیت و فضلیت کو ترک کردیتے ہیں تو فطری،فکری اور علمیاتی طور پر انکی شناختی وجودیت لرز کر رہ جاتی ہے،اور وہ خود اپنے شناخت ،وجود ،تہذیب و ثقافت ترک کرکے وجودی و روحی طور پر بتدریج گھلتے جاتے ہیں۔

اور پھر وہ موڑ اور مقام آجاتا ہے جب ظاہری کھوکلا وجود اپنے ظاہر پن میں تو لوگوں کو بڑا مضبوط و توانا کھڑا نظر آتا ہے ،مگر جب اسے کوئی ہلکا سا ہوا کا جھونکا بھی دباو سے ہلانا

چاہے تو وہ ہچکولے کھانے لگتا ہے، چناچہ قران حکیم میں بھی کلمہ طیبہ اور خبیثہ کا یہی فرق واضح کیا گیا ہے،کہ کلمہ طیبہ کی مثال اس درخت سی ہے جو ہوا کے ساتھ ہلتا ہے،جھکتا ہےمگر اکھڑتا اور گرتا نہیں ہے،جبکہ کلمہ خبیثہ والا درخت ظاہر میں خوشنما ،غرور تکبر اور اکڑ سے پھولا ہوا دکھتا ہے مگر آندھی کا ہلکا سا دباو پڑتا ہے تو جڑ سے اکھڑ کر زمین بوس ہوجاتا ہے۔

ابن خلدون کے عصبیتی فلسفہ سماج کی رو سے جب کسی قوم میں عصبیت کمزور ہونے لگتی ہے ،سادگی رخصت ہوتی جاتی ہے، اور قوم عیاشی ،آرام پرستی اور ماضی کی چکمتی دمکتی کامیابیوں پر غرور کرکے منجمد اور مردہ ہوتی جاتی ہے تو اسکی مردہ و سوئی ہوئی کاہل عصبیت دفاع کی قوت سے محروم ہوتی جاتی ہے،اور بلآخر پہلی جیل یا نسل کی مد مقابل تازہ تازہ دوسری پیدا شدہ مضبوط و توانا عصبیت اس مردہ،قناعت پسند کھوکھلی تہذیب کا دھڑن تختہ کرکے رکھ دیتی ہے۔ ایک وقت تھا جب مسلم عصبیت نے یہود ،و نصاری،فارس ،ہند و یورپ کو فتح کیا تھا مگر جب یہ بذاتِ خود مردہ ہوکر تاریخ و آرام طلبی پر قناعت کرنے لگی تو جیسے انھونے ماضی کی اقوام کا تختہ الٹا کیا تھا عین ویسے ہی نشاۃ ثنایہ سے لبریز اقوام نے انکو تباہ و برباد کرکے رکھ کردیا ۔

یوں مسلمان مابعد کمزور ہوتی مسلم عصبیت اور قلیل پڑتی مومنیت کے سبب چنگیز خان سے ہلاکو،وہاں سے صلیبیوں اور یورپی اقوام کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتےگئے اور أج نتیجتاً یہ خود سے غیر واقف مسلمان مادی ترقی کی دوڑ میں بھی اقوام غیر سے پیچھے رہ چکے ہیں ،مگر ساتھ ساتھ انکی روحانی حیات بھی پیری ،فقیری اور اجنبی تصوف کی جعلی خوشنمایوں میں ڈوب کر مردہ ہوچکی ہے،یہ لوگ دن بہ دن مساجد سے دور ہوتے جارہے ہیں مزاروں اور نایٹ کلبوں کی دیواروں کے سحر میں ڈوبتے جارہے ہیں ، لہذا فنی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آج کا مسلمان تو شاید زندہ ہے مگر اس میں ماجود درون باطن فرد عبداللہ مردہ ہوچکا ہے اور اب پاکستان کے معاشی بحران عظیمیہ میں امت کی ایک نسل مغربی ادب و سائینس کی عقلی غلام بن کر ملحد بننے کے دعوے کرنے لگی ہے۔

ایسا ہی معاملہ ہندو قوم اور اسکی تعصبیت کے ساتھ بھی وقوع پذیر ہوچکا ہے،مسلمان اول اپنے نظم و ضبط،تہذیب ،اخلاق ،مذہب،علوم ،فکر و تمدن کے سبب متحد ہوکر اپنی اخلاق،سیاسی،فکری و مذہبی برتری کی بنیاد پر دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی یعنی برصغیر پر قابض ہوچکےتھے

انھونے اپنے ملک ،قوم،گھر بار ،بال بچے ،بیوی ،ماں اور باپ چھوڑ کر دوسری سرزمینیں دریافت کی تھیں ، انھونے ایک وقت ہوا کرتا تھا کہ اپنی تجارت و علمیت کو قابل ستایش وسعت دی تھی اور ،پھر وہ وقت آیا کہ نئی نسل ماضی کے کارناموں کو صدیوں کے لئے کافی سمجھ کر علمی،اخلاقی،دینی،حربی و فکری نیند کا شکار ہوکر راستے سے ہٹ کر خمار میں ڈوب کر نیست و نابود ہوگئ اور اہل یورپ انکے نقش قدم کو وہاں تک لے گئے جہاں تک سفر کا مسلمانوں نے سوچا تک نہیں تھا۔

ہندو قوم کی انگریزی دور میں کایا پلٹ:

جبکہ ہندو قوم مقابلتاً کبھی بیرون وطن جاکر فتوحات کرنے کا نا ہی شوق و طلب رکھتی تھی اور نا ہی اس نے کبھی ایسا کارنامہ اپنی کل حیات میں سرانجام دیا تھا ،مگر جب انگریزوں سے انھونے اکثریتی جمہوری تناظر میں وطن حاصل کیا تو انھونے جمہوری عددیت کو معیار بنا کر اقلیتوں بلخصوص سابق آقا مسلمانوں کے ساتھ بد سے بدتر سلوک روا رکھنا شروع کردیا،چناچہ بی۔جے۔پی کا پنج نسلوی پروپگینڈا بلواسطہ منصوبہ اب قدیم ہندو آریائی اقدار کی بالادستی کو فکری و عملی طور پر نافذ کرنے میں مصروف ہے، یہ وہ لوگ جو اپنی فلموں پر تصویر کا غلط رخ دکھاتے پھرتے ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو انگریزی اقتدار میں مسلمانوں کے خلاف ہوکر درون خانہ انگریزوں کے ساتھ رہے،انکی ملازمتوں،اور حکمرانی سے لطف اندوز ہوکر اور سوئے ہوئے مسلمانوں کی پسماندگی سے مادی طور پر فایدہ اٹھا کر وہ ہر شعبہ حیات میں چھا گئے ہیں ،چناچہ انھونے ثقافتی تکثیریت کے تناظر میں مغربی جمہوری اقدار کی روشنی میں انگریزوں کوجہاں برا ثابت کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس کی ابتدا انھونے میکا ولین قوم پرستی کے تناظر میں مسلمانوں کی اجنبی آمد سے جڑین ملانے کی کوشش سے شروع کردی۔

بی،جے۔پی اور سنگھ پریوار کا آریائی جے،شری رام منصوبہ جڑوں کے تناظر میں ویدی،شجاعتی دور کی اقدار کی جگہ مغربی اقدار سے لیس نظر آتا ہے،سوچا جائے کہ آخر کار عناد خور لوگوں کے وہ دلایل کیا ہیں ،جو مغرب مسلمانوں اور پاکستانیوں کو عرصہ دراز سے دہشت گرد قرار دیتا چلا آرہے ہیں، چناچہ یہ اور ہندو لوگ اب ہر طرف یہی کہتے پھرتے ہیں کہ ،مسلمان فلاں فلاں طور پر بیک ورڈ قوم ہے، یہ قوم انسانی حقوق کی فکر و مذہب کی قاتل اور ،ظالم قوم ہے، لہذا

انکی ڈھکی چھی باتوں سے ظاہر کلموں تک سے یہ تاثر ملتا دکھتا ہے کہ کل دنیا کے تمام لوگوں اور مملکتوں میں صرف مسلمان ہی دہشت گرد افراد ہیں، ساتھ ساتھ ان لوگوں کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ قوم کوئی بھی آزادی کی تحریک نہیں چلاسکتی ہے،نا اس قوم کی فکری قدامت پسندی دیکھتے ہوئے اسے ایسا کوئی حق دیا جاسکتا ہے، چناچہ ہندو قوم اور انکے مسالک کا یہ یہ سارا فکری نظام اور پس منظر واضح طور پر مغربی فکر،معیار اور آئینہ کی روشنی میں کھڑا ہے یوں ایک طرح سے بہت سوچ سمجھ کر بی۔جے۔پی مسلمانوں کو ۱۸۵۷ کے دور میں واپس لے جارہی ہے، اور ان پر دباو بڑھا کر انھیں نا چاہتے ہوئے بھی ہندو مت کے ذیل ترقی کی راہ دکھائی جارہی ہے۔

ہندوستان کے مسلمان بہ حیثیت مجموعی انگریز دور میں دین سے اتنے دور نہیں ہوئے تھے ،جتنے آج ہوچکے ہیں مگر آج کے ہندوستان کے مسلمان ہندو تہذیب و تمدن سے اتنے مغلوب،محکوم اور اسکے ہاتھوں اتنے زیادہ جبر زدہ ہوچکے ہیں کہ ان میں بہت حد تک ناموں اور نسب ناموں کے سوا انکے ستر فیصد اعتقادی منظر نامہ میں ہندو فکر و عقاید کا جرثومہ جڑیں گاڑ چکا ہے،جسکی ادنی سی مثال بالی ووڈ کے خانز کی صورت میں ملتی ہے۔

چناچہ جدید ہندوستان میں شہریت،وطنیت اور سماجی بڑھوتری کے معیارات و اقدار مذہب ،اللہ اور رسول سے بھی بالاتر ہوچکے ہیں ۔

چناچہ بی،جے۔پی جب نوپور شرما جیسوں نے اب عورتوں کی فوج سے مسلمانوں پر تابڑ توڑ حملہ کرواکر انہیں اشتعال میں لانے کی پیہم کوششیں شروع کردی ہیں تصیر کے دوسرے پہلو سے ہمیں یہ معلوم پڑتا ہے کہ جدید مغربی قانونی ضاطبوں اور مصلحتوں میں پھنس کر مسلم حضرات اب ایسی غلطیاں کرنے لگے ہیں جہاں احتجاج کے ماسوا انکے پاس کوئی اور طریقہ باقی نہیں بچا ہے، اور وہ اس کے لئے سیکولر ہندووں سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں جو نتایج کی رو سے خود درون خانہ اتنے ہندو ہوچکے ہیں کہ نتیجہ ہندو قوم کی مذید وسعت اور پھیلاو کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

چناچہ اکیسویں صدی کا مسلمان ہندو پنج نسلوی بولی ووڈی جنگ کے جبر تلے فکری طور پر اتنا دب چکا ہے کہ وہ اپنا وجود ہی ان میں ضم کرکے سکون محسوس کرنے لگا ہے،مگر اللہ نے ہر جگہ کفار کے بیچ ایمان دار لوگوں کے اس گروہ کو مختلیف ہیتوں و کیفیتوں میں باقی رکھا ہے جو گرتی دیوار پر آتے دباو کی مزاحمت اپنی جان دیکر بھی ادا کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور ہندوستان کا

سچا مسلمان جس میں ایمان باقی ہے،اس ضمن میں اپنی مجبوریوں کے باوجود اپنی قومی و فکری بقا کے لئے کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔

معلوم پڑتا ہے کہ نوپور شرما اور اسکی کلاس کی خواتین قدیم دور کے آدرش کا احیا دور جدید میں کرنا چاہتے ہیں اور یہ لوگ بہت حد تک ہندومت کو دور قدیم کے معیار پر لے جانے پر یقین رکھتے ہیں،مگر اتنا قدامت پسند ہوکر بھی یہ لوگ الٹا مسلمانوں سے قدامت کے احیا کا انکار طلب کرتے پھرتے ہیں، اور اس ضمن میں مسلمانوں پر یہ لوگ فکری،سیاسی،مذہبی و سماجی دباو بڑھانے کی کوشش کرتے معلوم پڑتے ہیں چناچہ یہ لوگ مسلمانوں کو ہندو مت سے جعلی عقیدت اور مغربی سیاسی،سماجی و فکری تناظر کی روشنی میں جدید اکثریتی قوم کے غلبہ و حکمرانی پر یقین رکھ کر غلامی اختیار کرنے کے لئے مجبور کررہے ہیں۔

ہم اتنا تو واضح کرچکے ہیں کہ مردانہ کثیر ازواجی نظام کا چلن مسلمانوں میں کوئی نیا جاری حکم نہیں تھا بلکہ عربوں میں جو اول اسلام قبول کرنے والی قوم پائی جاتی تھی اس قوم میں بھی اس کا چلن نبی اکرمﷺ کے زمانہ بعثت سے قبل موجود تھا اور کل عالم میں جنگ عظیم دویم کے بعد تک اسکا چلن کافی عام پایا جاتا تھا۔مابعد جنگ عظیم کی سرد جنگ کی دنیا میں جو معاشی بڑھوتری کی تلاش میں کولھو کو بیل بن چکی تھی،شادی کا انکار عام ہونے لگا،اور زنا کا فروغ عام ہونے لگا،اہل مغرب شادی بال بچوں اور انکی ذمہ داریوں سے زیادہ زیادہ کمانے اور خرچ کرنے کی چاہ یا بہت حد تک ،بچت کرنے کی چاہ میں پیچھا چھڑانے لگے تھے،چناچہ جہاں جس معاشرے میں ایک بیوی اور بچوں کا تصور ختم ہونے لگے تھے وہیں دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ ،گرل فرینڈ کی عدم تحدید اور حرامی بچوں کا فروغ ترقی کرنے لگے تھے ور وہاں کثیر ازواجی نظام جو ذاِہ داری اور خاندانی نظام پر مشتمل سماجیت کا اظہار تھا کیسے قابل قبول ہوتا۔

جدید دنیا ایک بچہ ایک بیوی ایک الگ گھر کی دنیا ہے،یہ ایک دادا دادی،نانا نانی کی فرع شدہ شاخوں سے قایم ہوتے رشتے ناطوں کی منکر دنیا ہے،یہ دنیا ماں باپ ،اور رشتہ داروں سے کم از کم رشتہ قایم کرنے پر یقین رکھتی ہے،اس تہذیب میں رشتوں کی سماجیت کو کراہت سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ رشتہ ناطوں کے بوجھ،اولاد کے بوجھ ترقی ،لذت اور آزادی میں کمی پیدا کرتے ہیں، چناچہ کثیر ازواجی معاشرت کی عدم قبولیت کو ریاستوں نے مقامی آئین و قوانین کے ذریعہ منسوخ کرننے کا قانونی چلن ڈالا ،یہ ایک حد تک ،رسوم و رواج و ثقافت کے دایرہ کار میں جدیدیت کی مداخلت کا شاخسانہ تھا،انکی رو سے اصل خدا ریاست ہے اور اصل مذہب ریاست کی شہریت کا حصول اور ریاستی آئین و قانون اور

جمہور کی خدائی و عبدیت پر اعتقاد سب سے فایق مذہب ہے،چناچہ اس تناظر میں مذہبی دعووں کو ریاست نے آئین و قانون سے محدود کرکے ریاستی حکم کی مذہبی پر بالادستی کو ریاستی ڈنڈہ سے قایم کرنے کا چلن عام کیا اور یہی اقدار جدید دنیا کے غالب ترین فکری ،سماجی و ریاستی اقدار کا درجہ رکھتے ہیں انکی نفی سنگین غداری تصور کی جاتی ہے۔

چناچہ جو قوم ایک خدا سے تین خداوں اور کروڑ قدم آگے بڑھ کر تمام ارضی موجودات و مظاہر کی خدائی کو مانتی ہو وہ تمام بو قلمونی ،رنگینی ،وسیع المشربی کے باوجود کسی ایک مذہبی اصول کی پیروی سے دور ہے،وہ کیسے ایک اور واحد خدا کی یکتائی،معبودیت کو تسلیم کرکے اسکے ماننے والوں کی اقدار کی عظمت مان سکتی ہے،کیونکہ اسلامی عبد کا وجود انکے ہمہ اوستی وجود اور وحدتی الوجود میں ضم ہونے میں مزاحمت کررہا یوں یہ افکار و عقاید کا تصادم اس وقت تک جاری رہے گا جبتک کہ دوسرے کا وجود نیست و نابود ہو نہیں جاتا ہے۔

بحث:۷۔

کم عمری کی شادی کیا اسلامی فکر کا کارنامہ ہے ؟

جدید عصری ریاست،سیاست اور اقدار کا اجمالی خاکہ:

جدید صدی کا ایک مغربی تعلیم یافتہ المیہ یہ رہا ہے کہ اس میں جہاں مذہب اور اس پر عامل افراد کی ہشت رخی سوچ ،فکر اور اعمالِ حیات پر تنقید و قدغن کا عمل پیہم جاری و ساری وہیں مذہبی اخلاقیات کے مد مقابل مغرب نے خود ساختہ انسانی خواہشِ لذت سے تحریک یافتہ ریاست کے آئین سے روشنی پاتی ،اخلاقیات کا چلن ڈال دیا ہے ۔

ہماری موجودہ جدید ریاستی اقدار نامہ بہت حد تک میکاولین نشاۃ ثانیہ اقدار کی کی فرع کا درجہ رکھتا ہے،جس نے (یونانی)گریک اور رومن معیارات کو ادبی فطرت پسندی یا رومانیت سے منسلک کرکے جو اقدار نامہ متشکل کیا ہے،اس کو ایک درجہ آگے انقلاب فرانس کے محرک مفکرین والٹیر ،روسو اور ڈریدو لے جاچکے تھی،اس میں بہت کچھ تڑکہ تھامس پین کی تحریروں کا بھی رہا ہے۔

لہٰذا امریکی معمارانِ وطن نے جو خود انگلستانی طرز کے پروٹیسٹنٹ سوچ کے حامل ہو کرتے تھے،انھونے امریکی آئین و قانون کی بنیادیں جس سطح پر قایم کی تھیں اسی سوچ و فکر کی رہنمائی کے لئے فیڈرلسٹ پیپرز لکھے گئے تھے ۔ یہ سمجھیں کہ شکاگو یونیورسٹی کے طبع شدہ امیریکن پرایمر میں جو امیرکی کلاسک دستاویزات پائے جاتے ہیں وہ اور انکے ساتھ ساتھ فیڈرلسٹ پیپرز کو سمجھے یا پڑھے بغیر جمہوریت،حریت،سیکولرازم اور جمہوریت کو سمجھنا قریباً ناممکن ہے۔

موجودہ عصری ریاستیں جو اقوام متحدہ کی رکن بنی پھرتی ہیں اقوام متحدہ کے ۱۹۴۸ کی بنیادی حقوق کی اعلامیاتی دستاویز کو اپنا رہنما تصور کرکے ریاستی آئینوں میں بنیادی حقوق کو شامل کرہی ہیں،بنیادی حقوق دراصل جنگ عظیم دویم کے بعد قایم ہونے والے نیو ورلڈ آڈر کی سماجی،سیاسی،قانونی

و اخلاقی اقدار کو ریاستی جبر سے قایم کرنے کی کوشش کا نام ہے۔بنیادی حقوق اس خواب کی تشکیل ہے جسکی رو نشطے خدا کو مردہ قرار دے چکا ہے،مارلو اور پس جدیدیت والے انسان کی موت کا اعلان کرچکے ہیں۔یوں انسان فنی و جہتی رخ سے ایک بایولوجیکل حیاتیاتی میکنازم کا نام تصور کیا جانے لگا ہے،جسکا جدِ امجد مغربی ارتقائی قیاسی اقداریت کی رو ایک بوزنا یا ایپ ہوا کرتا تھا۔

انسان کی خواہش ،رضا اور ،ارادہ عامہ کو اپنے قانون کا محرک قرار دینے کا فریضہ ریاست سرانجام دینے کا دعوی کرتی دکھتی نظر آتی ہے، چناچہ جو دعوی یہ کل پیش کرتی ہے وہ کل سول یا سوک سوسایٹی کی خواہشات کی تشفی کی ترجمان کرتا دکھتا ہے،مگر درحقیقت اس کھیل تماشہ کو ایک چندسری اقلیت عوامی رائے عامہ کے سامنے خانہ پری کے لئے پیش کرکے قانون بنانے کا کھیل کھیلتی ہے۔اس تناظر میں ہر جدید ریاست جو مذہبی یا غیر مذہبی ہوچند کام سرانجام دیتی ملتی ہے ایک تو عالمی برادری کےساتھ تعلقات قایم کرنے کی کوشش کرتی ہے اور دوسرا بہت حد تک ،بالادست ریاستوں کی خواہش کی تکمیل کرنے کا وسیلہ داخلی طور پر سرانجام دیتی ہے تیسرافریضہ یہ سرانجام دیتی ہے کہ مذہبی اقدار نامہ میں یا تو کامل مداخلت کرکے انکا تیاپانچہ کردیتی ہے،یا پھر محتاط رہ کر لادینی اقدار کا جواز مذہبی جدیدیت سے دریافت کرتی پھرتی ہے،چوتھا اضافی فریضہ وہ یہ بھی سرانجام دیتی نظر آتی ہے کہ ریاست کو ہی عوامی نمایدہ ہونے کے نام پر یہ حق دیتی پھرتی ہے کہ وہ ٹھیٹ مذہبی اقدار کو رخصت کرکے ریاست میں اپنا ذاتی متوازی نعم بدل بہ حکم و جبر منواتی ملتی ہے۔

<u>اسلام اور مغرب کے حقوق نامہ کی جوہری تفریق:</u>

حلانکہ انسانی حقوق کا اعلامیہ ایلی نور روزویلٹ جو امریکی صدر روزویلٹ کی بیوی نے تحریر کیا تھا اسکے پیچھے بھی فیڈرلسٹ پیپرز کے افکار موجود تھے۔چناچہ اقوام متحدہ کا یہ اعلامیہ انسانی حقوق کلی طور پر روح ،فکر اور بنیاد کی رو سے سامی المذاہب اخلاقی،خاندانی اور مذہبی اقدار کے منافی و مخالف ثابت ہوتا ہے۔ میں اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ میں اس امر کو مفروضہ جاتی بنیادوں پر صاف واضح کرچکا ہوں کہ انسانی حقوق کی دینِ اسلام میں مروجہ کوئی جواز اور دلیل نہیں ملتی ہے،کیونکہ انسانی حقوق کا ماخذ ریاستی جبر اور وجود انسانی کی نفسی خواہشیں ہوتی ہیں جبکہ اسکے مقابل اسلام کے تصور حقوق کی رو سے حقوق کی تقسیم شریعت دو بنیادوں پر کرتی ہے،اول حقوقِ اللہ دویم حقوقِ العباد ۔

جسکی رو سے ان حقوق کا ماخذ حکم الہی ہے۔اس منظرنامہ کی رو سے اللہ رب ہے اور انسان غلام،مخلوق اور عبد ہوتا ہے، لہذا فکری و جوہری رو سے کوئی اطاعت گزار ،شکر گزار ،فرمانبردار عبد کبھی بھی اپنے رب کے مقابل نا کوئی حکم دے سکتا ہے اور ناہی اسکے حکم ،رضا کودنیاوی تناظر میں تباہ کرکے خود اپنا حکم اسکی صریح بغاوت کئے بنا نافذ کرسکتا ہے، قرانِ حکیم میں ہمیں سورہ مایدہ کی آیت تین یہ واضح اعلان کرتی دکھتی ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کے لئے جس دین کو بطور دین و شریعت کے پسند کیا ہے اسکا نام دینِ اسلام ہے اور اس دین کو اس نے آیاتِ مایدہ کے نزول کے وقت کامل کردیا تھا چناچہ اب اسکے دین میں کسی بھی تناظر میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ انسانی حقوق کا سرچشمہ حقیقت میں اس فکر و نظر کی روسے جوہری تناظر میں کون ہے؟ جی ہاں ! ہمارا یہ سرچشمہ ،جمہوریت،انفرادیت،سرمایہ داریت ،حریت،اور انساننی حقوق کے فلسفہ کی رو سے خود حضرتِ انسان ہی ہے یعنی انسان خود کو ہی معتبر افضل،مستقل خدا مانکر خود کو ہی حقوق عطا کررہا ہے ،چناچہ بہت حد تک بالغ نظری سی مطالعہ کیا اجئے تو معلوم ہوگا کہ کل دنیا کے آٹھ ارب لوگوں کی خواہش کو قایم کرنے والے گنتی کے کچھ ہی لوگ اور انکے جابرانہ و استحصالی ادارہ ہیں لوگ جنھیں کوئی نہیں جانتا ہے،یہ الگ بات ہے کہ ظاہر میں ہم کچھ افراد اداروں اور معروف چلن کی رو یہود و نصاری کے اتحاد یا فری مسینز پر الزام دھرتے نظر آتے ہیں۔

مگر یاد رکھیں یہ سب خالی خولی نمایشی کٹھ پتلیاں ہیں انکے پچھے موجود اصل لوگ کبھی سامنے نہیں آتے ہیں مگر اس سوال کی تحقیق دجالی سازشی تھیوریز سے ڈھونڈھنے کی کوشش میں کل توانایئاں ضایع نہیں کی جایئں تو عمدہ ہوگا چناچہ ان خفیہ لوگوں ،اداروں اور انکی کٹھ پٹلیوں پر جدید سیاسی فلسفہ حاوی ہوچکا ہے فلسفی اور سایسندان جدیدی تہزیب کے نئے پیغمبروں کا درجہ رکھتے ہیں،جو فطرت کی ترتیب و تشکیل اپنی ذہنی موضوعیت سے کرکے خارج میں موجود انسان کو مادے اور فطرت کا عبد بنا دیتے ہیں اور خود سایسنی فکر کی تشریح ،توضیح اور پیغمبری کے نمائندے بنکر الحاد پھیلاتے پھرتے ہیں۔اور آج بھی یہی افراد کل دنیا کو انسانی معبودیت کا خواب دکھاتےپھر رہے ہیں جسکو جدید ریاست اور انکے رہنما امریکہ و یورپ نافذ کرتے کروارہے ہیں چناچہ۔جدید ریاست کی رو سے خدا اور اسکا مذہب بلاواسطہ ریاست کے سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں کیونکہ یہ ریاست کی قوت و اقتدار کے دایرہ کار کو محدود کرکے اپنا قدیم حکم منوانے کی کوشش کرتا محسوس ہوتاہے۔جبھی الحاد کی روش کے فروغ میں ہمیشہ غیر اقداری جدید ریاست کا خاص کردار رہا ہے۔

لہذا اقوام متحدہ کا اعلامیہ کھل کر عورت و مرد کو مذہب یا کسی بھی قسم کی مذہبی حدود و قیود اور حکم سے ماورا ہوکر اپنی رضا سے مرضی کا کوئی بھی دین اپنانے،چھوڑنے ،جنسی تعلقات قایم کرنے کا کامل حق دیتا معلوم پڑتا ہے،آپ اسکی رو سے ہر طریقہ کا جنسی طریقہ یا منہج کامل آزادی کے نام پر اپنا نجی معاملہ سمجھ کر اختیار کرسکتے ہیں،آپکو اسکی رو سے یہ بھی آزادی حاصل ہے کہ آپ ہندو ہوکر مسلمان سے شادی کریں، مسلمان ہوکر ہندو سے شادی کریں،صبح مسلمان ہوں،دوپہر کو ہندو ہوں،شام کو عیسائی ہوں اور رات کو یہودی بن جائیں اور سب سے بڑھ کر چاہو تو پوری رات کافر و ملحد رہو انسانی حقوق کے تناظر میں یہ آپکا اذلی اورابدی حق ہوتا ہے۔

جدید ریاستی رومانوی اخلاقیاتی تناظر میں شادی کرنا نا کرنا ،جنسی تعلقات قایم کرنا یا نا کرنا،نکاح کرنا نا کرنا ذاتی نوعیت کا نجی یا پرائیوٹ حدود سے تعلق رکھتا معاملہ ہے۔مگر یہیں دوسری طرف لبرل سیکولر اورلیگل بنیاد پر اپکو بالغ اور نا بالغ قرار دینا،دین کا نہیں ریاست کا کام سمجھ لیا گیا ہے،یعنی اپ بھلے جسدی طور پر نو سال کی عمر میں اٹھارہ سال کی عمر سے زیادہ قوی مضبوط اور باشعور ہوں مگر آپکی بلوغت فطری،طبیعی جسمانی ہیت ،کمیت و کیفیت کی جگہ ریاست کے تعین سے متعین ہوگی۔

اس تناظر میں ریاست نے کورٹ میریج کو فروغ دیا،اور ماں باپ کی مرضی رضا مندی کو غیر اہم قرار دیا،ولی کا ہونا نا ہونا سرے سے خارج البحث بنادیا گیا،کم عمری کی شادی کو غیر قانوی قرار دے دیا گیا ،یوں سمجھیں کہ سیاست طبیعہ کو سیاست شریعہ پر فایق کردیا گیا،یہاں تک شرعی جواز کچھ فقہی آرا کے تناظر میں قیاسا کھینچا جاسکتا تھامگر کہانی تب خراب ہوئی کہ جب صدیوں پرانے تاریخی کردار و شخصیات کو موجودہ افکار و قوانین کے تناظر میں دیکھا جانے لگا۔

ہم اوپر کثیر ازواجی نظام کی بحث میں یہ بیان کرچکے ہیں کہ کیسے ہندومت سمیت دنیا کے تمام سامی اور غیرسامی مذاہب میں مردانہ کثیر ازواجی نظام جدید اکیسویں صدی سے قبل قایم تھا بلکہ آج تک ہر خطہ میں کسی نا کسی تناظر میں اسکا وجود عملی نگاہ سے ملتا ہے،بلکہ مادرسری نظام جیسا متروک نظام جدید دور میں بھی دور افتادہ قبایل سے لیکر طوایفوں تک دیکھنے کو ملتا ہے۔

بحث:۸۔

نوپور شرما اور نوین کمار کی بحث کا اصل آغاز

اب آتے ہیں نوپور شرما اور نوین کمار جندل وغیرہ کی ہرزہ سرائی کی طرف جن میں سے ایک چلا اٹھی کہ تمہاری نبی نے ایک چھ سال کی بچی کے ساتھ یہ کیا ، جبکہ اسکا باس پکار اٹھا کہ بچی کا ریپ کیا گیا ہے ۔

اول تو ان دونون کے متعلقہ بحث کے ضمن میں مقدمات ہی غلط نوعیت کے حامل ہیں کیونکہ انھونے چودہ سو سال پیچھے کے تاریخی،خاندانی،معاشرتی،تمدنی،اخلاقی اور مذہبی اقدار کو جدید ریاست اور مغربی اقدار کے تابع کردیا ہے،دوسرا تضاد یہ انکی فکر میں ملتا ہے کہ خود ہندوستان کو رام راج کے عہد میں لے جانا چاہتی ہیں،اور اسکو مثالی قرار دے رہی ہیں راکٹ ساینس سے طیارہ سازی تک کا نمونے راماین اور مہابھارت سے ڈھوندھ دھونڈھ کر نکالنے میں ان لوگوں کو فخر محسوس ہورہا ہے،مگر مسلمانوں کی ماضی ،تاریخ ،فتوحات اور کامیابیوں کو سامراجیت،نوآبادیات،استحصلایت ،ظلم وجبر کیا کچھ گردانا جارہا ہے۔کوروکشیتر میں پڑی لاشوں سے اشوک کی کالنجا کی جنگوں تک کو ڈرامائی شاہکار کے طور پر فخر سے پیش کیا جارہا ہے،مگر اسلامی جہاد کو ظلم و ہوس کی انتہا گردانا جارہا ہے،ایک جدید تحقیق کی رو سے مسلمانوں کے خلاف ستر فیصد مواد ہندوستان سے آن لاین ہوتا ہے اسکے بعد امریکہ،برطانیہ اور افریقہ کا عدد آتا ہے،چناچہ دنیا میں جہاں جہاں بھارتی ہونگے وہ درون خانہ اتنے زیادہ اسلام مخالف امور میں شامل ہونگے۔

نوپور شرما اور نوین کمار جندل کی عایشہؓ پر سیاست کرنا:

ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسی موضوع کی مناسبت سے کم عمر بالیکا ودھو کی بڑی عمر کے نوجوان یا فرد سے وواہ پر ڈرامہ بنتے ہیں ناول لکھے جاتے ہیں،اس میں رومانیت دکھائی جاتی ہے،مگر عایشہؓ کے نبی اکرمﷺ سے نکاح کو بداخلاقیت قرار دیا جارہا ہے۔نوپور شرما سے نوین کمار تک نے ایسا تاثر دیا گیا ہے کہ عایشہؓ ایک مظلوم لڑکی تھیں جنکو انکے ماں باپ نے ، انھیں زبردستی اپنی اور

عایشہؓ کی خواہش کے بغیر نبی اکرم کی زوجیت میں دے دیا تھا۔موصوفہ شاید بھول گئی ہیں کہ جن احادیث میں اس نکاح کا ذکر ملتا ہے ان میں بھی زیادہ تر خود صحیح اور ضعیف دونوں ہی طرح کی اسناد سے عایشہؓ سے ہی مروی کی گئی ہیں اور انھونے اس میں نبی اکرمﷺ سے نکاح کا ذکر فخر ،محبت ،سادگی و عقیدت و احترام کے ساتھ کیا ہے،انھونے یا پھر اُن کے ماں باپ دونوں ہی

نے نبی اکرم سے نکاح پر کہیں بھی کسی بھی جگہ افسوس و ندامت کا اظہار نہیں کیا ہے،بلکہ وہ دونوں اس رشتہ پر پُر فخرکیا کرتے تھے۔

درحقیقت کل امت ،صحابہ کرام اور اہل بیت میں سے عایشہؓ نبی اکرمﷺ کی معاشرت و اخلاقیات کی سب سے بڑی ترجمان کا درجہ رکھتی ہیں ، سوچنے کی بات ہے کہ جب انکو اپنے اور نبی اکرمﷺ کے نکاح میں کوئی امر قابل تنقید نہیں دکھا ہے، حلانکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے اتنے قریب اور عزیز تھیں کہ نبی اکرمﷺ نے فاطمہؓ تک سے فرمادیا تھا کیا تو اسکو نہیں پسند کریگی جسکو تیرا باپ پسند کرتا ہے۔ تو فاطمہؓ بھی اس بات کو سنکت چپ ہوگئی تھیں نوپور شرما کیا یہ امر نہیں جانتی ہے کہ،عایشہؓ وہ خاتون ہیں کہ جنکے ناز و نخرے نبی اکرمﷺ دیگر ازواج المطہرات کے مقابل سب سے زیادہ اٹھایا کرتے تھے ۔

وہ بذاتِ خود اپنی کل حیات اور کل ذخیرہ حدیث میں نبی اکرم کی تعریف و خوبیوں کے مسلسل بیان میں مصروف رہی ہیں اور انکو جب نبی اکرم ﷺ سے اپنا نکاح سب سے زیادہ محبوب تھاتو نوپور نما ہیومن رایڈنڈ وومن کا ان دونوں ذوات قدسیہ کی شخصیات پراعتراض کرنا کیا کسی بالغ جہاندیدہ فرد کو معقولی دکھتا ہے،اسکو کیا اتنا بھی نہیں معلوم ہےکہ نبی اکرمﷺ کون تھے ؟آپ ﷺ زمین پر اللہ کی حجت تھے اور اللہ کے بعد زمین پر قوانین شریعہ کا دوسرا کامل و ٹھوس ماخذ ہیں بلکہ اس کرہ ارض پر ،اللہ خلیفہ تھے ، اسکے رسل الملوک تھے۔ آپ ہی جزیرۃ العرب کے وہ واحد فرد ہیں جنکی ایک آواز پر کل عربوں کی گردنیں جھک جایا کرتی تھیں۔

حقوق کی باتیں اور فلسفہ جھاڑنے والے یورپ و امریکہ کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ایک ٹین سیکس پر ایم۔ایم۔ایس بنائے جائیں ،اسے اپ۔لوڈ کیا جائے،ماں بیٹا ،باپ بیٹی،چچا بھتیجی باہم جنسی تعلقات قایم کرتےپھریں، یا پھر نکاح کریں، یا جب باہمی مرضی موجود ہو تو لڑکا لڑکی،انکل آنٹی کے درمیان پچاس ساٹھ سال کے فرق سے شادی ہوجائے،بلکہ یورپ و امریکہ میں ملف یعنی ماں کی عمر

کی عورت کا کم عمر لڑکے سے عشق و محبت،جنسی تعلق قایم رکنا یا شادی بیاہ کرنا ایک عام بات سمجھی جاتی ہے،فرانس میں عرصہ قبل ایک لڑکے نے اپنے باپ کی بڑی عمر کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا جسکی شادی میں خود اسکا سگا باپ یعنی سوتیلی ماں کا سابقہ شوہر تک شریک ہوا تھا ،کون نہیں جانتا کہ جیری اسپرنگر جیسے شو میں یہ کھیل تماشہ عام دیکھنے کو ملتے ہیں۔

پورن انڈسٹری اور انکی ویب سایٹس ایسے مواد سے بھر پور پائی جاتی ہیں اور یورپ و امریکہ میں ایسی اعلی شادیاں مشرق سے زیادہ وسعت سے ملتی ہیں۔

مسلہ یہاں یہ ہے کہ اب اعتراض کسی مستشرق کے منہ سے نہیں نکلا ہے، بلکہ یہ ایک ایسی قدامت پسند موقف کی حامل عورت کے منھ سے نمودار ہوا ہے، جسکی جماعت رام راج کے خواب دیکھ رہی ہے،یعنی وہ پندرہ سو قبل مسیح کی باقیات جدید صدی میں اپنانا چاہ رہے ہیں،وہ دور ان قدغنوں کا دور نہیں تھا،وہ دور کم عمری کی شادیوں سے لیکر کثیر ازواجی نظام کا دور تھا۔

ماضی کے مشاہدہ سے معلوم پڑتا ہے کہ ہندوستان میں یہ سیکولر اقدار کانگریس نے روشناس کروائے تھے،مگر انھونے مسلم فیملی لا میں مداخلت کرنے سے کافی حد تک انگریزوں کی طرح پرہیز کیا تھا۔بی۔جے۔پی چونکہ انگریزوں کے بعد مسلمانوں کو ہی شروع روز سے سب سے بڑا دشمن سمجھتی چلی آرہی ہے۔لہذا اس نے مسلمانوں کو مختلف جدید قوانین سازی جنکی بنیاد مغربی فکر پر کھڑی ہے کے ذریعہ کھڈا سے لگانے کی کوشش کی ہے۔انھونے اس ضمن میں اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے جن ماخذات سے رجوع کیا ہے ان میں مستشرقین کے نقدی مواد سے لیکر آریا سماجی مواد تک پر نگاہ ڈالی ہے،چناچہ دونوں نے ماضی کی تاریخی شخصیات کو جدید زماں و مکاں کے تناظر میں پرکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنی اپنی تاریخی اقدار و معیارات کو اسکے مقابل دیکھنے جانچنے،پرکھنے اور نقد کرنے سے پرہیز کیا ہے۔

نوپور شرما ،نوین کمار جندل جیسوں نے نبی اکرمﷺ کا ذکر گستاخانہ انداز سے کیا جس میں نوین کمار جندل نوپور شرما کے دفاع میں ساری حدود پھلانگ گیا تھا ،اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا کم عمری کی شادی کا چلن کیا صرف مسلمانوں کا ہی طرہ امتیاز ہے یا پھر ہندوستان سمیت دیگر اقوام عالم میں بھی اسکا ماضی میں کوئی چلن رہا ہے۔

یہ امر کسی تحقیق کا محتاج نہیں ہے کہ جب سے انسانی تاریخ کا آغاز ہوا ہے،اور اسے رقم بند کرنے کا چلن عام ہوا ہے،ہم کم عمری کی شادی کا چلن بھی عام دیکھتے آئے ہیں اور ان کم عمر افراد کا اپنی سے بڑی عمر کے افراد سے نکاح کرنے کی بابت بھی ہمیں کافی کچھ معلوم ہوجاتا ہے۔

سب سے پہلے ہم ذیل میں ہندو مذہب میں شادی سے متعلق مختلیف مباحث کو ذیل میں زیر بحث رکھ کر اپنی بنیادی گفتگو کی چرف پیش قدمی کریں گے،اول ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہندو مذہب کے نکاح و وواہ کے کیا مقاصد و مطالب ہیں چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو مذہب کے وواہ کے تین مقاصد بیان کئے جاتے ہیں[223]:

۱۔دھرم (بمعنی فریضہ)

۲۔پرجا(بمعنی حقیقی وراثتی منزل و نسلی تسلسل)

۳۔رتی(کام ۔لذت بمعنی جنسی فرحت و انبساط)

ان تین باتوں میں تقبالتاً مذہب یا دھرم کو بطور فریضہ کی ادائیگی کے سبب زیادہ اولیت فراہم کی گئی ہے۔ تناسل یا اولاد کے حصول کو دوسرا مقام دیا گیا ہے مگر عملاً اور خواہشاً اسکو سب سے اہم مقام حاصل ہے ۔ جبکہ نظری طور پر جنسی تسکین کو تیسرا اور آخری مقام دیا گیا ہے۔

:ہندو مذہب کی رو سے مندرجہ ذیل شادیاں مقبول گردانی گئی ہیں، جنہیں پرہستا کہا جاتا ہے:

۱۔برہما ویواہ: یہ مقدس ترین شادی کا طریقہ ہے۔ اس میں ایک باپ اپنی بیٹی کو اچھے کردار اور پڑھے لکھے لڑکے کو بیاہ دیتا ہے۔

۲۔دَیْوَا ویواہ: اس شادی کی روسے ایک باپ اپنی بیٹی کو ایک نوجوان پروہت کو دَکشِنا (عطیہ) کے طور پر دیتا ہے جس نے اس کی ایما پر یگنا کی رسم انجام دی ہو۔

[223] https://ur.wikipedia.org/wiki/%DB%81%D9%86%D8%AF%D9%88_%D8%B4%D8%A7%D8%AF%DB%8C

۳۔**ارشا ویواہ**: اس شادی کی رو سے ایک باپ ایک گائے بیل کے عوض یا ان چوپایوں کے دو جوڑوں کے بدلے اپنی بیٹی کی شادی مذہبی رسم ورواج کے مطابق کردیتا ہے۔

۴۔**پْرَجاپَتْیَا ویواہ**: اس شادی کی رو سے بات اپنی کو اس منتر کے ساتھ سوغات کے طور پر دیتا ہے کہ:

"تم دونوں اپنے دھرم (فریضے) کو انجام دے پاؤ"۔

جبکہ مذکورہ بالا وواہ کے برخلاف مندرجہ ذیل وواہ کو ناپاسند گردانا گیا ہے:

۵۔**اسُورَا ویواہ:** اس شادی کی رو سے دولہے کو دلہن کے لیے دھن دولت دینا پڑتا ہے۔ یہ ہندو عقائد کی رو سے دلہن کی خریداری ہے۔

۶۔**گَنْدھَرْوَا ویواہ**: اس شادی کی رو سے لڑکی خود اپنے بَر کا انتخاب کرتی ہے۔ دراصل لڑکا لڑکی دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ یہ ہمالیہ پربت کی نچلی ڈھلان کے علاقے میں عام ہے۔

۷۔**رَاکْشَسْ ویواہ:** اس شادی کی رو سے لڑکی کے عزیزواقارب کے قتل کے بعد لڑکی سے آبدیدہ حالت میں زبردستی شادی کی جاتی ہے۔ یہاں مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، بس لڑکی کو شادی کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔

۸۔**پَیْسَچا ویواہ:** اس شادی کی رو سے ایک آدمی خوابیدہ، مخمور یا عقلاً معذور لڑکی کو رجھاکر شادی کرتا ہے۔[224]

اگر نوپور شرما اور جندل ان وواہوں کے طور طریق و اقسام کو دیکھ لیتے اور یاد کرلیتے تو ان دونوں کو شرم کے مارے ڈوب جانا چاہئے تھا،اپنے گھر کی خبر ہے نہیں اور دوسروں کے گھر کو جلانے چلے ہیں؟ کسی بھی ٹی۔وی پروگرام میں مسلمانوں کی بابت گفتگو کرنےسے قبل خود کے مذہب میں

224 “Indian Society: Issues, Policies and Welfare Schemes”, Dr Vinita Pandey, BSC Publishers & Distributors, Hyderabad, P. 1.20-21

عورت کے تابع دار،مجھول،و مفعول کردار کو دیکھنا چاہئے تھا جسے اعلی گھرانوں کو چھوڑ کر کل قوم نے بکاو مال بنا کر رکھ دیا ہے۔

ہندوستان میں اول دور کے مشاہد سے معلوم پڑتا ہے کہ کم عمری کی شادی کوئی اچھنبے کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی،بلکہ کم عمری کی شادی مذہبی طور پر قابل تسلیم سمجھی جاتی تھی، مگر جدیدیت سے متاثر لبرل سیکولر کانگریس نے تقسیم ہندو کے مابعد اپنے آئین کے نفاذ کے بعد ہندو قوم کے شادی بیاہ کے قوانین میں جدید مغربی سماجیات کے تناظر میں جو تبدیلی پیدا کی تھی، اسکی رو سے انھونے ۱۹۵۵ کا ہندو قانون نکاح منظور کرویا تھا جس میں بلوغت یا شادی کی عمر کو بلکل ایسے متعین کیا گیا تھا جیسے مابعد سندھ اسمبلی نے ۱۸ سال سے کم عمر کو غیر بالغ قرار دیکر انکے نکاح غیر قانونی قرار دے دئیے ہیں۔لہذا اس مجریہ ۱۹۵۵ کے قانون نکاح کی رو سے مرد کی شادی کی عمر اکیس سال اور لڑکی کی ۱۸ سال قرار دی گئی ہے اس ضمن ذیل کا بیان کچھ اشکالات کو رفع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا:

<u>ہندو قانون شادی 1955ء کی دفعہ 5 کی رو سے:</u>

ہندو قانون شادی 1955ء کی دفعہ 5 کی رو سے:

دو ہندوؤں کے بیچ شادی تسلیم کی جا سکتی ہے اگر حسب ذیل شرائط کی تکمیل ہو:

1.فریقین میں سے کسی کا شریک حیات شادی کے وقت ذی حیات نہ ہو۔

۲. شادی کے وقت فریقین میں سے کوئی :

۲.۱ بارسوخ رضامندی دینے کے لیے دماغ کے فتور کے سبب نااہل نہ ہو۔

۲.۲حالانکہ بارسوخ انداز میں رضامندی دینے کا اہل ہو مگر دماغ کے فتور کی ایسی کیفیت کا شکار ہو یا اس درجے کا ہو کہ وہ شادی اور بچوں کی پیدائش کے لیے موزوں نہ رہے، یا

۲.۳وہ پاگل پن یا مرگی کے بار بار دوروں کا شکار نہ ہو۔

۳۔دولہا اکیس سال کی عمر کا ہو چکا ہو اور دلہن شادی کے وقت اٹھارہ سال کی ہو۔

فریقین ممنوعہ رشتوں کے درجوں میں نہ ہوں جب تک کہ رسم و رواج یا ان دونوں پر رائج طریقے ان دونوں کی شادی کی اجازت دیتے ہیں۔

۴۔شادی ان دونوں کے سَپِنْڈوں کے درمیان نہ ہو، جب تک کہ رسم و رواج یا ان دونوں کے رائج طریقے ان دونوں کے بیچ شادی کی اجازت نہیں دیتے ہیں ۔

اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکی یا اکیس سال سے کم عمر کے لڑکے کی شادی قابل تنسیخ ہے مگر جواز سے خالی نہیں ہے۔ ایسی شادی قانوناً درست ہو گی اگر "کم سن" کی جانب سے شادی کو غیر قانونی قرار دینے کے اقدامات نہ اٹھائے جائیں۔

اب آیئں ذیل میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بھارتی قانون شادی و نکاح کن کن کو ہندو شادی کی تعریف کے ذیل میں شامل تصور کرتا ہے:

اب ہمیں قانونی زبان میں یہ دکھنا ہوگا کہ بھارتی ریاست کی قرار کردہ ہندو شناخت کن لوگوں تک وسیع ہے،اور جو پرسنل،عایلی مذہبی قانونی زبان کے تناظر میں قانون ۱۹۵۵ کی ساخت کے تعین کے بعد کون کون لوگ اور گروہ ہندو تصور کئے جاسکتے ہیں بھلےوہ کسی بھی تناظر میں ہندو مذہب سے الگ شناخت رکھتے ہوں اور انکا ساختی دعوی نقلی ،عقلی اور رواج کی روسے موجود ہو۔

ہندو قانون شادی ۱۹۵۵ء کی دفعہ ۲(۱)کے مطابق:

(یہ قانون ہر اس شخص پر نافذ ہو گا جو مذہبًا کسی بھی شکل یا ہیئت میں ہندو ہو، جس میں ویراشیوا۔ لنگایت ،برہموسماج، پرارتھا وغیرہ اور ہر وہ فرد جو بدھ مت،جین مت یا سکھ مت کا ماننے والا ہو۔ یا آریہ سماج کے پیروکار شامل ہیں۔)

اور ہر وہ شخص جو ان علاقوں میں رہتا ہو جہاں یہ قانون نافذ کیا گیا ہے اور وہ فرد مسلمان، مسیحی، ۔ پارسی یا یہودی مذاہب سے تعلق نہ رکھتا ہو، اور جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ایسا شخص ہندو قانون کے تحت نا تو تعریف میں شامل ہوتا ہو اور نا ہی اسکا فیصلہ، ہندو پرسنل لا سے نہیں کیا جاتا

ہو یا کسی رسم و رواج یا عمل درآمد سے ان معاملوں سے متصادم ہو جو ان معاملات کا احاطہ کرتے ہوں جواس صورت میں کافی تصور کئے جاتے ہیں، اگر یہ قانون بنایا نہ جاتا۔

یہ دفعہ وضاحت کرتی ہے کہ یہ قانون کسی بھی ہندو کو جو کسی بھی شکل میں یا وسیع المعانی اساس میں ہندو معنی و مفہوم کی تعریف میں شامل ہے یعنی بدھوں، جینیوں، سکھوں اور درحقیقت ملک میں رہنے والے ہر اس شخص تک محیط ہوگا جو مسلم، مسیحی، پارسی یا یہودی مذاہب سے تعلق نہ رکھتا ہو، اورجب تک کہ یہ ثابت نہ ہوجائے کہ ایسے اشخاص اس قانونِ ہندو شادی ۱۹۵۵ کی متعین تعریف کے تحت نہیں آتے ہیں یا اس کے عمل کے دائرے کا حصہ تصور نہیں کئے جاتے ہوں۔ لہٰذا یہ قانون بھارت کے باہر مقیم ہندو(این-آرَآئی :ہندو) پر تبھی نافذ ہو گا اگر وہ ہندو بھارت کے علاقے میں بھی کسی کمیت و کفیت میں مقیم تصور کیا جاتا ہو۔[225]

اس قانون کو قدامت پسند سمجھا گیا ہے، کیونکہ یہ ہر اس شخص پر نافذ ہوتا ہے جو مذہبًا اور سماجاً مختلف شکلوں میں ہندو سمجھا جاتا ہو، مگر پھر بھی یہ دیگر مذاہب کو اس قانون کے دائرے میں لاتا ہے (جینی، بدھمتی اور سکھ) جیسا کہ بھارت کے دستور کی دفعہ ۲۵ میں وضاحت کی گئی ہے۔[226]

یہ قانون ہر اس شخص پر نافذ ہے جو عمل در آمد کے علاقے میں دائمی طور پر مقیم ہوتا ہے۔ یہ قانون معلوم پڑتا ہے مسلمانوں، یہودیوں، مسیحیوں اور پارسیوں پر مذہبًا نافذ نہیں ہوتا ہے۔ کی صورت میں کہ سکھوں کے پاس اپنا الگ عائلی قانون آنند کرج میرج ایکٹ[227] موجود ہے۔[228]

یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں طاقتور سکھ مذہب نے جس میں اور ہندو مذہب میں بہت مماثلت و اتحادپایاجاتا ہے نے اپنی شناخت کو قانونی طو پر پر ہندووں سے الگ تھلگ تسلیم کروالیا ہے۔ جبکہ انکے برخلاف تاحال جین مت اور بدھ مت جیسے قلیل التعداد وقوت مذاہب نے ہندو مذہب کی آئینی برتری میں خود کو شامل حال تصور کرلیا ہے۔اگر بہ نظر غایر اس بحث کو دیکھا اور سمجھا جایے تو بخوبی یہ اندازہ قایم کیا جاسکتا ہے کہ ہندو مذہب نے نہیں بلکہ جدید تقسیم شدہ سیکولر ریاست نے ہندو قوم اور اسکی فرع جات کے مردانہ کثیر ازواجی بندھن کو ریاستی قانون کے ذریعہ قدغن لگا کر

---

[225] https://indiankanoon.org/doc/140502088/
[226] http://punjabrevenue.nic.in/hmrgact(1).htm
[227] Anand Karj marriage Act-
[228] http://articles.timesofindia.indiatimes.com/2012-05-23/india/31826116_1_anand-marriage-act-sikh-organizations-avtar-singh-makkar

محدود کرنے کی کوشش کی ہے،جس پر کل ہندوستان اور ہندو مذہب میں کوئی قدغن عاید نہیں کی گئی ہے۔اور اج بھی ہندوستان میں ڈھکے چھپے طور پر بلکہ مرد و عورت باہم کثیر جنسی تعلقات قایم کرتے نظر آتے ہیں۔بلکہ ہندوستانی سماج کی جدت کاری نے یہ فضا بھی درون خانہ پیدا کردی ہے کہ محرمات سے جنسی تعلقات بھی عام ہونے لگے ہیں اور یہ سب معاملات مردوں کی کثیر ازواجیت پر قدغن کے سبب مذید پروان چڑھنے لگے ہیں۔

بحث: ۹۔

کم عمری کی شادی کا مسلہ کیا اسلام کا کوئی نیا پیدا کردہ عملی حکم و اُصول ہے؟:

اس امر سے سب ہی بخوبی واقف ہیں کہ زمانہ قدیم سے ہی کل دنیا میں کم عمری کی شادی کا چلن قریبا ہر معاشرہ میں دیکھا گیا ہے ،اس امر میں مسلم قوم بہت بعد میں تاریخ کے پنوں میں ابھرتی نظر آتی ہے،اگر نوپور کو مسلمانوں کی قدیم شادیوں میں کم عمری کی روایت و چلن پر اعتراض ہے تو انکو اپنے تعصب سے باہر نکل کر ہندو مذہب سمیت کل مذاہب عالم کو اس ضمن میں مورضِ اعتراض تصور کرنا چاہئے،یہ امر تو اسکے اعتراض اور گستاخی سے اظہر من الشمس کی طرح عیاں ہے کہ ،اس نے نبی اکرم ﷺ پر اعتراض کرکے اسلامی بنیادوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی ناکام گستاخانہ کوشش کی ہے،مگرنوپور صاحبہ مسلمانوں کی آمد سے قبل کے ہندوستانی معاشرے سمیت کل عالم میں اس رایج چلن سے کیوں منہ موڑے بیٹھی ہیں۔

،اسکی ایک ہی وجہ یہ بھی رہی ہے کہ وہ اور اسکی جماعت صرف اور صرف مسلمانوں سے ہی سب سے زیادہ نفرت کرتے معلوم پڑتے ہیں اور انکو سب سے زیادہ اعتراض غیر ہندو قوموں میں سے مسلمان قوم اور اسکے عقادی و افکار پر ہے۔لازمی طور ہر ہونا بھی چاہئے کیونکہ کفر و شرک کی بحث اور اسلام کا تعلق شیطان اور خدا کے تصادم کی مانند معاملہ ہے، اس میں کوئی مسلمانا گر واقعی اصلی مسلمان ہے تو وہ بخوبی جانتا ہوگا کہ کفر و شرک اور اسلام کا بندھن کبھی بھی کسی سطح پر ممکن نہیں ہے۔

چونکہ اسلام دین میں جبر نہیں کرتا ہے،جبھی مسلمان حکمرانوں نے تمام مخالفت کے باوجود اہل ہند کو زبردستی مسلمان بنانے سے بہ حیثیتِ مجموعی پرہیز کیا تھا اور انکو یہود و نصاری پر قیاس کرکے ذمی قرار دیا تھا ،اگر چہ اس اجتہاد پر فنی طور پر بہت کچھ کہا سنا جاسکتا ہے،چناچہ ریاست میں ان پر مسلمانوں کے برخلاف ایک معمولی ریاستی ٹیکس یا جزیہ عاید کرکے انہیں اپنی امام میں لے لیا۔اگر مسلمان حکمران ہندو قوم کو زبردستی مسلمان بناتے یا انکا قتل عام منظم بنیادوں پر شروع کرتے تو

نتیجتاً ہندوستان کا غالب مذہب اسلام ہوتا ، بادی النظر میں تعصب سے ہٹ کر بحث کا مطالعہ و مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام ہندوستان میں یا تو تبلیغ سے پھیلاہے یا پھر دوسری صورت میں ،خود حکمران قوم کے دین سے متاثر ہوکر مقامی افراد نے انکا دین اپنالیا تھا،جیسا کہ یہ بات معروف ہے کہ ہر قوم اپنے حکمرانوں کے دین کی طرف جھکاو رکھتی ہے، اسکے ساتھ ساتھ درون خانہ اہل حق کی حق کی تلاش و جستجو کی طرف واردات قلبی ،کچھ ذات پات کے بندھنوں ،سماجی اونچ نیچ،نسلی معاملات وغیرہ بھی درونِ خانہ کافروں کو مسلمان بننے کی طرف راغب کرنے کا سبب بنے تھے۔

سیتا جی اور ٹیسٹ بے۔بی ٹیوب کا منصوبہ:

معلوم باتوں میں ایک مشہور بات یہ بھی ہے سامنے آتی ہے کہ رام اور سیتا کی باہمی شادی کم عمری میں منعقد ہوگئی تھی ، بلکہ اس امر پر ہندووں کے علمی حلقوں میں کافی بحث و مباحثہ دیکھا گیا ہے کہ رام اور سیتا میں عمروں کا تفاوت کافی واقع ہوا تھا،بلکہ یہ معلوم بھی ہوا ہے کہ راماین کے کچھ قدیم نسخوں میں رام اور سیتا کے وواہ کے وقت سیتا کی عمر چھ سال بیان کی گی ہے۔لہذا اس بحث سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ خود سیتاجی کی شادی نا صرف کم عمری میں ہوئی تھی بلکہ جس وقت رام پیدا ہوکر ،فوجی و علمی تربیت لیکر راکششوں سے نبردآزمائی میں مصروفِ عمل تھے تب راجہ جنک صاحب اولاد کی خواہش میں پریشان پھر رہے تھے۔

اور قیاساً تب سیتا صاحبہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، راماین سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ سیتا کے دھرتی سے پیدا ہونے سے قبل ،متھلا جو موجودہ نیپال میں بیان کیا جاتا ہے میں ایک نہایت سخت قحط پڑا تھا جس پر راجہ پروہت جنک نے متھلا میں زمین پر ہل چلا کر قحط کا زور دیوتاوں کے حکم پر توڑنا چاہا تو زمین سے ہل چلانے کے دوران ایک موڑ ایسا آیا کہ انکو ایک بچی دھرتی کھودنے کے دوران زمین کی کھدائی کے دوران جیتی جاگتی ملی لہذا ،اس بچی کے سبب متھلا کے قحظ کا زور بھی ٹوٹا اور جنک جی صاحب اولاد قرار پائے ،جسکا نام جانکنی یا سیتا رکھا گیا اور مابعد انہی سے سویمبر میں شری رام نے نکاح کیا، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ موجودہ ہندوستان میں بی۔جے ۔پی کی حکومت میں ہندو دیومالالی داستانوں سے ساینسی ایجادات کی جڑین ڈھونڈھنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں ان میں راون کے اڑن کھٹولے سے ہوائی جہاز کی جڑین جاملائی گئ ہیں اور اب ٹیسٹ بے۔بی ٹیوب کی جڑیں سیتا جی سے

ملالی گئی ہیں ،چناچہ بی-بی-سی اوردو کی ایک رپورٹ کی رو سے جو ذیل میں پیش کی جارہی ہے ،بی-جے-پی کے ایک رہنما دعوی کرتے ملتے ہیں کہ:

حال ہی میں انڈیا کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے نائب وزیر اعلیٰ دنیش شرما نے کہا کہ انڈیا میں قبل از مسیح ٹیسٹ ٹیوب بے-بی جیسی کوئی نہ کوئی ٹیکنالوجی موجود تھی جسی کی مثال سیتا جی کی مٹی کے گھڑے سے پیدائش ہے-ان کے اس بیان کے لیے انھیں سوشل میڈیا پر مسلسل ٹرول کیا جا رہا ہے جبکہ خبر رساں ادارے آئی- اے- این -ایس کے مطابق سیتا جی کے متعلق بیان کے لئیے دنیش شرما کے خلاف گذرشتہ روز بہار کے شمالی ضلعے سیتا مڑھی میں ایک مقدمہ درج کیا گیا ہے-عرضی گزار نے کہا ہے کہ وزیر نے نہ صرف لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے بلکہ انھوں نے ملک کی ثقافت، وراثت اور رسوم کی توہین کی ہے- چناچہ اس کے متعلق سماعت آٹھ جون کو ہو گی-نائب وزیر اعلیٰ دنیش شرما نے کہا ہے کہ :

''سیتا جی کی پیدائش تو گھڑے سے ہوئی تھی ، لہذا اُس زمانے میں ٹیسٹ ٹیوب بے-بی کا کوئی نہ کوئی پروجیکٹ رہا ہوگا جو جنک جی نے ہل چلایا اور گھڑے سے بے بی نکلی جو سیتا جی بن گئی- یہ آج جو ٹیسٹ ٹیوب ٹیکنالوجی ہے وہ رہا ہو گا-''

ان کے اس بیان کے سامنے آنے کے بعد سنیچر کو بہار کے سابق وزیر اعلی لالو یادو کی بیٹی اور ایوان بالا کی رکن ڈاکٹر میسا بھارتی نے ٹویٹ کرتے ہوئے اسے 'سیتا جی کی توہین' قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ : ''سیتا جی کی توہین پر سنگھی، بھاجپائی، سادھوی، یوگی کو کچھ بھی قابل اعتراض نہیں لگا- خواتین کی مخالفت ان کا اصل کردار ہے- اسی لیے 'سیتار رام' کے خیر مقدم کرنے والے فقرے سے سیتا کو ہٹا دیا اور 'جے شری رام' کے نعرے میں بدل دیا-''

<u>مہابھارت اور قدیم صحافت کی ابتدا:</u>

در اصل جمعرات کو دنیش شرما نے ریاستی دارالحکومت لکھنؤ میں 'یوم ہندی صحافت' کے موقعے پر 'صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 'صحافت کی ابتدا مہابھارت دور میں ہوئی تھی-

انھوں اپنے دعوے کے ثبوت میں معروف رزمیہ 'مہابھارت' کے واقعے کا ذکر کیا تھا جس میں سنجے نام کے کردار ہستناپور میں بیٹھے بیٹھے دھرتراشٹر کو کرکشیتر میں ہونے والی جنگ مہابھارت کا

آنکھوں دیکھا حال سنا رہے تھے چناچہ موصوف نے کہا تھا کہ : ''یہ لائیو ٹیلی کاسٹ نہیں تو اور کیا ہے؟''اسی طرح انھوں نے ایک دوسرے کردار رشی 'نارد' کو آج کا 'گوگل' قرار دیا ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی پی۔ ٹی ۔آئی کے مطابق انھوں نے کہا: ''آپ کا گوگل آج شروع ہوا ہے لیکن ہمار گوگل صدیوں پہلے سے ہے۔ نارد منی معلومات کا خزانہ تھے۔ وہ کہیں بھی پہنچ سکتے تھے اور تین بار 'نارا ین' کہتے ہوئے کوئی بھی پیغام کہیں بھی پہنچا سکتے تھے''۔

انھوں نے قدیم ہندوستان میں ہوائی جہاز کی موجودگی کا بھی ذکر کیا ہے۔

جب ان کے بیان پر میڈیا میں مذاق اڑنے لگا تو اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے بی جے پی کی اعلیٰ قیادت نے اترپردیش کے نائب وزیر اعلیٰ کو ایسے معاملوں میں زبان سنبھال کر بات کرنے کی ہدایت دے دی ۔در اصل ہندو قوم پرست رہنما اپنے شاندار ماضی کی تصویر کشی کے لیے ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ قدیم ہندوستان سائنس اور ٹیکنالوجی کے معاملے میں موجودہ دور سے کہیں آگے تھا۔

ان صاحب سے قبل انڈیا کی شمال مشرقی ریاست تریپورہ کے نئے وزیر اعلی بپلب دیو نے بھی اس قسم کی بات کہی تھی اور کہا تھا کہ ''مہابھارت کے زمانے میں سیٹلائٹ اور انٹرنیٹ ٹیکنالوجی موجود تھی'' اور انھوں نے بھی اپنے دعوے کی صداقت کے لیے سنجے نامی کردار کا ذکر کیا تھا۔اس سے قبل فروری میں انسانی وسائل کے نائب وزیر ستیہ پال سنگھ نے دعویٰ کیا تھا کہ نیوٹن سے صدیوں قبل انڈین منتروں میں **'لا آف موشن'** کو پیش کیا جا چکا تھا۔

<u>قدیم ہندوستان میں کاسمیٹک سرجری اور جینیٹک سائنس:</u>

یہی نہیں بلکہ خود انڈیا کے وزیر اعظم نریندر مودی نے چند سال قبل کہا تھا کہ'' ہندوستان میں صدیوں پہلے کاسمیٹک سرجری اور جینیٹک سائنس موجود تھی۔ اور اس کے لئے انھوں نے بھی معروف رزمیہ مہا بھارت کے کردار کے جنگجو کرن اور ہندو دیوتا گنیش کی مثال دیتے ہوئے کہا تھا کہ :

''ہمیں اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ طب کے میدان میں ہمارے ملک نے ایک زمانے میں کیا حاصل کیا کر لیا تھا۔ ہم سب نے مہابھارت میں کرن کے بارے میں پڑھ رکھا ہے۔ ہم ذرا غور کریں تو ہم پائیں گے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں جینیٹک سائنس موجود تھی۔''

انھوں نے یہ بھی کہا تھا:

''ہم سب بھگوان گنیش کی پوجا کرتے ہیں۔ اس زمانے میں کوئی پلاسٹک سرجن رہا ہو گا جس نے انسانی جسم پر ہاتھی کا سر لگا دیا اور پلاسٹک سرجری کی بنیاد وہیں سے شروع ہوئی۔''اس طرح کے نہ جانے کتنے دعوے کیے جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مور کے آنسو سے مورنی حاملہ ہوتی ہے۔ مور سیکس نہیں کرتا اسی لیے سنیاسی یا تارک الدنیا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گائے میں ہزاروں دیوی دیوتا رہتے ہیں اور جب وہ سانس لیتی ہے تو جراثیم مر جاتے ہیں۔ہندو قوم پرستی کے جذبے کو فروغ دینے کے لیے نہ جانے ایسی کتنی باتیں کہیں جا رہی ہیں جو روزانہ بی جے پی اور قوم پرست جماعتوں کے لیے خفت کا باعث بن رہی ہیں۔[229]

کرن کنتی و سورج دیوتا سے کیسے پیدا ہوا تھا اور کیسے گنیش کی پیدایش ہوئی تھی ان سب کے بابت خود مہابھارت اور پوران میں محیر العقول بیانات و قصص ملتے ہیں،گنیش کو کیسے پاربتی دیوی نے اپنے میل سے پیدا کرکے غار کی کھو کے دروازے پر کھڑا کیا تھا اور کیسے اسکا اور مہا دیو کا مقابلہ ہوا تھا اور کیسے دیوتاوں کے ایمان پر مہادیو نے گنیش کا سر کاٹا تھا جس پر تباہی کی دیوی پاربتی نےایک عالم ہلا کر رکھ دیا تھا،کیسے مجبور ہوکر وشنو کو اسکا حل ڈھونڈھنا پڑا،کیسے،اراوت کے نو جنمے سر کو کاٹ کر وشنو نے گنیش کو زندہ کیا تھا اور کیسے گنیش بدھی و عقل کا دیوتا بنادیا گیا،کم ازکم یہ باتین عقل کو تو ہضم ہونے والی نہیں ہیں،کم عمری ک شادی ایک امر واقعہ یا فیکٹ ہے مگر اس طرح کی بے سروپا باز تاویلیں کس خوش فہمی کی علمیت پر استوار ہے،یہ سوچنے سمجھنے کی محتاج ہیں؟ کیا مودی جی کو یہ سب غیر معقولی باتیں نہیں دکھیں ظاہر ہے وہ عظیم سرجن پالنہار وشنو جی تھے،مگر جدید دنیا کے جدید تقاضوں میں بہتی دنیا مین ان قصص سے جو ساینسی مظاہر و مماثلتیں ڈھونڈھی گئیں یقینا سدھ گرو جی سے کچھ مودی جی نے اس جدید تاویل کے ضمن میں نوادرات اخذ کئے ہونگے؟

یہ باتیں ہم دیکھتے ہیں کہ یہیں تک آکر نہیں رکتیں ہیں بلکہ انٹرنیٹ کی دیومالائی جڑوں تک جا کر ختم ہوتی معلوم پڑتی ہیں جنکو دیکھ کر البیرونی اور یورپی مورخین کی یہ بات صحیح دکھتی ہے کہ ہندوستان والے تاریخ اور دیومالا میں تفریق کرنے سے واضح طور پر قاصر ہیں۔ چناچہ دوسروں کی دیکھا دیکھی دوسرے سیاسی پنڈت بھی مذہب کی خدمت و دفاع کے لئے میدان عمل میں آترے جیسے اس مرتبہ ٹیکنالوجی کی جنگ میں نیا تیر شمال مشرقی ریاست تریپورہ کے وزیر اعلیٰ بپلب کمار دیو

[229] https://www.bbc.com/urdu/regional-44345920

نے چلایا تھا جن کا کہنا تھا کہ انٹرنیٹ قدیم ہندوستان کی ایجاد ہے اور ہزاروں سال پہلے براہ راست نشریات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

وزیر اعلیٰ نے کمپیوٹروں کے استعمال پر ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ'' مہا بھارت کی جنگ کے دوران سنجے نے دھرت راشٹر کو جنگ کا آنکھوں دیکھا احوال سنایا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت انٹرنیٹ بھی موجود تھا اور سیٹلائٹ بھی پایا جاتا تھا ویسے سوچنے کی بات ہے کہ ۔ہندوؤں کا خیال ہے کہ مہا بھارت کی جنگ پانچ ہزار سال پہلے ہوئی تھی[230]

<u>سیتا اور عایشہؓ میں پائ جانے والی باہمی مشابہتیں:</u>

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں میں جدت پسندوں اور قدامت پسندوں میں علمی معرکہ آرائی عمر عایشہؓ پر جاری و ساری ہے ،عین اسی طرح کی علمی معرکہ آرائی ہندووں میں بھی عمر سیتا پر جاری و ساری ہیں جس سے یہ نتیجہ قایم کرنا ممکن ہے کہ ،دونوں ہی مقدس افراد کی شادیاں اپنے اپنے شوہروں سے کم عمری میں ہوئی تھیں اب بھلے چاہے اسے چھ،مانا جائے یا سولہ یا اٹھارہ کے اعداد میدان تحقیقی میں پٹاری سے نکال کر پیش کئے جائیں اسی طرح ،دونوں ہی پاک باز خواتین پر بھتان لگائے گئے تھے، دونوں ہی مابعد ایشور کی کرپا سے بے گناہ، اور پوتر ثابت ہویئں ،شری رام اور سیتا بھی راماین کی داستان کے تناظر میں قابل احترام ہیں،میں خود رامائن اور مہابھارت کی عظمت کا اقراری ہوں،ان کتب میں موجود اخلاقی پیغام اور عظمت کا مداح ہوں۔

جبھی چاہے شری رام اور ماتا سیتا کی عمروں کا فرق زمین و آسمان کا ہو،انکے کردار عظمت پر کوئی فرق پڑتا نظر نہیں آتا ہے،یہ دنوں جب ہندووں کی نگاہ میں بھگوان کا زمینی روپ اور اوتار تھے تو خود زمین پر بھگوان کی حجت تھے چناچہ شری رام کی چھ سال یا نو سال کی لڑکی سے نکاح و وواہ پر ہمیں نہیں بلکہ جدید مغربی انسانی حقوق کے تمدن سے متاثر جدید الاذہان افراد کو اعتراض و مسلہ لاحق ہے۔

ہم کہتے ہیں جو روحانی شخصیات (یعنی انبیا کرام)رب کے مقرر کردہ ہوتے ہیں وہ خود معیار حق و باطل ہوتے ہیں ان پر دنیا کے لوگوں کے افکار و قوانین کچھ فرق و اثر قایم نہیں کرسکتے ہیں،کیونکہ یہاں معیار عامتہ الناس نہیں اللہ یا بھگوان کے مقرر کردہ رسول و اوتار ہوتے ہیں،چناچہ اسلام میں کم

[230] https://www.bbc.com/urdu/regional-43808051

عمری کی شادی کوئی متفقہ مسلہ نہیں ہے،اور نا کسی منجمد قانون کا درجہ رکھتا ہے،نبی اکرمﷺ سے زیادہ عمر کی عورتوں سے نکاح بھی ثابت ہے اور کم عمر سے بھی ثابت ہے،کسی ایک حدیث سے یہ حکم معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کم عمری کی شادیاں لازمی قرار دی گئی ہوں۔
شریعت میں دونوں کا جواز ثابت ہے ،بلکہ کل دور رسالت میں عایشہ ؓ جتنی کم عمری کی مثالیں شاذر و نادر ملتی ہیں،مگر حدیث عایشہؓ اتنی عمدہ سند و صحت کی حامل ہے کہ کم عمری کی جسمانی طور پر شادی کی اہل بالغ لڑکی کے نکاح کا جواز شرعا ثابت ہوجاتا ہے۔اورحدیث عایشہؓ میں اسے بطور فخر و افتخار بیان کیا گیا ہے،چونکہ نبی اکرم شریعت کے دو بنیادی ماخذوں میں سے دوسرا درجہ رکھتے ہیں لہذ ا کل دنیا کے مسلمان اور غیر مسلمان آپ ﷺ کے کردار اور معیار حق و باطل ہونے پر قانون سازی کرنے کے اہل تصور نہیں کئے جاسکتے ہیں،چناچہ لوگ کافر ہوئے بغیر اپﷺ پر گستاخانہ الزام نہیں لگا سکتے ہیں،کیونکہ ریاستیں ،عالمی انجمنیں ،آیئن و قانون اللہ اور اسکے رسول کی بابت نا قانون سازی کے اہل ہیں اور نا انکے کسی امر و عمل کو مکروہ ،حرام،ناپسند اور اِن لیگل قرار دینے کے اہل تصور کئے جاسکتے ہیں۔

والمیکی کی راماین سے معلوم پڑتا ہے کہ جب اس نے راماین لکھی اس وقت شری رام کی عمر چالیس سال تھی،ظاہر ہے اس میں سے بارہ سے پندرہ سال بن بانس اور رام اور سیتا کے نکاح کے منہا کئےجانے چاہئے ،ایک اندازہ کی رو سے سیتا اور رام جی نکاح کے بعد اندازہ دو سے چار سال ساتھ رہے ہیں کچھ شارحین نے یہ نکاح قبل از بن مانس ایک سال بھی بیان کیا ہے۔

چناچہ جب وشومتر ایودھیا دھرتھ راشتر کے پاس رام کو لینے گیا تو وہ بولا جناب میرا بیٹا تو ابھی کم عمر ہے اسکی تو عمر بھی سولہ سال سے کم ہے اور میدان جنگ کے لئے عمر کم از کم سولہ سال ہونی چاہئے[231]یہ امر تو سب پر واضح ہے کہ رام عمر میں سیتا سے بڑی عمر کے حامل تھے لہذا اندازاً سیتا کی عمر کم سے کم تفریق کے ساتھ بارہ ،نو یا چھ سال ممکن ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماتا سیتا ہنومان کو رامائن میں کہتی دکھتی ہیں کہ:

---

231 راماین:۲:۲۰:۱۔

جب ماں سیتا ہنومان جی کو اپنا ماضی یاد کراتی دکھتی ہیں تو انھیں بتاتی ہیں کہ، جب جلاوطنی شروع ہوئی تھی۔ "میرے شاندار شوہر کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی، اور میرے نزدیک میری پیدائش سے (جب انہیں ایودھیا چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا) 18 سال شمار کیے جاتے ہیں - -[232]

اگر اس کو دیکھا جائے تو ماتا کی عمر بہ وقت عمر قیاساً چھ سے سات سال کے قریب تھی،چناچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے محل میں ۱۲ سال تک خوشی خوشی ایک ساتھ رہے۔ ۲۵ سال کی عمر میں، رام کی تاجپوشی کی تقریب کو منسوخ کرنا پڑا۔

رام اور سیتا کو جلاوطن کر دیا گیا اور دونوں افراد ۱۴ سال تک جنگل میں رہنے لگے۔ ۳۹ سال کی عمر تک رام جنگل میں رہے۔۳۹ سال کی عمر میں اندازاً، بھگوان رام کی تاجپوشی ایودھیا کے بادشاہ کے طور پر ہوئی تھی۔

۴۰ سال کی عمر میں رام ایودھیا کے بادشاہ تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب والمیکی نے رامائن لکھنا شروع کی تھی - والمیکی نے پھر رام کے بیٹوں لاوا اور کشا کو رامائن سکھائی۔ اب رام اور سیتا کی عمروں کو لیکر ہندومت کے جدید ادب میں متفرق آرا پای جاتی ہیں،ایک کہتا ہے کہ رام پچیس کے تھے سیتا اٹھارہ کی تھیں،کوئی کہتا ہے رام اٹھارہ کے تھے سیتا سولہ کی تھیں کوی کہتا ہے سیتا بارہ کی تھیں رام سولہ کے تھے غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہیں ،اگر یہ سب اس قدر کو خود کے سر پر سوار نہیں کرتے کہ کم عمری کی شادی بری شہ ہے تو ان سب کو اتنی دور از کار تاویلیں نہیں کرنی پڑتیں جو قوم خود کے قدیم عقاید و نظریات جدید افکار و نظریات کی سولی پر چڑھا کر دیکھتی معلوم پڑتی ہے اور نتیجتاً وہ خود اپنے دین کا تیا پانچہ کر دیتی ہے،انکو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اگر وہ واقعی رام و سیتا کو داستان و دیو مالا کی جگہ حقیقی کردار جانتے ہیں اور اگر واقعی انھیں شری وشنو یا لکشمی کا روپ جانتے ہیں تو رام کے ہم عصر والمیکی کی باتیں مانیں اور بھگوان کو انسانی قوانین سے بلند تر تصور کریں۔

---

[232] ایضاً:آرنیا کنڈا

بحث:۱۰۔

نوپور شرما اور ہندو افراد کا عصری رجحان و منہج کیا ہے؟

معلوم پڑتا ہے کہ اصل مسلہ عمر کے کم و زیادہ ہونے کا نہیں ہے مسلہ نفس مضمون کی عدم تفہیم،کم علمی،جہالت اور اندھے تعصب کا ہے،جس نے انکو ایک ایسے موڑ پر لاکر کھڑا کیا جہاں وہ یہ بھول گئے کہ اول یہ معترضین بذات خود اپنے دعوے و رجحان کی رو سے نفس مضمون کے لحاظ سے مذہبی قدامت پسند لوگ سمجھے جاتے ہیں دویم یہ اپنی جڑیں زمانہ قدیم سے جاملاتے ہیں ،جس میں مرد خاندان کا سربراہ جانا جاتا تھا،اس دور میں کم عمری و زیادہ عمری کے معاملات اہم نہیں جانے جاتے تھے چناچہ یہ تو معلوم و معروف بات ہے کہ اس دور میں ،مرد حضرات ایک سے زیادہ شادیاں کیا کرتے تھے ۔مرد کا زیادہ ہونا اور عورت یا لڑکی کا کم عمر ہونا سرے سے مسلہ ہی نہیں تھا۔

بلکہ یہ مسلہ جنوبی ایشیا میں مغربی لادینی جمہوریت ،لبرلازم،سیکولرازم اور انسانی حقوق کے نسائی پہلو کے عالمی ایجنڈے پر ہونے کے سبب پیدا ہوا ہے اور محکوم اقوام نے اپنے ملکی قوانین کے ذریعہ کم عمری کی شادیوں یا جبری شادیوں پر قدغن عایدکرنی شروع کردی ہے ،چناچہ نوپور شرما اور بھارتی ناری مسلمانوں کو بیک وارڈ ،دقیانوسی اور انسانی حقوق اور حقوق نسواں کے خلاف گرداننے میں مصروف نظر آتی ہیں یعنی یہ کہ انکے تیر کش کا اصل ہتھیار وہی مغرب اور اسکے افکار ہیں جن پر یہ بالی ووڈ اور کالی ووڈ انڈسٹری میں ظلم وجبر کا الزام عاید کرتی نظر آتی ہیں،انہونے ایک نیا کھیل تماشہ یہ پیدا کردیا ہےکہ مغربی افکار سے لیکر ساینس تک کے تمام مباحث کی جڑیں اپنی دیومالائی پورانی داستانوں سےثابت کرنے کی کوشش میں مگن ہیں اور یہ تاثر دینےکی کوشش میں مصروف ہیں کہ مغرب نے سب کچھ پورانوں،مہابھارت،راماین،شاستروں اور ویدوں سے حاصل کیا ہے؟یعنی مغربی افکار اصل میں ہندوستانی افکار تھے جنھیں یورپ و امریکہ استحصال کرکے خود سے منسوب کردیا ہے۔

نوپور شرما اور ہندی ناری بیک وقت ہندو مذہب اور مغربی تہذیب و تمدن کو ساتھ ملا کر حق و باطل کا نیا بیانیہ تخلیق و تشکیل کرنے کے درپہ ہوچکےہیں اس ضمن میں انکو مسلمان سب سےزیادہ راستہ کا پتھر لگ رہے ہیں،چناچہ اندرون ملک اور بیرون ملک ہندوؤں افراد نے مسلم اذہان کو الحاد کی طرف

لانے میں بہت سرگرمی دکھائی ہوئ ہے،باقاعدہ بھاڑے کے جعلی ملحد یا ماضی کے جعلی مسلم مرتد لوگوں کو سوشل میڈیا پر دین سے برگزشتہ کرنے میں مگن ہیں چناچہ سوشل میڈیا پر ہندو اور عیسائی لوگ مرتد مسلم بنکر لوگوں کو بے قووف بنانے میں لگے ہوئے ہیں اور سوامی دیانند،شردھا نند،پادری فنڈر کی کتب سے مواد لیکر مسلمانوں کو انکے دین سے بھٹکانےمیں آگے آگے رہتے ہیں ،ابھی حال میں ہی ایک کی جانے والی تحقیق کی رو سے دنیا بھر میں اسلام ،مسلمان اور پاکستان کے خلاف سب سے زیادہ نفرت انگیز مواد شیر کرنے میں بھارت ،امریکہ ،برطانیہ اور ایتھوپیا (افریقہ) آگے آگے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان سب میں ستر فیصد مواد صرف بھارت سے تعلق رکھتا ہے۔

نوپور شرما اور اس جیسے لوگ بھارتی ائین و قانون جو تقسیم ہند کےبعد جدید الخیال کانگریس کی دین اور انسانی حقوق کو ڈھال بنا کر پتہ کھیلتے نظر آتے ہیں،مگر خود دوسری طرف ان افراد کو کانگریس ملحد اور دین بیزار دکھتی ہے۔مگر اسی کانگریس کے قایم کردہ ناری سماج سے یہ روشنی لیکر مسلم فکر و ثقافت پر حملہ آور ہوتے ہیں مگر اپنی تاریخ،دیو مالای اساطیر،پوران اور وید دور کی روایات و ثقافت کو مسخ کرکے یا جدیدیانے کے عمل سے تاریخ کی بنیادوں کو ڈھانے میں مشغول ہونے لگتے ہیں۔تاریخ میں لاتعداد روایتیں اور عمل اس کی شہادت دیتے ملتے ہیں کہ رام و سیتا کی عمروں میں حد درجہ تفاوت موجود تھا،ہندو رجپوت راجاوں میں بھی یہ چلن عام تھا۔حد یہ کہ تقسیم کے بعد پابندی کے باوجود ہندوستان و پاکستان میں کم عمری لڑکیوں سے شادی کا چلن عام تھا اور یہ چلن آج تک کسی نا کسی شکل میں ہندوستان پاکستان اور جنوبی ایشیا میں دیکھا جاسکتا ہے۔

<u>بعد از تقسیم ہند ہندوستان میں شادی کی بابت قوانین کا ارتقا:</u>

خود ہندوستان میں شادی کی عمر کا ارتقا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہندوستان جدید فکرسے مغلوب ہوکر ماضی سے پیچھا چھڑانے میں مصروف ہے،چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں زمانہ قدیم سے اب تک شادی کی عمر کا ارتقا شعور کے ارتقا اور ریاست کی جدت کاری اور عالمی روایت کی پیروی میں دیکھا گیا ہے،چناچہ راماین کے دور سے جب عمر چھ سال تک قابل نکاح تصور ہوتی تھی یہ ارتقا،نو سے بارہ اور ۱۹۲۹ تک چودہ سال سے سفر کرکے مابعد تقسیم اٹھارہ سال تک جا پہنچی ہے،دوہزار بایس میں حکومت ہند یہ سوچتی نظر آئی کہ یہ عمر اکیس سے تئیس تک وواہ کی عمر مقرر کردی جائے۔

یونیسف کی ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان کم عمری کی شادیوں میں عالمی طور پر درجہ دویم پر فایض ہوتا نظر آتا ہے، یہاں ۴۹فیصد لڑکیوں کی شادی ۱۸ سال سے پہلے کر دی جاتی ہے۔ کیرالہ جو کہ ملک میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ریاست ہے وہاں اب بھی کم عمری کی شادیاں کی جاتی ہیں اور اس میں اضافہ ہو رہا ہے، یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے دیہی علاقوں میں شہری علاقوں کی نسبت کم عمری کی شادیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ بہار میں سب سے زیادہ ۶۸ فیصد جبکہ ہماچل پردیش میں سب سے کم۹فیصد کم عمری کی شادیاں ہوتی ہیں۔

ہندوستان میں کم عمری کی شادی کو بتدریج کم کرنے اور ان پر قدغن لگانے کا قانونی چلن اول انگریزوں نے ڈالا چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

برطانوی نوآبادیاتی دور میں 1929 میں پریونشن آف چائلڈ میرج ایکٹ[233]

کے ذریعہ لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی کی کم از کم عمر بالترتیب ۱۴ اور ۱۸ سال مقرر کی گئی ہے، تو غیر منقسم برطانوی ہندوستان میں مسلم تنظیموں کے مظاہروں کے تحت ۱۹۳۷ میں ایک پرسنل لا شریعہ ایکٹ منظور کیا گیا تھاجس میں لڑکی کے سرپرست کی رضامندی سے بھی کم عمر کی شادیوں کی اجازت دے دی گئی، ۱۹۴۹ میں ترمیم کے ذریعے عام بچیوں کی شادی کی کم از کم عمر کو بڑھا کر ۱۵ سال کر دیا گیا۔ ۱۹۷۸ میں اس قانون میں ایک بار پھر ترمیم کرکے بچیوں اور بچوں کے لیے شادی کی کم از کم عمر بالترتیب ۱۸ اور ۲۱ سال کر دی گئی۔ اسی طرح اسپیشل میرج ایکٹ ۱۹۵۴ اور پروہیبیشن آف چائلڈ میرج ایکٹ ۲۰۰۶ میں بھی خواتین اور مردوں کے لیے شادی کی کم از کم عمر بالترتیب ۱۸ اور ۲۱ سال مقرر کی گئی ہے۔

یونیسیف کی ۲۰۱۵-۲۰۱۶ کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں کم عمری کی شادی کی شرح اب بھی ۲۷ فیصد ہے۔ خود ملکی مردم شماری نے شادی شدہ خواتین کی عمر کے لحاظ سے جو اعداد وشمار جاری کئے ہیں اس کے مطابق ۱۹۸۱ کے بعد سے ہر ۱۰ سال کی مردم شماری میں کم عمری کی

[233] Prevention of Child Marriage Act-

شادیوں میں خواتین کا تناسب گرا ہے۔ ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق۲۰۰۱ کی مردم شماری میں ۱۰ سال سے کم عمر کی شادیوں کے واقعات تو نہیں ملتے ہیں، لیکن ۱۰۔۱۴ سال کے درمیان۵۹.۲ ملین شادیوں میں کم عمر شادیوں کی تعداد ۱.۴ملین، ۱۵۔۱۹سال کے درمیان ۴۶.۳ملین شادیوں میں کم عمر شادیوں کی تعداد ۱۱.۳ ملین رہی ہے۔ ہاں ان رپورٹوں سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ۲۰۰۱ کے بعد اس میں نمایاں کمی واقع ہوئی ہے اور ۲۰۰۵ اور ۲۰۰۹ کے درمیان ہندوستان میں کم سنی کی شادیوں کی شرح میں تو ۴۶ فیصد کمی آئی۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ۱۸۶۰ تک ہندوستان میں ۱۰ سال یا اس سے زائد کی لڑکیوں سے جنسی تعلقات اور شادی قانونی طور پردرست تھی، ۱۹۲۷ میں جب برطانوی حکومت نے ۱۲ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کو ناجائز قرار دیا تو اسے ہندو رسم و رواج کے مخالف قرار دیا گیا۔ ۱۹۲۹ میں لڑکیوں کی شادی کی عمر ۱۴، ۱۹۴۹ میں ۱۵ اور پھر ۱۹۷۸ میں ۱۸سال تو کردی گئی لیکن لڑکی کے سرپرست کی رضامندی سے اس سے بھی کم عمر کی شادیوں کی اجازت دے دی گئی۔

۲۰۰۱ سے پہلے تک ہندوستان میں ۱۰ سال سے کم عمری کی شادیاں قانونی تو نہیں تھی لیکن ان کا عام رواج اورچلن تھا، ۲۰۰۱ کی مردم شماری میں ۱۰ سے ۱۴ سال کی شادیوں کی تعداد ۱.۴ملین، ۱۵ سے ۱۹ سال کی شادیوں کی تعداد ۱۱.۳ ملین تھی، تو پھر آج سے چودہ سو سال پہلے اگر۶ سال میں نکاح کے باوجود رخصتی نہیں ہوتی بلکہ ۹سال یعنی بلوغ کا انتظار کیا جاتا ہے تو اس پر اعتراض کا حق نا صرف یہ کہ کسی طرح معقول اور درست نہیں دکھتا ہے بلکہ یہ اقوام و مذاہب عالم میں غالبا شادی کے لئے عمر کی تعین کا پہلا تاریخی اور ہر اعتبار سے قابل قدر اور ایک تجدیدی کارنامہ قرار دیا جانا چاہئے[234]۔

میں نہیں محسوس کرتا کہ ان حقایق و دلایل کے باجود نوپور شرما بریگیڈ کا اپنے گریبان کو چھوڑ کر فضول میں دیگر لوگوں کے گریبان میں جھانک کر تعصب دیکھانا کوئی علمی معاملہ سمجھا جاسکتا ہے۔

---

234 ذکی نور عظیم ندوی:ہندوستان میں شادی کی عمر
https://mazameen.com/misc/society/%DB%81%D9%86%D8%AF%D9%88%D8%B3%D8%AA%D8%A7%D9%86-%D9%85%DB%8C%DA%BA-%D8%B4%D8%A7%D8%AF%DB%8C-%DA%A9%DB%8C-%D8%B9%D9%85%D8%B1-%D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%AA%D8%A7%D8%B1%DB%8C%D8%AE%DB%8C-%D8%AC%D8%A7%D8%A6.html

لہذا عمر عایشہ پر سیاست کھیلنے سے قبل موصوفہ اول ہندوستان ،رام سیتا،تری مورتی کے قصوں اور کھیل تماشوں کو اگر پہلے بطور تحقیق دیکھ لیں تو زیادہ عمدہ ہوگا۔

بحث:۱۱۔

عمر عایشہ ؓ کا محققانہ جایزہ

سیرت عایشہؓ کے ضمن میں ہم دیکھتے ہیں بڑی معرکہ آرائی کی گئی ہے،اس میں لوگوں کے مختلیف تحقیقی رجحانات دیکھے گئے ہیں،ان میں سے ایک طبقہ غالب ترین آرا والوں کا ہے جو بخاری و مسلم میں موجود عایشہؓ سے موقوف متصل مروی روایتوں سے دلیل لیتے ہیں،اس طبقہ کے پیش نظر امت کی محدثین کی محقق،سندی آرا سے مزین عمدہ ترین اسناد موجود ہیں،جو اس بات کو محقق کرتی ہیں کہ عایشہؓ کا نبی اکرمﷺ سے نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا اور رخصتی ۹ سل کی عمر میں وقع پذیر ہوئی تھی،یہ طبقہ عایشہؓ کے موقوف اثر کو متصل و مرفوع کے حکم میں جانتا پہچانتا ہے،کیونکہ مذکورہ ذکر حدیث نبی اکرمﷺ اور عایشہؓ کے نکاح سے متعلق ہے اور عایشہؓ خود نبی اکرمﷺ اور اپنے نکاح کا مرفوع حکم و عمل بیان کرتی دکھتی ہیں۔

انہونے واضح طور پر نکاح کے وقت اپنی اپنی عمر چھ سال بیان کی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ام المومنین خدتیجہؓ کا ارتحال ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا ،اسی سال عایشہؓ سے نبی اکرمﷺ کا نکاح ہوا تھا۔اورانکی رخصتی مدینہ میں ہجرت کے سات آٹھ بعد ہوئی تھی،یوں رخصتی کے وقت انکی عمر نو سال کی تھی۔جبکہ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو معترضین کے اعتراض کا جواب دب کر،ڈر کر گھبرا کر اہل مغرب کی فکر و نظر کی یلغار سے متاثر ہوکر دیتا دکھتا ہےاور اس ضمن میں یہ معذرت پسند گروہ دور از کار تاویلوں سے کام لیکر اسلام کی خدمت کا معقولی رخ سے دعوے دار معلوم پڑتاہے۔

اس ضمن میں انہونے اسماؓ بنت ابی بکر جو عایشہؓ کی بڑی بہن تھیں کی عمرسے دلیل پکڑ کر کام چلانے کی کوشش کی ہے۔اس میں تیسرا طبقہ ایسا بھی ہے جو ان تاویلوں میں ہی نہیں پڑتا دکھتا ہے،منکرین حدیث کا یہ طبقہ یعنی اہل قران سرے سے حدیث کو اس معاملہ میں حجت ماننے کا منکر نظر آتا ہے،مگر چونکہ یہ واقعہ صحیح و ضعیف ہر طرح کی اسناد سے اتنے تواتر سے ملتا ہے کہ ایک طبقہ اسکا نفس مضمون اور عمر کا تفاوت تسلیم کرتا ہے،اور معقولی جواب سے کام چلاتا ہے،ایک طبقہ اب مجبورا روایت و سند کی طرف پلٹتا ہےمگر اتنی ڈہیڑ ساری روایتیں پیش کرکے بھی یہ گروہ

اپنا نظریاتی کام کامیابی سے نہیں چلا پاتا ہے،جیسے عمر عایشہؓ پر حبیب الرحمن کاندھلوی،اور حکیم نیاز کی تحریروں سے معاملہ عیاں ہوتا دکھتا ہے۔

یہ آخری طبقہ سرے سے ہمارے پیش نظر نہیں ہے،باقی اوپر کی گئی بحث کی روشنی میں عمر عایشہؓ یا کثرت ازواجیت پر نقد کا نوپور شرمائی بیانیہ کسی اور مذید بحث کا محتاج و دلیل کے تقاضہ نہیں کرسکتا ہے،کیونکہ زمانہ قدیم کی ہندی ناری کی حقیقیت اس ضمن میں اوپر عیان خردی گئی ہے۔

مگر چونکہ نوین کمار جندل نے عایشہؓ کے بالاتکار یا ریپ کرنے کا الزام عاید کیا تھااور نوپور شرما نے کہا کہ (اس نے یعنی نبی اکرمﷺ نے نعوذٌ باللہ خاکم بدھن)چھ سال کی بچی کے ساتھ شادی کی تھی ، نوپور شرما نے جدید قومی ریاست کے لبرل،سیکولر،الحادی قوانین کو دلیل بنا کر چادہ سو سال قدیم کی دنیا کی ازواجی روایت و اعمال کو فراموش کرکے قدیم دور کے فرد کو جدید دور و اصول کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی تھی ،یہ بلکل ایسا معاملہ ہے کہ پاکستانی شہری پر پاکستان میں موجود ہونے کے باوجود ہندوستانی قوانین کی روشنی میں مقدمہ چلایا جائے ؟یوں یہ علمی سقم اس سے اپنے ذاتی گھر و مذہب میں اسی قسم کے جواز پر موجود مواد و حکم پر خاموشی اختیار کرواگیا،اس تقابلی حالت کو واضح کرنے کے کے لئے ہم نے اس پر کامل بحث سابقہ سطور و صفحات میں بلتحقیق پیش کردی گئی ہے، اتنا تو ہم بیان کرچکے کہ رام و سیتا کی عمروں میں عظیم تفاوت موجود تھا بلکہ سیتا کی عمر جنم بھومی سے نکلے ہوئے چھ سال کی ہوچکی تھی جب راجہ جنک نے انکا سویمبر رچا کر رام سے انکا وواہ کردیا تھا۔

سیتا ،لکشمی یا پاربتی ٹھریں دیولائی داستانیں انکا موجود ہونا یا نا ہونا بلذات حقیقت میں خود تاریخی تحقیق و صداقت کے تعین کا محتاج ہے،دوسرا انھونے یا انکے خاندان ، درباری اور کسی مورخ نے انکی سند سے انکے معاملات بیان نہیں کئے ہیں ۔والمیکی کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ سیتا نے رام کی ایودھیا واپسی پر آشرم میں پناہ انہی کے ہاں ڈھونڈھی تھی،لہذا والمیکی گرو ہی انکے حیات کا قدیم ماخذ تاریخ کی عدم موجودگی میں اس قصہ کی تمثیل نگاری کے سبب سمجھے جاسکتے ہیں ۔انکےقدیم و جدید نسخوں میں سیتا کو وواہ کے وقت کم عمر ہی بتایا گیا ہے،جبکہ تلسی داس کے مغل دور کے نسخہ کی باقیات میں بھت رد و بدل ہوئے ہیں جبھی عمر کا معاملہ گول مول کردیا گیا، ویسے بھی دور اکبری کے مغل دربار میں کم عمری کی شادی کی ممانعت بھی اس متنی تبدیلی کا سبب ہوسکتی ہے،مگر صداقت

کبھی چھپ نہیں سکتی ہے جبھی سیتا کی کم عمری کے دلایل دینے والے بھارت میں آج بھی ملتے ہیں،کیرالہ وغیرہ میں اس قسم کی آرا کے حامیوں کا وجود کافی مل جاتا ہے۔

سیتا کے برخلاف عایشہؓ ایک تاریخی ثابت شدہ کردار ہیں اور خود وہ یا ان سےروایت کرنے والے انکی عمر پر کبھی کسی قسم کے اعتراض سے نا واقف رہے تھے،کیونکہ یہ اس دور کی معلوم دنیا میں اولاً و رواجاً اگر چہ لازمی فعل نہیں تھا مگر اتنا عام ضرور تھا کہ اس پر اعتراض معلوم متفقہ اقدار کے منافی تصور کیا جاتا تھا۔ چناچہ کفار مکہ،اہل یہود و منافقین اس بابت کچھ اس طرح اعتراض نا کرسکے جیسے وہ دیگر امور میں کیا کرتے تھے،اور نا مستقبل کی نسائی ذہنیت و فکر کی آمد و ظہور کی بابت کچھ علم رکھتے تھے جبھی لازماً وہ اس مسلہ کو لیکر کبھی پریشان بھی نہیں ہوئے تھے اور نا انکے پیش نظر یہ مسلہ کبھی درپیش رہا تھا چناچہ مابعد ،یہ مسلہ اہل یورپ و مغرب کی نشاۃ ثانیہ سے پیدا ہوا جسے ہیومن رایٹس ڈسکورس اور فیمن ازم نے اور جلا بخشی ،چناچہ مشرق کے سانولے سلونے مغربی پرورده لوگ چچا مغرب کو تیر کش کا واحد علمی معیار و قدر سمجھ کر لاٹھی ڈنڈا لیکر اٹھے اور طوفان بدتمیزی بلند کردیا ،نتیجتاً اس معاملہ پر اعتراض کرنے والے اور انکے اعتراضات پر توجہ دینے والے شیاطین بھی پیدا ہوگئے،جن میں سے ایک گروہ اعتراضی سیاست سے الحادی گروہ میں جابیٹھا۔

چناچہ حدیثی و تاریخی آثار کو ڈھونڈھنے سے معلوم پڑتا ہے کہ نبی اکرمﷺ کے مخالف اور صدیق اکبرؓ کے مخالف کسی ایک دشمن کو بھی یہ کبھی قابل اعتراض امر نہیں لگا کہ اس اعتراض کو لیکر اچھالا جاتا اور نبی اکرم کی کردار کشی کی جاتی کیونکہ ہ اس دور کی مانی جانی رسم سمجھی جاتی تھی،چناچہ خود اول اول نبی اکرم ﷺ کے دماغ میں سرے سے عایشہؓ سے نکاح کا کوئی تصور ہی موجود ہی نہیں تھا،اسکا ایک سبب وہ صدیق اکبر کو اپنا دینی بھائی قرار دیتے تھے،آپ حتی الامکان تنازعات سے پرہیز فرمایا کرتے تھےچناچہ سودہؓ جیسی بڑی عمر کی خاتون سے نکاح اور عایشہؓ جیسی کم سن لڑکی کا معاملہ دونوں ہی تجاویز خولہؓ نے نبی اکرمﷺ کو تجویز کی تھیں،،اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ اس دور میں موجود عام رواج کے مطابق نکاح تھا۔

اب ذیل میں ہم دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ خود عایشہؓ جن سے ہمدردی میں ہماری جدید الخیال عورت اور سیاسی طالع آزما جو بڑی قوت سے جذباتی پنجہ لڑا میں مشغول ہیں،غم و الم سے چور ہوکر حق تلفی و استحصال کا علم اٹھائے کھڑی ہیں انکے جواب کے لئے ،اب یہ دیکھنا پڑیگا کہ وہی عایشہؓ کیا ان لوگوں کے دعوے میں انکے ساتھ موجود ہیں یہ انکی تردید کرتی دکھائی دیتی ہیں اور

ساتھ ساتھکیا وہ خود کہیں اس اعتراض کے ضمن میں اس واقعہ کا فخر سے ذکر کرتی ملتی ہیں؟ یا پھر اپنے ساتھ زیادتی کا کہیں بھی کوئی دکھڑا روتی دکھائی دیتی ہیں؟ ، لہذا اس قسم کے تما اعتراضات و دلایل و مسایل بہ ذاتِ خود انکی زبانی تحقیق سے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، ظاہر ہے یہ عایشہ ؓ کی ذاتی نجی حیات کا معاملہ ہے وہ نبی اکرمﷺ اور اپکے مقام اور اپ سے نکاح کو کس تناظر میں دیکھتی تھیں ،اسکا اندازہ نوپور شرما،اور نوین کمار جندل ذرا انکی زبانی سن لیں تو زیادہ بہتر ہوگا ، اور جسکا ماجرا جلد نیچے بیان کیا جایگا۔

اول تو یہ دیکھنا اشد ضروری محسوس ہے کہ طبعی و فطری نقطہ نظر سے یہ معاملہ کس بنیاد پر تاریخی حقایق میں کھڑا ملتا ہے،ظاہر ہے معترضین کا ماننا ہے کہ اتنی کم عمر بچی جنسی تعلقات کے لئے ابھی عمر و جسد اور فزیولوجیکل گراونڈ پر تیار نہیں ہوئی ہوتی ہے،اب یہ دیکھنا ہوگا سانٹفک اور پریکٹیکل گراونڈ پر کیا اس عمر کی لڑکی سے نکاح کیا سرے سے ہی غیر معقولی یا غیر فطری عمل سمجھاجاتا ہے ،یا پھر فرد کی دوسرے فرد سے نمو و بالیدگی ، حجم ،کمیت و کیفیت کی تفریق ایک عموم سے خارج حقیقی عمل کرنے کو ممکن بناتی ہے۔

اصل میں یہ اعتراض کوئی علمی اعتراض نہیں ہے بلکہ کسی یک طرفہ خطہ سے متعلقہ اعتراض معلوم پڑتا ہے،جسے ریاستی اور عالمی انجمنوں نے گھڑا ہوا ہے اب انہی نو تیار کردہ اقدار کی رواشنی میں شادی کی عمر کاتعین فریولوجیکل گراونڈ و حقایق سے خارج کیا جارہا ہے۔یورپ میں اگر چہ کم عمری کی شادی پر پابندی عاید ہے،مگر کم عمر لڑکی سے جنسی تعلقات قایم کرنے کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔ چناچہ آن لاین موجود ٹین سیکس کی پورن فلمیں نو دس سال سے لیکر سولہ سال تک کی کم عمر تک کی بچیوں سے مردوں کی جنسی مجامعت کا بین ثبوت فراہم کرتی ملتی ہیں۔

خود اسکینڈے نیویا ممالک اور یورپ کے اکثر ممالک میں بارہ سال کی لاتعداد ایسی بچیاں دیکھنے کو ملتی ہیں جنکی جسمانی اور جنسی بلوغت ہمارے یہاں اور مشرق بعید کی بچیوں سے بہت تیز نظر آتی ہے،خود ہندوستان و پاکستان کی بچیوں کو انٹر نیٹ اور فحاش فلموں سے واقفیت نے نہایت کم عمری میں جوان کردیا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ افریقہ اور عرب کے قبایل میں اج بھی لڑکی نو دس سال میں جوان نظر آتی ہے۔

کم عمری کی شادی پر اہل قران کا رد:

اس معاملہ میں حدیث کے منکرین اہل قران جو قران کو حجت مانتے ہیں اور حدیث کے منکر ہیں انکے لئے ڈاکٹر وہبہ ذھیلی نے قاضی ابو بکر جصاصؒ کے حوالہ سے جواب فراہم کیا ہے،اس ضمن میں ماہواری کی آمد کو لڑکی کے جوان ہونے کی علامت مانا گیا ہے،ماہواری آنا نا صرف لڑکی کے بالغ ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے بلکہ حاملہ ہونے کی اہلیت موجود ہونے کی بھی عکاسی کرتی دکھتی ہے،چناچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ اسلامی شریعت میں صحت نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں ہے سورہ ’’الطلاق‘‘ میں نابالغہ کی عدت تین ماہ بتائی گئی ہے، واللّائی لم یحضن (المائدہ:۴) اور ظاہر ہے کہ عدت کا سوال اسی عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر خلوت کرچکا ہو؛ کیوں کہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہی نہیں ہے۔ (الاحزاب:۴۹) اس لیے ’’واللائی لم یحضن‘‘ سے ایسی عورت کی عدت بیان کرنا جنھیں ماہواری آنا شروع نہ ہوا ہو صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کردینا جائز ہے بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت کرنا بھی جائز ہے۔[235]

دارالعلوم دیو بند کے فتوی میں اس ضمن میں مفتی شکیل منصور قاسمی صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کی نسبت قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہے کہ ان کے جسمانی قویٰ بہت بہتر تھے اور ان میں قوت نشو و نما بہت زیادہ تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کے غیرمعمولی نشوونماکی صلاحیت ملتی ہے۔ دوسرے عام طورپر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیرمعمولی استعداد موجود ہوتی ہے، اسی طرح

---

235 احکام القرآن: للجصاص جلد۲:، صفحہ: ۶۲۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۷: صفحہ: ۱۸

قدوقامت میں بھی بالیدگی کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ اس لیے بہت تھوڑی عمر میں وہ قوت حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- میں پیدا ہوگئی تھی

جو شوہر کے پاس جانے کے لیے ایک عورت میں ضروری ہوتی۔

داؤدی نے لکھا ہے کہ :

وكانت عائشة شبت شبابا حسنا

یعنی حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- نے بہت عمدگی کے ساتھ سن شباب تک ترقی کرلی تھی۔[236] معلوم پڑتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے طبعی حالات تو ایسے ہی تھے ، ان کی والدہ محترمہ نے ان کے لئے ایسی باتوں کا بھی خاص اہتمام کرلیا تھاجو ان کے لیے جسمانی نشوونما پانے میں ممدومعاون ثابت ہوتی ہوں۔ چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ[237] میں خود حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کا بیان مذکور ہے کہ :

"میری والدہ نے میری جسمانی ترقی کے لیے بہترین تدبیریں کیں۔ آخر ایک تدبیر سے خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور میرے جسمانی حالات میں بہترین انقلاب پیدا ہوگیا" اس کے ساتھ اس نکتہ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کو خود ان کی والدہ نے بجائے اس کے کہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کی طرف سے رخصتی کا تقاضا کیاگیاہو،خود ہی خدمتِ نبوی میں تیار کرکے بھیجا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں ہوتیہے،بلکہ لڑکی سب سے زیادہ اپنی ماں ہی کی عزیز اور محبوب ہوتی ہے۔

اس لیے یہ امر یا قضیہ ناممکن اور محال معلوم پڑتا ہے کہ انھوں نے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت واہلیت سے پہلے ہی ان کی رخصتی کا سامان پیدا کردیا ہو اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ عرب میں عموماً لڑکیاں ۹ برس میں بالغ نہیں ہوتی ہوں تواس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے کہ استثنائی شکل میں طبی اعتبار سے اپنی ٹھوس صحت کے پس منظر میں کوئی لڑکی

---

[236] (نووی:شرح مسلم: ۳/۴۵۶
[237] ابوداود:ج:۲:صہ:۹۸۔ابن ماجہ:صہ:۲۳۶۔

خلافِ عادت ۹ برس کی عمر میں ہی بالغ ہوجائے؟ چناچہ ، جن لوگوں کے اول روز سے تعصب میں اندھے ہوکر ذہن و دماغ منفی سوچ کے عادی بن گئے ہوں اور وہ صرف شکوک و شبہات کے جال بننے کے خوگر ہوں انھیں تویہ واقعہ جہالت یا تجاہل عارفانہ کے طور پر حیرت انگیز بناکر پیش کرناپڑےگا،لیکن جو ہرطرح کی ذہنی عصبیت و جانبداری کے خول سے باہر نکل کر عدل و انصاف کے تناظر میں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ جان لیں گے کہ نہایت مستند طریقہ سے ثابت ہے کہ عرب میں بعض لڑکیاں ۹/برس میں ماں اور اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی ہیں۔

سنن دار قطنی میں ہے کہ:

حدثنی عباد بن عباد المہلبی قال ادرکت فینا یعنی المہالبة امرأة صارت جدة وہی بنت ثمان عشرة سنة، ولدت تسع سنین ابنة، فولدت ابنتہا لتسع سنین فصارت ہی جدة وہی بنت ثمان عشرة سنة[238]

خودہمارے ملک ہندوستان میں یہ خبر کافی تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے کہ وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنا ہے۔[239]

جب ہندوستان جیسے معتدل اور متوسط ماحول وآب و ہوا والے ملک میں سات برس کی لڑکی میں یہ استعداد پیدا ہوسکتی ہے تو عرب کے گرم آب و ہوا والے ملک میں ۹/ سال کی لڑکی میں اس صلاحیت کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی-رضی اللہ عنہ- نے اپنی لڑکی ام کلثوم کا نکاح عروة بن الزبیر سے اور عروة بن الزبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھتیجے سے اور عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ عنہ- کی بیوی نے اپنی لڑکی کا نکاح ابن المسیب بن نخبة سے کم سنی میں کیا تھا۔[240]

ان حضرات کا کم سنی میں اپنی لڑکیوں کا نکاح کردینا بھی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس وقت بہت معمولی عمر میں ہی بعض لڑکیوں میں شادی وخلوت کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی، تو اگر

---

238 سنن دارقطنی، جلد۳:، صفحہ: ۳۲۳، مطبوعہ: لاہور پاکستان۔
239 "مدینہ" بجنور: مجریہ: یکم جولائی: ۱۹۳۴: بحوالہ نصرت الحدیث صفحہ ۱۷۱
240 الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد۷، صفحہ ۱۸۰

حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کا نکاح ۶ برس کی عمر میں ہوا تھا تو اس میں کیا استبعاد ہے کہ ان میں جنسی صلاحیتیں پیدا نہ ہوئی ہوں۔ جیساکہ ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ ان کی والدہ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کیا تھا الغرض شوہر سے ملنے کے لیے ایک عورت میں جو صلاحیتیں ضروری ہوتی ہیں وہ سب حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- میں موجود تھیں۔ لہٰذا اب یہ خیال انتہائی فاسد ذہن کا غماز ہوگا اور موسمی، ملکی، خاندانی اور طبی حالات سے اعراض اور چشم پوشی کا مترادف ہوگا کہ حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- سے کم سنی میں شادی کرنے کی آپ -صلی اللہ علیہ وسلم- کو کیا ضرورت تھی؟ علاوہ ازیں حضرت عائشہ کے ماسواء جملہ ازواج مطہرات-رضی اللہ عنہن- بیوہ، مطلقہ یا شوہر دیدہ تھیں، حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- سے کم سنی میں ہی اس لئے نکاح کرلیا گیا تھا تاکہ وہ آپ -صلی اللہ علیہ وسلم- سے زیادہ عرصہ تک اکتسابِ علوم کرسکیں۔ اور حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کے توسط سے لوگوں کو دین و شریعت کے زیادہ سے زیادہ علوم حاصل ہوسکیں۔ چنانچہ آنحضرت -صلی اللہ علیہ وسلم- کی وفات کے بعد حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا-(۴۸) اڑتالیس سال زندہ رہیں، زرقانی کی روایت کے مطابق ۶۶ھ میں حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا- کا انتقال ہوا۔ ۹/برس میں رخصتی ہوئی آپ کے ساتھ ۹/ سال رہیں اور آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی۔ (زرقانی، الاستیعاب) اور صحابہ و تابعین ان کی خداداد ذہانت و فراست، ذکاوت وبصیرت اور علم و عرفان سے فیض حاصل کرتے رہے،اور اس طرح ان کے علمی و عرفانی فیوض و برکات ایک لمبے عرصہ تک جاری رہے۔[241][242]

غامدی صاحب کی معقولیت پسندی اور حدیث سے انکا تنافر کوئی ڈھکا چھپا واقعہ نہیں ہے،مگر تمام اختلاف کے باوجود انھونے مجبورا ایسے نکاحوں کا وجود تسلیم کیا ہے،چناچہ اس ضمن میں وہ الرسالہ الشریعہ میں شکوک پیدا کرنے کی حکمت و فطرت سے قبل لکھتے ہیں کہ:

عام طور پر مانا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ کی عمر چھ سال تھی۔ یہ نکاح سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد مکہ میں ہوا تھا۔ اُن کی رخصتی اِس کے تین سال بعد مدینہ میں ہوئی۔حدیث و سیرت کی کتابوں میں اُن کے بارے میں یہی بات بیان ہوئی ہے۔ اِس

---

[241] http://darululoom-deoband.com/urdu/articles/tmp/1417578885%2002-Kam%20Sini%20Men_MDU_04_APRIL_2008.htm

[242] زرقانی جلد ۳، صفحہ ۲۲۹-۲۳۶

سلسلہ کی روایات بخاری و مسلم میں بھی ہیں اور حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی۔ اِس میں شبہ نہیں کہ دیہاتی اور قبائلی تمدن کی بعض ضرورتوں کے تحت اِس طرح کے نکاح ہوتے رہے ہیں۔ اِس کی مثالیں خود ہمارے معاشرے سے بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔[243]

ہم کہتے ہیں کہ غامدی صاحب اور انکے ہمنوا جدت پسندوں کو ایک اسٹڈی وزٹ افریقی قبایل و ممالک میں لگانا چاہئے ،ورنا جامعہ کراچی میں افریقی لڑکے اور لڑکیوں سے انکی ملاقات کرانی پڑیگی جہاں سات سال کی لڑکی ہمارے یہاں کی اٹھارہ سالہ بچی سے زیادہ جنسی اور فزیولوجیکل بنیادوں پر مضبوط و توانا ہوتی ہے۔

جسکی ماں اسکی کم عمری میں ہی ختنہ کردیتی ہے،اور شب زفاف کی تیاری میں بچی کو اتنا کھلا پلا کر موٹا کرتی ہے کہ وہ ہمارے یہاں کی شادی شدہ معترض آنٹی کو مات دے دیتی ہے۔علی عباس جلال پوری نے تو جنسی مغالطہ نامی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے بعض افریقی قبایل میں لڑکی کو شادی قبل کھلا پلا کر اتنا موٹا تازہ کیا جاتا ہے کہ اسکو اٹھانے کے لئےکئی دیگر لڑکیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔دور کیوں جائیں اب اکثریتاً لڑکیاں کم عمری میں جامعات میں داخلہ لیتی ہیں جنکا قد اکثر و بیشتر چار ساڑے چار فٹ کے قریب تک ہوتا ہے،بلکہ اکثر کی نمو و بالیدگی جسمانی طور پر دوران تعلیم کامل بھی نہیں ہوئی ہوتی ہے مگر انکے اپنے ساتھی لڑکوں سے جنسی و رومانوی معاملات کسی سے ڈھکےچھپے نہیں ہوتے ہیں،اور کسی کی موت و بیماری کا معاملہ ہم تک نہیں پہنچ پاتا ہے۔

بات سے بات نکلتی ہے تو دور تک جا پہنچتی ہے ، چناچہ خود ہندو داستانوں میں نسائیت اور موجودہ جدت پسند مغربی انسانی حقوق کے برخلاف بہت کچھ ڈھونڈھنے کو مل جاتا ہے چناچہ عورتوں سے بلعموم اور عایشہ ؓ سے جعلی ہمدردی رکھنی والی نوپور اور نوین کمار جندل جی اپنے مذہب و اساطیر میں موجود خرافات کیوں فراموش کرجاتے ہیں۔

ہندووں میں اول کون اصل و غالب ایشور ہے کون کب پیدا ہوا،کوئی چیز بھی متفقہ اور محقق طریقہ سے نہیں ملتی ہے۔راماین اور مہابھارت تک کو اکثر ہندو تاریخ دانوں نے افسانوی داستان و گھڑا گیا قصہ قرار دیا ہے،جسکے کرداروں کا حقیقت سے کچھ دور کا بھی تعلق نہیں بنتا ہے۔ہم عایشہؓ کی بحث کی طرف پلٹنے سے قبل نوپور جی کی خدمت میں ایشور اور ہندو دیوی دیوتاوں کی فحش حرکات و سکنات پیش کرنا ضروری محسوس کریں گے،اگر چہ ہمیں شریفانہ طور پر ان امور کو بھگوانوں،دیوتاوں اور

[243] http://alsharia.org/2012/jul/sayyida-aisha-ki-umr-javed-ahmad-ghamidi

رشیوں منیوں کی ہمہ اوستی پورانی مایہ گیری سمجھ کر فراموش کردینا چاہئے تھا،مگر چونکہ اعتراض انہی کی جانب سے آیا ہے،اور خواتین کے غم میں نوپور شرما مری جاری ہے،جسکا اسٹوڈنٹ یونین سے اب تک جابرانہ مزاج،رویہ حرکات و سکنات خود عجب پریم کی غضب کہانیاں رہی ہیں،لہذا اسکو اسکی زبان میں سمجھانا بہت ضروری ہوگیا ہے،چناچہ کم عمر کنیا و ناری کے ساتھ زور زبردستی سے کم عمری تک کے کچھ دیومالائی قصص ذیل میں مختصراً بلتحقیق پیش کئے جاتے ہیں۔

برہما بابا کا بیٹی سے وواہ :

اب نوپور جی بتایئں کہ خالق کاینات و مخلوقین برہما جی نے کیا سرسوتی جی کو اپنی رضا سے پیدا نہیں کیا تھا؟ تو کیا وہ انکے خالق و پتا نہیں تھے ؟پھر جب نئی نئی تازی تازی کم سن الھڑ حسینہ فلیش ویب سیریز کے ہیرو کی طرح بنا ماں کے جب پیدا ہوئی تھی تو کیا انکو شرم نہیں آئی تھی ؟ کیا برہما جی! کو پیدا کرنے سے قبل یہ معلوم ہی نا تھا کہ سرسوتی کتنی خوبصورت اور اشتھا انگیز ہونگی؟۔ یہاں ہابیل قابیل کی ایک دوسرے کی بہنوں سے شادی کو حرام کاری و زنا کاری قرار دینے والے سوشل میڈیائی ملحدین ،جن میں سے اکثر بھارت میں بیٹھ کر بھاڑے کی ملحد گوئی بطور جاب کررہے ہیں ان سے بھی نوپور سمیت یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ تمہاری سرسوتی دیوی جی جو علم و دانش ،نغمہ و موسیقی کی دیوی تھیں،چناچہ جب انھونے اپنے خالق و باپو برہما جی کا اظہار حسن کا بیانیہ سنا،انکی وارافتگی دیکھی تو انکو لجا آگئی وہ ،سمجھ گئیں کہ ابا جی کا مجھ پردل آگیا ہے، چناچہ وہ دائیں ہوئیں برہما نے اپنا ایک سر وہاں اگادیا،بائیں ہوئیں تو ایک سر وہاں اگادیا،کمر کے پچھے ہوئیں تو ایک سر وہاں اگادیا،جب مائی سرسوتی نے دیکھا بابا جی مان کر نہیں دے رہے ہیں تو انھونے آسمان کی طرق زقند بھری تو برہما جی سے پھر بھی بچ نہیں پائیں یوں برہما جی کے پانچ سر پیدا ہوگئے اور کارن کون تھی حسین و جمیل سرسوتی دیوی یوں برہما پتری سرسوتی بیٹی کو ہندوؤں کی دیوی ماں مجبورا بننا پڑگیا،اور انکا برہما جی سے میل ملاپ ہوگیا اور یوں وہ انکی زوجہ قرار پائیں[244]۔

---

[244] متسیا پوران

ہندو مذہب کے غیر اخلاقی قصص و دیومالائی بیانات کا معاملہ:

برہما جی کے پانچ سروں کا ماجرہ تو ویسے بھی پیچھے گزر گیا ہے کہ کیسے اسے نئے دیوتا شیو نےمابعد غصہ میں کاٹ ڈالا تھا۔اسی طرح مہا بھارت کا مشہور قصہ ہے کہ پانڈو بھائیوں نے لا علم ماں کو احترام میں پاربتی کے مقام سےآگاہ نہیں کیا تھا ،اسے دوران تپسیا یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کیا شہ ساتھ لائے ہیں جسے انکی ماں نے کوئی شہ سمجھ کر باہم مل بانٹ کر لینے کا حکم جاری کیا تھا،، چناچہ کنتی اسے ارجن پتنی نہیں شہ سمجھی تھی،مگر پانڈو بیٹوں نے اطاعت ماتا میں ایک زندہ وجودیا ایک جیتی جاگتی حسینہ کو زندہ باشعور ناری نہیں سمجھا تھا بلکہ شاید ایک بے جان شہ سمجھا تھاچناچہ وہ پانچ بھائیوں میں جب بٹی تو پانچوں کی مشترکہ زوجہ مان لی گئی،حلانکہ اس کی لاتعداد قانونی و شرعی تاویلیں ممکن تھیں،مگر انکو ماں کا احترام ایسا شدید درپیش تھا،کہ انھیں دوسرے کی بیٹی بھی ایک مشترکہ ملکیت ہی محسوس ہوئی ،چناچہ زنانہ کثیر ازواجی نظام کا ثبوت مادرسری پیرایہ میں مہا بھارت سے ہمیں میسر آجاتا ہے۔

یہاں بھی نوپور جی نے یہ نہیں کہا کہ کیسے آگ سے پیدا شدہ پنچالی کو مفت کا مال مان لیا گیا تھا،نئی نئی جوان پیدا شدہ لڑکی اول تو پید اہوتے ہی جوان و بالغ مان لی گئی پھر اسکا سویمبر تک رچادیا گیا،کیوں اسے پانچ بھایئوں کے بستروں کی زینت بیک وقت بنادیا گیا،جناب کرشن کو بھی بدھی مان ہوکر بھی کوئی گیان سے اسکا حل میسر نہیں آپایا،وہ کہنے کو بھگوان تھے،انتر یامی تھے مگر خود تقدیر کے آگے بے بس و مجبور تھے ،جندل جی جو بچی دکھنے میں جوان تھی اور جسکا نکاح اسکے ماں باپ اور اسکی مرضی سے ہوا تھا کے شوہر کو تو بیوی کا بالاتکار کرنے والا کہنے لگے،مگر انکو برہما جی ،پانڈووں اور کرشن کے کھیل تماشہ اپنے گھر کا اندرانی مسلہ ہونے کے سبب کبھی یاد نہیں آئے۔

انھی کرشن جی کو یاد کریں جو ان سب کی نگاہ میں بھگوان ناراین وشنو کا زمینی اوتار سمجھے جاتے ہیں انکی کثیر ازواجیت و کثیر رومانیت کی خبر یہ دی جاتی ہے کہ ایک لاکھ سے اوپر گوپیاں ان سے منسوب تھیں چناچہ ان کے ان گوپیوں سے جنسی بندھن بڑے شوق سے گوئے اور سادھو سنت گنواتے پھرتے ہیں۔حلانکہ ہمیں تو یہ سب ان پر الزام اور مبالغہ آمیزی ہی محسوس ہوتی ہے،مگر قصہ عایشہؓ کی طرح اس پر ہزار طریقہ سے نقد کا گنجایشی حق ہمیں بھی علمی طور پر میسر ہے جو نوپور و جندل نے ہمیں فراہم کیا ہے۔

اب آئیں اندر جی کی طرف جو سورگ کے راجا ،دیوی دیوتاوں کےسلطان و راجا ہیں،انکی رنگین مزاجی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے،زیوس،اور جوپیٹر کی طرح یہ بھائی صاحب بھی جب بھی جو عورت انہیں پسند آئے یا انہیں بھائے فٹ سے اسکے پاس اسکے خاوند کے روپ میں جا پہنچتے ہیں اور اس سے ہمبستری کربیٹھتے ہیں،پھر رضا و رغبت والے معاملات اور اپسراوں کی فوج اس کے علاوہ الگ ایسے جنسی معاشقوں کے لئے موجود ہوتی ہے۔

اب ذرا لگے ہاتھوں شیو جی یا بھولے ناتھ کی طرف آئیں یعنی یہاں ہمارے ساتھ پھر ایک دفعہ اور مہا دیو جی کی کہانی یاد کریں کہ انھونے کیا کیا گل نہیں کھلائے تھے ،لگے ہاتھوں شیو اور شیوا لنگ کی کہانی کے کچھ روپ سن لیں۔

شیو مہاپوران میں شیو کے بارہ مقامات پر استادہ نمایاں لنگ اور ان پر قایم مندروں کا ذکر ملتا ہے،اس لنگ کے جلوے ،مظاہرے اور اسکی داستانیں بڑی کتھاوں میں ذکر کی گئی ہیں بلکہ ،شیوا پوران میں اسکا کافی ذکر ملتا ہے،راون و گنیش میں ایک حیلہ بازی کا قصہ بھی لنگ کی تنصیب کی بابت پورانوں میں ملتا ہے،مہا بھگوت پوران ان کھیل تماشوں کے ضمن میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سکھ ساگر میں مکھن لال نے پاربتی کے ماضی کا ذکر دیوی ستی کے نام سے پہلے جنم میں کیا ہے کہ کیسے ستی نے باپ اور شوہر کے جھگڑے میں خود کو آگ کے سپرد کردیا تھااور شیو جی انکی لاش لیکر نگر نگر گھومتے پھر رہے تھے ،انکو نا اپنے تن کا پتا تھا نا من کا،ستی ستی کا جاپ کرتے پھرتے تھے،مابعد ہمالیہ دیوتا کے ہاں پارورتی ستی کے دوسرے جنم میں کے روپ میں پیدا ہوئی اور اسکا ووام مہادیو سے کردیا گیا۔

شیو کے مندروں میں شیو کی مورتی کی پوجا نہیں بلکہ اس کے لنگ (عضوتناصل) کی پوجا کی جاتی ہے اور شیو کے بارہ جیوتی لنگ مشہور ہیں ۔ یہ لنگ پاربتی کی یونی (نہم اندانی) میں استادہ ہوتا ہے ۔ اس کے متعلق جو شیو پران اور اسکند پران میں کئی کھتائیں (کہانیاں) ملتی ہیں ۔ یہ ساری کھتائیں فحش گوئی کا عملی مذہبی شاہکار ہیں اور ہم ان میں سے ایک کھتا بطور مثال سنا دیتے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ شیو لنگ آکر کار کیا بلا ہے اور کس قدر پر قوت مانا جاتا تھا۔

دیوملائی ایمانیات سے معلوم پڑتا ہے کہ ایک دفعہ جب ستی دیوی (پاربتی) اپنے باپ کے گھر گئیں جہاں یگیہ(قربانی) ہو رہا تھا ۔ مگر اس یگیہ میں انہیں اور مہادیو کو نہیں بلایا گیا تھا ۔ جب سیتا جی

کو پتہ چلا تو اپنے باپ راجہ دکش کے گھر گئیں اور باپ سے اس بات پر انکا تگڑا جھگڑا ہوا ۔ پاربتی غصہ میں آکر اسی ہون (الاؤ) میں کود کر جل مریں ۔ اس کے بعد شیو پریشانی میں پہاڑوں پر برہنہ گھومتے پھر رہے تھے ۔ پہاڑوں پر رشی اور منی عبادت کرنے کے لیے اپنے اپنے آشرموں اور مقاموں پر رہایش پذیر تھے ۔ چناچہ شیو کو برہنہ دیکھ کر ان کی عورتیں انہیں دیکھ کر شہوت سے مغلوب الحال ہوکر مہادیو سے لپٹ گئیں ۔

یہ دیکھ کر رشی اور منی سخت ناراض ہوئے اور شیو کوسخت سست قسم کی باتیں سنائیں،شراب وراپ یعنی بد دعا دے دی جیسے جاہل ،پاپی ، بے ایمان اور عاصی یہ کیا کرتا پھرتا ہے ۔ تو نے وید کے طریقہ کو ترک کرکے ہمارا دھرم کو بھی بھنگ کردیا ہے ۔ انہیں نے شیو کو شراپ دیا کہ تمارا لنگ کٹ کر پاتال میں چلا جائے،یہ کہتے ہی مہادیو کا لنگ کٹ کر گرا اور پاتال میں چلا گیا،واضح رہے کہ ہندو دیوملائی داستانوں کی رو سے رشی منی اور مرتاض سادھو ایسے طاقتور سمجھے جاتے تھے کہ دیوی ،دیوتا اور تری مورتی بھی انکے شراپ سے بچ نہیں پاتے تھے ایسا ہی معاملہ مہادیو کے ساتھ بھی پیش آیا وہ بھی تقدیر سے خارج نہیں تھے ۔

چناچہ

مہادیو کے لنگ کے کٹنے سے ان کی شکل اور زیادہ تباہ کن ،کراہت انگیز اور خوفناک ہوگئی اور تینوں لوک یعنی پرتھوی ، پاتال اور سورگ میں آفتیں آنا شروع ہوگئیں ۔ پہاڑ جلنے لگے ، دن میں ستارے گرنے لگے اور سارا نظام برہم ہوگیا ۔ منی ، رشی بھی ہریشان ہوگئے کہ آخر طیش میں آکر ہم بھائی لوگوں نے مہا دیو کو یہ کیسا شراپ دے دیا ہے، چناچہ رشی و منی اور دوسرے دیوتا وشنو کو لے کر مہادیو کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے پربھو! صاحب جی! ہم کو معافی دے دو ہم سے غلطی ہوگئی ہے، ہمیں معاف کردو ہم اپنا شراپ واپس لیتے ہیں اور اپنے وڈے اور وکھڑے لنگ کو پھر سے اپنے بدن سے پیوست کرلو ۔

مہادیو نے جلال میں آکر بڑی منطقیت سے کہا کہ بغیر عورت کے ہم کو لنگ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ دیوتاؤں نے عرض کیا کہ حضرت جی! ستی (پاربتی) جی نے ایک ابر پھر پھر ہماچل کے یہاں جنم لیا ہے[245] ۔ اور وہ پھر سے تمہاری بیوی بنے گی ۔ مہادیو نے سن کرکہا اگر تم سب ہمارے لنگ کی

---

[245] بیچارے بھولے ناتھ ویسے بھی اکثر قصوں میں دیر سے غیب تک رسای حاصل کرتے دکھتے ہیں،انکا جاسوسی کا نظام ذرا سست تھامعج

پوجا کرو تو پھر ہم لنگ کو لگائیں گے ۔ وشنو اور دوسرے دیوتاؤں نے کہا ہاں ہم سب تمہارے لنگ کی پوجا کریں گے۔

سب دیوتا پاتال میں گئے اور لنگ کی پوجا شروع کی ۔ اس سے مہادیو خوش ہوکر ان کے پاس آئے اور کہا ہم اس پرستش سے خوش ہوئے اور اب تم لوگ ہم سے وردان (انعام) مانگو ۔ سب دیوتاؤں نے کہا اب تینوں لوکوں (جہاں) کو سکون دو اور برایے مہربانی اپنا لنگِ اعظم اپنی جگہ واپس لگالو اور ہم آئندہ بھی اپنی بھگتی آپ پر نچھاور کرتے رہیں گے ۔ اس کے بعد شیو کا ایک پتھریلا تمثٰیلی لنگ بناکر اسے نصب کردیا گیا چناچہ شیو نے کہا کہ آئندہ سے تم سب اسی کی پوجا کیا کرو ۔ اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ ایک کروڑ لنگوں کو بناکر ساری دنیا میں پھیلا دیا گیا تاکہ لوگ ان لنگوں کی پوجا کیا کریں ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ چونکہ ہندووں میں شیو و نراین کے مقام کے غلبہ کے لئے بھگتوں میں تصادم ہمیشہ جاری وسای رہتا ہے،ہر ایک کا مہا بھگت اپنے دیوتا کو دوسرے سے عظیم جانتا ہے لہذا باہمی مقابلہ بازی کے لئے پورانوں اور ساگروں کو نئے نئے مذٰید قصوں سے مزین کیا جاتا رہاہے،چناچہ شیو لنگ کی بہت سی کتھائیں موجود ہیں جیسا کہ ایک قصہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

جب شیو کا لنگ کٹ کر پاتال میں جاگرا اور تینوں لوکوں کا نظام بگڑ نے لگا تو دیوتا پریشان ہوکر دیوی پاربتی کے پاس آئے اور اُنھیں ساری کتھا سنائی اور دیوی پاورتی سے مدد چاہی تو دیوی پاورتی نے اس لنگ کو اپنی یونی (نہم اندانی) میں دھارن (پیوست) کرلیا ۔ اس طرح تینوں لوکوں کا نظام درست ہوا ۔ اس لئے شیو مندروں میں لنگ کو یونی میں پیوست دیکھایا جاتا ہے ۔ بلکہ عموماً کسی ایسے شیو لنگ کی پوجا نہیں کی جاتی ہے جو یونی میں پیوست نا ہو۔

بھارت میں لنگ پوجا کے ساتھ ساتھ پاربتی کی یونی کی پوجا بھی کی جاتی ہے اور یونی کا سب سے بڑا مندر آسام میں گوہاٹی کے مقام پر موجد ہے جہاں پاربتی کی یونی بنی ہوئی ہے ۔ ایک روایت کے مطابق جب ستی(پاربتی) اپنے باپ کے گھر چل کر مر گئی تھی تو شیو اس کی جلی ہوئی لاش لیے لیے پھر رہا تھا ۔ جس سے تینوں لوکوں کا نظام برہم ہوگیا تھا ۔ اس پر وشنو نے اپنے چکر مار کر اس لاش کے باون ٹکڑے کردیے تھے اور جو ٹکرا جہاں گرا وہاں ایک مندر بنا دیا گیا ۔ چونکہ یہاں پاربتی کی یونی گری تھی لہذا یہاں یونی کا مندر بنا دیا گیا ۔

بھارت میں چونسٹھ یوگنیوں کی پوجا ہوتی ہے ۔ انہیں بعض جگہ کالی کی شکتیاں اور بعض جگہ الگ دیویاں بتایا گیا ہے ۔ ان کے چہرے عورتوں کے علاوہ مختلف جانورں کے ہوتے ہیں ، یہ بھی بے لباس ہوتی ہیں اور ان کے نچلے حصہ کی ستر پوشی کسی زیور سے کی جاتی ہے ۔ اوڑیسہ کے مشہور جگن ناتھ مندر میں کنواریوں لڑکیوں کو وہاں پجاریوں کے پاس برہنہ پندرہ دن تک رہنا پرتا ہے ۔ دلچسپ بات یہ ہے ان کہ پاس رہنے کے لیے لڑکیاں دور دور سے کثیر تعداد میں آتی ہیں اور اس کے لئے لڑکیوں کو کافی عرصہ انتظار بھی کرنا پڑتا ہے ۔ مگر میں تاحال یہ نہیں معلوم کر سکا ہوں کہ آخرکاریہ لڑکیاں کس رسم کے تحت یا کسی منت کی وجہ سے برہنہ رہتی ہیں،یا پھر بس سنی سنائی بات کے سوا کچھ نہیں ہے؟ ۔

اسی طرح ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حالت ابتری میں وشنو اور برہما میں باہمی عظمت وبڑائی کا مقابلہ شروع ہوگیا،دونوں نے ایک نو پیدا شدا(شیو؟) لنگ کی اونچائی و گہرائی ناپنی چاہی مگر دونوں ہی اسکی ابتدا و انتہا ناپنے سے قاصر رہے ،اصل میں وہ لنگ مارکیٹ میں نئے نووارد شدہ دیوتا کا لنگ تھا جسے سب مہا دیو کے نام سے یاد کرنے والے تھے اور،جو درحقیقت دونوں کو آزما رہا تھا،چناچہ برہما نے آسمانی گائے سے یہ جھوٹی گواہی دلوائی کہ اس نے اس لنگ کی انتہا پالی ہے، مگر دوسری طرف اس گائے نے دو متضاد کام سرانجام دئے یعنی اول موصوفہ نے سر سے اقرار کیا دوسرا دم سے انکار کیا، یوں ہندووں کے ہاں دم اور گوبر معزز ٹھرے ،چونکہ وشنو نے تسلیم کرلیا تھا کہ وہ عاجز آگیا ہے لہذا مہا دیو نے اسکی پوجا برقرار رکھی اور برہما کی پوجا جھوٹ کے سبب ملنے والے شراپ کے سبب متروک ہوگئی۔

آپ لوگ بخوبی کام سوتر،تانتر ودیا،کوک شاستروں،پورانوں سے جنس کی بابت بہت مزے مزے کی داستانیں سن سکتے ہیں۔اسی طرح شیو بھگتوں نے شیو کی بڑائی کےلئے جو قصص گھڑے ان میں ایک مہان قصہ میں ذکر ملتا ہے کہ ایک دفعہ پاربتی جی کا شیو جی سے ملاپ کا من ہوا تو شیو کے نزدیک ہو گیئں وہ شاید حسب معمول دھیان میں مشغول تھے ، جبھی طیش میں آگئے ۔لہذا ماتا پاربتی نے جب اور زیادہ نٹ کھٹ پنا دکھایا تو شیو جی کا عضو انکو لیکر آسمان سے بھی بلند ہوتاگیا، جس پر پاربتی جی پھنسی پڑٰی تھیں چناچہ انہونےآسمان سر پر اٹھالیا پھر پاربتی کے دیوتا بھائی وشنوجی نے انکی سفارش کرکے انکو نجات دلوائی،یعنی مندری تجسیمی مثل نگاری کے پیرائے میں کہہ سکتے ہیں کہ شیو اور پاربتی کے قصص لنگ سے شروع ہوکر یونی میں غایب ہوجاتے ہیں۔

مگر ناری پالیٹکس والی متعصبی نوپور جی کو اپنی ماتا کا یہ اپمان سرے سے اپمان ہی نہیں لگتا ہے، کیونکہ یہ سب کارنامے سرانجام دینے والا بابا شیو ایک تو انکا من پسند دیوتا ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس نے یہ سب کھیل تماشہ اپنی زوجہ کے ساتھ ہی کیا تھا،اگر ستی اور اسکے دوسرے جنم پارورتی کو دیکھیں اور ایک کم سن ہمالہ پتری کا صدیوں سے زندہ فرد سے وواہ دیکھیں تو دونوں کی عمروں میں کسی بالغ النظر فرد کو انکی آسمان و زمین کا فرق دکھے گا۔

مگر یہاں لنگ پرواز پر نوین کمار جندل جیسوں کو دیوی کا بالتکار ہوتا سرے سے نہیں دکھا ہے،کیونکہ وہ انکے نیٹو دیوی دیوتا ہیں ،اسی طرح مہا برلے اور سمندر منتھن کے دوران لکشمی کی نئی پیدایش اور وشنو سے نئے روپ میں وواہ میں بھی ہندووں کو صدیوں سے زندہ دیوتا اور کم عمر لڑکی کا وواہ بھی تنقید کے قابل نہیں دکھا ہے اور یہاں نا ہی انکو ناری اپمان اور ہیومن رایٹس ڈسکورس سرے سے یاد رہتا ہے؟

اگر آپ ان پورانی جعلی قصے کہانیوں کو دیکھیں جو بھگتوں نے گھڑ کر اپنی کتب میں شامل کردئے ہیں تو آپکی عقل حیران و پریشان ہوجائے گی،بلکہ دنگ رہ جائگی،اور آپ جنسی معاملات کی ہندو مذہب میں اہمیت کے قایل ہوجائیں گے۔ جبکہ انکے برخلاف ہم عایشہؓ کو ایک انسان اور زوجہ النبیﷺ مانتے ہیں انکی تری دیویوں کی طرح پوجا نہیں کرتے ہیں۔چناچہ تحقیقی طور پر ان لوگوں کو عایشہؓ اور نبی اکرمﷺ کے نکاح میں اس دور کے سماج،قانون،ثقافت اور شریعت مخالف کوئی نازیبا بات صحیح سند ، متن اور تحقیقی طور سے ان افراد کو ڈھونڈھنےسے بھی نہیں مل پائے گی،جبکہ اگر برہما کے قصے سے مہا دیو تک کے قصص کو بطور مثال و تحقیق دیکھیں جو ان لوگوں کے نزدیک قابل پرستش سمجھے جاتے ہیں تو تو باشعور لوگوں کو لازمی افسوس ہوگا کہ ایک باہمی رضا مندی کا عرف زمانہ پر مبنی نکاح تو نسائیت پرستوں کو ناگوار گزرا مگر اپنے دیوتاوں کی حرکات و سکنات پر منھ میں گھگیاں ڈال کر بیٹھنا انکے نزدیک سرے سے کوئی بری بات ہی نہیں سمجھی جاتی ہے۔

اب ہم ذرا اس معاملہ پر ان عظیم خاتون کا ذاتی بیان،موقف و تبصرہ بیان کرتے ہیں جنکی ذات قدسیہ کو لیکر بی۔جے۔پی۔نوین کمار اور نوپور شرما نسائی ہمدردی کا کھیل کھیل رہے تھے انکا اس بابت کیا موقف تھا۔ساتھ میں انکے اہل خانہ اور انکے تلمیذ نے جو ان سے بلسند سنا اور روایت کیا ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

تاکہ واضح ہو سکے کہ نوپور اور دیگر معترضین نے اول نا تو براہ راست حدیث کی کوئی مستند کتاب پڑھی و دیکھی تھی اور نا اصل روایت کی جزیات و کلیات سے آگاہ تھے،نوپور نے ایک ویڈیو میں تاثر دیا تھا کہ اس نے بڑی تحقیق سے بات کی ہے اگر کوئی اسکی اصلاح کرے تو وہ مان لی گی،اول بات یہ ہے کہ وہ انتشار پسند اور انتشار پھیلانے والی عورت ہے،اور یہ دونوں کام وہ بخوبی کرچکی ہے،دوسری بات یہ ہے کہ اگر تحقیق کی بھی تھی تو اس نے کہاں سے کونسی تحقیقی کی تھی،یہ اس نے بتایا نہیں بلکہ اس نے ایک جنرل تاریخی پرسیپشن کو یوٹلایزڈ کیا ہے جو مسلمانوں میں مقبولِ عام ہے وہ یہ ہے کہ ان مسلمانوں کے نبیﷺ نے چھ سال کی کم عمر بچی سے نکاح کیا تھا۔

مگر ،جذبات میں آکر مہا دیو کے لنگ کے دفاع میں موصوفہ پٹری سے اتر کر عول جلول بکنے لگیں اور پکار اٹھیں کہ محمد ﷺ نے دیکھو چھ سال کی بچی سے شادی کرلی تھی مگر یہ بات کھا گئیں کہ وہ بچی چھ سال کی عمر میں رخصت نہیں کی گئی تھی، آخروہ اپنی خود ساختہ تحقیق کے نفس مضمون سے کیا ثابت کرنا چاہتی تھی؟،اگر وہ یہی تحقیق لنگ کے قصوں اور اس کے مختلیف منادر پر کرلیتی تو موصوفہ کو خود کی یہ قابل اعتراض باتیں خود کے اپنے مذہبی اقدار و قصص سے میل کھاتی معلوم پڑتیں؟ ، ویسے تو موصوفہ تحقیق عمر عایشہؓ پر کرنے کی دعوے دار تھیں اور بحث میں الٹا لنگ کو مسجد میں نصب کرکے مندر بنانے کے لئے جھگڑنے جا پہنچیں ؟۔

مسجد میں لنگ کی تنصیب کرکے مندر بنانے کی بحث میں یہ ذکر اگر بالغ نظری سے دیکھا جائے تو سرے سے آوٹ و کونٹیسکٹ لگتا ہے،یعنی خاتون سرے سے سیاق و سابق سے ہٹ کر خالی خولی الزام تراشی پر اتر آئی تھیں ، وہ کل بحث میں یہ بتاتیں کہ کیا وہاں مہا دیو یا پارورتی کے نکاح سے متعلق کوئی معاملہ زیر بحث تھا؟ جو موصوفہ نے الزامی طور پر جواباً یہ بات کہی تھی یا پھر دوسری طرف انکے سیاسی والد نوین کمار جندل نے کیوں غیر متعلقہ بحث میں اسکی غلط بات اور بتمیزی کا ناصرف دفاع کیا تھا؟ بلکہ خود بھی باولا ہوگیا تھا۔کیا اسے ہم کسی طرح بھی ریسرچ بیسڈ ڈیبیٹ کہہ سکتے ہیں؟،اگر وہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ چھ سال کی بچی سے نکاح کیا تو محترمہ روایت میں نکاح کا ذکر آیا ہے شب زفاف کا قصہ بیان نہیں ہوا ہے،جبکہ رخصتی تین سال بعد ہجری میں نو سال کی عمر میں ہوئی تھی ،اس میں بھی ذکر نہیں ملتا ہے کہ شب زفاف ہوئی تھی یا نہیں،پردہ کا گرنا اور حجرہ میں خلوت کے ہونے کی سرے سے یہ واضح معنی و مفہوم لینا بھی دور از کار بحث سمجھی جاسکتی ہے ،اور اگر ایسا ہوبھی گیا تو کونسی بڑی گھمبیر محزب اخلاق بات تھی؟یہ تو شرعاً،قانوناً اور عرفاً جایز اور

حلال امر تصور کیا جانا چاہئے تھا، ہمیں نکاح کے بعد اتنا معلوم ہے کہ انکی والدہ تین سالوں تک انکی جسمانی نمو و بالیدگی کے لئے انکی خوراک ،تربیت کا اہتمام کرنے میں مشغول تھیں۔

عایشہؓ اور نبی اکرمﷺ کے باہمی نکاح کی حقیقیت:

نبی اکرم ﷺ ایک بڑے مصروف انسان تھے،آپکو جنسی تعلق سمیت دل لگی کے معاملات کے لئے اتنا وقت میسر نہیں تھا جیسا نوپور اور انکے ہمنوا خیالوں کی پرواز سے سمجھ بیٹھے ہیں،حلانکہ آپکی جنسی قوت لاتعداد مردوں سے زیادہ تھی، پھر بھی جنسی سرگرمی کی جگہ آپﷺ رات بھر نماز و تلاوت وقران میں مشغول رہا کرتے تھے، ساتھ ساتھ درمیان میں آپﷺ نیند بھی لیتے رہتے تھے اور اپنی زوجاوں کی خیر و خیریت بھی معلوم کرلیا کرتےتھے، اسکے علاوہ امت کی امامت،امارت ،قضا و جھاد کے معاملات الگ تھے،جیسا کہ دیکھا جاسکتا ہے کہ خدتیجہؓ کے سوا اپکی اولاد کسی زوجہ سے نہیں ہوئی تھی،حلانکہ اہل عرب کے ہاں سو سال کی عمر تک مردوں کے لاتعداد نکاح اور چالس بچاس اولادیں ہونا کوئی تعجب کی بات نا تھی۔

جبھی ایک اتنی کم عمر بچی سے شادی کرنا کہ جسکی جنسی و جسمانی نمو نا ہو تو ایک مرد اسکی طرف کیسے نگاہ کریگا،اصل میں عایشہؓ اور نبی اکرمﷺ کا نکاح ایک بشارت کے سبب ہوا تھا،چونکہ نبی اکرمﷺ نے عایشہؓ کو پیدایش کے وقت غالباً نہیں دیکھا تھا جبھی آپﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ جو بچی کپڑے میں لپٹی انکو نظر آرہی ہے وہ صدیقہ کاینات ہیں،مگر جیسے جیسے صدیقہؓ بڑ ہوتی ھئیں انکے اخلاق ،کردار اوصاف واضح ہونے لگے ،وحی انکے بستر میں اترنے لگی تو نبی اکرم ﷺ جان گئے کہ یہی وہ بچی تھی جسکی بشارت مجھے خواب میں ہوئی تھی،چناچہ مابعد آنے والی روایت واضح کریگی کہ صدیقہ سے نکاح کی تحریک و پیشکش آپ ﷺ کو خولہ بنت حکیمؓ زوجہ عثمان بن مظعونؓ نے دی تھی،بلکہ روایت سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے سودہؓ اور عایشہؓ سے نکاح کے باوجود تین سال تک اپنے بچوں کو جو کم عمر تھے کہ سبب سودہؓ کو گھر میں رکھا ہو اتھا ، ناکہ صدیقہ کاینات کو رخصتی کے ساتھ گھر لے گئے تھے، کیونکہ وہ بھی اس دوران آپﷺ کے بچوں جیسی کم عمر تھیں، چناچہ جب وہ باشعور اور جسمانی ہیت میں قابل زوج ہوگئیں تو آپکی والدہ محترمہ ام رومانؓ کی جانب سے اپکی رخصتی معرض وجود میں آگئی ،ہجرت مدینہ کے مابعد جب ام رومانؓ والدہ عایشہؓ نے انکی

کھلائی پلائی و تربیت کامل کردی تو انکو خود نبی اکرمﷺ کے گھر رخصت کرکے بھیج دیا گیا یہ ساری تفصیل بلسند ذٰیل میں بیان کی جائیگی۔

،جبھی کسی ایک روایت سے یہ تاثر نہیں ملا کہ نبی اکرمﷺ نے ابوبکرؓ یا ام رومانؓ سے ذکر کیا ہو کہ میری زوجہ کو جلد رخصت کردو،بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی ام رومانؓ و ابوبکر ؓ کی ذاتی کوشش و حکم سے ہوئی تھی، ظاہر ہے جب انہونے دیکھا بچی شب زفاف کے قابل ہوگئی ہے تو انہونے رخصت کردیا،ان روایتوں میں کہیں ڈھونڈھنے سےبھی یہ ذکر نہیں ملتا ہے کہ عایشہؓ نے رخصتی سے منع کردیا ہو،یا انھیں نبی اکرمﷺ سے نکاح ناپسند ہو،نوپور جی شریعت محمدی کی رو سے نابالغ کا وہ نکاح قابل تنسیخ ہوتاہے جو عقل و شعور کے دور میں لڑکی ختم کرنے کا مطالبہ کرے،اگر عایشہؓ کو نبی اکرمﷺ غیر محبوب ہوتے تو آپ نبی اکرمﷺ سے بھتان طرازی سے واقعہ افک تک راستہ الگ کرلیتیں،بلکہ ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے عایشہؓ سمیت تمام امہات المومنین نے نبی اکرمﷺ کی زوجگی کو دنیاوی آسایش پر ترجیح دی تھی،اسی طرح نوین کمار جندل کا کہنا کہ بچی کا ریپ یا نعوذٌ باللہ بالاتکار کیا تھا،نوین جی کیا اپ نے بھی اپنی زوجہ کا بالتکار کیا تھا جو اپکے ذہن میں وہ بات آگئی جو صدیقہؓ اور کسی بھی راوی سے ثابت نہیں ہے۔اپنی بیوی سے جنسی تعلق کو تو کوئی مصف مزاج ملحد بھی بالتکار نہیں کہے گا،یہ نئ دلیل یا خود ساختہ الزام آپکی ذہنی اپج کی علامت ہے، اگر آپ اس الزام کے ثبوت میں کل ذخیرہ حدیث و تاریخ سے ایک بھی صحیح و غلط قصہ یا اثر ثابت کردیں تو آپکو مان لینگے۔

چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عروہ بن زبیر ؓ جنابہ صدیقہؓ کے بھانجے تھے،یعنی ابن زبیرؓ کے بھائی اور اسما بنت ابی بکرؓ کے بیٹے تھے،وہ بیان کرتے ہیں کہ:

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلاَثِ سِنِينَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهْىَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهْىَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

ترجمہ:

مجھ سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ، انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا ، ان سے ہشام نے ، ان سے ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت سے تین سال پہلے ہو گئی تھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے آپ کی وفات کے تقریباً دو سال بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی جب رخصتی ہوئی تو وہ نوسال کی تھیں۔[246]

یعنی یہ کہ یہ حدیث کہنے کو مرسل ہے مگر اصل میں موقوف موصول ہے اور حکم کے لحاظ سے وہ اسے انکا نام ذکر کے بغیر مروی مرفوع ہے،کیونکہ سیدہ کے بھانجے ان سے سن کر روایت کررہے ہیں ، لہذا یہ روایت اپنے شواہد و متابع بھی رکھتی ہے،مسند احمد کی تفصیلی حدیث عایشہؓ جسے ہم حدیث خولہ بنت حکیمؓ بھی کہتے میں بھی بیان ہوئی ہے۔

عروہ کے بیان کی مرفوع تائید خود بخاری کی عایشہؓ سے مروی حدیث میں ہوتی ہے جس میں عایشہؓ اپنے نکاح و رخصتی کا ذکر کرتی دکھتی ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عروہ کا ماخذ بھی انکی خالہ عایشہؓ تھیں،چناچہ ذیل کی حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے:

حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ـ رضى الله عنها ـ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ، فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِي فَوَفَى جُمَيْمَةً، فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبُ لِي، فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا لاَ أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي فَأَخَذَتْ بِيَدِي حَتَّى أَوْقَفَتْنِي عَلَى باب الدَّارِ، وَإِنِّي لأَنْهَجُ، حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي، ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَأْسِي ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ. فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلاَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ضُحًى، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

ترجمہ:

مجھ سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا ، کہا ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا ، ان سے ہشام بن عروہ نے ، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح جب ہوا تو میری عمر چھ سال کی تھی ، پھر ہم مدینہ (ہجرت کر کے) آئے اور بنی حارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا ۔ یہاں آ کر مجھے بخار چڑھا اور اس کی وجہ سے میرے بال گرنے لگے ۔ پھر مونڈھوں تک خوب بال ہو گئے پھر ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں ، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی انہوں نے مجھے پکا را تو میں حاضر ہو گئی ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ ان کا کیا ارادہ ہے ۔ آخر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر

[246] بخاری:٣٨٩٦

گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا اور میرا سانس پھولا جا رہا تھا ۔ تھوڑی دیر میں جب مجھے کچھ سکون ہوا تو انہوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر پھیرا ۔ پھر گھر کے اندر مجھے لے گئیں ۔ وہاں انصار کی چند عورتیں موجود تھیں ، جنہوں نے مجھے دیکھ کر دعا دی کہ خیر و برکت اور اچھا نصیب لے کر آئی ہو ، میری ماں نے مجھے انہیں کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے میری آرائش کی ۔ اس کے بعد دن چڑھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا میری عمر اس وقت نو سال تھی۔[247]

مندرجہ ذیل حدیث ہم دیکھتے ہیں کہ عروہ سے انکے بیٹے ہشام بن عروہ نقل کرتے ہیں اور وہ خود اسے اپنے والد کے ذریعہ سے عایشہؓ تک مرفوع کرتے ہیں،یہ روایت بلراست عمدہ سند و متن سے بنا غرابت و اختلاف وضاحت و صراحت سے ہجرت مدینہ کے بعد عایشہؓ کی سرگرمیوں اور رخصتی کا مختصر حال بیان کرتی دکھتی ہے،اس میں صاف عایشہؓ کا مدینہ میں آکر بیمار ہوجانا، صحت مند ہونا،بالوں کا گھنا اور بڑا ہونا اور انکی رخصتی کا معاملہ بیان کیا گیا ہے۔

عایشہؓ خود یہ ایک اور حدیث میں بیان کرتی دکھتی ہیں کہ نبی اکرمﷺ کو اللہ کی جانب سے ان سے نکاح کا الہام ہوا تھا،یعنی عایشہؓ اور نبی اکرمﷺ کے نکاح اللہ کی تائید و حمایت حاصل تھی جیسا کہ عروۃؒ ان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ:

حَدَّثَنَا مُعَلًّى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ـ رضى الله عنها ـ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهَا " أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ، أَرَى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ وَيَقُولُ هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْ عَنْهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمْضِهِ ".

ترجمہ:

ہم سے معلی نے بیان کیا ، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا ، ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو ۔ میں نے دیکھا کہ تم ایک ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو اور کہا جا رہا ہے کہ یہ

[247] بخاری:۔۳۸۹۴۔مسلم:۱۴۲۲۔

آپ کی بیوی ہیں ، ان کا چہرہ کھولئے ۔ میں نے چہرہ کھول کردیکھا تو تم تھیں ، میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ خود اس کو پورا فرمائے گا ۔[248]

آپ غور کریں کہ نبی اکرمﷺ اور عایشہؓ میں کیسی محبت تھی اور نبی اکرمﷺ نے جو بات ابوبکرؓ سے بیان نہیں کی تھی وہ اپنی زوجہ محترمہ کی بلوغت پر ان سے بیان کردی اور دونوں میں کتنی بلا کی کمال کی باہمی محبت و الفت قایم و دایم تھی،اس پوری بحث سے کہیں بھی نوین کمار جندل کے بالتکاری الزام کا ثبوت میسر نہیں آپاتا ہے۔ بلکہ مسلم و بخاری کی حدیث سے معلوم پڑتا ہے کہ نبی اکرمﷺ عایشہؓ کو کھیلنے کودنے اور سہیلیوں سے ملنے اور انکے گھر میں آنے جانے سے بھی نہیں روکا کرتے تھے،جیسا کہ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ . تَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: وَكَانَتْ تَأْتِينِي صَوَاحِبِي فَكُنَّ يَنْقَمِعْنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ[249]

ترجمہ:

عبدالعزیز بن محمد نے ہشام بن عروہ سے،انھوں نے اپنے والد سے،انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں،کہا:اور میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں،وہ رسول اللہ ﷺ کی (آمد کی) وجہ سے(گھر کے کسی کونے میں)چھپ جاتی تھیں،کہا:رسول اللہ ﷺ ان کو(بلا کر) میری طرف بھیج دیتے تھے۔

اب ہم نکاح کی اصل جزیات و کلیات کو مختصراً دیکھتے ہیں چناچہ عایشہؓ و سودہؓ کے نبی اکرمﷺ سے نکاح کا ماجرا امام ابن سعدؒ اور امام احمدؒ نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے،جسکو خلاصہ کچھ یوں ہے:

ابو سلمہ و یحییٰ سے مسند احمد میں مروی اس روایت کو علامہ شعیب ارناوطؒ نے مسند احمد کی تحقیق میں بلا حکم بیان کیا ہے،مگر اسکی سند کو اکثریت نے مقبول و حسن مانا ہے،چناچہ وہ جو کہتے ہیں اسکا اجمال کچھ یوں ہے:

---

[248] بخاری:۳۸۹۵۔
[249] مسلم :۲۴۳۰۔

جب خدیتجہؓ کا ارتحال ہوا تو مشہور صحابی عثمان بن مظعون (متوفی 2ھ/ 624ء) کی زوجہ خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دوسرا نکاح کر لیں؟۔ آپ نے فرمایا: کس سے؟ خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں۔

جس کو آپﷺ پسند فرمائیں اُسی کے متعلق گفتگو کی جائے گی ۔ فرمایا: وہ کون ہیں؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔ ارشاد ہوا: بہتر ہے تم اِن کی نسبت گفتگو کرو۔ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور اُن سے تذکرہ فرمایا ۔

ویسے دورِ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جس طرح سگے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، اِسی طرح عرب اپنے منہ بولے بھائی کی اولاد سے بھی شادی نہیں کیا کرتے تھے۔ اِس بنا پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: خولہ! عائشہ (رضی اللہ عنہا) تو آن(صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھتیجی ہے، آپ سے اُس کا کیونکر نکاح ہو سکتا ہے؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستفسار کیا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر ؓتو صرف میرے ازروئے دین بھائی ہیں[250] اور اِس قسم کے بھائیوں کی بیٹیون سے نکاح جائز ہے۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب یہ معاملہ معلوم ہوا تو اُنہوں نے فوراً پیغام نکاح کو قبول فرما لیا۔

لیکن واضح ہوکہ اِس سے قبل عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جبیر بن مطعم کے بیٹے سے طے ہوچکی تھی، اِس لیے اُن سے پوچھنا بھی ضروری تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جبیر سے جا کر پوچھا کہ تم نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت اپنے بیٹے سے کی تھی، اب کیا کہتے ہو؟ جبیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ جبیر بن مطعم کا خاندان ابھی اسلام سے آشنا نہیں ہوا تھا، اُس کی بیوی نے کہا: اگر یہ لڑکی (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا) ہمارے گھر آگئی تو ہمارا بچہ بے دِین ہو جائے گا (یعنی بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جائیگا)، ہم کو یہ بات ہر گز بھی منظور نہیں ہے۔[251]

---

[250] یعنی نبی اکرمﷺ نے منہ بولے رشتوں کی بیخ کنی کے شرعی حکم کی ابتدا زینب ؓسے مدنی دور میں نکاح سے قبل دور مکی کے اختتام میں ہی کردی تھی،مابعد مدینہ میں اسکی قرانی تنسیخ بھی نازل کردی گئی۔معج۔

[251] احمد:نسخہ مکتبہ:رحمانیہ:لاہور:ح:۲۶۲۸۸۔۔احمد:نسخہ:دارحیا التراث العربی:بیروت:۲۵۲۴۱:مسند عایشہؓ۔۔طبرانی کبیر:ح:۸۰،۵۷،۳۱،۳۰،۲۳:حسن لذاتہ۔۔ابن سعد:لاہور:ج:۲:صہ:۵۵ تا ۶۰۔

کم عمری کی اس شادی پر عایشہؓ کے میری ناقص معلومات کی روسے اوردو کے غالباً اولین اور مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک سید سلیمان ندوی ؒتبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

کم سنی کی اِس شادی کا اصل منشا نبوت اور خلافت کے درمیان میں تعلقات کی مضبوطی تھی۔ ایک تو عرب کی گرم آب و ہوا میں خواتین کی غیر معمولی نشوونماء کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوا کرتی ہے، اِسی طرح قد و قامت میں بھی بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے۔

انگریزی میں اسے پری کاکیش[252] بھی کہتے ہیں، بہرحال اِس کمسنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن سے اُن میں نشوونماء، ذکاوت، جودتِ ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔[253]

نوپور کو اسکے مذہبی تعصب اور اسلام مخالفت نے یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ کم عمر عایشہؓ سے انکے نبی اکرمﷺ سے نکاح کے ضمن میں کوئی زور زبردستی کی گئی تھی،وہ شاید اسلام کے ازواجی فقہی قانون سے بھارت کے جاھل مسلمانوں کے نکاحوں میں جبر کے سبب ناواقف ہے،مگر اس ضمن میں اہل علم سے جو بھارت میں کثرت سے علمائے دین کی صفوں سے تعلق رکھتے ہیں رجوع کرسکتی تھی۔

چناچہ یہ امر اس پر واضح کردیتا کہ اسلام جہاں ولی کو اولاد پر کچھ حقوق دیتا ہے وہیں اسے اولاد کی پسند نا پاسند کا خیال رکھنا بھی ضروری سمجھتا ہے۔کوئی بھی نکاح ایجاب و قبول کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا ہے۔اگر کم عمر لڑکی چاہے تو بلوغت کے دوران قاضی کی عدالت سے رجوع کرکے اپنے نکاح سے رجوع کرسکتی ہے،چناچہ نبی اکرمﷺ سے خود کئی ایسی کم عمر لڑکیوں کے نکاح انکی خواہش پر فسخ ہونا ثابت ہے،جنکو اپنے بچپن کی شادی اپنی مرضی و خواہش کے خلاف نظر آئی لہذا۔عایشہؓ چاہتیں تو وہ بھی ایسا مطالبہ پیش کرسکتی تھیں۔اسکے علاوہ انکو اور کل ازواج المطہرات کو دوسرا فسخ نکاح کا موقعہ آیت تخیر کے وقت ملا تھا مگر انہونے صاف کہہ دیا اس بابت والدین سے مشورہ بھی فضول ہے،میں آپﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔[254]

---

[252] precocious

[253] سید سلیمان ندویؒ:سیرت عایشہؓ:لاہور:صہ:۳٦۔

[254] احمد:نسخہ:رحمانیہ:لاہور:ح:۲۲۲۸۹،۲۳۹۹۲۔

عایشہؓ کی کل حیات ان سے مروی احادیث جنکی تعداد دو ہزار سے زاید ہے،چیخ چیخ کر انکی نبی اکرمﷺ سے عقیدت ومحبت اور دونوں میاں بیوی کی باہمی بے مثال انسیت کی عکاسی کرتی دکھتی ہیں، انھونے اپنے عمل،کردار اور ایثار سے ثابت کردیا کہ بڑی عمر کے کسی فرد کی کم عمر لڑکی سے شادی بھی بدیع النظر میں کامیاب و کامران رہتی ہے بلکہ اکثر و بیشتر یکساں عمر کے جوڑوں کے نکاح سے زیادہ بڑی عمر کے مرد سے کم عمر لڑکی کی شادی کامیاب رہتی ہے،یہ چلن اہل عرب میں تمام جدیدیت کے باوجود تاحال قایم و دایم ہے،یہ الگ بات ہے کہ ہندوستان و پاکستان میں سیکولرازم ،جمہوریت ،انسانی حقوق کے فلسفوں نے اب یکساں عمر کی شادی کا چلن پروان چڑھانا شروع کردیا ہے،لہذا عایشہؓ اور صحابہؓ کے جمیع تاثرات اس بات کے غماز نظر آتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ اپنے دور کے سب سے زیادہ حسین و جمیل،طاقتور و جامع الاخلاق و صفات انسان تھے، خود کسی نے عایشہؓ سے نبی اکرمﷺ کے اخلاق کی بابت دریافت کیا تو اس باعفت اپنے شوہر پر عاشق زوجہ نے کمال کا جواب دیا تھا بلکہ صاف فرمادیا تھا کہ کیا تم نے قران نہیں پڑھا ہے؟ ،صحابیؓ نے عرض کیا کیوں نہیں ؟تو فرمایا قران ہی نبی اکرمﷺ کا اخلاق ہے۔[255]

اب نوپور دل تھام کر سنے کہ عایشہؓ کا فتوی یہ تھا کہ کوئی عورت ولی کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی ہے،جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے والد ابوبکرؓ اور والدہؓ کو اپنا ولی جانکر اپنے نکاح کرنے پر انکا حق جایز و شرعی تصور کرتی تھیں۔

چناچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل، باطل، باطل (یعنی کالعدم) ہے۔"

اس حدیث کو سنن ابن ماجہ، ابوداود، ترمذی ،الام از امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر 10 کتبِ حدیث میں روایت کیا گیا ہے۔ اس صریح حدیث کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عائشہ کا عمل اس کے خلاف تھا جب کہ ایسا نہیں ہے، حضرت عائشہ کا طرزِ عمل پیچھے گزر چکا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی سند میں موجود امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی بابت یہ ذکر کیا ہے کہ انہیں اس کی روایت کرنا یاد نہیں رہا۔ جب کہ یہ حدیث دیگر ایسی سندوں سے بھی مروی ہے جن میں

---

[255] مسلم:ح:٧٤٦۔احمد:٢٣٣٢٣۔۔ابو داود:١٣٤٢۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ ہی سرے سے موجود نہیں ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی بابت یہ بات جس جگہ مذکور ہے، اس کی روایت بذاتِ خود بھی درست نہیں کیونکہ اس میں شاذ کونی نامی راوی ضعیف ہے۔ ۔[256]

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ، ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اجمال اس بحث کا یہ ہے کہ اول تو نکاح عایشہؓ جنابہ صدیقہؓ کی نگاہ میں جایز و درست نکاح تھا،لہذا انھونے کبھی اسے زبردستی کا معاملہ تصور نہیں کیا تھا اور نا ہی انھونے اپنے نبی اکرمﷺ سے چھ سال کی عمر کے نکاح پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا تھا ساتھ ساتھ نا ہی انھونے اپنی نو سال کی رخصتی کو کبھی بھی زندگی کے موڑ پر معیوب جانا تھا،یا ان سمیت کسی بھی صحابہ کرام و کفار کی جماعت کے کسی فرد نے اسے عرب روایات و عرف کے منافی جاناتھا،نا انکی اس ضمن میں کسی بحث سے کہیں یہ تاثر ملا کہ نبی اکرمﷺ نے زبردستی کرکے عایشہؓ سے تعلق قایم کرنا چاہا تھا۔

یعنی شوہر کا بیوی کی رضا مندی کے بغیر اس سے زبردستی جماع کرنا یعنی میریٹل ریپ نامی کسی شہ کا بھی کوئی ثبوت و الزام بھی کسی قسم کی روایت میں نہیں ملتا ہے۔چناچہ اس قسم کے فضول الزامات اور تنقیدیں ان بی۔جے۔پی کے متعصب ہندووں کی ذہنی اپچ کے ماسوا کچھ نہیں ہے،ان لوگوں کی دل جان سے بس یہ کوشش ہے کہ اپنے فاسد افکار و عقاید پر نقد کرنے کا مسلمانوں کو سرے سے کوئی موقعہ ہی نا دیا جائے بلکہ الٹا ان پر اتنا خوف قایم کردیاجائے کہ انہیں اپنے دین پر شک ہونے لگے، اور نتیجتاً یا مقابلتاً یہ خود اپنے دین پر ہی شک کرنے لگیں ، جس کے نتیجے میں انھیں ہندو ازم پر نقد میں اپنی اور اپنے اہل خانہ کی موت دکہنے لگے،اور بلآخر یہ لوگ بھی اپنا دین چھوڑ کر وسیم مرتد جیسے بن جائیں ،اور ان ہندو دھرم والوں کے ذاتی مذہبی سقم و گناہ چھپے رہیں۔اور مسلمان ان پر بات کرنے سے قبل بھی ہزار بار سوچیں۔

---

[256] حافظ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری: 191/9

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اسلام زور زبردستی کی شادی کو نا تو پسند کرتا ہے اور نا ہی قبول کرنے کے حق ہے،چناچہ اس ضمن میں ایک روایت ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو السَّقْرِ يَحْيَى بْنُ يَزْدَادَ الْعَسْكَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرُّوذِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتایا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے جب کہ وہ (اس رشتے سے) ناخوش ہے۔ نبی ﷺ نے اسے (نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دے دیا۔[257]

حافظ عمران ایوب لاہوری فقہ الحدیث میں لکھتے ہیں کہ:

یہ اجازت صرف کنواری بالغہ یا بیوہ بالغہ سے لی جائیگی ،جبکہ نابالغہ سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، جیساکہ ابوبکرؓ نے عایشہؓ کا نکاح اس وقت کردیا تھا جب وہ چھ سال کی تھیں۔[258]

اس بحث سے دو باتیں معلوم پڑتی ہیں کہ:ایک یہ کہ بالغہ چونکہ خود فہم ،باشعور با اختیار ہوتی ہے،جبھی اسکی درخواست پر ولی کا زبردستی کیا گیا نکاح قاضی یاعدالت ختم کرسکتے ہیں،دویم یہ کہ نابالغہ کا ولی کا کیا گیا نکاح جایز و شرعی مانا جاتا ہے،تیسری بات یہ کہ یہ نابالغہ لڑکی بالغ ہوکر بچپن کے نکاح کے فسخ کے لئے قاضی یا عدالت سے رجوع کرسکتی ہے،جیسا کہ اس بحث کی دلیل مذکورہ بالا ابو داود و ابن ماجہ کی حدیث سے نکلتی ہے،جیسا کہ اکثر روایتوں میں ذکر پایا جاتا ہے کہ اس لڑکی یا دوسری لڑکی کی جسکا نکاح کم عمری میں ہوا تھی کی شکایت پر نبی اکرمﷺ نے اسے علیجدگی کا حق دے دیا،ایک روایت میں ذکر ہے اس لڑکی کا نکاح ختم کردیا گیا،ایک دوسری روایت میں لڑکی نے فسخ نکاح کا سنکر کہا میں بس یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میرا کیا حق ہے،میں نکاح برقرار رکھتی ہوں۔

مذکورہ بالا حدیث کو علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔

چناچہ اس کل بحث و دلایل سے واضح ہوتا ہے کہ نوپور شرما اور بی۔جے۔پی کو کل معاملہ کی جزیات وکلیات کو کچھ معلوم نہیں ہے۔انکا اصل مدعا مسلمانوں کے نبی پر اعتراض کرکے شیو مندر کی بحث سے توجہ ہٹانا تھا،اور وہ اس ضمن میں یا تو اپنے دھرم و تاریخ میں موجود مماثل مواد سےنا واقف تھی

---

[257] ابن ماجہ:۱۸۷۵۔صحیح ابو داود:۱۸۴۵۔۔احمدجـ۱صت۲۷۳۔۔دارقطنی:جہ۳:صہ:۲۳۴۔کتاب النکاح فی جمیع السنن ۔

[258] حافظ عمران ایوب لاہوری:فقہ الحدیث:ج:۲:صہ؛۱۲۵،فقہ الحدیث پبلیکیشنز:لاہور:۲۰۰۴۔۔بخاری:کتاب النکاح:باب انکاح الرجل ولدہ الصغار:حہ:۵۱۳۲۔مسلم:۱۴۲۲۔

یا اسکی منکر تھی،یا وہ سب جانکر بھی بس الزام تراشی و انتشار سے اصل مدعے سے لوگوں کی توجہ بھٹکانہ چاہتی تھی،جیسا کہ دیکھا جاسکتا ہے، کہ مسجد میں لنگ کی تنصیب کرکے اسے مندر بنانے کا معاملہ نوپور کی گستاخی کے معاملہ میں چھپ کر پس پشت چلاگیا ہے۔

اسکے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نوپور کا عایشہ ؓ کی بحث کے نفس مضمون سے واقفیت و تحقیق کا معاملہ بھی ادھورا سچ تھا،نوپور شرما اور بی۔جے۔پی نے ایسا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عالم بالا سے انھونے عصر حاضر میں عایشہؓ کے وکیل ہونے کی اجازت حاصل کرکے یہ کھیل تماشہ رچانے کی کوشش کی ہے۔

اسکا فیصلہ کرنا باقی نوپور کی سیتا کو رام سے جیسی محبت تھی،عقیدت تھی،وہ سچ ہے یا افسانوی قصہ ہے، ،رام و سیتا حقیقت میں موجود تھے یا نہیں اسکا تو فیصلہ کرنا تحقیق کا محتاج ہے، مگر وجود عاشیہؓ اور وجود نبویﷺ ایک حقیقت ہیں ،چناچہ عایشہؓ اور نبی اکرمﷺ کا باہمی حب و محبت کا ناطہ ایک مذہبی،اسنادی تاریخی حقیقیت ہے جسکا انکار سورج کے نظام شمسی میں ہونے کے انکار کی مانند انکار جیسا تصور کیا جاسکتا ہے ہے۔لہٰذا اگر مذکورہ بالا آثار شریعہ اور اسلام کے ازواجی قانون کی جمیع دلایلی روح اور فریم ورک سے یہ امر واضح ہے کہ اسلام مرد کو فسخ نکاح کا حق بشکل طلاق عطا کرتا ہے اور عورت کو یہ حق بہ شکل خلع عطا کرتا ہے،اس بحث میں یہ دونوں حالتیں سرے سے مفقود ہیں،نبی اکرمﷺ اور عایشہؓ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی کبھی ایک دوسرے کے خلاف ایسا کوئی قطع تعلق کا معاملہ کرنے کا کبھی نہیں سوچا تھا ،اسکے علاوہ عایشہؓ اس دنیا میں اللہ کے بعد جس سے انسان سب سے زیادہ عقیدت رکھتی تھیں،جسے سب سے زیادہ چاہتی تھیں وہ انکے شوہر نبی اکرمﷺ تھے اور انکے بعد انکے والد صدیق اکبرؓ آتے تھے،اس کم عمری کی شادی کے ضمن میں ہمیشہ انھونےباپ و شوہر ہر دونوں کے حق کو تسلیم کرکے نا صرف قبول کیا تھا بلکہ امت محمدیہ کی عورتوں کی سب سے فقیہ ،سب سےمحدث اور سب سے قابل خاتون قرار پائیں۔

اللہ رب العالمین کا یہ ہیچ مداں کمتر فرد و عبد شکار گزار ہے کہ مجھے اس معاملہ پر قلم اٹھا کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے قابل بنایا،اللہ اسے شکوک کے رفع میں دلیل و حجت بنائے۔آمین۔

اختتامیہ

اللہ رب العالمین کے فضل و کرم و احسان سے یہ ناچیز فقیر و حقیر محمد علی جنید اس قابل ہوا کہ نوپور شرما کے معاملہ سے لیکر ۲۰۲۳ کے اپریل تک اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچا پایا،درحقیقت کچھ ضروریات اور کچھ مخالفین کی دلی و نجی عنادیت اور کرم فرمائی کے سبب خاکسار کو یہ موقعہ میسر آگیا کہ اس تحریر پر کام کرسکے ،ڈین سوشل سائنس اور آرٹس۔جامعہ کراچی : ڈاکٹر نصرت ادریس صاحبہ نے ہم پر کرم فرمائی کرتے ہوئے خاکسار کا نام سابقہ سیمسٹر میں ان اساتذہ کی فہرست سے خارج کردیا جنکو مطالعہ پاکستان پڑھانا تھا، چناچہ موصوفہ کا مجھ سے اللہ واسطہ کا یہ قدیم بیر ،میرے لئے کافی ممد و معاون ثابت ہوا،زبان چلانے کی جگہ انھوں نے تحقیق کرکے کی بورڈ پر ٹایپ کرنے کا موقعہٗ اس ناچیز کو فراہم کردیا جس میں کافی عرصہ سے وقفہ آگیا تھا۔

اس تحریر کے اختتام پر بھی خبر موصول ہوئی کہ پھر انھوں نے اس عمل کو دوسرے سیمسٹر میں دوہرا کر ایک ریکارڈ بنانے کی کوشش کی ہے،ایسے عنایتں ہم پر دور طالب علمی سے دور تحقیق تک اکثر و بیشتر بیس سالوں میں گاہے بہ گاہے مختلیف اطراف و اکناز سے ہوتی رہی ہیں ،چناچہ اسی دوران خاکسار کو یہ موقعہ میسر آیا کہ فراغت میں ایک تو رکے ہوئے کچھ کاروباری معاملات دیکھ سکے،پھر تین چار ماہ گھر کی رینوویشن میں بھی صرف ہوگئے۔چناچہ نوپور کے معاملہ کی ابتدا کے بعد جو کام تیزی سے شروع ہوا تھا وہ اس تعمیراتی دور میں بلکل رک گیا تھا،جیسے ہی یہ امور اختتام پذیر ہوئے اور خاکسار کی اسٹڈی دوبارہ اپنے متعین مقام پر آکر جم گئی ، میری کتب نے مجھ سے خالی خالی نظروں سے مطالبہ شروع کردیا کہ بھائی جان ! نوپور والی تحریر کو برائے مہربانی بیچ میں غیر کامل نا چھوڑا جائے ، بلکہ اسے منطقی انجام تک پہنچایا جائے،ویسے بھی نوپور اتنی شریر واقع ہوئی ہے کہ اس نے اس تحریر سے قبل سلطان عبدالحمید پر ایک مختصر علمی کام کا راستہ روک لیا تھا چناچہ میں نے سوچا پہلے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے پھر اسکے عبدالحمید سمیت دیگر کاموں کو پایہ تکیمل تک پہنچایا جائے،اگر نوپور شریر ہے تو ہم بھی کچھ کم شریر نہیں ہیں،اس نے اپنی شرارت دکھادی اب مسلمان بھی اپنا وار کریگا۔

چناچہ اس ناچیز نے مجبوراً رات کی خاموشی میں مطالعہ کے لمحات کو یا تو ختم کردیا یا قلیل کرکے دوبارہ پی۔سی کھول کر تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہوگیا،حلانکہ اس دوران محترمہ سردی صاحبہ نے اپنی فنکاریاں دکھانی شروع کردی تھیں ،چناچہ مابعد یوں ایک ہفتہ میں یہ تحقیق مکمل ہوگئی،اگر چہ اس میں بہت کچھ اضافہ و عنوانات کا اضافہ ممکن تھا ،مگر زیادہ طوالت اور بے جا طویل بحث بھی اکثر و بیشتر تحریر میں قاری کی دلچسپی کو محدود بھی کرسکتی ہے یا سے اختتام پذیر بھی کرسکتی ہے ،لحاظہ مباحث کو ایک حد سے زیادہ پھیلانے سے گریز کیا گیا۔

کہنے کو یہ تحریر نوپور شرما کے اعتراضات کے نسائی و مغربی تحریک یافتہ بیانیہ کا رد ہے،مگر درحقیقت اس جواب دعوی میں ہندو مذہب،تہذیب،ثقافت ،تہذٰیب ومعاشرت کا ایک مختصر مگر جامع نمونہ جا بجا پایا جاتا ہے اس میں آپ کو ہندوستان میں آریایوں کی آمد سے قبل سے تاحال مختلیف پہلووں

کا جایزہ نظر آئیگا،اس میں نوپور کی نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی قوم پرستوں کی بہت سی غلط فہمیوں کی علمی و تاریخی طور پر تردید کی گئی ہے۔

اس میں بیان کی گیا ہے کہ مسلمانوں اور انگریزوں کی طرح آریائی بھی اس دھرتی کے جدی پشتی پتر نہیں تھے،اگر چہ ہندو قوم پرستوں کا تھسس یہ رہا ہے کہ آریائی اسی دھرتی کے مکین تھے اور اسکے لئے وہ یہ دلیل بھی دلیتے ملتے ہیں کہ ویدوں میں وسطی ایشیا یا یورپ کی سرزمین کا ذکر نہیں ملتا ہے،حلانکہ اس دعوے کا حقیقت سے کچھ لینا دینا نہیں ہے،وید جن گمراہیوں سے بھرے پڑے ہیں ،انکا جو جواز ہے وہ اسی سرزمیں پر پیدا ہوا ہے،وید کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہیں بلکہ بتدریج صدیوں کے ارتقا سے معرض و جود میں آنے والی کتب ہیں ،جن میں اسی سرزمین پر آریائی مہاجرین کی مذہبی تبدیلی و ارتقا کا بیان ملتا ہے،ان عقاید وموضوعات کا ذکر ملتا ہے جو اس سرزمین پر آباد بت پرستوں سے اختلاط کے سبب ان کے عقاید میں در آیے تھے، لہذا وید آریائی مہاجرین کی مذہبی فکر کی سماج کاری کا ضوابط نامہ کہا جاسکتا ہے جسے اسکے مرتبین نے انکے نو قول شدہ عقاید کے جواز کے لئے تحریر کیا تھا۔

اس طرح ہندوستان کے برہمن اور انکی فکری پیداوار مقامی اقوام جن مسلمانوں کو اجنبی قرار دیکر انہیں اس دیس سے خارج کرنا چاہ رہی ہیں وہ لوگ بذات خود اور انکا ذاتی شجرہ نسب ،انکے آریائی جد امجد کے وسیلے سے آبا و جداد بھی اتنے ہی اجنبی و بیرونی ہیت و کیفیت کے حامل رہے ہیں جیسے ہندوؤں کی نظر میں موجودہ ہندوستانی مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔اس ناچیز کی تحریرہذا میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ،کیسے آریائی حملہ آوروں نے مقامی اقوام کو تباہ و برباد کیا؟ کیسے انکو برہمنوں کے تعاون سے نچلی ذات کے شودر و داس میں تبدیل کردیا گیا؟۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ ہندو مذہب کی ویدانیت،کیسے واحدانیت سے ہمہ گیر وحدت الوجودیت میں منقلب ہوئی اور کیسے پھر کثرت پرستی میں تبدیل ہوئی۔ہندو دیوتاوں میں انکے چاہنے و ماننے والوں کے سبب بڑائی و برتری کے لئے کیسے تصادم جاری و ساری رہا ہے،اور شیو و وشنو کی باہمی عظمت کے لئے پورانی فیکٹریوں سے نادر الوجود ٹکسالی دیومالائی شاہکار پیدا کئے جارہے ہیں۔

تاکہ سادھو سنتوں کے کاروبار چلتے رہیں،اس میں جایزہ لیا گیا ہے کہ کیسے ،بھارت شیو پرستی کی طرف بڑھ رہا ہے،کیسے ہندوستان میں کثیر ازواجی نظام پہلے سے موجود تھا،کیسے کم سن لڑکی سے نکاح کا چلن برطانوی سامراج نے ڈالا اور کیسے جدید الخیال کانگریس کی حکومت نے کم عمری کی شادیوں پر قدغن عاید کی۔اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ہندوستانی ریاست کیسے پاکستان کی بابت غلط فہمی کا شکار رہی ہے،اور کم علم بھارتی شہری پاکستان کو صرف خام خیالی میں بھکاری ومقروض تصور کئے بیٹھے ہیں جبکہ خود انکے اوپر بھی پاکستان سے زیادہ اندرونی و بیرونی قرضوں کا بار موجود ہے۔

اس میں اسلام اور ہندومت کے اختلاف کے ساتھ ساتھ عمر عایشہ ؓ کے ضمن میں کئی پہلوؤں کا اسلامی علم حدیث و اسناد کی روشنی میں جایزہ لیا گیا ہے۔ساتھ ساتھ سب سے اہم مسلمانوں میں فکری انتشار پھیلانے والے ہندوؤں کا بھی ذکر کیا گیا ہے،جن سے تربیت و تحریک پا کر ہندو سوشل میڈیا کے افراد جعلی مسلمان بنکر انہیں الحاد و ارتداد کی طرف لانا چاہ رہے ہیں،اس میں بہت سے ہندو تصورات و عقاید کا ناقدانہ جایزہ بھی لیا گیا ہے اور خود ہندو فرقوں کی نگاہ میں باہمی اختلاف کا مختصر جایزہ پیش کیا گیا ہے۔اس ضمن میں برطانوی راج میں پیدا ہونے والے آریا سماج فرقہ جس نے مسلمانوں کے

روحانی ہیروں بلخصوص نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کا چلن ڈالا ہے ہم نے واضح کیا ہے کہ کیسے موجودہ ہندو انتشار پسند ملحدین سوامی دیا نند سرسوتی اور شردھا نند کی تحریروں کی نقالی کرکے مسلمانوں کے دین پر حملہ کررہے ہیں۔یہ علمی چربہ سازی ہم نے تاریخی طور پر سابقہ صفحات پر ظاہر کردی ہے۔

سب سے پہلے ہندو یہ جان لیں کہ قدیم دور میں وہ خود کو ہندو نہیں کہلواتے تھے،جیسا کہ یہ بحث اوپر گزر چکی ہے چناچہ

ہندو مت کو سناتن دھرم اورویدک دھرم،کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے،ہندو دھرما دی یونیورسل وے آف لائف کے مصنف لکھتے ہیں:

’’ماضی میں ہندو مت ہمارے مذہب کا نام نہیں تھا،بلکہ یہ مذہب ویدک ماتا ،ویدک دھرم یا سناتن دھرم کے نام سے جانا جاتا تھا، ہمارے اصل (مذہبی) منابعات ہمارے ایمان و عقائد کسی بھی نام سے منسوب نہیں کرتے‘‘ [259]

یہ بات ہم اوپر واضح کرچکے ہیں کہ ہندو مت متفر ق خیالات و نظریات کا مجموعہ ہے، اس کو ٹھیٹ زبان میں دین و مذہب کہنا بھی مشکل ہے کیونکہ اسکا کوئی مرکزی خدا اور مرکزی خیال موجود نہیں ہے ،جس کی وجہ سے ہمیں آج تک ہندو مت کی کوئی جامع تعریف میسر نہیں ہوسکی ہے۔

اس سلسلے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ :

’’ حتمی طور پر یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ ہندو مذہب کوئی مذہب ہے بھی یا نہیں ماضی اور اپنی موجودہ صورت میں یہ مذہب بہت سے عقائد و رسوم کا مجموعہ ہے،جو اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ سطح پر محیط ہیں اور ان میں سے بہت سے ایک دوسرے کے متضاد بھی ہیں‘‘ [260]

ہندومت کوئی خاص فلسفہ نظام زندگی یا دستو ر العمل نہیں ہے، بلکہ یہ متعدد افکار و نظریات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے،ہندو مت میں مختلف فرقے اور گروہ پہلے سے موجود تھے، جنہوں نے ایک طویل تاریخ عمل کے بعد خود کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کرکے ایک نئے مذہب کی تشکیل کی،ہندو مت کی تشکیل میں افراد ،قوموں تہذیبوں کا اہم رول رہا ہے ۔

[259] PUJYASRI CHANDRASEKHARENDRA SARASWATI SWAMI :HINDU DHARMA :The Universal Way of Life.bhartia Vidya bhawan.mumbai.1995.pp:53.

[260] Pandit jawahir lal Nehru:The Discovery Of India.oup.pp:75.

گاندھی جی اپنے نظریے کو ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

یہ ہندو مت کی خوش قسمتی ہے کہ اس کا کوئی سرکاری عقیدہ نہیں ہے اور مجھ سے ہندو عقیدہ کی تعریف پوچھی جائے تو میں سادہ لفظوں میں کہوں گا،غیر متشددانہ ذرائع حق کی تلاش ایک شخص خدا پر اعتقاد نہ رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتا ہے ہندو مت حق کی پرزور تلاش جستجو کا نام ہے۔ ہندو مت تمام مذاہب کے سلسلے میںانتہائی رواداد ہے اس کا عقیدہ سب کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے ۔ [261]

ایک دوسری جگہ گاندھی جی فرماتے ہیں:میرے خیال میں ہندو مت کی خوبصورتی اس بات میں ہے کہ وہ ہر عقیدہ و خیال پر حاوی ہے، کسی بھی مذہب میں جو جوہر ہیں ،وہ ہندو مذہب میں موجود ہیں ،اور جو کچھ ہندو مت میں نہیں ہے وہ یا تو غیر بنیادی ہے یا غیر ضروری ہے۔ [262]

ہندو مت قدیم دور سے رائج ایسا مذہب ہے جس کے بانی ،ابتداء اوربنیا د اخبار و آثار کے متعلق کچھ مستند معلومات میسر نہیں ہیں، یہ مذہب ایسی روایت کا مجموعہ ہے جو کسی ایک کتاب سے منسلک نہیں ہے ، نہ کسی پیغمبر سے بلکہ اس کے افکار و خیالات مختلف نوع کے مذ اہب سے ملتے ہیں، ہندو مت درحقیقت مذہب کم بلکہ ملاپ آمیز حملہ آور تہذیبی ثقافت کا نام ہے،جس نے جو اچھا لگا اسے خود کی حدود میں اضافہ کرکے خود میں سمو لیا۔جبھی اس میں کثیر رنگی بو قلمونی اور عجب سی رومانیت ملتی ہے۔اسکی ویدانتی واحدت الوجودیت ان سب کو پرو کو ایک مذہب بنانے کی کوشش کرتی ہے،یعنی وحدت کو جب چاہیں کثرت میں بدل دیتےہیں اور جب چاہیں کثرت کو وحدت سے نتھی کردیتے ہیں۔پھر سب کثرتیں مل کر اوم نما تری مورتی کی ہیت اختیار کرلیتی ہیں۔اور پھر سب سے اعلی حقیقت ایشور بن جاتی ہیں اب ایشور اصل میں کون ہے،نارائن یا شیو یہ ایک الگ بحث ہے باقی برہما کو تو ہم بتا چکے کہ ہندو بس رسمی طور پر خانہ پری کے لئے ہی مانتے ہیں ان سے انکا اختیار اعلی بقیہ دو دیوتاوں نے چھین لیا ہے۔

ہندو مت دورِ آریا سے ارتقا پکڑ کر دور برہمنیت میں عقایدی و سماجی طور پر کافی حد تک اُس کمیت و کیفیت میں نمودار ہوا جسکی جانب ہندو آج رجعت فکر کرتےملتے ہیں۔

[261] Gandhi.Hindu Dharma.orient paper backs.new dehli.pp:4.

[262] Ibid.

چناچہ بحث سے متعلقہ ناری کے مقام کو ہم آخری صفحات میں مذٰید واضح کرنے کی کوشش کریں گے ، گستاولی موسیو لیبان لکھتے ہیں کہ:

چونکہ ماں بھی باپ کے ساتھ چڑھاوے کی رسوام و رواج میں شریک ہوتی تھی جبھی یہ خیال کی جاسکتا ہے اسکو بھی ویدک دور میں مساوی مقام حاصل تھا،جیسا وید میں ماں بیوی،منسوبہ اور لڑکی کا ذکر ملتا ہے اس سے قیاس ممکن ہے کہ عورت اس وقت تک ایسی بد ترین و ذلیل نہیں دکھائی جاتی تھی جیسی منو شاستر[263] میں دکھائی گئی ہے۔

<u>وید میں عورتوں کا ذکر ہمیشہ احترام سے ہوا ہے:</u>

آتو اے حسین بیوی اور دیوتاوں کی پیاری ،نرم دل والی ،دل ربا انکھیوں والی اپنے شوہر اور جانوروں کے لئے نعمت بہاراں جننے والی۔

دوسری جگہ وید میں ذکر ہے کہ :

بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کےساتھ چڑھاوے کے ثواب میں شریک ہو۔[264]

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مہابھارت اگر چہ دور شجاعت سے وابستہ کی جاتی ہے مگر یہ آریائی تہذٰیب و ثقافت کی فرع و تکمیل تھی،اس دور میں وحدت پذٰیر آریائی ازواجی معاشرت میں مقامی میل ملاپ سے کثرت پیدا ہوگئی تھی،چناچہ راماین کے راجہ دشرتھ کی تین پتنیاں تھیں،جبکہ مہابھارت جو راماین کے بعد کے دور کی عکاسی کرتی ہے میں کثیر ازواجی پدرسری معاشرت عام ہوگئی تھی،چناچہ کرشن کے لاکھ گوپیوں سے سمبندھ بیان کئے جاتے ہیں اور اسکے چیلہ ارجن نے بھی تین وواہ کئے تھے۔

ارجن نے ہم جانچتے ہین کہ ناگ خاندان کی شہزادی الوبی سے شادی کی تھی۔ اس راج کماری کے بطن سے ایک لڑکا اراوت تولد ہوا۔ ارجن نے دوسری شادی مسی پور کے راجا کی لڑکی انگدا سے شادی اس سے ایک لڑکا بہبرووربن پیدا ہوا۔ دوراکا میں اس کی ملاقات س شری کرشن سے ہوئی اور پھر اس نے کرشن کی بہن سبھارا سے شادی کی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا ابھی مینو پیدا ہوا۔اسی طرح بھیم کی ایک زوجہ درو پدی تھی تو دوسری ایک بھوتنی تھی جس سے اسکا ایک بیٹا تولد ہوا تھا۔

اسی مہا بھارت میں جہاں تصوف و اخلاق کی عمدہ باتیں ملتی ہیں وہیں اس میں ایک عورت کئ کئی شوہر کا ذکر بھی ملتا ہے ،جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں دروپدی سے پانڈووں کے وواہ کے ضمن میں ہم ذکر کرچکے ہیں ۔اسی طرح اس شوہر کے ضمن میں جو اولاد پیدا نہیں کرسکتا ہو اسکی زوج اسکی

---

[263] منو شاستر سے مراد یہاں ڈاکٹر لیبان کی نگاہ میں برہمنی دور کا ارتقا نسائی مقام کے تناظر میں مراد ہے۔معج

[264] ڈاکٹر لیبان؛تمدن ہند۔الفیصل ناشران تاجران کتب۔لاہور۔لاہور۔۲۰۲۰۔صہ:۱۵۲۔بحوالہ:رگ وید:دسوان منڈل۔شوکت:۸۵۔رچا:۴۴۔۔رگ وید(۲)منڈل:۱۰۔شوکت:۸۶۔،رچا:۱۰۔

اجازت سے کسی دوسرے قریبی اعلی نسل کے مرد سے مختصر دور تک تعلق قایم کرکے اولاد حاصل کرسکتی ہے،مہابھارت کے کچھ نسخوں اور انکی شروعات میں ذکر ہے پانڈو پتنی رانی کنتی نے پتامہ بھیشم سے اس ضمن میں نیوگ کرکے بیٹے حاصل کئے تھے ،چناچہ کچھ دیو راج اندر و سوریہ دیو اور برہم دیو کو تین پانڈو بھائیوں کا پتا بتاتے ہیں اس قسم کے قصص قدیم روم و یونان کی داستانوں میں زیوس اور جیوپیٹر کے معاشقوں کے ضمن میں ڈھونڈھے جاسکتے ہیں۔

نیوگ کی بحث:

اس کی ایک اور صورت ہندوستان کے معاشرے میں بہت طویل عرصہ تک جا ری رہی ہے۔ اس بات کا ذکر ہم اپنےمعاشرے میں بہت سنتے ہیں کہ ایک شادی سے کسی مرد کے اولاد نہیں ہوئی تو اس نے دوسری شادی کر لی۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ اس مرد کی دوسری شادی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ لیکن اگر مرد کی وجہ سے اولاد نہ ہو رہی ہو تو اس کا کیا علاج ہے؟

ہندوستان کے قدیم معاشرے میں ایک طویل عرصہ تک یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ کہ اولاد ہونا ضروری ہے ورنہ مکتی یعنی نجات نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی کے اولاد نہیں ہو سکتی تو اس کا حل" نیوگ " کی رسم تھی۔ یعنی ایسے شخص کی بیوی اس کی بیوی تو رہتی تھی لیکن اپنے خاوند کی مرضی سے کسی اور شخص سے جنسی تعلق قائم کر لیتی تھی۔ اور اس طریق پر دس بچوں تک اولاد پیدا کر سکتی تھی۔ اور اس کی اولاد اس کے اصل خاوند کی طرف منسوب ہو تی تھی۔ اور اس کی جائیداد کی وارث ہوتی تھی۔یہ شخص گھر میں آ کر اس عورت سے تعلق پیدا کرتا تھا اور اسے " بیرج داتا " کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ہندوستان کا قدیم معاشرہ ذات پات کے طبقات میں تقسیم تھا، اس لئے اعلیٰ ذات کے لوگوں نے اپنے مفادات کے لئے یہ قانون بنایا ہوا تھا کہ (نام نہاد) اعلیٰ ذات کے مرد تو (نام نہاد) نیچ ذات کی عورتوں سے نیوگ کر سکتے ہیں لیکن نیچ ذات کے مرد اعلیٰ ذات کی عورتوں سے نیوگ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کسی عورت کا خاوند تین سال سے سفر میں ہوتا تھاتو اس کی بیوی اس شخص کی بیوی تو رہتی تھی، لیکن وہ کسی اور شخص سے بھی نیوگ کا تعلق پیدا کر سکتی تھی۔ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد اسی شخص کی ہوتی جس سے اس عورت کی شادی ہوئی تھی۔

چناچہ اگر کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو اس عورت کے لئے یہ پاپ سمجھا جاتا کہ وہ دوسری شادی کر لے لیکن وہ اپنے خاوند کے کسی بھائِی یا کسی اور رشتہ دار سے نیوگ کا تعلق پیدا کر کے بچے پیدا کر سکتی تھی۔ اور وہ مرنے والے خاوند کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ اس کا رواج بہت دیر تک ہندوستان کے ہندو معاشرے میں موجود رہا۔ حتیٰ کہ پنڈت دیانند جو کہ آریہ سماج کی بانی تھے اور انہوں

نے انیسویں صدی کے آخر میں لکھی جانی والی کتب میں اس طریقے کو رائج رکھنے پر بہت زور دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس رواج کی بنیاد عورتوں کا استحصال تھا۔[265]

کرشن اوتار کو ہندووں میں وشنو کا اوتار مانا جاتا ہے،انکی بابت نکاحوں کے عجیب و غریب دعوے مشہور ہیں کوئی کہتا ہے کہ انکے پاس لاکھ گوپیاں تھی،کوئی کہتا ہے سولہ سو بیویاں الگ تھی اور ان سے ایک لاکھ اسی ہزار بچہ پیدا ہوئے وہ بڑے پر کشش سانولے سلونے فرد تھے اپنی مدھر بانسری کی دھن اور علمی کلامی باتوں سے عورتوں کے دل مونھ لیا کرتے تھے۔لہذا دروپدی کے پانڈووں برادران سے وواہ کو انھونے تمام حیلوں حربوں کی سلطان گیری کے باوجود برقرار رکھا تھا۔

برہمن دور مین تبدیلی کی لہر:

برہمنی دور میں پورانوں اور شاستروں نے سماج پر حکمران طبقہ اور برہمنوں کی گرفت کو مضبوط کردیا تھا،ذات پات کے بندھن اور طبقہ گیری علمی طور پر قایم ہونے کے بعد سماج میں اسکی قبولیت گپتا خاندان کے اقتدار و غلبہ کے سب بڑہتی جارہی تھی،چناچہ عورتوں پر بھی سماجی پابندیاں اور قدغنیں مضبوط ہونے لگیں،آریائی سوچ و فکر مقامی ہونے لگی چناچہ ہم دیکھتے ہیں اب ویدک دور کے برخلاف خواتین کا سماجی رتبہ گھٹنے لگا۔

بقول ڈاکٹر گستاو لیبان:

اس دور میں عورت کا رتبہ گھٹ گیا تھا،کیونکہ یہ دور نئے سیاسی اصول یعنی ذات پات کا دور تھا،اور ان مختلیف ذاتوں کے مابین ہر قسم کے میل جول کی ممانعت تھی،اس لئے عورت کی آزادی بلکل سلب کرلی گئی،کیونکہ اس کی بے احتیاطی سے ان اصولوں میں فرق آنے کا خطرہ لاحق تھا۔عورت کے دل و دماغ پر مطلق بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔چونکہ عورت کو سیاسی انتظام سے مطلق دلچسپی نہیں تھی،لہذا یہ ضروری ہوا کہ وہ آزاد نا رہنے پائے۔[266]

برہمن دور در حقیقیت سیاسی فکر و عمل کے لحاظ سے منو کی شاستر اور چانکیہ کی ارتھ شاستر کی سیاسی آئین گیری کا دور تھا۔ذیل میں منو جی کے عورتوں کی بابت کچھ تاثرات بیان کئے جاتے ہیں جو ڈاکٹر لیبان نے ذکر کئے ہیں اور میں منو شاستر کے اوردو ترجمہ میں دس سال قبل پڑھ چکا ہوں،جس سے عورتی رتبہ کے تغیر و ارتقا کا حال معلوم پڑتا ہے۔

---

[265] ابو نایل: ایک عورت کے بیک وقت کئی خاوند – یہ کہاں ہوتا ہے؟
https://www.humsub.com.pk/374530/abu-nail-110/

[266] ڈاکٹر لیبان۔محولہ بالا:صنۃ:۱۸۵۔

منو جی فرماتے ہیں کہ:

۱۔عورتوں کا اصل کام بس بچہ پیدا کرنا ،انکی پرورش کرنا اور امور خانہ داری سرانجام دینا ہے۔[267]

۲۔لڑکی ہویا

بوڑھی، یا پھر جوان عورت انکو کوئی کام اپنی مرضی سے سرانجام دینا نہیں چاہئے بلکہ کم عمری میں باپ کی اطاعت کرے [268]اور جوانی میں شوہر و بیٹے کی اطاعت گزار رہے،اگر وہ انہیں چھوڑ کر چلی جائے تو خود کے خاندان اور شوہر کے خاندان کی بدنامی کا سبب بنے گی۔[269]

۳۔عورتوں کو برے ارادہ سے بچانا ہر ایک فرد کا فرض ہے،اس فرض کو مدنظر رکھ کر کمزور سے کمزور مرد کو اپنی عورت کی حفاظت کرنی چاہئے۔اس طرح وہ اپنے نیک اعمال،اولاد،خود کی اور خاندان کی حفاظت کرپاتا ہے۔[270]

۴۔اولاد حاصل نا کرسکنے والی عورت اجازت ملنے پر اپنے دیور،یا جیٹھ یا کسی مرد کے ساتھ اولاد کے لئے مباشرت کرسکتی ہے۔[271]

منو جی مرد کو دوسری شادی کی اجازت

عطا کرتے ہیں،سوامی دیانند سے نوپور شرما تک سب کو یہ بات غور سے سن کر اپنے چیلے چانٹوں کو محفل بزم میں سنا کر گلاب جامن بانٹنے چاہیں:

۵۔بانجھ بیوی پر آٹھ سال بعد،مردہ بچہ پیدا کرنے والی عورت پر دس سال بعد،جس عورت کی بس بیٹیاں پیدا ہوتی ہوں،اس پر گیارہ سال بعد سوتن لائی جاسکتی ہے،لیکین جھگڑالو بیوی پر توقف ہے۔[272]

---

267 منو شاستر:باب:۵:عدد:۲۷۔

268 جیسے عایشہ ؓ نے ابوبکرؓ کی کی تھی۔معج

269 ایضاً:باب:۵:عدد:۱۴۷،۱۴۸۔

270 ایضاً:باب:عدد:۶،۷۔

271 ایضاًنگارشات ۔لاہور۲۰۰۷۔صہ:۲۱۲:باب:۹:عدد:۳۹۔

272 ایضا:عدد:۸۱۔

٦۔برہمن کھشتری اور وید ایک سے زاید عورتوں سے وواہ کریں۔[273]

زمانہ قدیم کے ہندووں میں کم عمری کا حکم و رواج:

یہ ذٰیل کا منوی اصول نوپور جی کے دل میں سوراخ کردیگا،اس اصول کو وہ نوین کمار جندل کو بھی سنائیں نا مانیں تو چپل سے پیٹ کر ذات برادری سے باہر کردیں منو جی کہتے ہیں کہ:

٦،تیس سال کا مرد بارہ سالہ کنیا سے شادی کریگا،جو اسے خوش رکھ سکے،یو چوبیس برس کا مرد آٹھ سال کی لڑکی سے اگر دوسرے فرایض ہائل نا ہو تو اسے لازمی شادی کرنی چاہئے۔[274]

نوپور جی عایشہؓ تو ہمارے نبی اکرمﷺ کی زوجہ تھیں،انکا نکاح اور باہمی محبت قانوناً و شرعاً جایز تھا آپکے منو جی تو بدچلن و عیاش شوہر تک کا احترام ناری کو سکھاتے دکھتے ہیں چناچہ انکا فرمان ہے کہ:

۷۔اگر شوہر بد چلن و عیاش ہی کیوں نا ہو،چاہے اوصاف حمیدہ سے خالی ہو،پھر بھی زوجہ کو اسکی دیوتا کی طرح پرستش کرنی چاہئے،اور جو عورت فرایض پورے نا کرے گی مرے کے بعد گیڈڑ کے پیٹ سے جنم لیکر رسو ہوگی،اور اس گناہ کی پاداش میں انواع اقسام کی بیماریوں کا شکار ہوگی۔[275]

یہ بحث دیکھیں اور ارشاد الہی دیکھیں:

پاک آدمیوں کے لئے پاک بیویاں اور ناپاک مردوں کے لئے ناپاک عورتیں۔

اب نوپور جی بتائیں کہ ہمارے نبی سے صدیوں بلکہ پندرہ سو سال قبل آپ لوگوں کے تاریخی دور میں یہ جدید ناری کی تضحیک و تاہین کرنے والے اصول و ضوابط کون قایم کررہا تھا،کس تہذیب و مذہب کی جانب سے یہ ظالمانہ اصول قایم کئے جارہے تھے؟

ارے کچھ تو تحقیق کرو اپنے دامن کی وسعت کی

،ہم آئینہ دکھائیں بھی تو شرم تم کو آتی نہیں ہے۔

---

[273] ایضاً:عدد:۸۵۔

[274] ایضاً:عدد:۹۴۔

[275] ایضاً:باب:۵: عدد:۱۵۴،۱۶۴۔

شیخ الفوزان کم عمری کی شادی کی بابت لکھتے ہیں[276] کہ:

کم سن لڑکی کی شادی کی بابت علما میں کوئی اختلاف نہیں ملتا ہے،چونکہ وہ کم عمر ہوتی ہے ،جبھی اسکی اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے اسکی بابت اسکا والد نکاح کا حق رکھتا ہے،جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے عایشہؓ کا نکاح نبی اکرمﷺ سے انکی چھ سال کی عمر میں فرمادیا تھا،اور نو سال کی عمر میں انکی رخصتی کردی گئی تھی۔[277]

امام شوکانیؒ اس حدیث سے مسلہ کا استنباط فرما کر فرماتے ہیں کہ:

مذکورہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باپ کو کم سن لڑکی کے نکاح کا اسکی بلوغت سے قبل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔[278]

ول ڈیورانٹ کہتا ہے کہ:ہمارے زمانے میں بہت کم مرد نصف زندگی گزارنے سے پہلے ذہنی بلوغت حاصل کرلیتے ہیں اسکے مقابل عورت جس کی زندگی میں فطری رجحان کی سادگی ہوتی ہے،چھوٹی عمر ہی میں ذہنی اور جسمانی بلوغت حاصل کرلیتی ہے۔[279]

کم عمری کی شادی ممکن ہے کہ موجودہ شہری و دیہی حیات کے جدید ارتقا ،کم عمر بچہ پیدا کرنے والی لڑکیوں کے وضع حمل کے دوران ان کے اہل خانہ کی جھالت اور غربت کے سبب انکی صحت کو برقرار رکھنے کی بجائے تباہ کردیتی ہو،مگر یہ کوئی متفق علیہ تیر بہ ہدف عمومی کلیہ نہیں ہے جو اس پر اعتراض کی عظیم الشان عمارت کو قایم کیا جاسکے ،چناچہ احتمال غالب ہے کہ صحت و حیات سے متعلقہ صحیح معلومات کی عدم موجودگی ، اور ان لڑکیوں کو بہ وقت مطلوب ضروری سہولیات کی قلت اور عدم فراہمی انکی دوران زچگی اموات و پیچیدگیوں کا سبب بنتی ہوں ،مگر یہ کوئی لازمی عمومی حکم فراہم نہیں کرتی ہے۔

کہ کم عمر ماں لازمی دوران زچگی لازمی و یقینی موت کا شکار ہوگی،کیونکہ بحث یہ نہیں ہے کہ اسکی زچگی کے دوران کیا مسایل پیدا ہورہے ہیں، کیونکہ ہر فرد کی صحت و استعداد دوسرے سے الگ ہوتی ہے،صدیوں سے کم عمر لڑکیاں نکاح کرکے بچہ پیدا کرتی آئی ہیں،انکی اموات بنا زچگی بھی دیگر بیماریوں اور مسایل کے سبب ہوتی رہی ہیں جبھی اسکی بابت کوئی منفی جنرل یا عمومی حکم کم

---

276 شیخ فوزان:عورتوں کے مخصوص مسایل۔

277 بخاری:۵۱۳۳۔

278 امام شوکانی:نیل الاوطار:ج:٦:صہ۱۲۹،۱۲۸۔

279 ول ڈیورانٹ:نشاط فلسفہ:فکشن ہاوس۔۲۰۱۲۔صہ ۔۱۵۲۔

عمری کے ذاویہ فکر سے قایم کرنا زیادتی ہوگی،باقی شریعت نے کم عمری کی شادی کی رعایت و اجازت دی ہے،ان سے لازمی کم عمری کے سبب شادی کرنے فرض حکم جاری نہیں کیا ہے،کہ بات کا بیجا پتنگڑ بنایا جائے،چناچہ کم عمری کی شادی پر ملایم اعتراض کرنے والا **لیکی** بھی یہ بات مانتا ہے کہ:

نیز یہ کہ انسان بہت کم عمری میں ہی توالد و تناسل کی قابلیت حاصل کرلیتا ہے،تاہم ترقی و تمدن کا تقاصہ ہے کہ وسیع و گنجان آبادیوں میں نکاح بہت سن پر پہنچ کر ہوا کریں۔[280]

یعنی لیکی یہ امر تسلیم کرتا ہے کہ کم عمر جوان ہوتے بچے ،لڑکے و لڑکیاں توالد و تناسل کی اہلیت ضرور رکھتے ہیں ،مگر شہری و ریاستی تمدن کے لئے یہ شادیاں زیادہ آبادیوں کے بوجھ کا سبب بن جاتی ہیں اور مالتھس کی فکر کے تناظر میں خوراک و آبادی کے عدم توازن کے مسایل پیدا کرکے ریاست پر بوجھ کاسبب بنتے ہیں۔

جبکہ ہمارا شرعی نظام مالتھس،لیکی اور یورپ کے نکاح بیزار لوگوں ان سے متاثر مشرق کے مغربی مشرقی کالے صاحب کی مانع حمل سوچ و اقدامات کا مخالف ہے۔نبی اکرمﷺ نے فرمایا ہے کہ:

زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو

دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

میں روز حشر تمہاری زیادہ تعداد کے سبب فخر محسوس کرونگا۔

ویسے بھی قران و حدیث میں بچوں کو بھوک کے سبب ہلاک کرنے کی ممانعت ملتی ہے،لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کرنے کا گناہ عظیم قرار دیا گیا ہے،خود نوپور کے دیس میں ہم دیکھتے ہیں لڑکے کی خواہش میں مائیں سماجی دباو کے سبب لڑکی کو پیدا ہونے سے قبل الٹراساونڈ رپورٹ پر اسقاط حمل سے ضایع کردیتی ہیں، بلکہ اسی قسم کا رویہ چین میں بھی دکھتا ہے۔

اسی طرح ۲۲ جنوری ۲۰۲۳ کی اشاعت میں روزنامہ ڈان میں امریکی ماڈل و اداکرہ بروک شیلڈ کا اعتراف و ڈاکیومینٹری فلم کے ضمن میں چھپا تھا کہ کم عمری میں ہی اسکا ریپ کردیا گیا تھا۔اسلام ہندوستان ہو یا امریکہ کم عمر بچی ہو یا بوڑھی عورت ہر ایک سے زبردستی کے نکاح اور ان کے بالتکار کو گناہ قرار دیتا ہے۔

---

[280] لیکی۔تاریخ اخلاق یورپ۔سٹی بک پوائنٹ۔کراچی۔۲۰۱٦۔صہ:۲٤۰۔

جناب نوین کمار جندل میاں بیوی کے رضامندی کے تعلقات،محبت و الفت پر بالتکار کے الزام لگانے کی جگہ مسلمانوں کے استحصال انکے قتل عام ،لڑکیوں پر جنسی حملوں کا کوئی تدارک و علاج کرنے پر توجہ مبذول کریں تو عمدہ ہوگا۔نوپور جی آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں کم عمری کی شادی کا چلن نہیں تو جنابہ یہ چلن و پسند تو سمرتیوں کو بھی پسند ہیں ۔

<u>کم عمری کی شادی اور بلوغتِ نسا:</u>

چناچہ مشہور مصنف کے ایل باشم اے کلچرل ہسٹری آف انڈیا میں لکھتے ہیں کہ:

''اگر چہ زمانہ قدیم میں شادی سے قبل لڑکی کا بالغ ہونا ضروری تھا،لیکین سمرتیوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ شوہر کی عمر کم سے کم بیس سال ہونی چاہئے،اور لڑکی کی شادی اسکی بلوغت سے کچھ قبل کردینی چاہئے،ہندو کٹر پن طبقہ اس قدر اولاد پرست ہوچکا تھا کہ اس نے اعلان کردیا کہ اگر کوئی باپ لڑکی کی شادی اسکے پہلے حیض سے پہلے نہیں کرتا ہے توں وہ اسقاط حمل کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔اور جب تک وہ لڑکی کی شادی نہیں کرتا ہے،تو وہ اس وقت تک اتنے ہی اسقاط حمل کے جرم کا مرتکب سمجھا جاتا رہے گا۔جتنے اس کے حیض گزرتے رہیں گے،عام طور پر وہ شادی بہت اچھی سمجھی جاتی تھی،جس میں لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر کا تہائی ہوتی تھی،اس طرح چوبیس سال کے لڑکے کی شادی آٹھ سال کی لڑکی سے ہونی چاہئے۔[281]

چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم تہذیبیں شعوری و جسدی بالیدگی کی بجائےحیض کی آمد کی بنیاد پر لڑکی کو جوان و شادی کے قابل تسلیم کیا کرتی تھیں،جبکہ موجودہ جدید آئینی ریاست، انہیں ریاست کی جانب سے شعوری عموم کے قیاس کی بنیاد پر انکی بلوغت کا تعین کرتی ہیں اور انکی جوانی کا عموم نکال کر انہیں قانونی طور پر قابل نکاح قرار دیتی ہیں۔اس جگہ جسمانی ہیت،طبی سائنٹفک ازم اور تاریخ کی جگہ قانوں ساز عالمی دباو ،اور جدیدیت سے رہنمائی پاکر صحیح و غلط ہونے کا قانونی فیصلہ کرتے دکھتے ہیں۔یہ معاملہ لادینی ریاست ضرور قرار دے سکتی ہے،مگر اسلامی شرعی ریاست اس بحث میں جمہوری ووٹوں کی جگہ قران و سنت کے آگے جوابدہ ہوتی ہیں ،چناچہ اسکو ناجایز و حرام قرار دینے سے قبل قران و سنت سے ضرور رہنمائی لینی چاہئے ،باقی ریاست اس میں کم عمری کی شادی کے تدارک کے لئے کچھ مشروط قدغنیں قایم کرنے کی اہل سمجھی جاتی ہے،مگر اس ضمن میں شریعت کی طرح حرام و حلال کا فیصلہ کرنے کا حق محفوظ نہیں رکھتی ہے۔

چناچہ اس اختتامیہ کا اختتام اس نتیجہ پر ہوتا ہے کہ ہندو تاریخ و قدیم ریاست،تہذٰیب، تمدن یا مذہبی کتب نوپور شرما اور اس کے سیاسی باپ نوین کمار جندل کے الزمات کا ساتھ نہیں دیتی ہیں بلکہ الٹا

---

[281] کے۔ایل۔باشم ۔ہندوستانی تہذیب کی داستان۔نگارشات۔لاہور۔۲۰۲۰۔صہ:۲۳۱۔

منو شاستر و سمرتیاں،قدیم کتب و رسم و رواج نوپور کو یہ حق فراہم نہیں کرتے دکھتےہیں کہ اپنی ذاتی تاریخ کی نفی کرکے صرف الزام تراشی کے لئے نبی اکرمﷺ پر الزامات عاید کرتی پھرے اور اپنی تاریخ و مذہب میں اسکے مماثل احکامات و دلایل سے چشم پوشی سے کام لے۔

خداوند بزرگ و برتر ربِ کاینات اس خاکسار کی اس تحقیق کو قبولیت عامہ عطا کرے۔آمین۔

کتابیات وحوالہ جات

ویبیات[1]

https://indianexpress.com/article/india/india-news-india/tipu-sultan-jayanti-row-madikeri-tense-as-locals-blameoutsiders-for-clash/

https://en.wikipedia.org/wiki/Jan_Sangharsh_Manch

https://web.archive.org/web/20130913085548/http://articles.timesofindia.indiatimes.com/2013-09- 05/ahmedabad/41800260_1_fake-encounter-cases-sadiq-jamal-mehtar-shabbir-jamal

https://timesofindia.indiatimes.com/city/ahmedabad/mukul-sinhas-son-gets-threat-call-frompujari/articleshow/57583310.cms

https://indianexpress.com/article/cities/ahmedabad/news-website-owner-gets-threat-call-from-gangster-4562887/

https://www.hindustantimes.com/india-news/inside-the-world-of-hindu-right-wing-fake-news-websitedainikbharat-org/story-aPdB03A4LjeIkFBFKmV0vI.html

www.DainikBharat.org

https://thewire.in/culture/fake-news-social-media-2

https://theprint.in/politics/who-is-nupur-sharma-dusu-ex-president-lse-alum-now-suspended-by-bjp-for-remarkson-prophet/985507

[1] We biology.

https://thewire.in/rights/sar-geelani-custodial-torture-nitya-ramakrishnan

https://www.bbc.com/news/world-asia-india-61716241

https://www.bbc.com/urdu/topics/c1gdqdpv558t

https://timesofindia.indiatimes.com/business/india-business/indias-debt-burden-explained-incharts/articleshow/85040150.cms a-49017631

https://www.telegraphindia.com/india/pathology-of-islamophobia-taking-most-lethal-form-in-india-noamchomsky/cid/1851456

https://urdu.geo.tv/latest/280022-

https://twitter.com/TanDhesi/status/1491479941833273347

https://www.dw.com/ur/%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA%DB%8C-%D9%85%D8%B3%D9%84%D9%85%D8%A7%D9%86%D9%88%DA%BA-%DA%A9%DB%92- %D9%84%DB%8C%DB%92-%D8%B5%D9%88%D8%B1%D8%AA-%D8%AD%D8%A7%D9%84-%D9%86%D8%B3%D9%84-%DA%A9%D8%B4%DB%8C-%DA%A9%DB%8C-%D8%B7%D8%B1%D9%81- %D8%AC%D8%A7-%D8%B1%DB%81%DB%8C-%DB%81%DB%92-%D8%A7%D8%B1%D9%88%D9%86-%D8%AF%D8%AA%DB%8C-%D8%B1%D8%A7%D8%A6%DB%92/a-53168291

https://www.satp.org/terrorist-groups/india

https://www.state.gov/u-s-security-cooperation-with-india/

https://roznamasahara.com/the-hypocrisy-of-hindutva-is-exposed-by-the-case-of-insulting-the-holy-prophet/

https://www.humsub.com.pk/434760/qadir-khan-yousafzai-304/

https://www.dw.com/ur/%D8%A2%D8%B1-%D8%A7%DB%8C%D8%B3-
%D8%A7%DB%8C%D8%B3- %DA%A9%DB%92-
%D8%A7%DA%A9%DA%BE%D9%86%DA%88-
%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA- %DA%A9%DB%92-
%D8%AE%D9%88%D8%A7%D8%A8-%DA%A9%DB%8C-
%D8%AA%D8%B9%D8%A8%DB%8C%D8%B1-%DA%A9%DB%8C%D8%A7-
%D9%85%D9%85%DA%A9%D9%86- %DB%81%DB%92/a-61486750

https://jaeza.pk/taasrat/aaria-samaj-gandhi-sardarahmadkhan/

https://www.merriam-webster.com/dictionary/scripture

https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/scripture

https://ur.wikipedia.org/wiki/%DA%AF%D9%BE%D8%AA%D8%A7_%D8%B3%D9
%84%D8%B7%D9%86%D8%AA

http://urdulughat.info/words/218-%D8%A2%D8%B1%DB%8C%DB%81

https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-aary?lang=ur

https://www.rekhta.org/articles/hind-e-aaryaai-musalmanon-ki-aamad-se-pahle-syed-
ehtisham-husainarticles?lang=ur

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A2%D8%B1%DB%8C%DB%81_%D9%88%D8%
B1%D8%AA

https://dailypakistan.com.pk/03-Mar-2022/1409826

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D9%88%DA%91

https://dailybaadeshimal.com/ur/%D8%A7%D9%82%D9%88%D8%A7%D9%85-%D9%BE%D8%A7%DA%A9- %D9%88-%DB%81%D9%86%D8%AF-%D8%A7%D9%88%D8%B1%D8%8C-%D9%85%D9%84%D9%B9%DB%8C-%D9%86%DB%8C%D8%B4%D9%86%D9%84-%DA%A https://www.rekhta.org/articles/urdu-aur-hindustani-tahzeeb-aale-ahmad-suroor-articles?lang=ur 9%D9%84%DA%86%D8%B1/

https://www.rekhta.org/articles/urdu-aur-hindustani-tahzeeb-aale-ahmad-suroor-articles?lang=ur

https://www.aanmeegam.in/en/agastya-rishi-history/

https://www.bbc.com/urdu/regional/2015/04/150405_beef_eating_dn_jha_mb

https://www.urdunews.com/node/618341

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%88%D9%86%D8%A7%DB%8C%DA%A9_%D8%AF%D8%A7%D9%85%D9%88%D8%AF%D8%B1_%D8%B3%D8%A7%D9%88%D8%B1%DA%A9%D8%B1

https://www.britannica.com/biography/Bal-Gangadhar-Tilak

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A8%D8%A7%D9%84_%DA%AF%D9%86%DA%AF%D8%A7_%D8%AF%DA%BE% D8%B1_%D8%AA%D9%84%DA%A9

http://nyazamana.com/2016/03/interview-dr-mubarik-ali/

http://maiqbaldelhi.blogspot.com/2014/11/blog-post.html

https://qalam.esabaq.com/sawarkar-muhammad-ali-jina-sabir-husain/

https://www.independenturdu.com/node/95131

https://www.roznama92news.com/%D9%85%D9%88%D8%AF%DB%8C-%DA%A9%DB%8C- %D9%82%DB%8C%D8%A7%D8%AF%D8%AA-%D9%85%DB%8C%DA%BA-%D8%B4%D8%AF%DA%BE%DB%8C- %D8%AA%

https://urdu.arynews.tv/hindu-muslim-unity-and-freedom/D8%AD%D8%B1%DB%8C%DA%A9

https://faizahmadchishti.blogspot.com/2018/09/blog-post_5.html

https://irak.pk/vande-mataram-controversy/

https://writeatopic.com/ur/india/national-song-of-india

https://mazameen.com/politics/%D9%88%D9%86%D8%AF%DB%92-%D9%85%D8%A7%D8%AA%D8%B1%D9%85-%D9%85%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D8%B3-%DB%81%D8%A7%D8%A6%DB%8C-%DA%A9%D9%88%D8%B1%D9%B9-%DA%A9%D8%A7- %D9%81%DB%8C%D8%B5%D9%84%DB%81-%D8%A7%D9%88%D8%B1.html

https://mazameen.com/politics/%D9%88%D9%86%D8%AF%DB%92-%D9%85%D8%A7%D8%AA%D8%B1%D9%85-%D9%85%D8%AF%D8%B1%D8%A7%D8%B3-%DB%81%D8%A7%D8%A6%DB%8C-%DA%A9%D9%88%D8%B1%D9%B9-%DA%A9%D8%A7- %D9%81%DB%8C%D8%B5%D9%84%DB%81-%D8%A7%D9%88%D8%B1.html

https://www.bbc.com/urdu/india/story/2006/09/060902_vande_matram_rs

https://www.bbc.com/urdu/pakistan-59825054

https://www.taemeernews.com/2021/02/language-slavery-lala-lajpat-rai.html

http://www.zindgienau.com/Issues/2019/April2019/images/unicode_files/heading11.htm

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%DB%81%D8%A7_%D8%A8%DA%BE%D8%A7%D8%B1%D8%AA

https://ur.wikipedia.org/wiki/%DB%81%D9%86%D8%AF%D9%88_%D8%B4%D8%A7%D8%AF%DB%8C

https://indiankanoon.org/doc/140502088/

http://punjabrevenue.nic.in/hmrgact(1).htm

http://articles.timesofindia.indiatimes.com/2012-05-23/india/31826116_1_anand-marriage-act-sikhorganizations-avtar-singh-makkar

https://www.bbc.com/urdu/regional-44345920

https://www.bbc.com/urdu/regional-43808051

https://mazameen.com/misc/society/%DB%81%D9%86%D8%AF%D9%88%D8%B3%D8%AA%D8%A7%D9%86- %D9%85%DB%8C%DA%BA-%D8%B4%D8%A7%D8%AF%DB%8C-%DA%A9%DB%8C-%D8%B9%D9%85%D8%B1- %D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%AA%D8%A7%D8%B1%DB%8C%D8%AE%DB%8C-%D8%AC%D8%A7%D8%A6.html

http://darululoom-deoband.com/urdu/articles/tmp/1417578885%2002-Kam%20Sini%20Men_MDU_04_APRIL_2008.htm

http://alsharia.org/2012/jul/sayyida-aisha-ki-umr-javed-ahmad-ghamidi

https://www.humsub.com.pk/374530/abu-nail-110/

کتب:رسایل و مضامین۔

تاریخ

حافظ عمادالدین ابو الفدااسمعیل ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر(البدایہ والنہایہ)دارالاشاعت کراچی۔ ۲۰۰۸۔

کے۔ایل۔باشم ۔ہندوستانی تہذیب کی داستان۔نگارشات۔لاہور۔۲۰۲۰

لیکی۔تاریخ اخلاق یورپ۔سٹی بک پوائنٹ۔کراچی۔۲۰۱۶

ول ڈیورانٹ:نشاط فلسفہ:فکشن ہاوس۔۲۰۱۲

ڈاکٹر لیبان؛تمدن ہند۔الفیصل ناشران تاجران کتب۔لاہور۔لاہور۔۲۰۲۰

ابوالریحان محمدالبیرونی،فی تحقیق ماللہند،مطبوعہ حیدرآباد: ۱۳۷۷ھ

جواہر لال نہرو۔تاریخ عالم پر ایک نظر۔نگارشات،لاہور۔۲۰۲۱

جواہر لال نہرو:تلاش ہند۔لاہور۔مکتبہ ندارد

رابندر ناتھ کے منتخبہ خطوط ۔ مطبوعہ کیمبریج یونیورسٹی پریس۔

بھائی پرمانند:تاریخ مہاراشٹر:ذکر کردہ: قادر خان یوسفزئی۔

ای مارسڈن۔تاریخ ہند:اخذ کردہ:ڈیلی پاکستان۔[2]

فقہ و اسلام

امام شوکانی:نیل الاوطار۔طبع۔بیروت۔

شیخ فوزان:عورتوں کے مخصوص مسایل

حافظ عمران ایوب لاہوری:فقہ الحدیث۔ فقہ الحدیث پبلیکیشنز:لاہور:۲۰۰۴

وہبہ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔دارالاشاعت۔کراچی۔

ڈاکٹر۔مصطفیٰ الصباحی۔ المراۃ بین الفقہ والقانون۔

پروفیسر خورشید احمد:مرتبہ:تحریکِ اسلامی۔ اداره چراغ راه

[2] لنک نیچے ویبیات میں موجود ہے۔

سیرت

علامہ زرقانی۔المواہب الدنیہ۔لاہور۔

سید سلیمان ندوی ؒ۔سیرت عایشہ:لاہور(آن لاین ۔ای۔ایڈیشن)۔

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری۔الرحیق المختوم۔مکتبہ السلفیہ۔لاہور۔

ہندومت

رگ وید۔کاشی۔متھرا۔

سام وید۔کاشی ۔متھراْ

یھجر وید۔لکھنو۔

اتھروید۔مہاراشٹر۔

متسیا پوران۔لکھنو۔بھارت۔

مکھن لال:سکھ ساگر۔نول۔ کشور۔پریس۔:۱۹۲۷لکھنو۔

مہا بھارت۔پرکاشک:شری گوپال :پستکالیہ:مدرک ہری دوار:متھرا۔بھارت۔

والمیکی۔راماین۔ ۔۔شیام کاشی پریس۔متھرا۔

گرو رجنیش:اوشو:نیا دور ۔۔نیا انسان :فکشن ہاوس ۔لاہور۔:۲۰۱۲

وشنو پوران: ۔نو کشورپریس۔۔حضرت گنج۔وکرمی۔۔۱۹۳۶۔لکھنو

وشنو دھرموتر:پوران۔نیو دھلی۔

سوامی دیا نند سرسوستی:رگ وید :ایک مطالعہ:مترجم:نہال سنگھ:نگارشات۔لاہور۔۲۰۲۱۔

سوامی دیانند۔ستیارتھ پرکاش۔بنارس

منو شاستر۔نگارشات۔لاہور۔۲۰۰۷۔

پنڈت نند کمار شرما: ویر کیشری شوا جی۔

تفسیر

امام ابوبکر الجصاص۔ احکام القرآن۔اسلام آباد۔

.فخرالدین رازی، التفسیر الکبیر، دارالکتب العلمیۃ، طہران، اشاعت ثانی

آحادیثِ مبارکہ

محمد بن اسمعیل بخاری۔الجامع الصحیح البخاری۔مکتبہ اسلامیہ۔لاہور۔

مسلم بن حجاج القشیری۔دارالقدس۔لاہور۔

حافظ محمد بن عیسیٰ الترمذی: الجامع الترمذی۔اسلامی کتب خانہ۔لاہور۔

ابوعبدالرحمن النسای۔سنن نسائی۔اسلامی کتب خانہ۔لاہور۔

ابی داود سجستانی۔سنن ابی داود۔مکتبہ اسلامیہ۔لاہور۔

عبداللہ بن ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ ۔مکتبہ الاسلامیہ۔لاہور۔

علی بن عمر دارقطنی۔سنن دارقطنی۔شبیر برادرز۔لاہور۔

حافظ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔طبع ۔بیروت۔(شرح بخاری)

مضامین[3]

سید حامد محسن،غلط ۔فہمیاں اسلام کے متعلق بدگمانیوں کا ازالہ:اسلام سینٹر، بنگلور،۲

ذکی نور عظیم ندوی:ہندوستان میں شادی کی عمر۔

عارف حسین:جدوجہد آزادی ۔شدہی و سنگھٹن تحریکوں نے ہندو انتھا پسند ذہنیت کو بے نقاب کیا۔:۶۔اگست۔

عبدالرافع رسول:سری نگر: مودی کی قیادت میں شدھی تحریک:روزنامہ ۹۲نیوز۔

ظہور حسین:ہندو توا نظریہ کےبانی ساوارکر کی انگریزوں سے وفاداری کی کہانی۔

سید احتشام حسین:ہند آریائی :مسلمانوں کی آمد سے پہلے۔ ریختہ اوردو۔

صابر حسین ندوی: ساوارکر اور محمد علی جناح صحیح تھے۔

آل احمد سرور:اوردو اور ہندوستانی تہذیب:ریختہ۔

[3] متعلقہ مضامین کے لنکس ویبیات میں موجود ہیں۔

نذیر عالم: اقوام عالم:اور ملٹی نیشنل کلچر۔

<u>رسالہ</u>

مدینہ“ بجنور: مجریہ: یکم جولائی: ۱۹۳۴: بحوالہ نصرت الحدیث

Bibliography

1.Z.A,Bhutto. The Myth of Independence .E.Edition.(Panhwar:E:Edition.)

2.The New Encyclopedia Britannica, William Benton Publisher-15th Edition, Vol: VIII-

3.Encyclopedia Britannica .DvD.Edition.2014.

4.Encyclopedia.Encarta.2009.DVD.Edition.

5.Collins Encyclopedia .harper Collins.2005.uk

6.Grolier Encyclopedia .DvD.Edition.

7.Colliers Encyclopedia. McMillan Education Corporation.1992.newyork.

8.Francis Robinson: Islam and Muslim history in south Asia:OUP-

9.Dr Vinita Pandey.Indian Society: Issues: Policies and Welfare Schemes” .BSC Publishers & Distributors, Hyderabad.

10.PUJYASRI CHANDRASEKHARENDRA SARASWATI SWAMI :HINDU DHARMA The Universal Way of Life.bhartia Vidya bhawan.mumbai.1995

11.Pandit jawahir lal Nehru:The Discovery Of India.Oup.

12.Gandhi.Hindu Dharma.orient paper backs.new dehli

سلسلہ تردیدِ الحاد:۵۔

ہندوستان کی مذہبی ، تاریخی، ،سماجی و فکری حیات کا مطالعہ:گستاخِ رسول نوپورشرما کے بیانیہ کی روشنی میں۔

از

ڈاکٹر محمد علی جنید

KURF

جامعہ کراچی دارُالتحقیق برائے علم و دانش